300 سے زائد کتب سے استفادہ شدہ کتاب جسکی تکمیل
روضہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے میں بیٹھ کر کی گئی

خصوصیاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

مولانا محمد ہارون معاویہ

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی
خطیب جامع مسجد سرورِ کونین
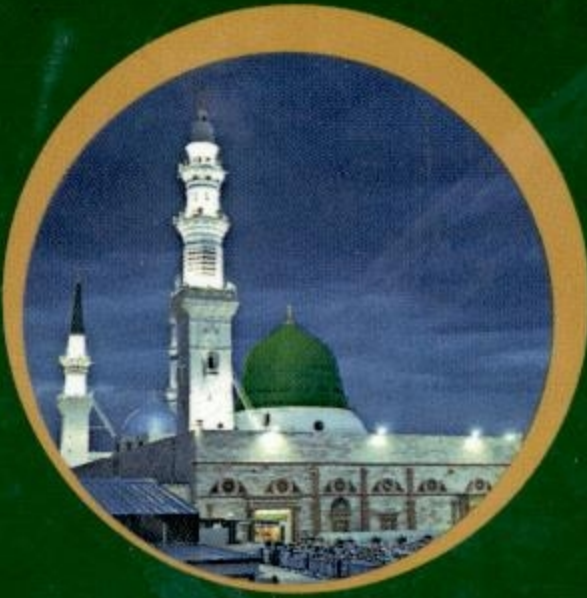
پسند فرمودہ

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ

استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی

تقاریظ

مولانا محمد انور بدخشانی صاحب مدظلہ

استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

مولانا مفتی عبد المجید دینپوری مدظلہ

نائب رئیس دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان فون: 2631861

خصوصیاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مجمع فضل وکمال، سید الانبیاء، مقصود الخلائق، سید الکونین، اشرف الرسل، شفیع الامم، رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین کی سیرت کے عظیم گوشے سے چیدہ چیدہ سو امتیازی خصوصیات وکمالات پر جدید اسلوب میں جامع، مفصل و قابل قدر ذخیرہ

جلد اوّل

تالیف

مولانا محمد ھارون معاویہ

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

واستاد مدرسہ عربیہ قاسم العلوم میرپور خاص

دار الاشاعت

اردو بازار، ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : فروری ۲۰۰۷ء علمی گرافکس
ضخامت : 528 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

﴿........ ملنے کے پتے ....﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

خصوصیت نمبر ا.......................................۹۶

رسولِ اکرم ﷺ کو سب سے پہلے نبوت ملی اور سب سے آخر میں مبعوث ہوئے

خصوصیت نمبر ۲.......................................۱۰۴

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت اور بچپن کی شان سب انبیاء سے نرالی ہے

رسولِ اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے خود کثرت سے درود پڑھنے کا خصوصی حکم فرمایا

انتساب

حضور سرورِ کائنات، فخرِ مجسّم، شافعِ محشر، ساقی کوثر حضرت محمد عربی مصطفیٰ ﷺ کے نام، جو باعثِ تخلیق کائنات بن کر دنیا میں تشریف لائے اور اپنی ضوفشانیوں سے دنیا کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو اجالوں سے روشن کر گئے۔

رخِ مصطفیٰ کو دیکھا تو دیوں نے جلنا سیکھا
یہ کرم ہے مصطفیٰ کا کہ شبِ غم نے ڈھلنا سیکھا
یہ زمیں رکی ہوئی تھی یہ فلک تھما ہوا تھا
چلے جب مرے محمدؐ تو دنیا نے چلنا سیکھا

محمد ہارون معاویہ

عرضِ مؤلف

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب وخلیل حضرت محمد ﷺ کے بے شمار فضائل ومناقب بیان فرمائے ہیں اور انہیں زینت رحمت سے مزین فرمایا ہے گویا کہ آپ ﷺ سراسر رحمت ہیں، آپ ﷺ کی جملہ صفات وفضائل تمام مخلوقات کے لئے باعث رحمت ہیں، آپ ﷺ کی زندگی عین رحمت اور آپ ﷺ کا رفیق اعلیٰ سے ملنا عین رحمت ہے، الغرض آپ ﷺ جن وانس کے لئے رحمت ہی رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا شہرہ بلند فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ورفعنا لک ذکرک** ''اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا۔''

اللہ کی قسم! بالکل ایسا ہی ہوا، دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا خوب چرچا فرمایا، دنیا میں کوئی خطیب، واعظ اور نمازی ایسا نہیں ہے جو اللہ کے نام کے بعد آپ ﷺ کا نام نہ لیتا ہو اور **اشھد ان لاالٰہ الاّ اللّٰہ** کے ساتھ **اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ** نہ کہتا ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ میں سے دو مبارک نام رؤف اور رحیم اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم** ''دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایسا رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق اور رحیم ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کو ایسی دل ربا شکل وصورت سے نوازا جو رعنائی وزیبائی میں بے مثل اور انتہائی حسین وجمیل ہے اور اس سے پہلے یا بعد میں کوئی بھی اس حسن وجمال میں آپ ﷺ کا شریک وسہیم نہیں۔ چنانچہ خوبصورتی کی جملہ صفات میں سے وافر حصہ آپ ﷺ کو عطا کیا گیا اور دل ربائی کی جملہ اداؤں میں آپ ﷺ کو شریک کیا گیا حتیٰ کہ مختلف قسموں کا ذوق جمالیات رکھنے والے اگر آپ ﷺ کے رخ انور کو دیکھیں تو آپ ﷺ کی ہر ادا اور ہر پہلو میں اپنے لئے سامان طمانیت پائیں اور کوئی بھی زاویہ ان کے ذوق پر گرانی کا باعث نہ ہو۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک بے شمار انبیاءؑ بھیجے، ان میں اکثر انبیاءؑ وہ ہیں جن کے حالات تو کیا ہمیں ان کے نام بھی معلوم نہیں ہیں، قرآن کریم میں صرف پچیس انبیاء کرامؑ کے نام آئے ہیں۔

ان انبیاء کے نام اور حالات معلوم نہ ہونے کے باوجود ہم مسلمان ان تمام انبیاءؑ کا احترام کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے منتخب بندے تھے، وہ اپنے وقت کے سب سے بہتر، سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ انسان تھے۔ ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی، ان میں سے کسی کو کتاب اور کسی کو صحیفہ عطا کیا گیا، انہیں مختلف معجزات عطا کئے گئے۔ انہیں عزت وعظمت سے سرفراز کیا گیا۔ ہم ان سب باتوں کا اقرار کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بعض ایسی چیزیں بھی تھیں جو صرف ہمارے آقا ﷺ کے ساتھ خاص تھیں۔

چنانچہ انبیاء ورسلؑ کی اس مقدس جماعت میں جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو سینکڑوں امتیازی خصوصیات حاصل ہیں۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے "خصائص کبریٰ" میں اڑھائی سو کے قریب حضور ﷺ کے خصائص جمع کئے ہیں ان سب کی تفصیل بیان کرنے کے لئے ایک ضخیم دفتر درکار ہے۔ اسی طرح دیگر اور بھی کتابیں اس عظیم موضوع پر لکھی گئیں لیکن عربی زبان میں۔

حضور سرور کائنات ﷺ کی سیرت کے اس عظیم گوشے کے بارے میں چونکہ اب تک اردو زبان میں ہماری معلومات کے مطابق مستقل کوئی کتاب ترتیب نہیں دی گئی تھی، اس لئے عرصے سے اس ضرورت کو محسوس کیا جا رہا تھا، چنانچہ بندے کے ایک قریبی دوست مولانا محمد عمران سردار صاحب نے اس موضوع کی طرف توجہ دلائی کہ اس عظیم الشان موضوع پر کچھ کام ہو جائے تو ایک سعادت کی بات ہوگی، محترم موصوف کا مشورہ دل کو لگا، لہٰذا اسی وقت بندے نے اللہ رب العٰلمین کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اس عظیم سعادت کے حاصل کرنے کا عزمِ مصمم کر لیا اور اپنی طاقت کی بقدر سیرت کے عنوان پر لکھی جانے والی چھوٹی بڑی تقریباً ساری کتب کو خریدا، اور شب وروز کی محنت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قدر مواد جمع ہو گیا کہ جو چار جلدوں کی ضخامت تک پہنچ گیا، اور بحمد اللہ اس طرح سیرت النبی ﷺ کا یہ عظیم باب چار ضخیم جلدوں میں آپ تک پہنچانے کی سعادت حاصل ہوئی، جس میں حضور ﷺ کی چیدہ چیدہ سو

خصوصیات کو مرتب کیا گیا یعنی ہر جلد میں پچیس خصوصیات شامل کی گئیں۔

یہ عظیم کتاب اب سے کئی مہینوں قبل آپ کے ہاتھوں تک پہنچ جاتی لیکن تاخیر ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جذبہ پیدا ہوا کہ کیوں نہ ایسا ہو جائے کہ اس مقدس کتاب کا کچھ کام صاحبِ خصوصیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقدس شہر مدینۃ المنورہ میں روضۂ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھ کر کیا جائے، چنانچہ اللہ رب العٰلمین نے فضل فرمایا اور رمضان المبارک میں عمرے کی سعادت حاصل ہوئی، تو چونکہ اس وقت تک یہ چاروں جلدوں کی کمپوزنگ ہو چکی تھی، لہٰذا بندے نے سفر میں چاروں جلدوں کا ایک پروف اپنے ساتھ رکھ لیا، اور مسلسل تقریباً ۱۲ دن تک شب و روز روضۂ رسول کے سائے میں بیٹھ کر کتاب کو آخری ترتیب دی، یعنی کچھ کانٹ چھانٹ ہوئی، کچھ مزید اضافے ہوئے، کہیں کہیں کچھ وضاحت یا تمہیدات کی ضرورت محسوس ہوئی تو اسے پورا کیا گیا، اور مزید اس مقدس جگہ کی روحانیت کے نتیجے میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ذہن میں ڈالا اسے بھی ترتیب دیا، الغرض اس کتاب کی آخری مکمل ترتیب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے روضۂ رسول ﷺ کے سائے میں بیٹھ کر مرتب کی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں میرا کوئی کمال نہیں یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم ہی سے ہوا، ورنہ "من آنم کہ من دانم"، بہر حال اس سعادت کے ملنے پر میں اپنے اللہ وحدہٗ لاشریک کا کروڑوں بار شکر ادا کروں تو بھی کم ہے۔

اور اس بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ اس کتاب کو مرتب کرنے میں بھی میرا کوئی کمال نہیں ہے کیونکہ یہ نہ تو میری تصنیف ہے اور نہ ہی تحقیق، لاشک یہ سب کچھ اکابرین کی کتب سے استفادے کے بعد ترتیب دیا گیا مواد ہے، اور اس بات کا میں کھلے دل سے اقرار کرتا ہوں، تا کہ کسی محترم کے دل میں کسی غلط فہمی کی وجہ سے بدگمانی پیدا نہ ہو، ہاں البتہ اس عاجز نے شب و روز محنت کر کے 300 سے زائد کتابوں کے ہزاروں صفحات کو بار بار کھنگالا اور مختلف کتابوں میں بکھری خصوصیات کو یکجا کیا، مشکل الفاظ کو جدید اسلوب میں ڈھالنے کی کوشش کی، جدید دور کے نئے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نئی ذہنیت کے حامل مسلمانوں کے لئے زیادہ سے زیادہ آسان بنانے کی کوشش کی، اس کام کے لئے مجھے کس قدر باریک بینی اور شب و روز کی

محنت سے کام لینا پڑا، میرا علیم وخبیر خدائے وحدہٗ لاشریک اس سے بخوبی آگاہ ہے، اور بے شک میری نظر بھی اسی ذات پر ہے، اور اسی ذات سے اچھے بدلے کی امید ہے، کوئی قابلِ احترام دوست مجھ گنہگار کے بارے میں کچھ بھی کہے مجھے اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہے، پرواہ یا فکر تو تب ہو کہ دنیا والوں سے بدلے کی امید وابستہ ہو، بس میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے اس کے بعد اور کچھ نہیں چاہئیے۔

اور اسی طرح اس بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جیسا کہ چاروں جلدوں میں بھی جابجا یہ وضاحت کی گئی ہے کہ خصوصیاتِ مصطفیٰ کو لکھنے کا مقصد نعوذ باللہ دیگر انبیاء کرامؑ کی تنقیص نہیں ہے اور نہ ان کے مقام و مرتبے کو کم کرنا مقصد ہے بلکہ نیت صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری نبی ﷺ کو جو مقام ملا ہے امت کے سامنے اسے اجاگر کیا جائے اور امت کو تعلیماتِ نبوی ﷺ کی طرف آنے کی دعوت دی جائے بے شک جب امت اپنے نبی ﷺ کے مقام و مرتبے کو سمجھے گی تو ان کے دل میں اپنے نبی ﷺ کی محبت پیدا ہو گی اور اپنے نبی ﷺ کی سنتوں پر چلنا آسان ہوگا کیونکہ امت کے ہر فرد کی فلاح و کامرانی اب صرف اور صرف محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہے، لہٰذا ذہن میں رہے کہ اگر خدانخواستہ کسی کے دل میں دیگر انبیاء کرامؑ سے متعلق ادنیٰ سا بھی منفی خیال آیا تو اس کا ایمان اس کے پاس باقی نہیں رہے گا، اور یہ بات کوئی اپنی طرف سے نہیں کہی جارہی بلکہ خود خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات میں اس کی تلقین کی گئی ہے، جیسا کہ مختلف مقامات پر تفصیل آپ ملاحظہ فرماتے رہیں گے انشاء اللہ۔

بہر حال محترم قارئین! بندۂ عاجز کی یہ کاوش آپ کے ہاتھوں میں ہے، اگر کچھ اچھا لگے تو اس گنہگار کی آخرت کی کامیابی کے لئے دعائے خیر کے دو بول ادا کر دیجئے گا، اور اگر کچھ خامی یا کمزوری نظر آئے تو برائے مہربانی ایک کمزور اور ناقص سا مسلمان سمجھتے ہوئے معاف کر دیجئے گا اور اگر رہنمائی ہو جائے تو ایک بہت بڑا احسان ہوگا، آپ کے مشوروں کا دلی خیر مقدم ہے کیونکہ بندہ رہنمائی اور مشوروں کا طالب اور پیاسا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

اور اب ضروری ہے کہ اپنے ان تمام مہربانوں کا شکریہ ادا کروں کہ جن حضرات نے مجھے مشورے دیئے، میری رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی، جن میں سر دست میرے استاذِ محترم میری

مادرِ علمی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسفؒ بنوری ٹاؤن کراچی کے قدیم استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب مدظلہ ہیں کہ استاذ محترم نے اس کتاب کے لئے گراں قدر تقریظ تحریر فرما کر مجھ عاجز کے سر پر دست شفقت رکھا۔

اسی طرح شکریہ ادا کرتا ہوں استاذ محترم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسفؒ بنوری ٹاؤن کراچی کے استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری صاحب مدظلہ العالی کا کہ حضرت استاذ محترم نے باوجود شدید مصروفیات کے بندے پر شفقت فرماتے ہوئے تقریظ تحریر فرمائی۔

اور میرے مشفق استاذ کہ جن کی شفقت کے سائے تلے میں نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسفؒ بنوری ٹاؤن کراچی میں آٹھ سال کے شب و روز گزارے، استاذ الحدیث اور ناظم تعلیمات جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسفؒ بنوری ٹاؤن کراچی حضرت استاذ العلماء مولانا عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ حضرت استاذ صاحب نے بھی اس کتاب کے حوالے سے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور قیمتی مشورے دیئے۔

اور اسی طرح استاذ الحدیث دارالعلوم کورنگی کراچی حضرت استاذ العلماء مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے، کہ حضرت مدظلہ نے میرے اس کام کو خوب پسند فرمایا، میری حوصلہ افزائی فرمائی اور بہت سے اچھے اچھے مشورے بھی دیئے، اور اسی طرح میں خصوصی طور پر شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسفؒ بنوری ٹاؤن کراچی کے استاذ حضرت مولانا مفتی رفیق احمد صاحب بالاکوٹی مدظلہ کا کہ جنہوں نے میری گزارش پر ایک جامع اور مانع تقریظ تحریر فرمائی اور بہت سی باتوں کی بڑے اچھے انداز میں وضاحت فرمائی، اور بہت سے قیمتی مشورے بھی دیئے۔

اسی طرح شکریہ ادا کرنا ضروری ہے برادرِ کبیر جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسفؒ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل، مشہور خطیب اور ایک رسالے کے مدیر حضرت مولانا حافظ محمد اصغر کرنالوی صاحب کا کہ جنہوں نے میری کتاب کے لئے تقریظ بھی تحریر فرمائی اور کتاب شروع کرنے سے لے کر آخر تک وقتاً فوقتاً ان کے مشورے بھی میرے شامل حال رہے، علاوہ ازیں

مفتی صغیر احمد صاحب، مفتی عمر انور بدخشانی صاحب، مفتی وقاص احمد صاحب، مولانا محمد سفیان بلند صاحب مولانا رشید احمد صاحب، حضرت مولانا عبداللہ صاحب شیخ الحدیث "مدرسہ عربیہ قاسم العلوم میر پور خاص مکتبہ یوسفیہ کے مالک برادر کبیر جناب حضرت مولانا محمد یوسف کھوکھر صاحب استاذ الحدیث مدرسہ عربیہ قاسم العلوم اور مولانا محمد عمران سردار صاحب، استاذ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم، ان حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، بے شک ان حضرات کا مجھ پر احسان ہے کہ مختلف موقعوں پر ان سے بھی مجھے مفید مشورے ملتے رہے اور ان کا تعاون میرے شامل حال رہا میری دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اساتذہ اور تمام پُرخلوص معاونین کو دونوں جہانوں کی خوشیاں نصیب فرمائے، آمین۔

ان کے علاوہ بھی میں دیگر ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب سے لے کر کمپوزنگ اور کتاب کی اشاعت تک میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا، خصوصاً دارالاشاعت کراچی کے مالک جناب خلیل اشرف عثمانی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جو میری تمام کتابوں کو اہتمام کے ساتھ شائع کر کے میری حوصلہ افزائی فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو دونوں جہانوں کی شادمانیاں نصیب فرمائے۔ آمین!

اور میں اپنے اللہ وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ قدسی میں دست بدعا ہوں کہ وہ ذات پاک اس کتاب کو میری پہلی کتابوں کی طرح مفید اور کارآمد بنادے اور ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ دین کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اور تمام قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ مجھے، میرے والدین، اساتذہ کرام کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں، اور اگر آپ کو اس کتاب میں کوئی خامی اور کمزوری نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں آپ کا بہت شکریہ ہوگا۔ آپ کے ہر مشورے کا دلی خیر مقدم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام آپ کا خیر اندیش محمد ہارون معاویہ

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

ساکن میر پور خاص سندھ

تقریظ

از حضرت استاذ العلماء مولانا محمد انور بدخشانی صاحب مدظلہ العالی

استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسفؒ بنوری ٹاؤن کراچی

سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت پر پہلی صدی ہجری سے لے کر گذشتہ چودہ صدیوں میں ہزاروں کتابیں اور لاکھوں مضامین ومقالات لکھے جاچکے ہیں، جن کا احاطہ کرنے کے لیے مستقل کتابیات اور فہرستیں تیار کی گئی ہیں، اگر اس پورے ادبیات سیرت کا اندازہ لگایا جائے تو شاید تاریخ انسانی میں کوئی دوسری شخصیت ایسی نہیں جس پر اس قدر اور ہمہ پہلو مواد تیار ہوا ہو، بلکہ یوں کہا جائے کہ سیرت کا موضوع محققین اور محبین وعاشقین کے لیے ایک مستقل میدان تحقیق وتصنیف بن گیا، خود متعلقات سیرت اس قدر متنوع اور وسیع ہیں کہ ان کا حاطہ کرنے کے لیے الگ کتابی جائزے کی ضرورت ہے، سیرت طیبہ کے ان مراجع ومصادر پر توجہ کریں تو ایک جہانِ سیرت اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ ہمارے سامنے ہے، سیرت نبوی کے ماخذ پر غور کیا جائے تو درج ذیل سولہ علوم وفنون اس کا سرچشمہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے مقام پر اہم ہے:

۱۔ قرآن مجید ۲۔ کتب تفاسیر ۳۔ کتب تاریخ ۴۔ کتب شمائل نبویؐ ۵۔ کتب دلائل النبوۃ ۶۔ کتب شروح احادیث ۷۔ کتب احادیث، خطبات، مکاتیب، معاہدات، دستاویزات، ۸۔ کتب آثار واخبار ۹۔ اطلس وخرائط سیرت ۱۰۔ کتب نعت رسول ۱۱۔ کتب انساب ۱۲۔ کتب جغرافیہ عرب ۱۳۔ کتب تاریخ حرمین ۱۴۔ کتب اسماء رجال ۱۵۔ ادب عربی ۱۶۔ سفر نامہ حرمین

سیرت النبی کے مطالعے کا شوقین جب آگے بڑھ کر دیکھتا ہے تو اس موضوع پر

کتابوں کی کثرت اس کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے کہ گذشتہ چودہ سوسال سے مسلسل لکھا جارہا ہے مگر ہنوز روزِ اول کا معاملہ محسوس ہوتا ہے اور یہ بذات خود امتیازات سیرت کا ایک حسین اور حیران کن باب ہے، رحمت عالم کی ذات وسیرت سراپا امتیاز ہے، صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جس میں حضور ﷺ نے از خود پانچ درج ذیل امتیازات گنوائے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسے امتیازات دیئے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملے: (۱) ابھی ایک ماہ کی مسافت باقی ہو کہ دشمن پر میرا رعب طاری ہوجاتا ہے (۲) ساری روئے زمین میرے لئے اور میرے امتی کے لیے مسجد اور پاکیزہ بنادی گئی ہے سو جو جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے (۳) غنیمت کا مال میرے لیے حلال کردیا گیا ہے جو پہلے کسی پر حلال نہیں تھا (۴) مجھے شفاعت کا حق عطا کیا گیا ہے (۵) پہلے انبیاء اپنی اقوام کے لیے خاص ہوا کرتے تھے، مگر میں ساری دنیا کے لیے نبی ہو کر آیا ہوں۔

رسول اللہ کے خصائص وامتیازات پر عربی زبان میں کافی کتابیں ہیں جن میں امام جلال الدین سیوطیؒ کی ''الخصاص الکبری'' اور حافظ ابن قیمؒ کی ''زاد المعاد'' سرفہرست ہیں، اس کے علاوہ ابونعیم اصبہانیؒ کی ''دلائل النبوۃ'' بھی اس موضوع پر مشہور کتابوں میں سے ہے، فارسی زبان کے مشہور شاعر اور صوفی بزرگ عالم مولانا جامیؒ نے فارسی میں ''شواہد نبوت'' کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی جس میں انہوں نے حضور ﷺ کے وہ امتیازی اوصاف جو حضور کی ذات مبارکہ میں پائے جاتے ہیں سات الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کئے ہیں، اردو زبان میں حضور ﷺ کی امتیازی خصوصیات وکمالات پر ایک مستقل اور مفصل کتاب کی ضرورت عرصے سے محسوس کی جارہی تھی، اس کمی کو ہمارے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے ہونہار نوجوان فاضل مولوی محمد ہارون معاویہ نے بخوبی پورا کیا اور انتہائی محنت کے بعد مختلف کتابوں سے مواد منتخب کر کے چار ضخیم جلدوں میں پیش کردیا ہے، میں اس کتاب کا تفصیلی مطالعہ تو نہ کرسکا لیکن موضوع کی اہمیت کے پیش نظر امید ہے کہ کوئی قابل اعتراض بات اس میں نہ ہوگی، فاضل موصوف زمانہ طالب علمی سے ہی

جامعہ میں تقریری وتحریری سرگرمیوں میں پیش پیش رہے اور اب میرپور خاص میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، نیز اس سے قبل بھی مختلف موضوعات پر ان کی تقریباً تیرہ کتابیں زیب طبع ہو کر داد تحسین حاصل کر چکی ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس محنت کو حضور ﷺ کے طفیل قبول فرمائے اور ہم سب کو آنحضرت ﷺ کی سیرت اور سنت پر چلنے والا بنائے، آمین۔

(حضرت استاذ العلماء مولانا) محمد انور بدخشانی (صاحب مدظلہ العالی)

استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

تقریظ

از استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی عبد المجید دین پوری صاحب مدظلہ العالی

نائب رئیس دار الافتاء واستاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن کراچی

سیرت کا موضوع سدا بہار گلشن کی طرح ہے جس کا ہر پھول اپنی جگہ اہم ہے۔ یہ گل چین کا ذوق ہے کہ وہ کس پھول کو چنتا ہے۔ لیکن جو پھول چننے سے رہ جائے وہ ہرگز چنے ہوئے پھول سے غیر اہم نہیں۔ سیرت کا موضوع انتہائی متنوّع ہے۔ قدیم وجدید، اپنے پرائے بہت سے محدثین نے اسے موضوع بحث بنایا ہے اور ہر مصنف نے اسے ایک نیا اسلوب دیا ہے۔ ''خصوصیاتِ مصطفیٰ ﷺ'' ایسا موضوع ہے جس پر عربی میں بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، اور اردو میں اگر چہ سیرتِ نبوی ﷺ کا ذخیرہ عربی سے کسی طور پر کم نہیں۔ اور متفرق طور پر یہ موضوع کسی حد تک اس میں پایا جاتا ہے لیکن اسی موضوع پر یکجا طور پر قابلِ قدر ذخیرہ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ عزیز محترم مولانا ہارون معاویہ زید علمہٗ کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے چار ضخیم جلدوں میں تصنیف کر کے اردو کے دامن کو اس موضوع سے مالا مال کر دیا۔ کتاب کی اجمالی فہرست پیش نظر ہے۔ فہرست کے عنوانات سے موضوع پر جامعیّت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ عزیز موصوف نے بندہ ناچیز سے کچھ لکھنے کی فرمائش کی، بندہ لکھنے لکھانے کے فن سے نابلد ہے۔ پھر بھی صاحبِ خصوصیات ﷺ کی محبت کے تقاضے اور اس پر شفاعتِ مصطفوی ﷺ کے حصول کی امید پر چند سطور حوالہ قرطاس کر دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ عزیز موصوف کی اس کاوش کو قبول فرما کر ہم سب کے لئے ذخیرہ آخرت بنا دیں، (آمین)

(حضرت استاذ العلماء مولانا مفتی) عبد المجید دین پوری (صاحب مدظلہ العالی)

نائب رئیس دار الافتاء واستاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن کراچی

تقریظ

ازحضرت مولانا مفتی رفیق احمد صاحب بالاکوٹی مدظلہ العالی

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

﴿الحمد للّٰہ حمدا کثیرا طیبا مبٰرکا فیه مبارکا علیه کما یحب ربنا ویرضی والصلوٰۃ والسلام علی حبیبه المصطفی ورسوله المجتبیٰ علی اٰله وصحبه وعترته واهل بیته الاطهار الاتقیاء وعلی کل من بهدیهم اهتدیٰ.

امابعد! فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم ،بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ومآارسلنٰک الارحمة للعٰلمین ﴾ ترجمہ:اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔ (انوار البیان، مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مخلوق میں سب سے اعلیٰ وافضل شخصیتوں کے مالک ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں بھی فضل وکمال کے مختلف درجات رکھے ہیں بعضوں کو دوسرے بعض پر مختلف حیثیات میں فضیلت سے نوازا، بعض کو اوالعزمی کا خاص اعزاز بھی عطا فرمایا پھر ان تمام برگزیدہ ہستیوں کے فضائل وکمالات کو ایک ہستی میں یکجا فرمادیا، یہ ہستی مجمع فضل وکمال ،سید الانبیاء، مقصود الخلائق ،سید الکونین ،اشرف الرسل ،شفیع الامم، رحمۃ للعٰلمین ،خاتم النبیین ﷺ کی ذات اطہر ہے، جو عالمگیر نبوت کے ساتھ مبعوث ہوئے۔

عالمگیر نبوت آپ ﷺ کی منفرد خصوصیات میں سے اولین خصوصیت شمار ہوتی ہے، آنحضرت ﷺ اپنی ذات اور صفات میں بے پناہ خصوصیات کے مالک ہیں جو منضبط

یا منتشر انداز میں تقریباً احادیث وسیرت کی ہر ہر کتاب میں موجود ہیں، تاہم باقاعدہ عنوان کے تحت میری ناقص معلومات کے مطابق اپنے موضوع کی جامع ومستند کتاب، نویں صدی ہجری کے مشہور مفسر ومحدث علامہ جلال الدین السیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے ترتیب دی، جس میں آنحضرت ﷺ کی بڑی بڑی خصوصیات کو تقریباً ایک سو پچاس ابواب کے تحت ذکر فرمایا ہے، اس کتاب میں تتبع واستقراء کے طور پر چیدہ چیدہ وہ تمام خصوصیات ومعجزات تقریباً جمع فرمادیئے گئے ہیں جن میں آپ ﷺ کے ساتھ کوئی اور ہستی شریک نہیں، علامہ سیوطیؒ نے اس کتاب کا نام ''کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب ﷺ'' رکھا، جو بعدازاں ''الخصائص الکبریٰ للسیوطی'' کے نام سے مشہور ومتداول ہوئی، عرب وعجم کے مختلف مطابع متعدد بار اس عظیم کتاب کی اشاعت کا شرف حاصل کر چکے ہیں، اور مختلف بلاد میں مقامی زبانوں میں اس کتاب کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔

اس کتاب اور اس خاص موضوع کی وسیع پیمانے پر خدمت یہ بھی آنحضرت ﷺ کی خصوصیت وکرامت ہے، اسی کرامت وخصوصیت کا تسلسل کہیں یا مظہر، یہ زیر نظر مجموعہ بھی ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس مجموعہ میں بھی علامہ سیوطیؒ کی پیروی واقتداء سے باوصف ہوتے ہوئے حضرت مصطفیٰ ﷺ کی ایک سو (۱۰۰) منفرد خصوصیات وامتیازات کو جمع فرمایا گیا ہے۔

یہاں پر روایت پسندی کے تناظر میں ممکن ہے یہ کہا جائے کہ علامہ سیوطیؒ کی خصائص کبریٰ جو اپنے اردو ترجمہ کے ساتھ بھی ہمارے ہاں دستیاب ہے تو اس عظیم کارنامہ پر مزید کسی اضافہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے یا نہیں؟ تو اس حوالہ سے صرف اتنا کہہ دینا بھی کافی ہے کہ قرآن کریم اور سیرت طیبہ یہ دونوں ایسے موضوعات ہیں کہ ان موضوعات کی جس انداز سے جن پہلوؤں سے جتنی بھی خدمت کی جائے، وہ کافی وافی نہیں کہلاسکتی یہ بھی قرآن کریم اور حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت میں سے ہے۔

تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ حضور ﷺ کے خصائص پر عربی کتب کے اردو تراجم میں

سلاست وروانگی کی تشنگی کا احساس باقی رہتا ہے، اس لئے اس موضوع پر سلیس ورواں انداز میں خدمت کی ضرورت زبان، لہجہ اور تعبیرات میں رونما ہونے والے تغیرات کی وجہ سے محسوس ہوتی رہے گی، موجودہ دور کی اسی ضرورت کے تحت ہمارے جامعہ کے ایک فاضل مولانا محمد ہارون معاویہ حفظہ اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ تالیفی کوشش پیش فرمائی ہے۔

مولانا محمد ہارون صاحب بنوری ٹاؤن کے سابق طالب علم جواب فاضل کہلاتے ہیں، طالب علمی کے زمانہ میں جامعہ میں تقریر وبیان کے میدان کے شہسوار ہونے کی حیثیت سے شہرت وتعارف کے حامل رہے اور تقریری مقابلوں ومسابقوں میں سبقت سے ہمکنار ہوتے رہے ہیں، زمانہ طالب علمی ہی سے انہیں تقریر کے ساتھ ساتھ تحریر سے بھی قلبی وعملی لگاؤ ہو چکا تھا فراغت کے بعد تحریری میدان میں بھی موصوف نے نہ صرف یہ کہ اپنی سابقہ نمایاں شناخت باقی رکھی بلکہ موجودہ دور کے کثیر التالیف مصنفین کی صف میں شامل ہو چکے ہیں، موصوف فراغت کے بعد چند ہی سالوں میں ایک درجن سے زائد کتابوں کی جمع وترتیب کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں۔

مولانا محمد ہارون معاویہ صاحب کی حالیہ تالیف ''خصوصیاتِ مصطفیٰ ﷺ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

جس میں آپ ﷺ کی امتیازی خصوصیات اور کمالات سے بحث فرمائی گئی ہے، کتاب کا مکمل مسودہ تو ہمارے سامنے نہیں ہے البتہ مؤلف موصوف نے مسودہ کی فہرست کے کچھ صفحات بطور تعارف کے پیش فرمائے تھے، فہرست کے مطالعہ سے اور خود مؤلف کی زبانی کتاب کا قدرے کفایت سے جو تعارف ہوا، اس سے کتاب کی افادیت، موضوع سے مناسبت اور امتیازی حیثیت واہمیت کا جو صحیح اندازہ ہوا وہی اس بات کا داعیہ بنا کہ آنحضرت ﷺ کے سیرت طیبہ کے امتیازی پہلو کی اس عظیم خدمت میں ہمارا بھی معمولی حصہ ہو جائے اور حضور ﷺ کی شفاعت نصیب ہو جائے ﴿اللھم ابلغنا بغیتنا، بمنزلته صلی اللّٰہ علیه وسلم لدیک﴾.

آنحضرت ﷺ کی امتیازی خصوصیات اور کمالات چونکہ اس کتاب کا موضوع ہے، اس لئے ایک اصولی بات کی یاددہانی بھی اس موقع پر نہایت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اہل فضل وکمال میں سے کسی صاحبِ فضل وکمال کی خصوصیت اور امیتازی شان کو بیان کرنے میں اولاً تو ''تقابل'' کا انداز ہی اختیار نہیں کرنا چاہئے، اگر کسی ہستی کے درجہ ورتبہ کو تقابلی مثالوں ہی سے بیان فرمایا جارہا ہو تو پھر الفاظ وتعبیرات کا چناؤ ایسا ہونا ضروری ہے کہ کسی ہستی کی تفضیل وتکریم کسی دوسری ہستی کی تنقیص وتوہین کا مظہر نہ ہو، ورنہ یہ عملِ خیر اپنی اصلیت سے جدا ہو کر مواخذہ اخروی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اعاذنا اللّٰہ من ذلک.

ہمارے مؤلف موصوف نے اس اصول پر کاربند ہونے کا بھرپور اطمینان دلایا ہے، اور ہمیں بھی موصوف کی گزشتہ کارکردگی کے تناظر میں احتیاط، ذمہ داری اور تیقظ کا حسن ظن ہے، اس حسنِ ظن کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے قبل مؤلف موصوف نے اپنی ہر کتاب کے اصل مواد میں اپنی اختراعات اور تعبیرات سے زیادہ اپنی کتابوں کے مراجع وماخذ یعنی اسلاف کی کتابوں کے مواد پر انحصار کیا ہے جو یقیناً اعتماد اور استناد کی ضمانت کی حامل ہیں۔

اسلاف کی کتابوں پر انحصار میں مؤلف موصوف نے جس دیانت داری اور امانت داری کا ثبوت دیا ہے، اس سے مؤلف کی شخصیت اور ان کی تالیفی خدمات کو بھرپور اعتماد کا فائدہ حاصل ہوگا، انشاء اللہ، کیونکہ ہمارے اس دور میں اس نوعیت کے مرتبین ومؤلفین عام طور پر ''سرقہ علمیہ اور علمی خیانت'' جیسے القاب والزامات کے لئے بجا طور پر محل ومورد بنے ہوئے ہیں، جنھوں نے بزرگوں کی باتوں، واقعات اور حکایات بلکہ پورے کے پورے مضامین ومقالات کو اپنی تالیفات کے بھوکے پیٹ بھرنے کے لئے ''من وعن'' نقل کردینے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں فرمائی ہاں اتنا ضرور کیا کہ جہاں ان بزرگوں نے اپنایا اپنے بزرگوں کا نام ذکر کیا ہوا تھا وہاں ہمارے بعض جدید مؤلفین نے اپنا اور اپنے کسی بزرگ کا نام ڈال دیا یا پھر ضمائر اور متکلم کے صیغوں پر اکتفاء فرمالیا۔

چوری اور بددیانتی کی اس ناخوشگوار فضا میں اگر کوئی عالم دین، پوری امانت داری، دیانتداری، اور سچائی کے تقاضوں کے ساتھ کوئی تالیفی خدمت منظر عام پر لائے تو یقیناً وہ تحسین وتشجیع کا مستحق ہے، سیرت طیبہ کی خدمت سے ادنی تعلق کے طمع کے بعد یہ دوسرا باعث ہے کہ یہ چند سطریں تحریر ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کے علم وعمل میں مزید برکت اور ترقی نصیب ہو، ان کی دینی خدمات کو ان کے لئے ان کے اساتذہ کرام اور والدین گرامی کے لئے ذخیرۂ آخرت اور وسیلہ نجات بنائے اور ہم سب کے لئے صراطِ مستقیم پر چلنا آسان فرمائے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں، بہت آسان ہے ہر عمل کی توفیق وقبولیت اسی کے پاس ہے۔﴿وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین﴾

(حضرت مولانا مفتی) رفیق احمد بالاکوٹی (صاحب مدظلہ العالی)

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

تقریظ

محترم مولانا حافظ محمد اصغر کرنالوی صاحب مدظلہ العالی

ناظمِ اعلیٰ: معہد الارشاد الاسلامی (مہاجر مکی مسجد) صدر کراچی

فاضل: جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

رسالت مآب ﷺ کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ پر زمانہ نبوت سے اہل دانش و اہل قلم اور زعماءِ امت مسلسل لکھتے آرہے ہیں، اور صبح قیامت تک لکھتے ہی رہیں گے، چونکہ بعد از خدا آمنہ کے دریتیم ہی کا مقام ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا۔ ؎

بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر

حال ہی میں ایک دانشور کی تحریر مطالعہ سے گزری جس میں موصوف نے سیرت مصطفیٰ ﷺ پر لکھی جانے والی کتب کی تعداد تین ہزار سے زائد بتائی ہے، جس میں پچاس کتابیں فقط نعلین مبارک سے متعلق ہیں، چنانچہ کئی کئی جلدوں پر مشتمل ضخیم کتابیں تاجدار مدینہ راحت قلب وسینہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت واخلاق حسنہ کی عکاسی کررہی ہیں، آپ ﷺ کی سیرت پر تحریر شدہ کتب کی تعداد اسقدر زیادہ ہونے پر حیرت کی بات نہیں چونکہ آپ ﷺ کی سیرت کا طویل باب ہے۔ جس کا بین ثبوت صدیقہ بنت صدیق ؓ اماں عائشہ ؓ کا فرمان ہے کہ پورا قرآن آپ کا اخلاق ہے۔

خدائے بزرگ وبرتر کے بعد سب سے اونچی ہستی اور اس دنیا کی آخری نسل تک کے لئے ہادی ورہبر سردار انبیاء، خاتم النبیین ﷺ ہیں جس کے روشن چہرے اور بکھری زلفوں کی قسمیں خود خالق ارض وسماء نے مقدس کلام میں اٹھائی ہیں یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے، نیز فرمایا کہ اے پیغمبر میں تمہیں وہ کچھ دوں گا کہ تو راضی ہوجائے گا، یہ بھی آپ ﷺ کی خصوصیت ہے، نیز قرآن میں ورفعنا لک ذکرک فرما کر آپ ﷺ کا نام ہمیشہ کے لئے بلند وبالا کردیا اور پھر آپ ﷺ کے نام کا چناؤ بھی ایسا ہوا کہ منکر بھی آپ ﷺ کا نام (محمدؐ) لے تو باعتبار معنی خود بخود آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف ہوجائے، یہ بھی آپ ﷺ کی خصوصیت ہے، ہاں یہ بھی آپ ﷺ ہی کی خصوصیت ہے کہ ساتوں آسمانوں پر حضرات انبیاءؑ نے آپ کا استقبال کیا، پھر آپ ﷺ کے لئے

عرش کے دروازے کھلے پھر آپ کو حبیب کا لقب ملا اور خود اللہ تعالیٰ نے آپ سے گفتگو فرمائی۔

چنانچہ یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ فاضل نوجوان عزیزم مولانا محمد ہارون معاویہ نے عوامی، علمی اور دینی خدمت کے احساس کے تحت ہادی برحق ﷺ کی اہم اہم خصوصیات کو یکجا کرنے کا عزم مصمم کیا اور چار جلدوں میں آپ کی سو خصوصیات کو جمع کر دیا۔

مولانا محمد ہارون معاویہ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ بندۂ عاجز کے ماموں زاد بھائی ہیں، ایشیاء کی معروف دینی درسگاہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے سند فراغت حاصل کی ہے، زمانہ طالب علمی سے ہی تحریر وتقریر اور کتب اسلاف کا مطالعہ موصوف کا محبوب مشغلہ رہا ہے ،دورۂ حدیث والے سال سے باقاعدہ میدان تالیف میں قدم رکھا اور تادم تحریر (۱۳) کتب شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں، چنانچہ میدان تالیف وتصنیف کے نشیب وفراز سے بخوبی آگاہی حاصل کرنے کے بعد خصوصیات کے لئے قلم اٹھایا ہے، یہ چار جلدوں پر مشتمل آپ ﷺ کی ۱۰۰ خصوصیات کا گرانقدر، جاذب نظر اور قابل فخر مجموعہ ہے، اس کی عظیم خصوصیت یہ بھی ہے کہ موصوف مؤلف نے صاحب خصوصیات ﷺ کے روضۂ اطہر کے سامنے بیٹھ کر ان گنت صفحات تحریر فرمائے ہیں ،جسے قارئین دورانِ مطالعہ محسوس بھی کریں گے اور بہرہ اندوز بھی ہوں گے، بلاشبہ آپ اس کتاب میں ایک ایسی عظیم ہستی (ﷺ) کی ۱۰۰ خصوصیات کو پڑھ سکتے ہیں جس کے عام وخاص حالات بھی بالتفصیل محفوظ ہیں، اوران پر نازل شدہ الہامی کتاب بھی ہو بہو محفوظ ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس نونہال نوجوان نے اتنی کم عمری میں بہت بڑا کام کردکھایا ہے، یہ محض خالق کائنات ہی کی کرم نوازی ہے۔

راقم الحروف نے چاروں جلدوں پر اک طائرانہ نظر ڈالی ہے اور فہرست کو بغور پڑھا ہے ،بحمد اللہ ایک جامع اور منفرد کام کیا ہے، بارگاہ صمدیت میں دست بدعا ہوں کہ رب ذوالجلال موصوف کی شب وروز کی اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے ،اور علم وعمل، صحت وعمر میں برکت نصیب فرمائے ،اور خود ان کے لئے اور ہمارے پورے خاندان کے لئے ذریعہ نجات بنائے ،اور اہل علم وعامۃ الناس کو اس سے مستفیض فرمائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

(مولانا حافظ) محمد اصغر کرنالوی (صاحب مدظلہ العالی)

ناظم اعلیٰ: معہد الارشاد الاسلامی (مہاجر مکی مسجد) صدر کراچی

انبیاءِ کرامؑ کے مراتب میں جزئی تفاوت اور ایک ضروری تطبیق

ہم جب قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایک طرف تو ہمیں اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ تمام انبیاء کرامؑ کی صداقت پر یکساں ایمان لانا اور ان کو تمام پیغمبرانہ کمالات سے متصف جاننا ضروری ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

لَانُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (بقرہ)

''ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔''

اس لئے یہ ضروری ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو یکساں صادق اور کمالاتِ نبوت سے متصف مانا جائے۔ دوسری طرف ارشاد ہے. تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ . وَاٰتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (بقرہ)

''یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے (مثلاً) بعضے ان میں وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے ہیں (یعنی موسیٰ علیہ السلام) اور بعضوں کو ان میں سے بہت سے درجوں پر سرفراز کیا اور ہم نے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ علیہما السلام کو کھلے کھلے دلائل عطا فرمائے اور ہم نے ان کی تائید روح القدوس (یعنی جبرئیل) سے فرمائی۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب کمالیہ میں جزئی تفاوت بھی

ہے، ان دونوں صداقتوں کے درمیان تطبیق کے لئے تھوڑی تشریح کی ضرورت ہے، ملاحظہ فرمائیے:۔

حضرت انبیاء کرامؑ تمام کمالات نبوت وفضائل اخلاق سے یکساں سرفراز تھے زمانہ اور ماحول کی ضرورت اور مصالح الٰہی کی بنا پر ان تمام کمالات کا عملی ظہور تمام انبیاء میں یکساں نہیں ہوا بلکہ بعض کے بعض کمالات اور دوسروں کے دوسرے کمالات نمایاں ہوئے، یعنی جس زمانے کے حالات کے لحاظ سے کمال کے اظہار کی ضرورت ہوئی وہ پوری شدت سے ظاہر ہوا اور دوسرے کمال کا جس کی اس وقت ضرورت پیش نہیں آئی بہ مصلحت یہ کمال ظاہر نہیں ہوا۔ حاصل یہ ہے کہ ہر کمال کے ظہور کے لئے مناسب موقع ومحل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کسی عارض کی وجہ سے کسی کمال کا ظہور نہ ہو تو اس سے نفس کمال کے وجود کی نفی نہیں ہوتی ہے، اس لئے اگر بوجہ عدم ضرورت حال ان انبیاء کرامؑ کے بعض کمالات کا عملی ظہور کسی وقت میں نہیں ہوا تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ یہ حضرات (نعوذ باللہ) ان کمالات وفضائل سے متصف نہ تھے۔

غزوہ بدر کے قیدیوں کے باب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب فدیہ لے کر ان کے چھوڑنے کا اور حضرت عمرؓ نے ان کے قتل کا مشورہ دیا، تو آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شدت ورحمت میں لوگوں کے قلوب مختلف بنائے ہیں۔ اے ابوبکر! تمہاری مثال ابراہیم وعیسیٰؑ کی، اور اے عمر! تمہاری مثال نوح اور موسیٰؑ کی ہے، یعنی ایک فریق سے رحم وکرم کا اور دوسرے سے شدت کا اظہار ہوا۔

(دیکھئے مستدرک حاکم غزوۂ بدر)

اس حدیث میں اسی نقطہ اختلاف کی طرف اشارہ ہے جو انبیاءؑ کے مختلف احوال مبارکہ میں رونما رہا ہے، لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت چونکہ آخری اور عمومی تھی، اس لئے بضرورت احوال آپ ﷺ کے تمام کمالاتِ نبوت آپ ﷺ کی زندگی میں عملاً پوری طرح جلوہ گر ہوئے اور آپ ﷺ کی نبوت کے آفتاب عالم تاب کی ہر کرن دنیا کے لئے مشعل

ہدایت بنی اور ظلمت کدہ عالم کا ہر گوشہ آپ ﷺ کے ہر قسم کے کمالات کے ظہور سے پُر نور ہوا۔ اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان جزئی کمالات کے اظہار میں ایسا پہلو (نعوذ باللہ) پیدا نہ ہونے پائے جس سے دوسرے انبیاءؑ کی توہین یا کسر پیدا ہو، اس سے ایمان کے ضائع جانے کا خطرہ ہے۔ (بحوالہ سیرت النبی ﷺ جلد اول)

ایک ضروری وضاحت

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ کیا کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دوسرے انبیاءؑ کے مقابلے میں جو خصوصیات اور فضیلتیں دی گئیں اسکے نتیجے میں بقیہ تمام انبیاءؑ میں معاذ اللہ نقص اور خامی ثابت ہو جاتی ہے، ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ بغیر استثناء تمام دوسرے انبیاء کرامؑ سے افضل ہیں، مگر اس عقیدے کی وجہ سے کسی نبی کے حق میں کوئی نقص اور خامی ثابت نہیں ہوتی، اس اعتراض کا جواب بھی دینے کی ضرورت نہیں تھی مگر میں ڈرتا ہوں کہ اگر کوئی جاہل آدمی یہ اعتراض سنے گا تو وہ کہیں آنحضرت ﷺ کی ان تمام خصوصیات سے ہی انکار نہ کر دے جن کی وجہ سے آپ ﷺ کو دوسرے تمام انبیاءؑ پر فضیلت حاصل ہے، جاہل آدمی یہ سوچ سکتا ہے کہ چونکہ ان خصوصیات کو ماننے کی وجہ سے دوسرے انبیاءؑ میں خامیاں ثابت ہوتی ہیں لہذا آپ ﷺ کی خصوصیات سے ہی انکار کر دیا جائے، اس کے نتیجہ میں پھر وہ شخص عیاذ باللہ کفر و گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا (اس بناء پر اس اعتراض کا جواب دینا ضروری سمجھا گیا) یہاں تک علامہ سیوطیؒ کا حوالہ ہے)

مقدمۃ الکتاب

خصوصیاتِ مصطفیٰ ﷺ (جلدِ اول)

قابل احترام قارئین! اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے ایک مفید اور معلوماتی مقدمہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، بحمد اللہ اس مقدمے کی آخری ترتیب روضہ رسول ﷺ کے قریب ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر دینے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی اس سعادت پر میں اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے، اس مقدمے میں رسول اکرم ﷺ کی کچھ چیدہ چیدہ خصوصیات کو مختصر مختصر ان کی قسموں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، امید ہے کہ انشاء اللہ اس مقدمے کے مطالعے کے بعد خصوصیت کے حوالے سے ابتدائی تمہیدات کو سمجھنا آسان ہو جائے گا کیونکہ اس مقدمے کو ہم نے اپنے اکابرین کی کتب خصوصاً سیرت حلبیہ سے مطالعے کے بعد ترتیب دیا ہے، لیجئے ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

خصوصیات مصطفیٰ ﷺ سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وہ خصوصیات جن کی وجہ سے آپ ﷺ انبیاء و غیر انبیاء سمیت تمام انسانوں سے ممتاز ہیں۔ نیز وہ خصوصیات جو آپ ﷺ کو دوسرے تمام انبیاء سے ممتاز کرتی ہیں یا وہ خصوصیات جن کی وجہ سے آپ ﷺ کی امت تمام دوسرے انبیاء وغیرہ سے ممتاز ہے۔ نیز وہ خصوصیات جن میں آنحضرت ﷺ کی امت دوسرے نبیوں کے ساتھ شریک ہے۔

خصوصیات مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کرنا مستحب ہے

واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات کا تذکرہ کرنا مستحب ہے اور کتاب روضہ میں تو یہاں تک ہے کہ اس تذکرہ کے واجب ہونے کے متعلق جو قول ہے وہ بھی کچھ بعید نہیں ہے۔تا کہ ایک جاہل آدمی بھی اس سے واقف ہو جائے اور اسے اپنی لاعلمی پر مایوسی نہ ہو۔

خصوصیات کی قسمیں

واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دوسرے تمام لوگوں کے مقابلے میں جو خصوصیات حاصل ہیں وہ دو طرح کی ہیں۔یا تو وہ خصوصیت ایسی ہوگی کہ اس چیز کا واجب ہونا صرف آپ ﷺ کے لئے مخصوص ہوگا (دوسرے لوگ اس کی فرضیت سے بری ہوں گے) کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا ہے کہ دوسروں کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ کو یہ صبر وثبات اور طاقت حاصل ہے کہ آپ ﷺ اس فرض کو ادا کرسکیں دوسرے لوگوں کی قوت سے یہ بات باہر ہے۔

دوسرے اس لئے بھی وہ خصوصیت آپ ﷺ کے لئے فرض کے درجہ میں رکھی گئی کہ فرض کا ثواب اکثر نفل کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے لہذا اس طرح آنحضرت ﷺ کو اس فرض کی ادائیگی کے نتیجے میں زیادہ ثواب دینا مقصود تھا۔

مثلاً وقت سے پہلے پاک ہوجانا یا وضو کر لینا سنت ہے اور وقت شروع ہونے کے بعد واجب ہے لیکن پہلی صورت زیادہ افضل اور زیادہ قابل ثواب ہے،اسی طرح سلام میں ابتداء کرنا سنت ہے،اور سلام کا جواب دینا واجب ہے لیکن پہلی صورت زیادہ افضل ہے ،ایک حدیث قدسی میں ہے کہ وہ عمل جس کے ذریعہ بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے مجھے زیادہ محبوب ہے،بہ نسبت اس کے جو میں نے اس پر فرض کیا ہے۔لیکن بہر حال اکثر وبیشتر صورتوں میں ایسا ہی ہے کہ فرض کا ثواب نفل کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔

دوسری قسم ان خصوصیات کی ہے جو صرف آنحضرت ﷺ پر ہی حرام قرار دی

گئیں دوسرے لوگ اس کی حرمت سے بری ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آنحضرت ﷺ ان چیزوں کو چھوڑنے میں زیادہ صبر وثبات اور طاقت رکھتے ہیں، لہذا اس کو چھوڑنے میں جو زیادہ فضیلت ہے وہ آنحضرت ﷺ کو حاصل ہوگی۔

یا وہ خصوصیات کہ آنحضرت ﷺ کی سہولت کی خاطر صرف آپ ﷺ کے لئے کچھ چیزیں جائز قرار دی گئیں۔ بعض اوصاف سے صرف آپ ﷺ کو زینت بخشی گئی تاکہ ان کے ذریعہ آپ ﷺ کے شرف اور مرتبہ میں مزید اضافہ ہو۔

چار قسم کے خصائص

اس طرح آپ ﷺ کی خصوصیات چار قسم کی ہوگئیں، پہلی قسم میں وہ چیزیں ہیں جو صرف آپ ﷺ پر واجب تھیں کیوں کہ اللہ جانتا تھا کہ آپ ﷺ ہی میں اس وجوب کے تحمل اور برداشت کی طاقت ہے دوسروں میں نہیں ہے، نیز یہ کہ واجب اور فرض کا ثواب نفل سے زیادہ ہوتا ہے، لہٰذا آپ ﷺ کو زیادہ ثواب دینا بھی مقصود تھا دوسری قسم میں وہ چیزیں ہیں جو صرف آپ ﷺ پر حرام کی گئیں کیونکہ آپ ﷺ ہی اس حرمت کا تحمل کر سکتے تھے، اور ان کو چھوڑنے سے آپ ﷺ کے فضائل بڑھتے تھے، تیسری قسم میں وہ چیزیں ہیں جو آنحضرت ﷺ کی سہولت کی خاطر صرف آپ ﷺ کے لئے جائز رکھی گئیں اور چوتھی قسم میں وہ اوصاف ہیں جو آپ ﷺ کے فضل وشرف میں اضافہ کے لئے صرف آپ ﷺ کے ساتھ خاص کئے گئے۔

پہلی قسم اور مخصوص فرائض

چنانچہ پہلی قسم میں چاشت کی نماز ہے کہ یہ نماز صرف آنحضرت ﷺ پر ہی فرض کی گئی تھی یعنی اس کی جو کم سے کم مقدار ہے وہی فرض کی گئی اور وہ مقدار دو رکعتیں ہیں، اسی طرح نماز فجر کی دو سنتیں ہیں اور تین رکعات وتر ہیں کہ یہ نمازیں صرف آپ ﷺ کے لئے فرض کے درجہ میں تھیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین نمازیں ایسی ہیں جو میرے

اور فرض میں تمہارے لئے تطوع یعنی سنت کے درجہ کی ہیں، نماز وتر دو رکعات فجر یعنی سنت فجر اور دو رکعات نماز چاشت واضح رہے کہ کتاب امتاع میں ہے کہ یہ حدیث اپنے راویوں کے ہر سلسلے کے لحاظ سے ضعیف اور کمزور ہے۔

چنانچہ بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چاشت کی نماز کبھی نہیں پڑھی جبکہ میں یہ نماز پڑھتی تھی، ترمذی میں حضرت سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے تو اتنی پابندی سے پڑھتے تھے کہ ہم کہتے کہ آپ ﷺ یہ نماز کبھی نہیں چھوڑتے، اور چھوڑتے تو اس طرح کہ ہم کہتے اب آپ ﷺ یہ نماز کبھی نہیں پڑھتے۔ اس روایت کے ظاہری الفاظ خود ہی واضح ہیں جن سے اس نماز کا عدم وجوب یعنی واجب نہ ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ نماز آپ ﷺ کے حق میں واجب ہوتی تو اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ کی مداومت اور ہمیشگی کوئی ڈھکی چھپی بات نہ رہتی، یہاں تک کتاب امتاع کا حوالہ ہے۔ اس روایت پر اس دوسری روایت سے شبہ ہوتا ہے جو یہ ہے کہ جب فتح مکہ کے دن آنحضرت ﷺ نے حضرت ام ہانیؓ کے گھر میں چاشت کی نماز پڑھی تو پھر آپ ﷺ نے اپنی وفات تک اس پر مداومت فرمائی اور کبھی یہ نماز ترک نہیں فرمائی اور یہ کہ آپ ﷺ آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

ایک حدیث مرسل میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی نماز میں دو رکعتیں اور چار رکعتیں اور چھ رکعتیں اور آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اب یہاں آیا وتر سے مراد اس کی کم سے کم تعداد ہے یا زیادہ سے زیادہ تعداد ہے یا اس کا ادنیٰ کمال مراد ہے۔

اسی طرح مسواک کرنا ہے۔ کتاب امتاع میں ہے کہ کیا یہ مسواک کرنا صرف فرض نمازوں کی حد تک محدود ہے یا ہر مؤکد حالت میں ہمارے حق میں ضروری ہے یا اس سے بھی عام احوال میں اس کے حکم کا عموم ہے۔ اسی طرح جمعہ کا غسل اور قربانی ہے۔ ان دونوں چیزوں کے وجوب کے سلسلے میں حق تعالیٰ کے اس قول سے دلیل حاصل کی گئی ہے۔ قل اِنَّ صَلاتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین ۔لاشَرِیکَ لَہٗ وَبِذَالِکَ

اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ. (سورۂ انعام، پ۸، ع۲۰، آیت ۱۶۲)

ترجمہ......''آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خاص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا۔اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے۔اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔''

کتاب امتاع میں ہے کہ حکم اور امر وجوب کے لئے ہوا کرتا ہے جیسا کہ اس آیت میں **وبذالک امرت** فرمایا گیا ہے، یہاں تک امتاع کا حوالہ ہے۔مگر اس قول میں شبہ ہے کیونکہ امر وجوب اور استحباب وافضیلت دونوں کے لئے ہوتا ہے، جس امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے وہ صیغہ افعل کے ذریعہ ہوا کرتا ہے یعنی امر اور حکم کے صیغہ سے جو بات کہی جائے وہ وجوب ثابت کرتی ہے جس کے معنی ہی میں حکم ہوتا ہے۔

کتاب امتاع میں ہے: علامہ آمدی اور ابن حاجب نے فجر کی دو رکعتوں کو جو امت کے لئے سنت کے درجہ میں ہیں آنحضرت ﷺ کے خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ان دونوں کے پاس اس سلسلے میں سوائے حضرت ابن عباس ؓ کی ایک ضعیف روایت کے کوئی بنیاد نہیں ہے۔

اس بات پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نماز وتر واجب تھی کیونکہ جیسا کہ بخاری ومسلم میں ہے آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ وتر اپنے اونٹ پر بیٹھے بیٹھے ہی پڑھی تھی، اگر نماز وتر واجب یعنی فرض ہوتی تو آپ ﷺ اس کو اپنی سواری پر نہ پڑھتے، علامہ نووی ؒ نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ اس واجب کا سواری پر پڑھ لینا آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے یعنی یہ بات آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس واجب کا سواری پر ادا کر لینا آپ ﷺ کے لئے جائز تھا مگر علامہ قرانی مالکی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نماز وتر صرف قیام کی حالت میں واجب تھی سفر کی حالت میں واجب نہیں رہتی تھی بلکہ مستحب کے درجہ میں رہ جاتی تھی۔اس رائے میں شافعی فقہاء میں سے علامہ حلیمی اور عزابن عبد السلام نے بھی علامہ قرانی کی تائید کی ہے۔

اسی طرح عقیقہ ہے۔ نیز آنحضرت ﷺ پر واجب تھا کہ آپ ﷺ پوری فرض نماز اس طرح ادا کریں کہ اس کے دوران کوئی خلل نہ پیدا ہو، اس طرح آپ ﷺ پر واجب تھا کہ آپ ﷺ ہر دن اور رات میں یعنی چوبیس گھنٹے میں پچاس نمازیں پڑھیں، یہ اس تعداد کے مطابق نمازیں ہیں جن کا شب معراج میں حکم ہوا تھا، علامہ سیوطیؒ کی خصائص صغریٰ میں اسی طرح ہے۔

اسی طرح دین اور دنیا کے اجتہادی معاملات میں سمجھ دار اور باشعور لوگوں سے مشورہ کرنا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے کبھی کسی کو اپنے ساتھیوں سے اتنا مشورہ کرنے والا نہیں پایا جتنا رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ سے معاملات میں مشورہ فرماتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئی وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأُمُرِ......الخ (سورہ آل عمران) ترجمہ...... ''اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے۔''

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول اگر چہ مشورہ سے غنی اور بے نیاز ہیں مگر اللہ نے میری امت پر اپنی رحمت وشفقت کی وجہ سے یہ حکم فرمایا ہے۔ لہذا جو لوگ مشورہ کرتے رہا کریں گے وہ کبھی سیدھی راہ سے نہیں بھٹکیں گے اور جو لوگ مشورہ کرنا چھوڑ دیں گے وہ گمراہی سے محفوظ نہیں ہوں گے، ایک قول ہے کہ مشورہ ندامت اور دشمن کے حملے سے بچاؤ کا قلعہ ہے جتنا بھی ہو سکے زیادہ سے زیادہ کیا جائے۔

اسی طرح یہ بھی آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے تھا کہ مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص ناداری کی وجہ سے قرض دار ہو کر مر جاتا تو آپ ﷺ اس کا قرض ادا فرماتے۔ اسی طرح اگر کسی شخص پر ناداری کی وجہ سے جنایات یعنی چھوٹے موٹے جرائم اور کفارات باقی ہوتے تو آپ ﷺ ان کو ادا فرما دیتے۔

اسی طرح آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بیویوں کو یہ اختیار

دیا گیا کہ وہ دنیا اور آخرت میں سے اپنے لئے کسی ایک کو چن لیں۔ مراد یہ ہے کہ یا تو دنیا کی زینت اور آنحضرت ﷺ سے جدائی وعلیحدگی کو اختیار کرلیں اور یا آخرت کا راستہ اور آنحضرت ﷺ کی حفاظت وسرپرستی اختیار کرلیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بیویوں میں سے اگر کوئی دنیا کو اختیار کرنا چاہے گی تو آپ ﷺ اس کو اپنے نکاح سے علیحدہ فرمادیں گے اور جو آخرت کا راستہ اختیار کرے گی آپ ﷺ اس کو اپنی حفاظت ونکاح میں برقرار رکھیں گے۔ علیحدہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے فرمادیا تھا کہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحاً جَمِيْلاً۔ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْراً عَظِيْماً

''اے نبی آپ اپنی بیویوں سے فرمادیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی کا عیش اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال متاع دنیوی دے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کردوں اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالم آخرت کو تو تم جیسے نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔''

ایک قول ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے سبب میں اختلاف ہے۔ چنانچہ اس بارے میں امت کے اسلاف کے نو قول ملتے ہیں: ایک قول کے مطابق یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ کی ازواج نے آنحضرت ﷺ سے نان ونفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر ایک مہینے تک ان سے لاتعلقی رکھی، اس کے بعد آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ انہیں چھوڑ دیں کہ وہ ان دو راستوں میں سے کوئی ایک چن لیں جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ پیچھے بیان ہوا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکرؓ آنحضرت ﷺ سے ملاقات کے لئے پہنچے، انہوں نے دیکھا کہ وہاں بہت سے لوگ آپ ﷺ کے دروازے پر جمع ہیں اور آپ کی اجازت کے منتظر بیٹھے ہیں، حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے

حضرت ابوبکرؓ کو باریابی کی اجازت دی اور اندر بلوایا، اس کے بعد حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے حاضری کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے ان کو بھی اجازت دی اور اندر بلوایا، انہوں نے اندر جا کر دیکھا کہ آنحضرت ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے گرد و پیش آپ ﷺ کی ازواج یعنی بیویاں بیٹھی ہوئی آپ ﷺ سے نان ونفقہ کا سوال کر رہی ہیں مگر آنحضرت ﷺ بالکل خاموش اور ساکت بیٹھے ہوئے ہیں حضرت عمرؓ نے سوچا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں کہ آنحضرت ﷺ کو ہنسی آئے، چنانچہ انہوں نے کہا: ''یا رسول اللہ! اگر میں فلاں عورت یعنی اپنی بیوی کو دیکھتا کہ وہ مجھ سے نفقہ کا مطالبہ کر رہی ہے تو میں اٹھ کر اس کی گردن دباتا۔''

آنحضرت ﷺ کو اس بات پر ہنسی آ گئی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ یہ ازواج میرے گرد بیٹھی ہوئی مجھ سے نفقہ کا تقاضہ کر رہی ہیں۔ اسی وقت حضرت ابوبکرؓ اٹھ کر حضرت عائشہؓ کی طرف بڑھے اور ان کو گردن سے پکڑ لیا، دوسری طرف حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کی طرف بڑھ کر ان کی گردن دبائی، ساتھ ہی دونوں حضرات اپنی اپنی بیٹیوں سے کہتے جا رہے تھے کہ تم لوگ رسول اللہ ﷺ سے ایسی چیز کا مطالبہ کر رہی ہو جو آپ ﷺ کے پاس نہیں ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے قسم کھائی کہ ایک مہینے تک آپ ﷺ اپنی ازواج کے پاس نہیں جائیں گے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے جس سے مزید وضاحت ہوتی ہے کہ ان کے ایک انصاری دوست نے ایک مرتبہ رات کے وقت ان کے دروازے پر دستک دی اور حضرت عمرؓ کو آواز دی۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں باہر آیا تو اس دوست نے کہا کہ ایک بہت بڑا واقعہ پیش آ گیا ہے، میں نے کہا کیا ہوا؟ کیا قبیلہ غسان نے چڑھائی کر دی ہے، مجھے یہ خدشہ اس لئے گزرا کہ ہم ان دونوں یہ باتیں کرتے رہتے تھے کہ قبیلہ غسان والے ہم سے جنگ کرنے کے لئے سواروں کا لشکر ترتیب دے رہے ہیں، مگر میرے دوست نے کہا کہ نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا اور اہم حادثہ پیش آ گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج سے کنارہ کشی اختیار فرمالی ہے، میں نے کہا کہ حفصہ برباد ہو گئی اور تباہی میں پڑ گئی، میں جانتا تھا کہ

یہ ہونے والا ہے۔ آخر صبح کو نماز پڑھنے کے بعد میں بدن پر کپڑے لپیٹتا ہوا حفصہؓ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہے، میں نے پوچھا کیا تم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی ہے؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم، مگر آنحضرت ﷺ وہاں اپنے بالا خانے میں گوشہ نشین بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی ازواج نے جمع ہو کر جب آپ ﷺ سے نفقہ کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے اس مطالبہ پر گرانی کی وجہ سے قسم کھالی تھی کہ ایک مہینے تک آپ ﷺ ان میں سے کسی کے پاس نہیں جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں گا جس سے آنحضرت ﷺ کو ہنسی آجائے اور طبیعت میں نشاط پیدا ہو چنانچہ میں آپ ﷺ کے ایک حبشی غلام کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ عمر کے لئے ملاقات کی اجازت حاصل کرو، وہ اندر گیا اور تھوڑی دیر بعد آکر کہنے لگا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے آپ کے بارے میں عرض کیا تھا مگر آپ ﷺ خاموش رہے۔

میں مسجد نبوی میں آکر کچھ دیر بیٹھا مگر پھر وہی ذہنی خلش ابھرنے لگی اور میں دوبارہ اس غلام کے پاس آیا۔ میں نے اس سے پھر کہا کہ عمر کے لئے اجازت حاصل کرو، وہ اندر گیا اور کچھ دیر بعد واپس آکر بولا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے آپ کا ذکر کیا مگر آپ ﷺ خاموش رہے۔ آخر جب چوتھی مرتبہ میں بھی غلام نے آکر یہی جواب دیا تو میں واپس لوٹ کر گھر کو چلا۔ اسی وقت غلام نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اندر چلے جایئے، آپ کو اجازت مل گئی ہے۔ میں نے اندر جا کر آپ ﷺ کو سلام کیا، اس وقت آپ ﷺ ایک چٹائی پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے، اور چٹائی کی بناوٹ کا نشان آپ ﷺ کے پہلو پر اتر آیا تھا، میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے، یہ سن کر آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا نہیں، میں نے کہا اللہ اکبر۔ پھر میں نے عرض کیا۔

ہم قریشی لوگ مکہ میں اپنی عورتوں پر حاوی رہا کرتے تھے، مگر جب ہم مدینہ آئے تو یہاں ہم نے ایسے لوگ دیکھے جو اپنی بیویوں سے دبتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں کی عورتوں کو دیکھ کر ان سے ہماری عورتوں نے بھی طور طریقے سیکھنے شروع کر دیئے، چنانچہ ایک روز

میں نے فلاں عورت (مراد ہیں اپنی بیوی) سے بات کی تو وہ مجھ سے بحث کرنے اور الجھنے لگی، میں نے اس بات پر اپنی ناراضگی ظاہر کی تو وہ کہنے لگی کہ آپ اس بات پر مجھ سے خفا ہو رہے ہیں کہ میں آپ سے بحث کر رہی ہوں، خدا کی قسم آنحضرت ﷺ کی ازواج بھی آپ ﷺ سے بحث کرتی ہیں، یہاں تک کہ ان میں سے ایک تو بعض دفعہ پورے پورے دن آپ ﷺ سے یکسو اور کنارہ کش رہتی ہیں۔ میں نے کہا جو بھی ایسا کرتی ہے وہ تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ ان میں سے کوئی اگر اپنے شوہر یعنی آنحضرت ﷺ کو ناراض کرے گی تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ رہ سکے گی۔'' اس پر آنحضرت ﷺ مسکرائے حضرت عمرؓ نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''اس کے بعد میں سیدھا اپنی بیٹی اور آنحضرت ﷺ کی بیوی حفصہؓ کے پاس گیا اور اس سے بولا کہ کیا تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بحث کرتی ہو، وہ کہنے لگی ہاں ہم میں سے ایک تو کبھی کبھی پورے دن آنحضرت ﷺ سے بات نہیں کرتی، میں نے کہا تم میں سے جس نے بھی ایسا کیا وہ تباہ و برباد ہوئی، کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ تم میں سے کوئی اگر اپنے شوہر یعنی آنحضرت ﷺ کو ناراض کرے گی تو وہ اللہ کے غضب سے محفوظ رہے گی، آپ ﷺ سے کبھی بحث نہ کرنا اور نہ کبھی آپ ﷺ سے کوئی سوال یا فرمائش کرنا۔ تمہارا جو جی چاہے وہ مجھ سے سوال کرو۔ اس بات پر کبھی دل میلا نہ کرنا کہ تمہاری ساتھی یعنی حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ کو تم سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں۔''

اس پر آنحضرت ﷺ پھر مسکرانے لگے تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میری باتوں سے کچھ دل بٹا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ میں بیٹھ گیا اور بولا یا رسول اللہ ﷺ اس چٹائی کے نشانات آپ ﷺ کی پہلو پر نمایاں ہو گئے، فارس اور روم کے لوگوں کے لئے حالانکہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے مگر ان کی بڑی گنجائش اور راحت کے سامان فراہم ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔''اے خطاب کے بیٹے! کیا تمہیں اس بارے میں کوئی شک ہے کہ ان لوگوں کو دنیا کی نعمتیں اسی زندگی میں دے دی گئی ہیں۔''

میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں اللہ کے سامنے استغفار کرتا ہوں۔

غرض جب آنحضرت ﷺ کی اس قسم کو انتیس دن گزر گئے تو حق تعالیٰ نے آپ پر یہ آیات نازل فرمائیں جن میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کو دین و دنیا میں سے کوئی ایک راستہ چننے کا اختیار دیں۔ یہ بات گذشتہ سطروں میں گزر چکی ہے، اس حکم کے بعد آپ ﷺ نے اپنا عہد ختم کیا اور حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے آپ ﷺ کو آتے دیکھ کر عرض کیا۔ ''یارسول اللہ ﷺ! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپ ﷺ ہم میں سے کسی کے پاس بھی ایک مہینہ تک نہیں آئیں گے، لیکن آج آپ آگئے جب کہ ابھی انتیس دن ہی گزرے ہیں جنہیں میں گن گن کر گزار رہی ہوں۔! آپ ﷺ نے فرمایا مہینہ انتیس کا ہی ہوتا ہے، ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: اتنا اور اتنا اتنا ہوتا ہے۔ تیسری مرتبہ اتنا کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے انگوٹھے کو روک لیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے فرمایا؛ ''اے عائشہ! میں تم سے ایک بات کہنے آیا ہوں، اس کے بارے میں جلدی مت کرنا بلکہ پہلے اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔'' انہوں نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا بات ہے یارسول اللہ! اس پر آپ ﷺ نے ان کے سامنے یہی آیات پڑھیں یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ الخ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے عرض کیا کہ کیا میں اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ، اس کے رسول اور دولت آخرت کی طلبگار ہوں، پھر میں نے عرض کیا کہ اپنی ازواج میں سے کسی عورت کو آپ یہ بات نہ بتلایئے جو آپ نے فرمائی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''ان میں سے جو عورت بھی مجھ سے نفقہ کا سوال کرے گی میں اس کو یہ ضرور بتلاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چبا چبا کر باتیں کرنے والا بنا کر نہیں ظاہر فرمایا بلکہ مجھے معلم اور خوش خبریاں دینے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔''

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی تمام ازواج نے بھی وہی بات اختیار کی جو حضرت عائشہؓ نے اس اختیار کے جواب میں کیا تھا، کتاب امتاع میں اس بارے میں نو قول ذکر کئے

گئے ہیں، نیز اس میں ہے کہ اختیار دینے کا یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ اپنے والد سمیت فتح مکہ کے بعد ہی مدینہ آئے ہیں اور ابن عباسؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اس واقعہ کے موقعہ پر موجود تھے۔

دوسری قسم اور صدقات

دوسری قسم یہ بیان کی گئی تھی کہ کوئی چیز صرف آنحضرت ﷺ کے لئے حرام کی گئی ہو کیونکہ حق تعالیٰ جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس سے بچنے کی زیادہ طاقت اور برداشت حاصل ہے نیز اس سے روکنے اور صبر و برداشت کرانے سے آپ ﷺ کے درجات کو بلند کرنا بھی مقصود تھا، چنانچہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے صدقات کا مال کھانے کی حرمت اور مذمت ہے چاہے وہ صدقہ واجبہ یعنی زکوٰۃ ہو اور چاہے مستحب و نفلی صدقہ ہو۔ اسی طرح کفارہ اور منت کا مال کھانے کی ممانعت ہے نیز وقف کا مال استعمال کرنے کی ممانعت ہے، ہاں اگر وہ وقف عمومی قسم کا ہو تو اس کا استعمال آپ ﷺ کے لئے جائز ہے جیسے وہ کنویں جو عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیئے گئے ہوں۔

آنحضرت ﷺ کی اس خصوصیت میں صدقات واجبہ کی حد تک آپ ﷺ کی اولاد بھی شریک ہے، یعنی آنحضرت ﷺ کے لئے بھی زکوٰۃ کا مال کھانا جائز نہیں ہے لیکن نفلی صدقات کی حد تک آپ ﷺ کی اولاد کا معاملہ آپ ﷺ کی اولاد سے مختلف ہے یعنی آپ ﷺ کے لئے تو نفلی صدقات کا استعمال بھی حرام ہے لیکن آپ ﷺ کی اولاد کے لئے جائز ہے اس طرح عمومی طور پر ان کا معاملہ اور آنحضرت ﷺ کا معاملہ یکساں ہے لیکن خصوصی طور پر علیحدہ اور مختلف ہے۔ جہاں تک ان کے لئے صدقات واجبہ کی ممانعت کا تعلق ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے ثابت اور متعین ہے کہ، صدقات کا مال آنحضرت ﷺ کے لئے مناسب نہیں ہے وہ لوگوں کا میل کچیل ہوتا ہے، جب ایک مرتبہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ انہیں صدقات وصول کرنے

کا ذمہ دار بنادیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''میں آپ کو لوگوں کے گناہوں کا دھوون وصول کرنے کا ذمہ دار نہیں بنا سکتا۔''

ایک مرتبہ حضرت حسن بن علیؓ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ آپ ﷺ نے فوراً ان سے فرمایا، ہاں ہاں اسے پھینک دو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقات کا مال نہیں کھاتے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ، آلِ محمد ﷺ صدقات کا مال نہیں کھاتے۔

دوسرے انبیاءؑ اور صدقات

سلف صالحین اور قدیم علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا دوسرے انبیاءؑ کرام بھی اس بارے میں آنحضرت ﷺ ہی کی طرح تھے یا نہیں کہ صدقات کا مال ان کے لئے حرام رہا ہو حضرت شیخ حسنؒ کا مذہب یہ ہے کہ تمام انبیاءؑ بھی اس بارے میں آنحضرت ﷺ کی طرح ہی تھے۔ مگر حضرت سفیان ابن عیینہ کا قول یہ ہے کہ یہ صرف رسول اللہ ﷺ کی ہی خصوصیت تھی دوسرے انبیاء اس بارے میں شریک نہیں ہیں۔

اس طرح آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں آپ ﷺ کے لئے اس بات کی حرمت اور ممانعت ہے کہ آپ ﷺ اس نیت سے کوئی چیز کسی کو دیں کہ اس کے بدلے میں اس سے زیادہ حاصل کرلیں، اسی طرح آپ ﷺ کے لئے اس کی بھی ممانعت ہے کہ آپ ﷺ لکھنا سیکھیں، یا شعر گوئی کا فن سیکھیں، نیز دوسروں کے شعر سننا بھی آپ ﷺ کے لئے حرام تھا ہاں کسی موقعہ پر کسی شاعر کے شعر کی مثال دینا اس ممانعت میں داخل نہیں تھا، نیز یہ بھی خصوصی طور پر آپ ﷺ کے لئے جائز نہیں تھا کہ آپ ﷺ اپنی امت کے لئے کوئی جنگ لڑنے کے لئے جنگی لباس پہن لیں اور اس کے بعد بغیر جنگ کئے اسے اتار دیں، بلکہ آپ ﷺ اس کے بعد اسی وقت یہ لباس اتار سکتے تھے جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کے دشمن کے درمیان کوئی فیصلہ فرمادے، اس آخری خصوصیت یعنی جنگی لباس کے معاملے میں

دوسرے نبی بھی آپ ﷺ ہی کی طرح تھے۔اسی طرح آپ ﷺ کے لئے آنکھ کی خیانت اور چوری حرام تھی، یعنی آپ آنکھ سے کسی کو جائز طور پر قتل کرنے یا مارنے کا اشارہ فرمائیں جبکہ آپ ﷺ کے ظاہری انداز سے یہ ارادہ ظاہر نہ ہوتا ہو، اسی طرح آپ ﷺ کے لئے کسی عورت کو اس کی مرضی کے خلاف اپنے نکاح یا اپنی ملکیت میں، روکنا جائز نہیں تھا، نیز کسی اہل کتاب عورت یعنی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح جائز نہیں تھا، ایک قول کے مطابق اہل کتاب عورت کو اپنی باندی بنانا بھی جائز نہیں تھا، مگر راجح قول اس آخری بات کے خلاف ہے، نیز مسلمان باندی سے نکاح کرنا بھی آپ ﷺ کے لئے جائز تھا کیونکہ آپ ﷺ کے لئے زنا بدکاری کا اندیشہ نہیں تھا۔

تیسری قسم خصوصی جواز

تیسری قسم یہ بیان کی گئی تھی کہ آنحضرت ﷺ کو سہولت دین کے لئے کوئی چیز خاص طور پر آپ ﷺ کے لئے جائز کی گئی ہو جب کہ باقی امت کے لئے وہ ناجائز ہو۔ چنانچہ روزہ کی حالت میں شہوت کے ساتھ بیوی کا بوسہ لینا اس تیسری قسم میں شامل ہے جو آپ ﷺ کے لئے جائز تھا۔ آپ ﷺ روزہ کی حالت میں حضرت عائشہؓ کا بوسہ لیا کرتے تھے، اسی طرح تنہائی میں اجنبی عورت کے پاس بیٹھنا بھی صرف آپ ﷺ کے لئے جائز تھا کیونکہ اس صورت میں فتنہ کا خدشہ نہیں تھا، اسی طرح آنحضرت ﷺ کو اگر کسی عورت کی طرف رغبت ہو جو شوہر والی نہ ہو تو آپ ﷺ کے لئے یہ جائز تھا کہ آپ ﷺ لفظ نکاح یا ہبہ کا ذکر کئے بغیر اور بغیر گواہوں اور اس کے ولی کے اس عورت کے ساتھ ہم بستری کر لی، یعنی ایسی صورت میں عورت لفظ نکاح کے بغیر آپ ﷺ کی بیوی ہو جائے گی جیسا کہ حضرت زینبؓ بنت جحش کے معاملے میں ہوا۔ نیز عورت کی مرضی معلوم کئے بغیر بھی آپ ﷺ کے لئے ایسا کرنا جائز تھا۔ (بحوالہ سیرت حلبیہ جلد سوم)

مخصوص امتیازات واختیارات

اسی طرح اگر آپ ﷺ کو کسی ایسی عورت کی طرف رغبت ہو جائے جو شوہر والی ہو تو اس کے شوہر پر واجب تھا کہ آنحضرت ﷺ کے لئے وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے، اسی طرح اگر آپ ﷺ کو کسی باندی کی طرف رغبت ہو جائے تو اس کے آقا پر واجب تھا کہ وہ اپنی باندی آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دے، اسی طرح آپ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ آپ ﷺ کسی عورت کو بغیر اس کی مرضی معلوم کئے جس سے چاہیں بیاہ دیں اسی طرح آپ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ آپ ﷺ احرام کی حالت میں شادی کر لیں جیسا کہ حضرت میمونہؓ کے ساتھ آپ ﷺ کے نکاح کا واقعہ ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ آپ ﷺ مال غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے جو اپنے لئے پسند فرمالیں وہ چاہے باندی ہو یا کوئی سامان ہو، اس انتخاب اور پسند کو صفی کہا جاتا ہے۔ اس لفظ کی جمع صفایا ہے، آنحضرت ﷺ کے ایسے انتخاب اور صفایا میں حضرت صفیہؓ ہیں اور ایک تلوار ہے جس کا نام ذوالفقار تھا، اسی طرح آپ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ آپ ﷺ بغیر مہر کے نکاح کر لیں جیسا کہ حضرت صفیہؓ کے ساتھ ہوا۔ بخاری وغیر میں اس بارے میں یہ ہے کہ چونکہ حضرت صفیہؓ باندی بن کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئی تھیں تو آپ ﷺ نے ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر قرار دے دیا تھا۔ اس حدیث کا مطلب محققین نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں بغیر معاوضہ کے آزاد کر دیا اور پھر بغیر مہر کے ان سے نکاح فرمالیا، لہٰذا اس بارے میں حضرت انسؓ کا جو یہ قول ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کا مہر خود ان کی ذات کو ہی بنا دیا تھا، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جب آپ ﷺ نے ان کو کچھ مہر نہیں دیا تو ان کی آزادی ہی گویا حضرت صفیہؓ کا مہر بن گئی۔

معاملہ کے ظاہر و باطن کی خصوصیت

اسی طرح آپ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ اتفاقاً آپ ﷺ مکہ میں بغیر احرام کے

داخل ہو جائیں، اسی طرح یہ کہ آپ ﷺ حدود اللہ میں بھی اپنی علم کی بنیاد پر کوئی فیصلہ فرمادیں، علامہ قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کو بھی یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے علم کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کردے۔ اس بارے میں تمام علماء کا اتفاق ہے۔

علامہ سیوطیؒ اپنی کتاب خصائص الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے لئے یہ دونوں خصوصیات جمع کردی گئی تھیں کہ آپ ﷺ معاملہ کی ظاہری صورت اور باطنی صورت پر فیصلہ کرنے کے مجاز تھے اور آپ ﷺ کے لئے شریعت اور حقیقت دونوں چیزوں کو جمع کردیا گیا تھا جبکہ دوسرے انبیاء کرامؑ کو ان میں سے کوئی ایک ہی اختیار حاصل تھا، اس کی دلیل حضرت خضرؑ کے ساتھ موسیٰؑ کا واقعہ ہے اور حضرت خضرؑ کا یہ قول ہے کہ میرے پاس جو علم ہے اس کا جاننا آپ کے لئے مناسب نہیں ہے اور آپ کے پاس جو علم ہے اس کا جاننا میرے لئے مناسب نہیں ہے، یہاں تک علامہ سیوطی کا حوالہ ہے۔

تشریح...... حضرت موسیٰ وخضرؑ کے واقعہ میں کئی موقعوں پر حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کے فیصلے پر روک ٹوک کرنی چاہی کیونکہ واقعات کی ظاہری صورت کے لحاظ سے وہ فیصلے سمجھ میں نہیں آتے تھے، جبکہ حضرت خضرؑ نے وہ فیصلے واقعات کی باطنی صورت یعنی حقیقت کے پیش نظر کئے تھے، واقعات کی ظاہری صورت پر فیصلہ علم شریعت کے ذریعہ کیا جائے گا اور باطنی صورت پر فیصلہ علم حقیقت سے کیا جائے گا۔ مگر علامہ شہاب قسطلانیؒ نے اس قول پر سخت تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ بڑی غفلت اور انبیاءؑ کے سلسلے میں بے باکانہ جرأت کی بات ہے کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے اولوالعزم پیغمبر بھی حقیقت کے علم سے بے بہرہ تھے جبکہ علم حقیقت سے بعض اولیاء تک کا خالی ہونا کہنا جائز نہیں ہے، اسی طرح اس قول کے نتیجے میں حضرت خضرؑ ہی نہیں بلکہ کچھ دوسرے انبیاءؑ کا علم شریعت سے خالی ہونا ثابت ہوتا ہے، پھر اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ جب علامہ سیوطیؒ سے ان کے اس قول کی غلطی بتلائی گئی تو اس پر علامہ نے جواب دیا میری مراد یہ ہے کہ آپ کے لئے حکم اور فیصلہ یعنی عملدرآمد دونوں اختیار جمع کردیئے گئے تھے، یہاں تک

قسطلانی کا حوالہ ہے۔

خصوصیات نبی ﷺ میں دوسرے کے نقائص نہیں

علامہ سیوطیؒ کی اس بارے میں ایک کتاب جس کا نام "الباہر فی حکم النبی با لباطن والظاہر" ہے، اس کتاب میں علامہ سیوطیؒ یہ لکھتے ہیں جیسا کہ آپ نے یہ قول ابتدا میں بھی پڑھا کہ کیا کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دوسرے انبیاء کے مقابلے میں جو خصوصیات اور فضیلتیں دی گئیں اسکے نتیجے میں بقیہ تمام انبیاء میں معاذ اللہ نقص اور خامی ثابت ہو جاتی ہے، ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ بغیر استثناء تمام دوسرے انبیاء کرامؑ سے افضل ہیں، مگر اس عقیدے کی وجہ سے کسی نبی کے حق میں کوئی نقص اور خامی ثابت نہیں ہوتی، اس اعتراض کا جواب بھی دینے کی ضرورت نہیں تھی مگر میں ڈرتا ہوں کہ اگر کوئی جاہل آدمی یہ اعتراض سنے گا تو وہ کہیں آنحضرت ﷺ کی ان تمام خصوصیات سے ہی انکار نہ کر دے جن کی وجہ سے آپ ﷺ کو دوسرے تمام انبیاءؑ پر فضیلت حاصل ہے، جاہل آدمی یہ سوچ سکتا ہے کہ چونکہ ان خصوصیات کو ماننے کی وجہ سے دوسرے انبیاءؑ میں خامیاں ثابت ہوتی ہیں لہذا آپ ﷺ کی خصوصیات سے ہی انکار کر دیا جائے، اس کے نتیجہ میں پھر وہ شخص عیاذ باللہ کفر و گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا (اس بناء پر اس اعتراض کا جواب دینا ضروری سمجھا گیا) یہاں تک علامہ سیوطیؒ کا حوالہ ہے)

جن واقعات میں آنحضرت ﷺ نے معاملے کی ظاہری اور باطنی دونوں حیثیتوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ فرمایا ان میں سے ایک واقعہ زمعہ کی باندی کے ہاں ہونے والے بچے کا ہے، یہ زمعہ ام المومنین حضرت سودہؓ کے والد تھے، اس بچے کے سلسلے میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، اس معاملے میں زمعہ کے بیٹے عبد کے ساتھ ان کا ٹکراؤ ہوا، حضرت سعدؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے، میرے بھائی نے قسم کھا کر مجھ سے کہا تھا کہ یہ اس کا بیٹا ہے، آپ

ﷺ اس کے یعنی میرے بھائی کے ساتھ بچے کی شباہت دیکھئے، ادھر عبد ابن زمعہ نے کہا کہ یہ بچہ میرا بھائی ہے کیونکہ یہ میرے باپ کے بستر پر ان کی باندی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بچے کی شباہت دیکھی تو اس میں عتبہ کی صاف شباہت نظر آئی، پھر آپ ﷺ نے عبد ابن زمعہ سے فرمایا کہ اے عبد یہ تمہارا ہی یعنی تمہارا بھائی ہے، بچہ اسی کا کہلاتا ہے جس کے بستر پر ہو لیکن ساتھ ہی آنحضرت ﷺ نے اپنی اہلیہ حضرت سودہؓ بنت زمعہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اور اے سودہ بنت زمعہ تم اس سے پردہ کرنا، ایک روایت میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں کہ، کیونکہ یہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔

اس طرح گویا آنحضرت ﷺ نے اس معاملے میں ظاہری صورت کے اعتبار سے شریعت پر عمل کرتے ہوئے اس بچے کو حضرت سودہؓ کا بھائی قرار دے دیا کہ جب بچہ زمعہ کا کہلائے گا تو وہ حضرت سودہؓ کا بھائی ہوگا لیکن باطن حقیقت کے اعتبار سے آپ ﷺ نے بچے کے لئے حضرت سودہؓ کا بھائی ہونے کی نفی فرمادی، لہٰذا اس معاملے میں آپ ﷺ نے ظاہر اور باطن دونوں کے اعتبار سے فیصلہ فرمادیا، ایسا بہت سے معاملات میں ہوا، چنانچہ اسی کی ایک مثال میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حرث ابن سوید کو مجذّر ابن زیاد کے قصاص اور بدلے میں قتل کرایا جن کو حرث نے دھوکہ سے قتل کیا تھا، حالانکہ مجذّر کے کسی وارث کی طرف سے دعویٰ بھی نہیں تھا، نیز آپ ﷺ نے یہ فیصلہ بغیر کسی گواہ کے اور خون بہا بھی قبول نہیں فرمایا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے جس کا بھائی مر گیا تھا فرمایا کہ تمہارا مرحوم بھائی اپنے قرض کی وجہ سے گرفتار محبوس ہے اس لئے تم اس کی طرف سے قرض ادا کرو، اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے مرحوم بھائی کا تمام قرض ادا کر چکا ہوں، صرف دو دینار قرض باقی ہے جس کا دعویٰ ایک عورت نے کیا تھا مگر اس کے پاس اس بات کی کوئی گواہی نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اس کا مطالبہ ادا کر دو اس لئے کہ وہ درست کہتی ہیں۔

ایسے ہی ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک عورت ایک دوسری عورت کے پاس آئی، اور کہنے لگی کہ فلاں عورت نے تمہارے زیورات عارضی طور پر مانگے ہیں، یہ بات اس عورت نے جھوٹ کہی تھی (کیوں کہ حقیقت میں کسی نے بھی زیورات نہیں منگائے تھے) مگر اس دوسری عورت نے اس کا تعین کر کے اپنے زیورات اس آنے والی کے حوالے کر دیئے جنہیں وہ لے کر چلی گئی، کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد زیورات کی مالک عورت اس کے پاس اپنے زیورات واپس لینے گئی جس کی طرف سے پہلی عورت نے زیور مانگے تھے اس تیسری عورت نے کہا کہ میں نے تو تمہارے زیورات ہرگز نہیں منگائے، اب یہ عورت اس کے پاس آئی جو کسی کے نام سے زیورات لے کر گئی تھی اور اس سے اپنے زیورات مانگے مگر وہ صاف انکار کر گئی کہ میں نے تم سے کوئی زیورات نہیں لئے۔ آخر مجبور ہو کر زیورات کی مالک عورت رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ سے سارا قصہ بیان کیا، آپ ﷺ نے اسی عورت کو بلایا جو زیورات لے گئی تھی اس سے پوچھا، اس نے قسم کھا کر کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ ظاہر فرمایا، میں نے اس سے کوئی چیز نہیں لی، مگر آنحضرت ﷺ نے اس کی قسم کے باوجود فرمایا کہ جاؤ اس عورت کے بستر کے نیچے سے وہ زیورات اٹھالو، اس کے بعد آپ ﷺ نے اس عورت کے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دیا گویا اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ نے بغیر گواہ کے اس عورت کو مجرم قرار دیا اور اس طرح ظاہر کو چھوڑ کر حقیقت اور باطن کے اعتبار سے فیصلہ فرمایا۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے لئے جائز تھا کہ آپ ﷺ اپنی طرف سے بھی فیصلہ اور اس پر عملدرآمد فرماسکتے تھے اور اپنی اولاد کی طرف سے بھی، نیز آپ ﷺ اپنی ذات کے لئے بھی گواہی دے سکتے تھے اور اپنی اولاد کی طرف سے بھی گواہ بن سکتے تھے، نیز آپ ﷺ ایسے شخص سے بھی ہدیہ قبول فرماسکتے تھے جو آپ ﷺ سے کسی عہدہ کا طلبگار ہو، اسی طرح آپ ﷺ غصہ کی حالت میں بھی مقدمہ کا فیصلہ فرماسکتے تھے اور کوئی علاقہ فتح کرنے سے پہلے اس کی تقسیم بھی فرماسکتے تھے۔

انبیاءؑ کی مشترکہ خصوصیات

اس تیسری قسم میں کچھ چیزیں تو وہ بیان ہوئیں جو صرف آپ ﷺ کی خصوصیات تھیں اور وہ خصوصیات بلاشرکت غیرے صرف آپ ﷺ کا امتیاز تھیں اور صرف آپ ﷺ ہی کے لئے جائز تھیں، لیکن اس تیسری قسم میں کچھ چیزیں وہ ہیں جو آنحضرت ﷺ کی بھی خصوصیات تھیں اور دوسرے نبیوں کی بھی خصوصیات رہی ہیں، یعنی ان خصوصیات میں دوسرے نبی بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہیں۔

مثلاً آنحضرت ﷺ کے لئے جائز تھا کہ اگر آپ ﷺ بغیر ٹیک لگائے ہوئے بھی گہری نیند سو جائیں تو آپ ﷺ کا وضو برقرار رہتا تھا۔ یعنی اس نیند میں جس میں آپ ﷺ کی آنکھیں اور آپ ﷺ کا دل دونوں سوتے تھے، یہ بات اس قول کی بنیاد پر ہے جس کے مطابق آنحضرت ﷺ کی نیند دو قسم کی تھیں لہٰذا اب یوں کہنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ کا جو یہ اشارہ ہے کہ ''ہم گروہ انبیاءؑ کی آنکھیں سوتی ہیں ہمارے دل نہیں سوتے۔'' اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ کیونکہ یہ بات قرین قیاس نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی نیندیں دو قسم کی ہوں اور باقی تمام انبیاءؑ کی نیند ایک ہی قسم کی ہو۔

اسی طرح اس خصوصیت میں بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوسرے تمام انبیاء شریک ہیں کہ آپ ﷺ کے لئے زکوٰۃ کا مال نہ نکالنا جائز تھا، کیونکہ دوسرے تمام انبیاء کی طرح ان کے پاس جو مال ہوتا ہے وہ ان کی ملکیت نہیں ہوتا اور جو کچھ مال ان کے ہاتھوں میں ہوتا ہے وہ ان کے پاس اللہ کی امانت ہوتا ہے جسے وہ صحیح مصرف میں خرچ کرتے ہیں اور بے جا استعمال سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، دوسرے اس لئے کہ دراصل زکوٰۃ مال کی پاکیزگی کے لئے ہوتی ہے اور انبیاءؑ میل کچیل سے بری ہوتے ہیں، کتاب خصائص صغریٰ میں یہ بات شیخ تاج الدین ابن عطاء اللہ کے حوالے سے اسی طرح نقل کی گئی ہے۔

اس کے بعد اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خصوصیت بھی دی گئی تھی کہ آپ

ﷺ کا مال آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ ہی کی ملکیت میں باقی رہا جس میں سے آپ ﷺ کے اہل وعیال پر خرچ کیا گیا، اس بارے میں جو دورائے ہیں یہ ان میں سے ایک ہے، امام حرمین نے اسی رائے کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن امام نوویؒ نے دوسری رائے کو صحیح مانا ہے یہ جو ہے کہ آپ ﷺ کا مال بھی آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی ملکیت سے نکل جاتا ہے مگر وہ مسلمانوں کے حق میں صدقہ ہو جاتا ہے، اس میں کسی کی وراثت کی خصوصیت نہیں، زکوٰۃ کے سلسلے میں شیخ تاج الدین نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنے امام حضرت مالک کے مذہب کی بنیاد پر کہا ہے جبکہ امام شافعی کی رائے اس بارے میں ان کے خلاف ہے، چنانچہ کتاب خصائص صغریٰ میں ہی اس سے پہلے یہ ہے کہ امام مالک کہتے ہیں آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ مال کے مالک نہیں ہوتے تھے بلکہ آپ اس میں تصرف یعنی اس کو خرچ کرنے اور اپنی ضرورت کے مطابق لینے کے ہی مجاز تھے، لیکن امام شافعی وغیرہ کے نزدیک آپ ﷺ اپنے مال کے مالک تھے یہاں تک خصائص صغریٰ کا حوالہ ہے۔

چوتھی قسم اور فضائل خصوصی

آنحضرت ﷺ کی خصوصیات کی چوتھی قسم یہ بیان کی گئی تھی کہ آپ ﷺ کے فضل وشرف میں اضافہ کے لئے وہ جو صرف آپ ﷺ کے لئے خاص کئے گئے تھے، چنانچہ اسی چوتھی قسم کے تحت آپ ﷺ کا ایک یہ وصف اور فضیلت ہے کہ یوم الست میں سب سے پہلے جس ذات سے عہد لیا گیا وہ آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے اور اس مجمع مخلوقات میں وہ آپ ﷺ ہی ہیں جس نے حق تعالیٰ کے سامنے اقرار بندگی کرتے ہوئے سب سے پہلے بلیٰ یعنی ہاں بے شک کہا۔

اسی طرح ایک فضیلت وشرف یہ ہے کہ صرف آپ ﷺ ہی کو کلمہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دے کر نوازا گیا، مگر اس بات میں شبہ ہے، کہ یہ قول دو میں سے ایک رائے کے لحاظ

سے ہے، اور یہ کہ دوسری رائے زیادہ صحیح ہے کہ یہ آیت تنہا آنحضرت ﷺ کو ہی نہیں عطا فرمائی گئی بلکہ آپ ﷺ سے پہلے بھی نازل ہو چکی ہے جیسا کہ قرآن پاک کی سورۃ نمل سے واضح ہے جس میں سلیمانؑ اور ملکہ سبا کے واقعہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ذکر آیا ہے ادھر ایک مرفوع حدیث بھی ہے کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل فرمائی گئی ہے جو سلیمانؑ کے بعد میرے سوا کسی پر نازل نہیں کی گئی، وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ ہر کتاب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوئی ہے، یہاں یہ شبہ بھی پیدا ہوتا ہے، کہ سب کتابوں کے تحت انجیل بھی آتی ہے جو حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ پر نازل شدہ کتاب ہے اور حضرت عیسیٰؑ حضرت سلیمانؑ کے بعد ہوئے ہیں۔

مخصوص آیات سے نوازش خداوندی

اسی طرح یہ بھی آپ ﷺ ہی کی فضیلت وشرف ہے کہ سورۃ فاتحہ، سورہ بقرہ کا آخری حصہ یعنی امن الرسول سے ختم سورت تک اور آیۃ الکرسی جیسی آیات صرف آپ ﷺ کو عطا فرمائی گئیں۔ یہ آیات عرش کے نیچے کے خزانے سے دی گئیں، یہی حال سورہ فاتحہ اور سورہ کوثر کا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ چار سورتیں ایسی ہیں جو عرش کے نیچے کے خزانے سے اتاری گئیں اور ان کے سوا کوئی سورت وہاں سے نہیں دی گئی، وہ ام الکتاب یعنی سورہ فاتحہ۔ آیت الکرسی، سورہ بقرہ کی آخری آیات اور سورہ الکوثر ہیں۔

خزانہ عرش سے نوازشیں

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب خصائص صغری میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو جو خصوصیات اور امتیازات عطا فرمائے گئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو عرش کے نیچے کے خزانے سے سورتیں اور آیات دی گئیں، اس خزانے سے کوئی چیز آپ ﷺ کے سوا کسی کو نہیں دی گئی، اسی طرح سات طوال اور مفصل سورتیں دیا جانا بھی صرف آپ ﷺ ہی کی خصوصیت ہے، اسی طرح یہ بھی آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ کی ہجرت

گاہ یعنی مدینہ منورہ قیامت کے دن ساری دنیا کے بعد اور سب سے آخر میں تباہ ہوگا، اسی طرح یہ بھی آپ ﷺ ہی کا امتیاز ہے کہ اس عالم میں موجود ہر ہر چیز صرف آنحضرت ﷺ کی وجہ سے پیدا کی گئی۔

عرش پر نام نامی ﷺ کی نگارش

آپ ﷺ ہی کا ایک عظیم وصف اور شرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نام نامی عرش پر لکھ دیا ہے، نیز ہر آسمان پر اور ان میں موجود ہر چیز پر لکھ دیا ہے جیسا کہ کچھ تفصیل آگے اپنے مقام پر آئے گی نیز پتھروں، کچھ درختوں کے پتوں اور بعض حیوانات کے جسموں پر بھی حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کا اسم گرامی نقش فرمادیا ہے، ان سب کی تفصیل بھی آگے آرہی ہے، انشاء اللہ۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہی نہیں بلکہ اس عالم سکوت کی ہر ہر چیز پر آپ ﷺ کا نام نامی ثبت فرمایا گیا ہے۔

ملکوت اعلیٰ میں اسم گرامی کا ورد

ایسے ہی آپ ﷺ کا ایک امتیاز یہ ہے کہ ملائکہ وفرشتے ہر گھڑی آپ ﷺ کے اسم گرامی کا ورد کرتے ہیں، نیز عہد آدم اور ملکوت اعلیٰ میں اذان میں آنحضرت ﷺ کے نام نامی واسم گرامی کا ذکر بھی آپ ﷺ کے عظیم اوصاف میں سے ایک ہے۔

جن خصوصیات میں آنحضرت ﷺ دوسرے تمام انبیاء سے ممتاز ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی ازواج سے نکاح کرنا حرام ہے یہاں تک کہ انبیاء کے لئے بھی جائز نہیں ہے یعنی اگر کوئی پچھلا نبی زندہ ہوتا تو اس کے لئے بھی ایسا کرنا حرام ہوتا اس کے برخلاف دوسرے انبیاء کی بیویوں سے ان پیغمبروں کی وفات کے بعد مومنین کے لئے نکاح کر لینا جائز تھا۔

شیخ شمس رملی کہتے ہیں زیادہ قابل فہم بات یہ ہے کہ ان انبیاءؑ کی بیویوں سے نکاح کرنا ان کی امت کے متقی لوگوں کے لئے حرام نہ رہا ہو، اس پر یہ اشکال کیا جاسکتا ہے کہ

جب مومنوں میں کسی کے لئے بھی وہ حرام نہیں تھیں تو متقی لوگوں کے لئے تو یقیناً حلال ہوئیں، اس کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں باتوں میں فرق ممکن ہے، جس کا ثبوت لفظ ''اقرب'' سے ملتا ہے۔ جس کے معنی یہ کئے گئے ہیں کہ ''زیادہ قابل فہم بات یہ ہے'' ورنہ ظاہر ہے یہ بات ایسی ہے کہ جسے نقل کرنا بے معنی ہے۔

ایک قول کے مطابق آپ ﷺ کی خصوصیات اور فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج پر یہ واجب تھا کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھیں، وہاں سے نکلنا ان کے لئے حرام تھا چاہے حج یا عمرہ کے لئے ہی نکلنا کیوں نہ ہو، مگر ترجیحی قول وہی ہے جو اس کے مخالف ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ازواج میں سے سوائے حضرت سودہؓ و حضرت زینبؓ کے سب نے حضرت عمر کے ساتھ حج کیا تھا، وہ سب حج کے لئے ہودجوں میں بیٹھ کر روانہ ہوئیں اور ان ہودجوں پر سبز رنگ کی چادریں پڑی ہوئی تھیں یہ سبز رنگ کی چادریں جس کو طیلس کہا جاتا تھا علماء اور مشائخ استعمال کرتے تھے حضرت عثمان غنیؓ ان ہودجوں کے آگے آگے چل رہے تھے۔ اگر کوئی شخص ان ہودجوں کے قریب سے بھی گزرنا چاہتا تو فوراً ٹوکتے اور کہتے دیکھ کے بچ کے۔ یعنی نہایت عزت واحترام اور ہٹو بچو کی آوازوں کے ساتھ ازواج مطہرات کی سواریاں جارہی تھیں۔

ہودجوں کے آگے آگے حضرت عثمانؓ تھے اور پیچھے پیچھے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ تھے جو اسی طرح ہٹو بچو کی آوازیں لگا رہے تھے، ازواج مطہرات کے یہ ہودج عام مجمع سے بہت دور اور بالکل الگ تھلگ چل رہے تھے، پھر جب حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو حضرت سودہؓ اور حضرت زینبؓ کے سوا باقی ازواج نے پھر حج کیا۔

یہ بھی حرام ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج کے جب کہ وہ پردے کے کپڑوں میں لپٹی ہوئی ہوں جسمانی ہیولیٰ کو نظر بھر کے دیکھا جائے، اسی طرح بغیر پردہ کے ان کے سامنے بیٹھ کر ان سے کچھ پوچھنا بھی حرام ہے اسی طرح کسی گواہی اور شہادت کے سلسلے میں ان کا چہرہ کھولنا متفقہ طور پر ناجائز ہے۔

انبیاءؑ سے حضور ﷺ پر ایمان کا عہد

اسی طرح آنحضرت ﷺ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم سے لے کر آخر تک تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر ان میں سے کوئی بھی آنحضرت ﷺ کا زمانہ پائے تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی مدد و نصرت کرے، نیز یہ کہ اگر وہ آنحضرت ﷺ کا زمانہ نہ پائیں تو اپنی امتوں سے یہی عہد لیں، جیسا کہ اس کا بیان آگے بھی آرہا ہے۔

حشر میں آنحضرت ﷺ کی سواری

اسی طرح یہ بھی آپ کا شرف ہے کہ حشر میں آپ ﷺ براق پر سوار ہو کر آئیں گے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے پیچھے تمام انبیاء سواریوں پر ہوں گے حضرت صالح اپنی اونٹنی پر سوار ہوں گے جو معجزہ کے طور پر ان کے لئے پیدا کی گئی تھی۔ حضرت فاطمہؓ کے دونوں صاحبزادے آنحضرت ﷺ کی دو مخصوص اونٹنیوں عصباء اور قصوی پر سوار ہوں گے اور حضرت بلالؓ جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوں گے اسی طرح ایک فضیلت یہ ہے کہ روزانہ آپ کی قبر مبارک پر ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں جو اپنے پر مار کر آپ ﷺ کی قبر مبارک کو صاف کرتے ہیں، وہ آپ ﷺ کے لئے استغفار کرتے ہیں اور آپ ﷺ پر درود پڑھتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ شام کو وہ واپس اوپر چلے جاتے ہیں اور دوسرے ستر ہزار فرشتے آجاتے ہیں جو صبح تک رہتے ہیں ایک دفعہ جو آچکے ہیں وہ قیامت تک دوبارہ نہیں آئیں گے۔

خصوصیت شق صدر

اسی طرح آپ ﷺ کی ایک خصوصیت و امتیاز یہ ہے کہ وحی کا سلسلہ شروع ہونے کے وقت آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا ہے اور یہ عمل آپ ﷺ کے ساتھ کئی مرتبہ پیش آیا۔ جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آرہی ہے، انشاء اللہ۔ نیز یہ کہ آپ ﷺ کی پشت پر قلب کی سیدھ میں مہر نبوت تھی جہاں سے آپ کے سوا دوسرے انسانوں میں شیطان داخل ہوتا ہے

دوسرے تمام انبیاءؑ کی مہرہائے نبوت ان کے دائیں حصے میں تھی۔

آپ ﷺ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ایک ہزار نام ہیں، تفسیر رازیؒ کے حوالے سے جو روایت نقل کی جاتی ہے اس کے مطابق آپ ﷺ کے چار ہزار نام ہیں۔ نیز یہ کہ اسماء خداوندی میں سے تقریباً ستر ناموں سے آنحضرت ﷺ بھی موسوم کئے جاتے ہیں، نیز یہ کہ آنحضرت ﷺ نے دو مرتبہ جبرئیلؑ کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا یعنی اس صورت میں جس پر ان کی تخلیق کی گئی ہے، جبکہ آپ ﷺ کے سوا اور کسی انسان نے بھی حضرت جبرئیلؑ کو اصلی صورت میں نہیں دیکھا ہے، نیز یہ کہ آنحضرت ﷺ واقعات کی ظاہری اور باطنی دونوں حیثیتوں پر فیصلہ فرماتے تھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے نیز یہ کہ فتح مکہ کے وقت دن کے ایک مخصوص حصے میں آپ ﷺ کے لئے مکہ میں خوں ریزی حلال کردی گئی تھی، اسی طرح مدینہ منورہ کی دونوں جانبوں کا درمیانی حصہ بھی حرام یعنی حرمت والا قرار دیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے اوصاف جسمانی

یہ بھی آپ ﷺ ہی کا امتیاز ہے کہ آپ ﷺ کا ستر یعنی جسم مبارک کے پوشیدہ حصے کبھی کسی نے نہیں دیکھے اور یہ کہ اگر کسی کی ان حصوں پر نظر پڑی تو اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں، نیز یہ کہ اگر آنحضرت ﷺ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ ﷺ کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ (بحوالہ سیرت حلبیہ جلد سوم)

اسی طرح اگر آپ ﷺ کا کوئی بال آگ میں گر جاتا تو وہ جلتا نہیں تھا (نہ آگ اس کو جلا سکتی تھی) نیز یہ کہ آپ ﷺ کے چلنے سے پاؤں کا نشان پتھر پر نقش ہو گیا تھا، نیز یہ کہ مکھی آپ ﷺ کے کپڑوں پر بھی نہیں بیٹھتی تھی، جسم مبارک پر بیٹھنے کا تو سوال ہی کیا ہے، اسی طرح مچھر اور جوں آپ ﷺ کا خون نہیں چوس سکتی تھی، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جوں آپ ﷺ کے کپڑوں میں بھی نہیں آ سکتی تھی، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے کپڑوں میں سے جوئیں نکالا کرتے تھے، اسی طرح یہ کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک

کے پسینے میں مشک سے بہتر خوشبو آتی تھی، جیسا کہ آگے آئے گا، نیز یہ کہ آنحضرت ﷺ جب کسی جانور پر سوار ہوتے تو جب تک آپ ﷺ سوار رہتے وہ جانور نہ پیشاب کرتا تھا اور نہ گوبر یا لید کرتا تھا۔

مسجد نبوی ﷺ کی خصوصیت

اسی طرح یہ کہ اگر آپ ﷺ کی مسجد یعنی مدینہ کی مسجد نبوی صفاء یمن تک بھی ہو تو وہ اس اضافہ میں بھی آپ ہی کی مسجد رہے گی، مگر اس بارے میں علماء کی ایک جماعت کو اختلاف ہے، جس میں علامہ ابن حجر ہیثمی بھی شامل ہیں، علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ ان مسجدوں یعنی مکہ کی مسجد حرام اور مدینہ کی مسجد نبوی کے بارے میں علماء کی واضح رائے یہ ہے، کہ ان میں کتنی بھی توسیع ہو جائے ان کے جو متعین احکام ہیں وہ نہیں بدلیں گے بلکہ ہر وسعت وتوسیع اسی میں شامل ہو جائے گی، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کی مسجد نبوی ذوالحلیفہ تک بھی وسیع ہو جائے تو وہ سب توسیع واضافہ مسجد نبوی ہی کا حصہ شمار ہوگا، اس روایت سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے احکام اس کے لئے طے شدہ اور متعین ہیں لہذا کوئی بھی توسیع ان احکام کے جاری رہنے میں منافع نہیں بن سکتی۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امت پر نماز کے دوران آخری تشہد میں آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا واجب ہے اور بعض علماء کے نزدیک ہر ذکر کے وقت واجب ہے، یہ بھی آپ ﷺ ہی کا امتیاز ہے کہ آپ ﷺ کے لئے شق قمر ہوا یعنی چاند کے دو ٹکڑے کئے گئے تھے، جیسا کہ اس کا بیان آگے آرہا ہے، نیز یہ کہ شجر وحجر یعنی درختوں اور پہاڑوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، درخت نے آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت دی اور آپ ﷺ کے بلانے پر آپ ﷺ کے پاس آگیا اسی طرح یہ کہ دودھ پیتے بچوں نے آپ ﷺ سے کلام کیا اور آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت وگواہی دی، یہ بھی آپ ﷺ ہی کی

خصوصیت ہے کہ ایک سوکھی لکڑی آپ ﷺ کے فراق میں روئی اور اس نے نوحہ کیا جیسا کہ اس واقعہ کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

عمومِ رسالت کا شرف

آنحضرت ﷺ ہی کا یہ بھی وصف خصوصی ہے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں کی طرف بحیثیت نبی ظاہر فرمائے گئے، جن میں انسان اور جنات دونوں شامل ہیں اور یہ بات یقینی طور پر دین سے ثابت ہے، لہذا اس بات سے انکار کرنے والا کفر کا مرتکب ہوگا۔ لیکن یہ بات قابلِ غور ہے کہ اگر کوئی عام آدمی اس بات سے انکار کرے کہ آنحضرت ﷺ کو جنات اور فرشتوں کے لئے بھی نبی بنا کر بھیجا گیا تھا تو وہ بھی کافر ہوگا، کیونکہ اس بارے میں تامل ہے اور یہی قول ترجیحی ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کے مخالف جو قول ہے کہ آنحضرت ﷺ فرشتوں کے لئے نبی کی حیثیت میں ظاہر نہیں ہوئے تھے اس کی بنیاد یہ ہے کہ فرشتے انبیاءؑ سے افضل ہیں، مگر یہ قول غیر ترجیحی ہے جسے بیشتر علماء نے قبول نہیں کیا ہے اس کو معتزلہ اور فلاسفہ نیز اہلسنت میں سے اشاعرہ کی ایک جماعت نے ہی قبول کیا ہے، ان لوگوں نے اپنے اس قول کی تائید میں جن باتوں کو دلیل بنایا ہے وہ سب مردود یعنی رد کی ہوئی ہیں۔

علامہ بارزیؒ کے حوالے سے یہ قول ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام حیوانات اور جمادات یعنی پتھروں کی طرف بھی رسول بنا کر ظاہر کئے گئے تھے، مگر اس قول کی تائید میں انہوں نے وہ سب ہی واقعات لئے ہیں جن میں اس جانور اور اس درخت نے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی تھی، مگر اس بارے میں ان دونوں واقعات کو دلیل بنانے پر تامل کا اظہار کیا گیا ہے، علامہ سیوطیؒ کا یہ قول بھی ہے کہ جس کے مطابق خدا اپنی ذات کے لئے بھی آپ ﷺ کا ظہور ہوا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کو نیکو کاروں اور بدکاروں دونوں کے لئے رحمت بنا کر ظاہر فرمایا گیا

تھا، اسی طرح آپ ﷺ اس لحاظ سے کفار کے لئے بھی رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، کہ آپ ﷺ کی وجہ سے ان پر آسمانی عذاب یعنی تباہی و بربادی میں تاخیر ہوگئی مثلاً جیسے پچھلی امتوں کو اپنے نبیوں کے جھٹلانے کی وجہ سے مختلف عذاب دیئے گئے جیسے ان کی بستیوں کو زمین میں دھنسا دیا گیا، یا ان کی صورتیں بگاڑ دی گئیں، یا انہیں سیلاب میں غرق کر دیا گیا، اور ان کی سرکشی کے نتیجے میں انہیں فوری تباہی سے دوچار کیا گیا اس سے موجودہ امت میں سے کفار کو آنحضرت ﷺ کی وجہ سے رعایت ملی ہے (اس طرح آنحضرت ﷺ کفار کے حق میں بھی رحمت ثابت ہوئے ہیں)۔

خطاب خداوندی میں اعزاز

ایسے ہی آنحضرت ﷺ کی ایک افضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آپ کا نام لے کر مخاطب نہیں کیا جیسا کہ آپ ﷺ کے سوا تمام دوسرے انبیاء کو مخاطب کیا گیا تھا، بلکہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قرآن کریم میں یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ یعنی اے نبی کہہ کر پکارا ہے۔ یا پھر یٰاَ یُّھَا الرُّسُل اے رسول۔ یایٰایھا الْمُدَّثِّرُ یعنی اے کپڑے میں لپٹنے والے۔ یایٰاَیُّھا الـمـزَّمِّل اے کپڑے میں لپٹنے والے کہہ کر مخاطب کیا گیا، جبکہ دوسرے انبیاءؑ کو نام کے ساتھ پکارا گیا جیسے یا آدم، یا نوح، یا ابراھیم، یا داوٗد، یا زکریا، یا یحییٰ، یا عیسیٰ وغیرہ۔ مزید تفصیل اس سے متعلق آگے آئے گی، انشاءاللہ۔

قرآن میں آپ ﷺ کی جان کی قسم

آپ ﷺ) کی ایک عالی مقامی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حیات پاک کی قسم کھائی ہے۔ جیسے لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون ''آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔'' ابن مردویہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے آنحضرت ﷺ کے کسی کی جان کی قسم نہیں کھائی، نیز اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی رسالت کی بھی قسم کھائی جیسے ارشاد ہے۔ یٰسٓ، والقرانِ الحکیم، اِنکَ لَمِنَ

الْمُرْسَلِين ''یٰس، قسم ہے قرآن باحکمت کی، کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں۔''

آپ ﷺ کی عورتوں کے خصوصی مرتبے

آنحضرت ﷺ کی ایک فضیلت ووصف یہ ہے کہ فرشتۂ قیامت اسرافیل آسمان سے اتر کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ کے علاوہ وہ کبھی کسی نبی پر نہیں اترے، نیز یہ کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے نزدیک سب مخلوقات سے زیادہ کریم ومعزز ہیں، یہ بھی آپ ﷺ ہی کی خصوصیت میں سے ہے، کہ ایسی تمام عورتوں سے کسی شخص کا نکاح کرنا حرام ہے جن سے آنحضرت ﷺ ہم بستر ہو چکے ہوں چاہے وہ آپ ﷺ کی بیویاں ہوں یا آپ ﷺ کی باندیاں ہوں سوائے ایسی باندی کے جسے خود آپ ﷺ ہی نے زندگی میں بیچ دیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو، اگر یہ بات فرض کر لی جائے کہ ایسا ہوا، علامہ ماوردیؒ کا اس بارے میں مسلک یہ ہے کہ قطعاً حرام ہیں چاہے ان کے ساتھ آنحضرت ﷺ ہم بستر بھی نہ ہوتے، نیز چاہے آپ ﷺ سے علیحدہ ہونے میں ان کو اختیار ہی کیوں نہ رہا ہوتا، مگر علامہ رافعی نے اپنی کتاب شرح صغیر میں اس کے خلاف لکھا ہے یعنی اگر آپ ﷺ کی زوجات میں سے کسی نے آنحضرت ﷺ سے اختیار حاصل ہونے پر علیحدگی اختیار کی ہوتی تو ایسی عورت سے دوسرے کا نکاح کرنا جائز ہوتا۔

اسی طرح ایک امتیاز یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹیوں سے بھی شوہر کی وفات کے بعد شادی کرنا حرام ہے، ایک قول ہے کہ یہ امتیاز صرف حضرت فاطمہؓ کے لئے تھا، جہاں تک آپ ﷺ کی ازواج کو جنگ میں گرفتاری کی صورت میں باندی بنانے کا تعلق ہے میں اس کے متعلق کسی حکم سے واقف نہیں ہوں کہ آیا ان کو باندی بنایا جانا بھی جائز ہے یا نہیں لیکن آنحضرت ﷺ کی ازواج سے شادی کرنے میں جو احترام اور درجہ رکاوٹ ہے یعنی آنحضرت ﷺ کا قبر مبارک میں زندہ حیات ہونا) وہی وجہ ان کو باندی بنانے کے سلسلے میں بھی موجود ہے (لہٰذا یہ بھی جائز نہیں ہوا)

اسی طرح یہ کہ آنحضرت ﷺ کو ہمبستری کے لئے جو قوت مردمی دی گئی تھی وہ جنت کے چالیس آدمیوں کی قوت مردمی کے برابر تھی، اور جنت کے ایک آدمی کی قوت مردمی دنیا کے سو آدمیوں کی قوت مردمی کے برابر ہے، اس طرح گویا آپ ﷺ کو دنیا کے چار ہزار آدمیوں کی قوت مردمی کے برابر قوت دی گئی تھی، حضرت سلیمانؑ کو سو آدمیوں کے برابر قوت دی گئی تھی، ایک قول کے مطابق ان کو دنیا کے ایک ہزار آدمیوں کے برابر قوت مردمی دی گئی تھی، نیز یہ بھی آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ ﷺ کے فضلات پاک تھے، آنحضرت ﷺ ہی کی یہ بھی شان تھی کہ آپ ﷺ جسے چاہیں کسی بھی خصوصیت کے ساتھ متصف فرمادیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی شہادت کے برابر درجہ دیا۔

چنانچہ اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دیہاتی سے ایک گھوڑا خریدا یعنی زبانی معاملہ پختہ کرلیا اور پھر آپ ﷺ تیزی کے ساتھ وہاں سے قیمت لانے کے لئے روانہ ہوئے تاکہ دیہاتی کو قیمت ادا کر کے اس سے گھوڑا لے لیں، دیہاتی کافی پیچھے رہ گیا کیونکہ آنحضرت ﷺ تیز قدمی کے ساتھ جا رہے تھے، گھوڑا دیہاتی کے ساتھ ہی تھا، اس دوران میں کچھ دوسرے لوگوں نے وہ گھوڑا دیکھا تو وہ دیہاتی سے اس کا بھاؤ تاؤ کرنے لگے کیونکہ یہ خبر نہیں تھی کہ آنحضرت ﷺ اس کو خرید چکے ہیں اور قیمت لانے کے لئے تشریف لے گئے ہیں ان لوگوں نے اس سے زیادہ قیمت لگائی جس پر آنحضرت ﷺ کا معاملہ طے ہو چکا تھا، یہ دیکھ کر اس دیہاتی نے بلند آواز کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیجئے ورنہ سمجھیئے کہ میں نے اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں میں تم سے اس کو خرید چکا ہوں، دیہاتی بولا کہ آپ اس بات کے دو گواہ پیش کیجئے کہ میں آپ کو گھوڑا بیچ چکا ہوں۔

حضرت خزیمہؓ بھی وہاں کھڑے ہوئے یہ گفتگو سن رہے تھے، وہ دیہاتی سے کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم یہ گھوڑا آنحضرت ﷺ کو بیچ چکے ہو، آنحضرت ﷺ نے حضرت

خزیمہؓ سے فرمایا کہ تم کیسے گواہی دے رہے ہو جبکہ تم اس وقت وہاں موجود نہیں تھے، انہوں نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ! جب ہم آسمان کی خبروں کے معاملے میں آپ ﷺ کی بات کی تصدیق کرتے ہیں تو کیا آپ ﷺ خود جو کچھ فرمائیں اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔" اس واقعہ پر آنحضرت ﷺ نے حضرت خزیمہؓ کو یہ امتیاز عطا فرمایا کہ مقدمات میں ان کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا، اسی واقعہ سے یہ بات نکلتی ہے کہ آنحضرت کسی بات کا دعویٰ فرمائیں تو اس کی گواہی وشہادت دی جا سکتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کے استثنائی فیصلے

اسی کی ایک مثال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ام عطیہؓ اور خولہ بنت حکیمؓ کو مخصوص لوگوں کی ایک جماعت کا نوحہ کرنے کے سلسلے میں رعایت دے دی تھی، ایسے ہی آپ ﷺ سے حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو شوہر کی وفات پر بناؤ سنگار نہ چھوڑنے کی رعایت دی جبکہ ان کے شوہر حضرت جعفر ابن ابو طالبؓ شہید ہوئے تھے، اس وقت آپ ﷺ نے حضرت اسماءؓ سے فرمایا تھا کہ تین دن تسلی رکھو اس کے بعد جو چاہے کرنا، اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت ابی بردہ اور عقبہ ابن عامرؓ کو بکری کا ایک سال سے کم کا بچہ عید پر قربان کرنے کی اجازت دے دی تھی، بعض علماء نے ان دو کے ساتھ مزید تین آدمیوں کو بھی شامل کیا ہے۔

ایسے ہی ایک مثال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کی شادی ایک عورت سے کی اور مہر یہ متعین کیا کہ وہ بیوی کو قرآن کریم کی ایک سورت سکھلا دے۔ آپ ﷺ نے ساتھ ساتھ اس شخص سے فرمایا کہ اس قسم کا مہر صرف تمہارے لئے ہی ہے تمہارے علاوہ کسی اور کے لئے یہ رعایت نہیں ہے، غالباً اس سے مراد یہ ہے کہ غیر متعین طور پر کسی سورت کو مہر بنانا ہر ایک کے لئے جائز نہیں ہے۔

اسی طرح ایک مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ابو طلحہؓ سے ام سلیمؓ کی شادی اس شرط

کے ساتھ جائز قرار دے دی کہ ام سلیم ابوطلحہ کو مسلمان کرلیں گی جبکہ کافر و مسلم کی شادی جائز نہیں ہے۔اسی طرح ایک واقعہ ابورکانہ اوران کی بیوی کا ہے کہ ابورکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں مگر آنحضرت ﷺ نے بغیر حلالہ کے ان کی بیوی کو پھر ابورکانہ کے حوالے فرمادیا،اسی طرح مثلاً آنحضرت ﷺ نے صرف مہاجرین کی عورتوں کو یہ خصوصیت وامتیاز عطافرمایا کہ اپنے شوہروں کے مرنے کے بعد وہی ان کے مکانات کی وارث ہونگی بقیہ دوسرے وارث نہیں ہوں گے یعنی مرحوم کے دوسرے ورثاء کو ترکہ نہیں ملے گا بلکہ ان مکانات کے وارث ان کی بیویاں ہوں گی۔

میدان حشر میں خصوصی مرتبہ

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے امتیازات وخصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ روزحشر میں آپ ﷺ پہلے انسان ہوں گے جواپنی قبر سے برآمد ہوں گے،چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنی قبر سے برآمد ہوں گا پھر ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر قبرستان بقیع کے مدفونین ہیں جومیرے ساتھ چلیں گے پھر مکہ والوں کا انتظار کروں گا،ایک روایت میں یوں ہے میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کی قبر شق ہوگی اوراس طرح سب سے پہلے سر اٹھانے والا میں ہی ہوں گا،پھر میں دیکھوں گا کہ میں اور موسیٰؑ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔اب میں نہیں جانتا کہ آیا وہ مجھ سے بھی پہلے اٹھ چکے ہوں گے یا وہ ان میں سے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ فرمادیا ہوگا جس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ طور پر جب ان کو تجلی رب دکھلائی گئی تو وہ اس وقت بے ہوش ہوگئے تھے لہٰذا اب یہاں کی بے ہوشی سے ان کو مستثنیٰ کیا گیا ہو۔

اس بارے میں ایک اشکال ہے کہ استثناء دراصل اس صور یا خوفناک آواز سے ہوسکتا ہے جو قیامت کا پہلا خوفناک صور ہوگا اور جس کی وجہ سے تمام آسمان اور زمین والے دہل جائیں گے،پہاڑ بادلوں کی طرح اڑنے لگیں گے،زمین اپنے مکینوں کے ساتھ اس

طرح لرزنے لگے گی جیسے سمندر میں کشتی اور سفینہ ڈولتا ہے جس کو موجوں کی روانی اور شدت اچھالتی رہتی ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ **یوم ترجُفُ الرَّاجِفَة. تتبَعُهَا الرَّادِفَة** ''جس دن ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی مراد نفخہ اولیٰ ہے جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آوے گی، یہاں سمندر کی موجوں کو امواج معینہ کہا گیا ہے معینہ سے جو مراد ہے اس کی وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے۔

یاایھاا لناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شئی عظیم ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو کیونکہ یقیناً قیامت کے دن کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی۔'' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس دن کے ان بھیانک واقعات کا مردوں کو کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس کا استثنیٰ کیا ہے، الامن شاء اللہ یعنی سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ مستثنیٰ کرنا چاہے، آپ نے فرمایا کہ وہ شہداء ہوں گے جو مستثنیٰ ہوں گے، مستثنیٰ حضرات کو ان حوادث کا علم ہوگا، حقیقت میں یہ دہشت صرف زندوں کو ہی محسوس ہوسکتی ہے اور وہ یعنی شہید زندہ ہیں ان کو اپنے رب کے پاس اور ان کی نعمتیں مل رہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دن کی دہشت سے محفوظ فرمادیا ہے اور اس سے انہیں مامون کردیا ہے۔

اس میں ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ انبیاءؑ کو بھی یہ دہشت متاثر کرے گی اسلئے کہ وہ بھی زندہ ہیں مگر رسول اللہ ﷺ نے شہیدوں کے ساتھ ان کا ذکر نہیں فرمایا۔ حالانکہ قیاس کا تقاضہ یہ نہیں ہے کہ انبیاء کو یہ دہشت متاثر کرے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک خصوصیت مفضول میں موجود ہے مگر فاضل میں موجود نہیں ہے یعنی ادنیٰ کو جو مرتبہ حاصل ہے وہ اعلیٰ کو حاصل نہیں ہے، مردے تو استثناء میں آتے ہی نہیں زندوں کا ہی استثناء ہوسکتا ہے کہ زندہ ہونے کے باوجود وہ ان ہولناک حوادث کی دہشت سے محفوظ رہیں، یہی خصوصیت وفضیلت کہلائے گی، اب زندوں میں جہاں شہید داخل ہیں وہیں انبیاء بھی داخل ہیں اور انبیاء پر ذکر کیا کہ وہ زندہ ہیں لیکن انبیاء کا استثناء نہیں فرمایا جبکہ وہ بھی زندہ ہیں

اور مرتبہ میں شہیدوں سے افضل ہیں، ایک نبی فاضل یا افضل ہے اور ایک عام شہید مفضول ہے، لہذا اس کا یہ مطلب ہوا کہ جو خصوصیت و امتیاز افضل میں موجود نہیں وہ مفضول میں موجود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ انبیاء کا استثناء بھی ثابت ہے۔

محشر میں اعزاز نبی ﷺ

اسی طرح آنحضرت ﷺ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ ﷺ کو روز محشر موقف یعنی میدان عرفات میں جنت کے حلوں میں سے اعلیٰ ترین حلہ پہنایا جائے گا، نیز یہ کہ اس روز آنحضرت ﷺ عرش کی دائیں جانب مقام محمود میں کھڑے ہوں گے، نیز وہ آنحضرت ﷺ ہی ہوں گے جو اہل موقف کے مقدمات کے فیصلوں میں سفارش اور شفاعت فرمائیں گے۔ اسی طرح اس دن آنحضرت ﷺ کو شفاعتوں کا حق حاصل ہوگا اور گیارہ قسم کی شفاعتیں ہوں گی، جن کا حق آپ ﷺ کو حاصل ہوگا، شفاعت کا بیان تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ آگے آرہا ہے۔ اسی طرح اس دن وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہوگی جس کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور آدم سے لے کر بعد تک کے تمام انبیاءؑ آپ ﷺ کے اس پرچم کے نیچے ہوں گے نیز اس دن آنحضرت ﷺ تمام انبیاء کے خطیب اور امام ہوں گے۔

اسی طرح روز محشر میں آپ ﷺ ہی پہلے شخص ہوں گے جنہیں سجدہ کی اجازت دی جائے گی، آپ ﷺ ہی پہلے شخص ہوں گے جو پروردگا عالم کا دیدار کریں گے، نیز یہ کہ آپ ﷺ پہلے سجدہ کریں گے تو پروردگار جل جلالہ فرمائے گا۔ ''اپنا سر اٹھاؤ اے محمد ﷺ! کہو تمہاری بات سنی جائے گی، مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا، تم شفاعت کرو تمہاری شفاعت وسفارش قبول کی جائے گی۔''

پھر دوبارہ بھی اسی طرح ہوگا اور تیسری مرتبہ بھی اسی طرح ہوگا، تب آنحضرت ﷺ شفاعت فرمائیں گے، یہ بھی آنحضرت ﷺ ہی کا امتیاز ہے کہ اس دن کی ہولناک گرج کے بعد سب سے پہلے آنحضرت ﷺ ہی کو افاقہ ہوگا۔ اس بارے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ نفخہ

صعقہ (یعنی وہ پھونک جس سے ایک ہولناک گرج پید ہوگی) یہی نفخہ ثانیہ ہوگی، جو زمین وآسمان والوں کے لئے موت کی گرج ثابت ہوگی (لہٰذا اس سے افاقہ کا کیا سوال ہے جب کہ وہ نفخہ خود موت طاری کرنے والا ہوگا) اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہاں صعقہ سے چوتھا صعقہ یعنی چوتھی گرج یا دھماکہ مراد ہے، علامہ ابن حزمؒ نے اسی کو درست قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں علامہ ابن حزمؒ کا اس بارے میں عجیب قول ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ قیامت کے دن صور کو چار مرتبہ پھونکا جائے گا، لہٰذا اس بنیاد پر (اوران کے قول کے لحاظ سے) یہ نفخہ یعنی صعقہ وہ نہیں ہے جس کا قرآن میں ذکر ہے بلکہ یہ نفخہ ہوگا موقف یعنی عرفات کے میدان میں ہوگا اور تیسرے نفخہ کے بعد ہوگا جو نفخہ بعث یعنی دوبارہ زندہ کرنے والا نفخہ ہوگا اور جس کے سبب سے لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر محشر میں پہنچیں گے، حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ثُمَّ نُفِخَ فِیهِ اُخریٰ فَاِذاھُم قِیامٌ یَّنظُرُون ''پھر اس صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی، تو دفعتہً سب کے سب کھڑے ہو جائیں گے اور چاروں طرف دیکھنے لگیں گے۔''

اسی چوتھے نفخہ کو نفخہ صعق بھی کہا جاتا ہے (نفخہ کے معنی پھونک اور پھونک مارنے کے ہیں صعق یا صعقہ کے معنی گرج اور کڑک یا ہولناک چیخ اور آواز کے ہیں، لہٰذا صعق کے معنی ہوں گے صور میں ماری جانے والی ایسی پھونک جس سے ایک بھیانک گرج اور کڑاکا پیدا ہو یا ہولناک چیخ نکلے اس چوتھے کو نفخہ صعق اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس آواز کی وجہ سے اس وقت تمام آسمان وزمین والوں پر ایک غشی کی حالت طاری ہوجائے گی جو موت کی جیسی غشی ہوگی پھر اس حالت سے سب سے پہلے جس کو افاقہ ہوگا وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہوگی۔ آنحضرت ﷺ اس وقت بیدار ہونے کے بعد دیکھیں گے کہ موسیٰؑ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑے کھڑے ہیں، ادھر اس بارے میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ میں پہلا آدمی ہوں گا جو زمین سے برآمد ہوں گا اور میں ہی سب سے پہلے اپنا سر اٹھاؤں گا پھر میں دیکھوں گا کہ میں موسیٰ کے ساتھ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑے کھڑا ہوں،

اب اس تفصیل کی روشنی میں یوں کہنا چاہئے کہ اس روایت میں کسی راوی کی طرف سے خلط ملط ہو گیا ہے۔

لہٰذا اب اس پر پیدا ہونے والے شبہ کا جواب دینے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ آنحضرت ﷺ کا جو یہ ارشاد ہے کہ ''اب میں نہیں جانتا کہ آیا وہ مجھ سے پہلے اٹھ چکے ہوں گے یا وہ ان میں سے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمادیا ہوگا۔'' یہ اس سے پہلے کا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی کہ علی الاطلاق آپ ﷺ ہی وہ شخص ہوں گے جو زمین سے نکلیں گے۔ لیکن عرش تک موسیٰؑ آپ ﷺ سے پہلے پہنچ جائیں گے کیونکہ آنحضرت ﷺ اہل بقیع کے نکلنے اور مکہ والوں کے آنے کا انتظار فرمارہے ہوں گے۔ بہر حال یہ بات قابل غور ہے۔

پل صراط و جنت اور آپ ﷺ کا شرف

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا یہ بھی امتیاز ہوگا کہ پل صراط پر سے گزرنے والے سب سے پہلے شخص آپ ﷺ ہوں گے، نیز سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے بھی آپ ﷺ ہی ہوں گے، اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں میں کے فقراء اور مساکین ہوں گے، پھر جنت میں کسی کو کوئی چیز آنحضرت ﷺ کے وسیلہ کے بغیر نہیں ملے گی، نیز یہ کہ جنت میں سوائے آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب یعنی قرآن کے کوئی دوسری کتاب نہیں پڑھی جائے گی اور یہ کہ جنت میں سوائے آپ ﷺ کی زبان کے کسی دوسری زبان میں بات چیت نہیں ہوگی۔

چوتھی قسم اور آپ ﷺ کے فضائل

اس چوتھی قسم میں کچھ خصوصیات وہ ہیں جن میں آپ ﷺ کے ساتھ انبیاء بھی شریک ہیں، آنحضرت ﷺ کو یہ خصوصیت حاصل ہے، کہ اگر کوئی شخص نماز میں مشغول ہو اور آپ ﷺ اسے پکاریں تو اس پر واجب ہے کہ وہ زبان سے بھی اور عمل سے بھی آپ

ﷺ کو جواب دے چاہے وہ عمل کثیر کیوں نہ ہو جس سے عام حالات میں نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے اس شخص کی نماز باطل نہیں ہو گی برخلاف آپ ﷺ کے سوا دوسرے پیغمبروں کے کہ اس صورت میں نماز باطل ہو جائے گی، نیز یہ کہ آپ ﷺ کو مطلقاً گناہوں سے امان اور تحفظ ہے چاہے وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، ارادی ہوں یا بھول چوک کے، اسی طرح مثلاً آپ کو جماہی نہیں آتی تھی، نیز احتلام نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ دونوں چیزیں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں، نیز یہ کہ آنحضرت ﷺ کی قضاء حاجت کا اثر زمین پر باقی نہیں رہتا تھا بلکہ زمین اس کو نگل لیتی تھی، اور اس جگہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

اندھیرے میں بینائی کی خصوصیت

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ایک وصف یہ تھا کہ آپ ﷺ رات کے اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھ سکتے تھے، جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے تھے، مگر ایک دوسری روایت کی روشنی میں یہ بات مشکل ہو جاتی ہے، وہ روایت یہ ہے کہ جب حضرت ام سلمہؓ سے شادی کے بعد رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ عروسی منانے کے لئے تشریف لے گئے تو رات کا وقت تھا اور حجرہ میں اندھیرا تھا حضرت ام سلمہؓ کے ساتھ ان کے پہلے شوہر سے پیدا ہوئی بچی بھی تھی آنحضرت ﷺ جب اندھیرے میں کمرے کے اندر داخل ہوئے تو آپ ﷺ کا قدم مبارک بچی کے اوپر پڑ گیا جس سے وہ رو پڑی، پھر اگلی رات بھی آنحضرت ﷺ اندھیرے ہی میں حجرہ کے اندر تشریف لے گئے لیکن آپ ﷺ نے اس وقت اندر داخل ہوتے ہوئے فرمایا کہ اپنے چھوٹے بچوں کا خیال رکھنا کہیں میرا پیر نہ پڑ جائے اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی عام آدمی کی طرح اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتے تھے حضرت ام سلمہؓ کی اس بچی کا نام زینب تھا اور یہ حبشہ میں ابوسلمہؓ کے یہاں پیدا ہوئی تھی (ابوسلمہؓ ام سلمہؓ کے شوہر کا لقب تھا)

ایک دن زینبؓ جب کہ یہ ابھی کم عمر بچی ہی تھیں آنحضرت ﷺ کے پاس حجرے

کے اندر چلی گئیں، آنحضرت ﷺ غسل فرمارہے تھے، آنحضرت ﷺ نے تھوڑا پانی ان کے چہرے پر ٹپکا دیا، اس کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ بوڑھی ہونے کے بعد بھی جب کہ ان کی عمر تقریباً سو سال ہو چکی تھی ان کے چہرے پر شباب کی سرخی چمکتی تھی۔

پشت کی طرف بینائی کی خصوصیت

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ایک وصف یہ تھا کہ آپ ﷺ اپنی پشت کی طرف سے بھی اسی طرح دیکھ سکتے تھے جس طرح آپ ﷺ سامنے کی طرف اور دائیں بائیں دیکھتے تھے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ، میں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے سامنے دیکھتا ہوں، چنانچہ ایک قول یہ بھی ہے کہ پشت پر آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان دو آنکھیں تھیں جو سوئی کے ناکے جیسی تھی، آپ دیکھ سکتے تھے اور جسم کے اوپر کے کپڑے ان آنکھوں کی بینائی کے لئے رکاوٹ نہیں بنتے تھے، ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کی پشت پر جو چیز بھی ہوتی تھی اس کا عکس آپ ﷺ کے سامنے کی دیوار میں اس طرح ابھرتا تھا جیسے آئینہ میں ابھر آتا ہے، اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات صرف نماز کے حالت میں، ہی مخصوص تھی (کہ آپ ﷺ پشت کی چیزوں کو بھی دیکھ لیتے تھے) اکثر روایات کا ظاہری مطلب یہی ہے، نیز جب کہ یہ نماز کسی دیوار کے سامنے پڑھی جائے بہر حال یہ اختلاف قابل غور ہے۔

آپ ﷺ ہی کی یہ بھی خصوصیت تھی کہ آپ ﷺ ثریا کے جھرمٹ میں بارہ ستاروں کو دیکھ سکتے تھے، جبکہ آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے لوگ اگر گہری نظر سے دیکھیں تو نو ستاروں سے زیادہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

امت محمدی ﷺ کی خصوصیات

رسول اللہ ﷺ کی اس امت کو بھی کچھ ایسی خصوصیات سے نوازا گیا ہے جو اس سے پہلے کی کسی امت میں موجود نہیں تھیں، مثلاً یہ کہ یہ خیر الامم یعنی تمام امتوں میں بہترین

امت ہے، نیز یہ کہ یہ امت تمام مخلوق میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کُنتم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنّاسِ. ”تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔“

عبادات اور اس امت کی خصوصیات

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو تمام امتوں میں منتخب اور پسند فرمایا ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ رمضان کی پہلی رات میں اس کی طرف نظر فرماتا ہے، اس امت کو احکام کے معاملے میں اجتہاد کی نعمت دی گئی ہے، نیز حق تعالیٰ نے توریت انجیل جیسی پرانی کتابوں میں اس امت کا ذکر نمایاں طور پر فرمایا ہے، اور اس کی تعریف کی ہے، اس کو پانچ نمازیں دی گئیں، اور یہ کہ اس کو عشاء کی نماز دی گئی۔

چنانچہ ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت معاذ ابن جبلؓ سے روایت پیش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، تمہیں اس نماز یعنی نماز عشاء کے ذریعہ دوسری تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے تم سے پہلے کسی امت نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی، اسی طرح یہ بھی اسی امت کی خصوصیت ہے کہ اس کو تکبیر کے ذریعہ نماز کے افتتاح اور آغاز کی نعمت دی گئی، نیز یہ کہ اس امت کو کلمہ آمین دیا گیا، یعنی دعا کے بعد کہا جانے والا آمین دیا گیا کیونکہ تم سے پہلی امتوں میں سے کسی کو یہ کلمہ نہیں دیا گیا، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہارون کو یہ کلمہ دیا ہو اس لئے کہ موسیٰؑ جب دعا کیا کرتے تھے تو ہارون آمین کہا کرتے تھے۔ اسی طرح اس امت کو ڈھیلے سے استنجاء کرنے کی اجازت دی گئی ہے، نیز اذان، تکبیر اور نماز کے دوران رکوع دیا گیا، جہاں تک حضرت مریمؑ کے لئے حق تعالیٰ کے ارشاد کا تعلق ہے جو قرآن حکیم میں اس طرح ہے ﴿وَارکَعِی مَعَ الرَّاکِعِین﴾ ”اور رکوع کیا کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔“ اس ارشاد میں رکوع سے مراد عاجزی ہے، رکوع کی اس امت کی خصوصیت ماننے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ رکوع سے اٹھتے ہوئے کلمہ ”سمع الله لمن

حمدہ" بھی صرف اسی امت کو دیا گیا ہے، نیز اعتدال کی حالت پر "اللھم ربنا لک الحمد...... الخ" بھی اسی امت کو عطا کیا گیا ہے۔

اسی طرح یہ بھی اسی امت کی خصوصیت ہے کہ اس کے لئے نماز میں کلام اور بات کرنا حرام کیا گیا نہ کہ روزے میں جبکہ دوسری امتوں کے ساتھ معاملہ اس کے برعکس تھا، نیز اس کو نماز کے لئے جماعت کا پابند کیا گیا اور اس میں صف بندی کی نعمت دی گئی جیسے فرشتوں کی صفیں ہوتی ہیں، ایسے ہی صرف اسی امت کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں دی گئی، نیز چاند گرہن اور سورج گرہن کی نمازیں دی گئیں، خشک سالی میں استسقاء کی نماز دی گئی اور نمازِ وتر دی گئی، نیز سفر کے دوران قصر کی نماز کی سہولت دی گئی۔

اسی طرح یہ بھی اس امت کی خصوصیت ہے کہ اسے خوف اور شدت مصیبت میں اس کے ازالہ کے لئے ایک نماز دی گئی جسے نماز خوف کہا جاتا ہے، نیز صرف اسی امت کو رمضان یعنی روزوں کا ایک مہینہ دیا گیا اور اس مہینے میں مختلف نعمتیں دی گئیں، جن میں سے ایک شیاطین کی بندش ہے اس بارے میں ایک سوال کیا گیا کہ رمضان کے مہینے میں جب فتنہ وفساد اور قتل خون ہوتا رہا ہے تو شیاطین کو مقید کرنے کا کیا فائدہ ہے؟......

اس اعتراض کے چار جواب دیئے گئے ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ فساد کم سے کم ہو، یہ نہیں کہ اس سے فساد بالکل ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح یہ خصوصیت کہ جب روزہ افطار کیا جاتا ہے تو فرشتے افطار کرنے والوں کے لئے دعا کرتے ہیں، اسی طرح یہ کہ زوال کے بعد روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ عمدہ ہے، نیز یہ کہ اس مہینے میں سال کے شروع سے آخر تک جنت کو سجایا جاتا ہے، نیز اسی مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور اس مہینے کی پہلی شب میں آسمان کے دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں، اسی طرح اس مہینے کی آخری رات میں اس امت کے لوگوں کی لئے مغفرت کی جاتی ہے۔

نیز یہ کہ اس امت کو نومولود لڑکی کے لئے بھی عقیقہ کی سنت دی گئی، عمامہ پگڑی میں شملہ دیا گیا (مراد ہے وہ پلہ جو عمامے کی پیچھے لٹکایا جاتا ہے) اسی طرح اس امت کو وقف کا طریقہ اور موت کے وقت تہائی مال کی وصیت کی اجازت دی گئی نیز گناہوں سے مغفرت کے لئے استغفار کی دولت دی گئی، اسی طرح گناہوں پر ندامت اور پچھتاوے کے لئے توبہ کو بنادیا گیا، نیز جمعہ کی نماز دی گئی اور اس دن میں ایک گھڑی ایسی دی گئی کہ اس وقت دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے، اسی طرح شب قدر بھی اسی امت کی خصوصیت ہے، اسی امت کو سحری دی گئی، فطرہ کی ادائیگی میں جلدی کرنا بھی اسی امت کی خصوصیت ہے۔ مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کی دعا بھی اسی امت کی خصوصیت ہے، نیز لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کی دعا بھی صرف امت محمدی کو ہی عطا فرمائی گئی ہے، نیز ان پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا گیا جیسے قتل خطا یعنی غلطی سے کسی کی جان لینے پر قصاص ہوتا تھا، یا گناہ کے تصور پر پکڑ تھی یا زبردستی کرائے گئے گناہ پر سزا و عذاب کا معاملہ تھا، نیز یہ کہ اس امت کے کسی مسئلہ پر متفق ہوجانے کو حجت اور دلیل قرار دیا گیا کیونکہ یہ اس کی خصوصیت ہے کہ یہ امت (یعنی اس امت کے علماء) کسی گمراہی یعنی حرام بات پر متفق نہیں ہوسکتے اسی طرح اس امت کو یہ خصوصیت دی گئی کہ اس کے علماء کا اختلاف رحمت ہے جبکہ اس سے پچھلی امتوں کا اختلاف ہمیشہ عذاب کی نشانی ہوا کرتا تھا، یہاں امت کے علماء سے مراد مجتہدین ہیں جیسا کہ علامہ بیہقیؒ نے یہ مراد ظاہر کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کا اختلاف رحمت ہے، لہذا صحابہ پر ان غیر صحابہ کو بھی قیاس کیا جائے گا جو اجتہاد کے مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں، بعض علماء نے لکھا ہے کہ اصولیوں اور فقہاء کا یہ قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یوں فرمایا ہے، میری امت کا اختلاف رحمت ہے، مگر جستجو اور کوشش کے باوجود یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث کس نے پیش کی ہے، البتہ قاسم ابن محمد سے ان الفاظ میں یہ حدیث ملتی ہے کہ امت محمدی کا اختلاف رحمت ہے، علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں شاید راوی نے یہ حدیث محدثین کی ایسی کتابوں

سے نکالی ہے، جو ہم تک نہیں پہنچ سکیں۔

اسی طرح یہ بھی اسی امت کی خصوصیت ہے کہ اس کے لئے طاعون (پلیگ) کی بیماری رحمت بنادی گئی، جبکہ پچھلی امتوں کے لئے یہ بیماری ایک عذاب تھی، نیز اس امت کو اسناد یعنی حدیث سندر کھنے اور اس کی حفاظت کرنے کی خصوصیت دی گئی، علامہ ابو حاتم رازی ؒ کہتے ہیں جب سے اللہ نے آدم کو پیدا فرمایا اس وقت سے آج تک دنیا کی کسی امت میں ایسا نہیں ہوا کہ لوگوں نے اپنے نبیوں کے اقوال کو محفوظ رکھا ہو اور نسل در نسل ایک دوسرے تک پہنچاتے رہے ہوں سوائے امت محمدی کے (کہ اس نے حدیث کا باقاعدہ فن ایجاد کیا اور تمام احادیث کو سند کے ساتھ محفوظ کیا) یہاں تک کہ ایک شخص ایک راوی کی حدیث تیس تیس یا اس سے بھی زیادہ طریقوں یعنی سندوں کے ساتھ لکھتا اور بیان کرتا ہے، نیز یہ بھی اسی مت کی خصوصیت ہے کہ اس میں اقطاب (یعنی قطب) انجاب، اوتاد جنہیں عمد بھی کہا جاتا ہے، ابدال، اخیار اور عصب ہوتے ہیں، ان میں سے ابدال ملک شام میں ہوتے ہیں، ان کی تعداد کے متعلق روایتیں مختلف ہیں (کہ کل ابدال کتنے رہتے ہیں) لیکن اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چالیس ہوتے ہیں، بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ چالیس مرد ہوتے ہیں اور چالیس عورتیں ہوتی ہیں، اسی طرح جب ان میں سے کوئی مرد مرتا ہے تو اللہ اس کے بدلے میں کسی دوسرے شخص کو متعین فرمادیتا ہے، اسی طرح جب ان میں سے کوئی عورت مرتی ہے، تو حق تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کی جگہ کسی دوسری عورت کو مقرر فرمادیتا ہے، (اسی وجہ سے ان کو ابدال کہا جاتا ہے) پھر جب حکم خداوندی ہوگا تو ان سب کو موت دے دی جائیگی اور اسی وقت قیامت واقع ہوجائے گی۔

فضل ابن فضالہ ؓ سے روایت ہے کہ ملک شام کے شہر حمص میں پچیس ابدال رہتے ہیں، دمشق میں تیرہ اور شہر نیساں میں دو ابدال رہتے ہیں، حضرت حذیفہ ابن یمانی سے ایک روایت ہے کہ ملک شام میں تیس مرد ابدال رہتے ہیں جو حضرت ابراہیم ؑ کے طریقہ کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا، چالیس ایسے آدمی ہمیشہ دنیا میں رہتے ہیں جن کے قلب حضرت ابراہیمؑ کے قلب کے مطابق ہوتے ہیں ان کی وجہ سے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ زمین والوں کو بربادی سے بچاتے ہیں، ان کو ابدال کہا جاتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ روئے زمین کبھی ستر راست باز لوگوں سے خالی نہیں ہوسکتی، وہ ابدال ہوتے ہیں، ان میں سے چالیس شام میں رہتے ہیں اور تیس باقی ساری زمین میں پھیلے ہوئے ہیں، حضرت معاذ ابن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین وصف جس شخص میں ہوں وہ ابدال میں سے ہے جن سے دنیا اور دنیا والوں کا قوام بنا ہوا ہے، اول صفت تقدیر اور مشیت خداوندی پر راضی ہونا ہے، دوسرے اللہ کی طرف سے حرام کی ہوئی چیزوں پر صبر و پرہیز کرنا ہے اور تیسرے یہ کہ غصہ صرف اللہ کے لئے کیا جائے، ابدال کی صفات کے متعلق حدیث میں آتا ہے، کہ ان کو جو بلند مرتبہ ملا ہے وہ نمازوں کی کثرت کی وجہ سے نہیں ملا ہے، نہ ہی روزوں اور صدقات کی وجہ سے حاصل ہوا ہے، بلکہ نفس کی صحیح تربیت، دلوں کی سلامتی اور اپنے اپنے اماموں یعنی بادشاہوں کو نصیحت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے، ایک روایت کے مطابق تمام مسلمانوں کو نصیحت پہنچانے کی وجہ سے ملا ہے، ابوسلیمان سے روایت ہے کہ ابدال ملک شام میں رہتے ہیں اور نجباء مصر میں رہتے ہیں، ایک روایت میں یوں ہے کہ ابدال شام میں رہتے ہیں اور نجباء مصر والوں میں سے ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نجباء کوفہ میں رہتے ہیں، عصب یمن میں رہتے ہیں، اخیار عراق میں رہتے ہیں، ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ عصب عراق میں رہتے ہیں۔

بعض علماء سے روایت ہے کہ نقباء کی کل تعداد تین سو ستر ہے ابدال کی تعداد چالیس ہے، اخیار سات ہوتے ہیں، عمد چار ہوتے ہیں، غوث یعنی قطب ایک ہوتا ہے، اس طرح نقباء کا مسکن اور ٹھکانہ غرب ہے، نجباء کا مسکن مصر ہے ابدال کا مسکن شام ہے، اخیار ساری دنیا میں گھومتے رہتے ہیں، عمد کا مسکن زمین کے چاروں کھونٹ میں رہتا ہے، اور غوث یعنی

قطب کا مسکن مکہ مکرمہ رہتا ہے، جب عام انسانوں کے معاملات میں کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو اس کے متعلق نقباء گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہیں پھر نجباء دعاء کرتے ہیں پھر ابدال کرتے ہیں، پھر اخیار کرتے ہیں پھر عمد کرتے ہیں، اگر ان میں سے کسی کی دعا قبول ہو جاتی ہے تو ٹھیک ورنہ پھر غوث یعنی قطب دعا کرتے ہیں، ابھی قطب کی دعا ختم نہیں ہونے پاتی کہ اللہ کے یہاں قبول ہو جاتی ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہر نبی کو سات نجباء دیئے گئے، جو اس کے وزیر اور فریق رہے لیکن مجھے چودہ نجباء دیئے گئے، یعنی حمزہ، جعفر، ابوبکر، عمر علی، حسن، حسین عبداللہ ابن مسعود، سلمان، عمار ابن یاسر، حذیفہ، ابوذر، مقداد، بلال اور مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنھم، لیکن ترمذی نے ان میں سے حذیفہ، ابوذر، اور مقدادؓ کا نام چھوڑ دیا ہے۔ نیز یہ کہ اس امت کے لوگ اپنی قبروں سے بغیر گناہوں کے نکلیں گے، کیونکہ مومنوں نے ان کے لئے جو استغفار کی ہوگی اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو مٹادیں گے یہی امت سب سے پہلے زمین سے برآمد ہوگی، اور میدان حشر میں یہ لوگ ایک اونچی جگہ پر جمع ہوں گے، جہاں سے یہ دوسری امتوں کو بھی دیکھتے ہوں گے، اسی طرح سے سے پہلے اسی امت کا حساب و کتاب ہوگا اور تمام امتوں میں سے سب سے پہلے یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، نیز انبیاءؑ کی طرح اس امت کے ہر ہر شخص کو دو نور ملیں گے۔

اسی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ امت پل صراط پر سے بجلی کے ایک کوندے کی طرح گزر جائے گی اسی طرح یہ کہ اس امت کے لوگ ایک دوسرے کی شفاعت اور سفارش کریں گے، نیز یہ کہ ان کو اس عمل کا بھی ثواب ملے گا جو انہوں نے خود کیا اور اس عمل کا بھی ثواب ملے گا جو دوسروں نے ان کے لئے کیا، اسی طرح ایک راجح قول کے مطابق اس امت کو اسلام کی وجہ سے دوسرے انبیاء کی امتوں پر فضیلت اور امتیاز حاصل ہے کیونکہ سوائے انبیاءؑ کو ان کی امتوں میں کوئی بھی اسلام کا وصف نہیں رکھتا ہے، لہٰذا یہ اعزاز صرف اسی امت کو حاصل ہے کہ اسے ایک ایسا وصف حاصل ہے جو صرف نبیوں کو حاصل تھا، یہ

وصف اس امت کے اعزاز واکرام کے لئے اس کو دیا گیا، چناچہ حضرت زید ابن اسلم کہتے ہیں جو سلف صالحین میں سے ہیں اور قرآن پاک کے زبردست علماءؒ میں سے ہیں کہ، اللہ تعالیٰ نے اس امت کے سوا کسی کا بھی ذکر اسلام کے ساتھ نہیں فرمایا۔

وضو اور خصوصیت امت

نیز اس امت کو ایسی خصوصیات سے نوازا گیا ہے جو انبیاءؑ کو چھوڑ کر اس کے سوا کسی دوسری امت میں نہیں ہے، ان خصوصیات میں سے مثلاً وضو ہے کیونکہ سوائے انبیاء کے کسی نے وضو نہیں کیا، چنانچہ ابن مسعودؓ سے ایک مرفوع حدیث ہے کہ توریت وانجیل میں اس امت کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ امت محمدی کے لوگ اپنے جسم کے اطراف کو پاک کیا کریں گے، بعض آثار میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان پر ہر نماز کے لئے پاکی حاصل کرنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جیسے انبیاءؑ پر فرض تھا، مگر ایک حدیث کے بیان میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ اعضاء دھو کر وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی نماز قبول نہیں فرماتا۔ پھر آپ ﷺ نے اعضاء کو دو دو مرتبہ دھو کر وضو کیا اور فرمایا یہ وہ وضو ہے جو تم سے پچھلی امتوں کے لوگ کیا کرتے تھے، جو شخص دو دو دفعہ اعضاء دھو کر وضو کرے گا، اس کو اللہ تعالیٰ دوہرا اجر وثواب عطا کریں گے۔ پھر آپ ﷺ نے تین تین بار اعضاء دھو کر وضو کیا اور فرمایا، یہ میرا اور مجھ سے پہلے نبیوں کا وضو ہے اور میرے دوست ابراہیمؑ کا وضو ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کے معاملے میں پچھلی امتیں بھی اس امت کے ساتھ شریک ہیں اور انہیں بھی یہ فضیلت حاصل تھی البتہ اس امت کی خصوصیت صرف یہ ہے کہ یہ وضو میں اعضاء کو تین تین بار دھوتی ہے اسی طرح اس امت کی خصوصیت ناپاکی دور کرنے کے لئے غسل کرنا ہے، جیسا کہ ان لوگوں یعنی اس امت سے پہلے نبیوں کو اس کا حکم ملتا رہا ہے۔ اسی طرح اس امت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ستر ہزار آدمی ایسے ہوں گے جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے، نیز ان ستر ہزار میں سے ہر ایک

اپنے ساتھ ستر ہزار افراد کو بھی اسی طرح جنت میں لے جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و بزرگی کی وجہ سے امت کے مشائخ و بزرگوں کی توقیر فرمائے گا، نیز یہ کہ اس امت کے لوگ جب اللہ کی راہ میں لڑنے کے لئے جہاد میں شریک ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ فرشتے بھی دین کی مدد کے لئے پہنچتے ہیں، اسی طرح ہر سال شب قدر میں فرشتے ان کے اوپر اترتے ہیں، ایسے ہی اس امت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کو نیک کاموں کا اجر وثواب بہت جلد دنیا میں بھی مل جاتا ہے، جب کہ اسی عمل کا ثواب آخرت میں بھی جمع ہوتا رہتا ہے۔ جیسے صلہ رحمی کا عمل ہے، یعنی رشتے داروں کی خبر گیری ہے، کہ اس کا ثواب عمر بھر بڑھتا رہتا ہے، اور آخرت میں بھی اس کا اجر ملتا ہے۔ ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس امت کے لوگ جو دعا مانگتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے۔ ترمذی میں حدیث ہے کہ اس امت کو ایک ایسی نعمت دی گئی ہے جو اس کے علاوہ کسی کو نہیں دی گئی، وہ نعمت حق تعالیٰ کا یہ ارشاد اور وعدہ ہے: وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُونِیٓ أَسْتَجِبْ لَکُم اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ جب کہ یہ ارشاد انبیاء کے لئے ہوا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد پر وحی نازل کی اور اس امت کے بارے میں فرمایا گیا کہ اگر انہوں نے مجھ سے دعا مانگی تو میں اسے قبول کروں گا، یا تو وہ قبولیت فوری طور پر ظاہر ہوگی، یا یہ کہ ان پر سے مصیبت ہٹادی جائے گی اور یا یہ کہ آخرت میں ان کے لئے اجر وثواب کا ذخیرہ کردیا جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نبی ﷺ سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

نوٹ...... اس مقدمے کی تیاری کے لئے خصوصی طور پر سیرتِ حلبیہ جلد سوم سے چیدہ چیدہ اقتباسات نقل کئے گئے ہیں، اگرچہ آسانی کے لئے کافی ردّ و بدل بھی کردی گئی ہے۔ بہرحال تفصیل کے لئے سیرت حلبیہ جلد سوم نصف آخر سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

خصوصیت نمبرا

رسولِ اکرم ﷺ کو سب سے پہلے نبوت ملی اور سب سے آخر میں مبعوث ہوئے

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ پہلی خصوصیت پیش کی جارہی ہے جسکا عنوان ہے "رسولِ اکرم ﷺ کو سب سے پہلے نبوت ملی اور سب سے آخر میں مبعوث ہوئے" الحمد اللہ ان سطور کو لکھتے وقت میں "ریـاض الـجنة" (یعنی اس حصے پر جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا یہ ٹکڑا جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اسی ریاض الجنة میں اللہ کی توفیق سے) میں بیٹھا ہوں، آقا ﷺ کا پیارا اور مقدس روضہ مبارک میرے سامنے ہے اور میں آقا ﷺ کی اس خصوصیت کو ترتیب دے رہا ہوں بلکہ یوں کہوں کہ صاحبِ خصوصیت ﷺ عین میرے سامنے آرام فرما ہیں اور میں مقدس روضہ مبارک کے سائے تلے اور جنت کے ٹکڑے میں بیٹھ کر انکی عظیم خصوصیت کو لکھ رہا ہوں، اگر چہ لوگوں کا اژدحام لکھنے کی اجازت نہیں دے رہا، بار بار ہاتھ ہلنے کی وجہ سے کافی مشکلات کا سامنا ہے لیکن دل آقا ﷺ کی محبت سے لبریز ہے اس لئے مجبور کر رہا ہے کہ کچھ بھی ہو لکھو کہ شاید جب قیامت کا دن ہوگا، نفسا نفسی کا عالم ہوگا ایسے کٹھن وقت میں آقا ﷺ فرمادیں: "یا اللہ اگر چہ یہ میرا امتی تھا تو بہت گناہ گار لیکن چونکہ اس نے میرے روضے کے سامنے اور جنت کے باغیچے میں بیٹھ کر میری خصوصیات پر کام کیا تھا اس لئے میں تیرا محبوب (ﷺ) اس حقیر اور ناقص بندے کی سفارش کرتا ہوں قبول فرمالیجئے۔" اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی سفارش کو رد نہیں کرے گا بس دل کو یہی تسلی ہے اور اسی تسلی کی وجہ سے یہ آبلہ پا

قلم لکھتا چلا جا رہا ہے، دعا گو ہوں کہ یارب قدوس میری اس ٹوٹی پھوٹی کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول و منظور فرما آمین یارب العالمین۔

بہر حال محترم قارئین! ہمارے نبی ﷺ کی یہ عظیم خصوصیت ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء کرامؑ سے پہلے نبوت کی دولت عطا فرما دی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت اور حکمت کے مطابق اپنے محبوب نبی ﷺ کو سب سے آخر میں مبعوث فرمایا، جبکہ دیگر انبیاء کرامؑ کو ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت ملی تو معلوم ہوا کہ ہمارے نبی ﷺ کو سب سے پہلے نبوت کا ملنا بھی خصوصیت ہے اور سب سے آخر میں مبعوث ہونا بھی خصوصیت ہے، جیسا کہ آپ آنے والے اوراق میں اسکی تفصیل ملاحظہ فرمائیں گے، جسے احادیث کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے، امید ہے کہ انشاء اللہ اس کتاب کی ترتیب کے مطابق یہ پہلی خصوصیت پڑھکر آپ کے دل میں نبی ﷺ کی محبت میں اضافہ ہوگا اور اپنے نبی کی سنتوں پر عمل کرنے کا شوق مزید آگے بڑھے گا انشاء اللہ۔ تو محترم قارئین! اب تمہیدی بات ختم کی جاتی ہے اور اصل موضوع یعنی خصوصیات مصطفیٰ ﷺ سے متعلق پہلی خصوصیت پیش کی جاتی ہے، لیجئے ملاحظہ فرمایئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نبی ﷺ سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

پہلی خصوصیت کی وضاحت احادیث کی روشنی میں

عن ابی مسعودٍ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "اِنَّ اللہَ جَمِیلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ" یعنی اللہ تعالیٰ حسین ہے اس کو حسن محبوب ہے۔ حسن کا تقاضہ اپنا ظہور اور اپنی معرفت کرانا ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت اور اپنے جمال وکمال کو ظاہر کرنے کے لئے مخلوق پیدا فرمائی اور سب سے پہلے اپنی صفت خلق کو ظاہر کیا اور رسولِ اکرم ﷺ کا نور پیدا فرمایا اور اس کو اپنی صفات جمال وکمال کا جامع بنایا پھر مجموعہ کمالات کی تفصیل کے لئے جملہ کائنات کو اسی نور سے پیدا کیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ اپنے حبیب ﷺ ہی کے

لئے تمام کائنات کو پیدا فرمایا۔

حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں ؎

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی بجا ہے کہیئے اگر تم کو مبداء الآثار

لگا تا ہاتھ نہ پتلے کو ابوالبشر کے خدا اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخر کار

عُبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھی۔ اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا نہ چاند تھا اور نہ جن تھا نہ انسان تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش، آگے طویل حدیث ہے۔

فائدہ...... اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔ واضح رہے کہ ظاہراً نور محمدی روحِ محمدی سے عبارت ہے اور حقیقت روح کی اکثر محققین کے قول پر مادہ سے مجرد ہے۔

اور حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے (یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا) روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے۔

فائدہ......اس وقت ظاہر ہے کہ آپ کا بدن تو بنا ہی نہ تھا پھر نبوت کی صفت آپ کی روح کو عطا ہوئی تھی اور نور محمدی اسی روح محمدی کا نام ہے جیسا اوپر مذکور ہوا اور اگر کسی کو یہ

شبہ ہو کہ شائد مراد یہ ہے کہ میرا خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا تھا سو اس سے رسولِ اکرم ﷺ کے وجود کا تقدم آدم علیہ السلام پر ثابت نہ ہوا۔

جواب یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تھی تقدیر تمام اشیائے مخلوقہ کی ان کے وجود سے متقدم ہے پس یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہ کے ثبوت کی پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہ تھا اس لئے نور اور روح کا مرتبہ متعین ہو گیا۔ اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے اس لئے ختم نبوت کا حکم کیا گیا سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضی ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جاوے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد، واللہ اعلم۔

اور اسی طرح حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا جس وقت میں کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان میں تھے (یعنی ان کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

فائدہ......اور ایسے ہی الفاظ میسرہ ضبّی کی روایت میں بھی آئے ہیں امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

اور شعبیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام اس وقت روح اور جسد کے درمیان میں تھے جب کہ مجھ سے میثاق (نبوت کا) لیا گیا۔ کما قال تعالیٰ: ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ

وَمِنْ نُّوحٍ﴾

روایت کیا اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق۔ بے شک شاعر نے درست کہا۔

پہنچ سکا ترے رتبہ تلک نہ کوئی نبی ۔۔۔ ہوئے ہیں معجزے والے بھی اس جگہ ناچار
جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے ۔۔۔ کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار

اور حضرت علی ابن الحسین (یعنی امام زین العابدین) سے روایت ہے وہ اپنے باپ حضرت امام حسینؓ اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔

ف......اس عدد میں کمی کی نفی ہے زیادتی کی نہیں پس اگر زیادتی کی روایت پر نظر پڑے شبہ نہ کیا جاوے۔ رہ گئی تخصیص اس کے ذکر میں سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو۔ (بحوالہ العطور المجموعہ از افادات حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ)

سب انبیاء علیہم السلام پر تقدم کی وجہ

حضرت سہل بن سعد نے امام باقرؒ سے پوچھا کہ رسولِ اکرم ﷺ کو سب انبیاء سے تقدم کیسے ہو گیا حالانکہ آپ سب کے آخر میں مبعوث ہوئے انہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے یعنی ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو (عالم میثاق میں) نکالا اور ان سب سے ان کی ذات پر یہ اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب سے اول (جواب میں) بلیٰ (یعنی کیوں نہیں) محمد ﷺ نے کہا اور اسی لئے آپ کو سب انبیاء سے تقدم ہے گو آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے۔

فائدہ......اگر میثاق لینے کے وقت ارواح کو بدن سے تلبس بھی ہو گیا ہوتا ہم احکام روح ہی کے غالب ہیں اسی لئے اس روایت کو کیفیات نور میں لانا مناسب سمجھا

اوراوپر شعبیؒ کی روایت میں آپ سے قبلِ آدم میثاق لیا جانا مذکور ہےاور یہ میثاق الست بر بکم ظاہر روایات سے بعد خلق آدم معلوم ہوتا ہے سو ممکن ہے کہ وہ میثاق نبوت کا بلا اشتراک غیرے ہو جیسا اس حدیث کے ذیل میں اس طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے، واللہ اعلم۔

(بحوالہ نشر الطیب)

اس طرح رسول اکرم ﷺ کی اس خصوصیت کی مزید وضاحت حضرت عباسؓ کی اس قصیدے سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ جب غزوہ تبوک سے آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں واپس تشریف لائے تو حضرت عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ آپ کی مدح کروں (چونکہ حضور کی مدح خود طاعت ہے اس لئے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے انہوں نے یہ اشعار آپ کے سامنے پڑھے۔

مِن قَبلِها طِبتَ فِی الظِّلالِ وفِی مُستَودَعٍ حَیثُ یَخصِفُ الورقُ
ثم هبطت البلاد لا بشر اَنتَ ولا مُضغةَ ولا علقُ
بل نطفةٌ تَرکبُ لسفِّینَ وَقَد اَلجَم نسرَ اَو اَهُله الغرقُ
تُنقل من صالب اِلی رحم ازا مضَی عالم بَدَا طبُقُ
وَرَدَتُ نارَ الُخلیلِ مُکتتما فِی صُلبهٖ أنت کیفَ یَحترقُ
حتی احتوی بیتک المُهیمن من خِندِف علیاء تحتها النطقُ
وأنت لما ولدتَ أشرقت الأرضُ وضائت بنورک الأفقُ
فنَحنُ فِی ذالک الضیاء وفی لنور سبل الرشاد نخترقُ

ترجمہ: زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوشحالی میں تھے اور نیز ودیعت گاہ میں جہاں (جنت کے درختوں کے) پتے اوپر تلے جوڑے جاتے تھے یعنی آپ صلب آدمؑ میں تھے سو قبل نزول الی الارض کے جب وہ جنت کے سایوں میں تھے آپ بھی تھے اور ودیعت گاہ سے مراد بھی صلب ہے جیسا اس آیت میں مفسرین نے کہا

ہے۔''فمستقرو مستودع''اور پتے کا جوڑنا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف آدمؑ نے اس منع کیئے ہوئے درخت سے کھالیا اور جنت کا لباس اتر گیا تو درختوں کے پتے ملا ملا کر بدن ڈھانکتے تھے یعنی اس وقت بھی آپ مستودع میں تھے اس کے بعد آپ نے بلاد(یعنی زمین) کی طرف نزول فرمایا اور آپ اس وقت نہ بشر تھے اور نہ مضغہ اور نہ علق (کیونکہ یہ حالتیں جنین ہونے کے بہت قریب کی ہوتی ہیں اور ہبوط کے وقت جنین ہونے کا انتفاء ظاہر ہے اور یہ نزول الی الارض بھی بواسطہ آدمؑ کے ہے غرض آپ نہ بشر تھے نہ علقہ نہ مضغہ) بلکہ (صلب آباء میں) محض ایک مادہ مائیہ تھے کہ وہ مادہ کشتی (نوح) میں سوار تھا اور حالت یہ تھی کہ نسر بت اور اس کے ماننے والوں کے لبوں تک طوفان غرق پہنچ رہا تھا (مطلب یہ کہ بواسطہ نوحؑ کے وہ مادہ راکب کشتی تھا) مولانا جامیؒ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔

زجودش گرنگشتے راہ مفتوح بجودی کے رسیدے کشتی نوح

ترجمہ......ان کے کرم (نور) سے اگر راستہ نہ کھلتا تو نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر کیسے پہنچتی۔

(اور) وہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک صلب سے دوسرے رحم تک نقل ہوتا رہا جب ایک طرح کا عالم گزر جاتا تھا دوسرا طبقہ ظاہر (اور شروع) ہو جاتا تھا۔(یعنی وہ مادہ سلسلہ آباء کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں) آپ نے نار خلیل میں بھی ورود فرمایا چونکہ آپ ان کی صلب میں مخفی تھے تو وہ کیسے جلتے (پھر آگے اسی طرح آپ منتقل ہوتے رہے) یہاں تک کہ آپ کا خاندانی شرف جو کہ (آپ کی فضیلت پر) شاہد و ظاہر ہے اولاد خندف میں سے ایک ذروہ عالیہ پر جا گزیں ہوا جس کے تحت میں اور حلقے (یعنی دوسرے خاندان مثل درمیانی حلقوں کے) تھے (خندف لقب ہے آپ کے جد بعید مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا یعنی ان کی اولاد میں سے آپ کے خاندان اور دوسرے خاندانوں میں باہمی وہ نسبت تھی جیسے پہاڑ میں اوپر کی چوٹی اور نیچے کے درمیانی درجوں میں ہوتی ہے اور نطق یعنی اوساط کی قید سے اشارہ اس طرف ہے

کہ غیر اولاد خندف کو ان سب کے سامنے بالکل نشیب کی نسبت درجات جبل کے ساتھ ہے) اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے رستوں کو قطع کر رہے ہیں۔

فائدہ...... ظاہر ہے کہ جنت کے سایوں میں ہونا اور کشتی نوح میں ہونا اور نار خلیل میں ہونا یہ قبل ولادت جسمانیہ ہے پس یہ سب حالات روح مبارک کے ہوئے کہ عبارت ہے نور سے اور ظاہر ان مراتب میں صرف آپ کا وجود بالقوۃ مراد نہیں ہے جو مرتبہ وجود مادہ کا ہے کیونکہ یہ وجود تو تمام اولاد آدم ونوح وابراہیم علیہم السلام میں مشترک ہے پھر آپ کی تخصیص کیا ہوئی اور مقام مدح مقتضی ہے ایک گونہ اختصاص کو پس یہ قرینہ غالبہ ہے کہ یہ مرتبہ وجود کا اوروں کے وجود سے کچھ ممتاز تھا مثلاً یہ کہ اس جزو مادی کے ساتھ علاوہ تعلق روح آباء کے خود آپ ﷺ کی روح کو بھی کوئی خاص تعلق ہو۔ یہ تو قرینہ عقلیہ ہے۔ اور نقلی قرینہ خود ان اشعار میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا سوزش سے محفوظ رہنا مسبّب بتایا گیا ہے آپ کے ورود فرمانے سے سو اگر اس جزو مادی کے ساتھ آپ کی روح کا کوئی خاص تعلق نہ مانا جاوے تو اس جزو کے وارد فی النار ہونے کے کیا معنی کیونکہ ورود کے معنی لغوی مقتضی ہیں وارد کے خارج ہونے کو اور جزو کو داخل کہا جاتا ہے وارد نہیں کہا جاتا پس یہ امر خارجی آپ کی روح مبارک ہے جس کا تعلق اس جزو مادی سے ہے کہ مجموعہ جزو اور روح کا بوجہ ترکیب من الداخل والخارج ہوگا پس اس تقریر پر ان اشعار سے یہ تطورات آپ کے نور مبارک کے لئے ثابت ہو گئے اور چونکہ حضور اقدس ﷺ نے ان اشعار پر سکوت فرمایا اس لئے حدیث تقریری سے ان کے مضامین کا صحیح اور حجت ہونا ثابت ہو گیا۔

(بحوالہ العطور المجموعہ ونشر الطیب) (از افادات حضرت تھانویؒ)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اکرم ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائے، اور آپ ﷺ کی تمام تعلیمات پر دل وجان سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العٰلمین

خصوصیت نمبر۲

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت اور بچپن کی شان سب انبیاء سے نرالی ہے

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی یہ دوسری خصوصیت شروع کی جارہی ہے جس کا عنوان ہے ''رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت اور بچپن کی شان سب انبیاء سے نرالی ہے'' بحمد اللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کو ترتیب دیتے وقت بھی اللہ تعالیٰ نے عین روضہ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائی، کہ صاحبِ خصوصیت میرے سامنے اپنے مقدس روضہ مبارک میں آرام فرما ہیں اور میں حضور ﷺ کی اس عظیم خصوصیت کو ترتیب دے رہا ہوں، بے شک یہ میرے لئے ایک بہت بڑی سعادت ہے جسکے لئے میں اپنے اللہ کا دل سے شکر گزار ہوں۔

بہرحال محترم قارئین! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے حضور ﷺ کی دیگر تمام خصوصیات کی طرح ولادت و بچپن کی یہ عظیم خصوصیت بھی بڑی عظیم اور بلند و بالا ہے۔ جیسا کہ آپ آنے والے اوراق میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ حضور ﷺ کی ولادت اور بچپن سے متعلق ایسے ایسے عظیم واقعات ملتے ہیں کہ انسان کی عقل حیرت میں آجاتی ہے جبکہ دیگر انبیاء سے متعلق ایسے واقعات نہیں ملتے اور اگر کسی نبی مثلاً حضرت عیسیٰ وغیرہ سے متعلق کچھ بچپن کے معجزات تاریخ میں ملتے ہیں تو وہ کچھ اور چند ہیں لیکن ہمارے نبی ﷺ کی ولادت اور بچپن کے بے شمار واقعات ہیں تو معلوم ہوا کہ اس خصوصیت کے لحاظ سے بھی ہمارے نبی ﷺ تمام انبیاء کرامؑ پر فائق ہیں لیکن واضح رہے کہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دیگر انبیاء کرامؑ بھی اپنی جگہ پر افضل و اعلیٰ ہیں اور ان سب پر ایمان لانا ہمارا فرض ہے لیکن درجے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے خود ہمارے نبی ﷺ کو سب سے اونچا درجہ عطا فرمایا۔

بہر حال آنے والے اوراق میں تفصیل کے ساتھ حضور ﷺ کی ولادت اور بچپن کے واقعات پیش کئے جا رہے ہیں بے شک ان کے مطالعہ سے ہمارے ایمان میں اضافہ اور ہماری حضور ﷺ سے محبت کو جلا ملے گی، انشاء اللہ۔ دعا گو ہوں کہ یا خداوند قدوس روضہ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھ کر کی جانے والی میری اس کاوش کو مقبول و منظور فرما اور اگر حضور ﷺ کی شان میں کوئی کمی کوتاہی ہوگئی ہو تو معاف فرما، آمین یارب العالمین۔

رسول اکرم ﷺ کی ولادت اور بچپن کے مثالی واقعات

رسولِ اکرم ﷺ کی مبارک ذات کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ربوبیت کا اقرار کرا کر عبدیت کاملہ اور پھر رسالت سے سرفراز فرمایا جب انسانوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمانا چاہا تو روح مبارک کو بشریت کا جامہ پہنا کر اور بشری لوازمات (ماسوئی ایسی باتوں کے جو شان نبوت کے منافی ہیں) کے ساتھ ایسے خصائل سے نوازا کہ خدائی مخصوص صفات مثلاً الوہیت، ربوبیت، صمدیت، یکتائی اور کبریائی کے علاوہ جو صفات و کمال کسی بشر کو عطا کی جا سکتی تھیں ان سب کو جسد اطہر میں ودیعت رکھ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالات اور محاسن کا مظہر بنا کر بشری نظام کے مطابق پیدا فرمایا۔ لیکن بشر ہونے کے باوجود مافوق البشر خصوصیات بھی عطا کیں جس کے متعلق کسی نے آپ ﷺ کی شان میں کیا خوب کہا۔

انما محمد بشر لیس کالبشر   بل هو یاقوت و الناس کالحجر

یعنی رسولِ اکرم ﷺ بشر تو ہیں مگر اور انسانوں کی طرح نہیں بلکہ آپ ایسے ہیں جیسے پتھروں میں یاقوت ہوتا ہے۔ حقیقت تو یاقوت کی بھی پتھر کی ہے۔ مگر اس میں اور دوسرے پتھروں میں ایسا زمین آسمان کا فرق ہے کہ اس فرق پر نظر کر کے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر نہیں کچھ اور چیز ہے پس یاقوت کا کمال یہی ہے کہ وہ پتھر ہو کر ایسا قیمتی اور خوش نما ہے، اگر پتھر نہ ہوتا، سونا ہوتا تو کوئی عجیب بات نہ تھی۔

اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ کا کمال یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ انسان ہو کر سب انسانوں

سے اس طرح بڑھے ہوئے ہیں اور ایسے خصائص رکھتے ہیں جس کی مثال ساری کائنات میں نہیں ملتی۔ بے شک رسولِ اکرم ﷺ کی کما حقہ تعریف سے زبانیں عاجز ہیں، آخر میں سب کو یہی کہنا پڑتا ہے۔

''بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر......''

اگر بشر کے بجائے فرشتہ ہوتے تو بعض خصائص کے لحاظ سے مثلاً معراج وغیرہ میں کچھ کمال نہ تھا۔ بندہ کے خیال میں اگر شاعر حجر اسود کو شعر میں لا سکتا تو زیادہ اچھا ہوتا کہ وہ قیمت اور محبوبیت میں لاکھوں یاقوتوں سے بڑھ کر ہے۔ اس کو ''یمین اللہ'' کہا گیا ہے۔ حالانکہ وہ بھی ایک پتھر ہے، اور رسولِ اکرم ﷺ انسانوں میں حبیب اللہ ہیں، اگر کوئی دوسرے انسانوں کے برابر کہے تو کفر ہے۔

ہر نبیؑ کو بشر ہونے کے باوجود مافوق البشر خصوصیات عطا کی جاتی ہیں، بالفاظ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ: ''جس طرح ہمارا نفس اور ہماری روح یا ہمارے جسم کی پراسرار مخفی قوت ہمارے قالب خاکی پر حکمران اور ہمارے اعضاء اور جوارح اس کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح نبوت کی روح اعظم اذن الٰہی سے سارے عالم جسمانی پر حکمران ہو جاتی ہے اور روحانی دنیا کے سنن واصول عالم جسمانی کے قوانین پر غالب آجاتے ہیں، اس لئے وہ چشم زدن میں فرش زمین سے عرش بریں تک عروج کر جاتی ہے، سمندر اس کی ضرب سے تھم جاتا ہے، چاند اس کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اس کے ہاتھوں کی دی ہوئی چند روٹیاں ایک عالم کو سیر کر دیتی ہیں، اس کی انگلیاں پانی کی نہریں بہا دیتی ہیں۔ اس کے نفس پاک سے بیمار تندرست ہو جاتے ہیں اور مردے جی جاتے ہیں، وہ تنہا مٹھی بھر خاک سے پوری فوج کو تہ وبالا کر سکتا ہے۔ کوہ، صحرا، بحر وبر، جاندار اور بے جان سب ہی بحکم الٰہی اس کے آگے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔''

(بحوالہ چیدہ چیدہ از سیرت النبی ج ۳)

فائدہ......قرآن وحدیث اور اجماع امت کی روشنی میں مسلمانوں کا نبوت کے

بارے میں وہی عقیدہ ہے جو سید سلیمان ندویؒ نے بیان فرمایا۔

حضرت نانوتویؒ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں:۔

بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال — بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار

جو دیکھیں اتنے کمال پہ تیری یکسائی — رہے کسی کو نہ وحدت وجود کا انکار

یہ اجتماع کمالات کا تجھے اعجاز — دیا تھا تا نہ کریں انبیاء کہیں تکرار

تو آئینہ ہے کمالات کبریائی کا — وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار

جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسف کا — وہ دلربائے زلیخا تو شاہدِ ستار

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت — نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار

(بحوالہ العطور المجموعہ)

رسول اکرم ﷺ کے توسّل سے بارانِ رحمت کا نزول

رسولِ اکرم ﷺ کے لڑکپن کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ مکہ میں سخت قحط پڑا۔ قریش حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابو طالب قحط سالی سے ہمارا برا حال ہو گیا ہے تم بارش کی دعا مانگو۔ ابو طالب رسولِ اکرم ﷺ اور مکہ کے بہت سے دوسرے لڑکوں کے ساتھ بارش کی دعا کرنے چل پڑے۔

بیت اللہ شریف پہنچ کر وہ اس کی دیوار سے پشت لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ان کی انگلیاں رسولِ اکرم ﷺ نے پکڑیں اور پھر انہوں نے بارش کے لئے دعا کی۔ اسی وقت آسمان پر بادل چھا گئے اور اس زور کا مینہ برسا کہ مکہ کا ہر پرنالہ بہنے لگا۔ شہر میں غلہ کی ارزانی ہو گئی اور مویشیوں کے لئے چارہ کی فراوانی ہو گئی۔ (بحوالہ ابن عساکر)

رسول اکرم ﷺ کا طفولیت میں عدل، نظافت اور حیا

رسولِ اکرم ﷺ پستان راست (دائیں) کا دودھ پیا کرتے تھے اور پستان چپ (یعنی بائیں) اپنے بھائی رضاعی (یعنی حلیمہ کے بیٹے) کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ایسا

عدل رسولِ اکرم ﷺ کی طبیعت میں تھا۔ اور لڑکپن میں کبھی آپ نے بول و براز کپڑے میں نہیں کیا بلکہ دونوں کے وقت مقرر تھے کہ اسی وقت آپ کو رکھنے والے آپ کو جائے ضرورت میں اٹھا کر پیشاب کرادیتے تھے۔ اور کبھی ستر برہنہ نہ ہوتا۔ اور جو کپڑا اتفاقاً اٹھ گیا ہوتا تو فرشتے فوراً ہی ستر کو چھپادیتے تھے۔

ایک بار اپنے بچپن کا واقعہ خود رسولِ اکرم ﷺ نے ذکر فرمایا کہ میں بچوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا اور سب اپنی لنگی اتار کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھے ہوئے تھے، میں نے بھی ایسا ہی کرنا چاہا، (کیوں کہ اتنے بچپن میں انسان مکلّف بھی نہیں ہوتا اور طبعاً وعرفاً بھی ایسے بچے سے اس طرح کا امر خلاف حیا نہیں سمجھا جاتا) دفعتاً (غیب سے) ایک زور دار دھکا لگا اور یہ آواز آئی کہ: ''اپنی لنگی باندھو۔'' پس میں نے فوراً لنگی باندھ لی اور گردن ہی پر پتھر لانے شروع کردیئے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی آمد کے ساتھ ہی مشرق وغرب کی سیر

ابو نعیم عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنی والدہ شفا سے نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ: ''جب حضرت آمنہ سے رسولِ اکرم ﷺ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں میں آئے اور (موافق معمول بچوں کے) رسولِ اکرم ﷺ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا، کہتا ہے کہ ''رحمک اللہ'' (یعنی رسولِ اکرم ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) شفا کہتی ہیں کہ تمام مشرق ومغرب کے درمیان روشنی ہوگئی۔ یہاں تک کہ میں نے روم کے بعضے محل دیکھے پھر میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو دودھ دیا۔

(یعنی اپنا نہیں بلکہ رسولِ اکرم ﷺ کی والدہ کا کیوں کہ شفا کو کسی نے مرضعات میں ذکر نہیں کیا)۔

اور تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ مجھ پر ایک تاریکی اور رعب اور زلزلہ چھا گیا اور رسولِ اکرم ﷺ میری نظر سے غائب ہوگئے۔ سو میں نے ایک کہنے والے کی آواز سنی۔ کہتا

ہے کہ: ''ان کو کہاں لے گئے تھے؟......'' جواب دینے والے نے کہا کہ: ''مشرق کی طرف۔'' وہ کہتی ہیں کہ اس واقعہ کی عظمت برابر میرے دل میں رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا، اور اول ایمان لانے والوں میں ہوئی۔''

فائدہ......مشرق کے ذکر سے مغرب کی نفی نہیں ہوئی دوسری روایات میں مغارب بھی آیا ہے۔ شائد تخصیص ذکری اس روایت میں بنابر شرف سمت مشرق کے ہے وجہ اس کے کہ وہ مطلع ہے شمس کا جیسا شروع والصّٰفّٰت میں رب المشارق فرمایا گیا ہے۔

(بحوالہ العطور المجموعہ)

رسولِ اکرم ﷺ کا مبارک قدم ہونا

کندیر بن سعیدؒ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں حج کو گیا وہاں میں نے ایک شخص کو طواف کرتے ہوئے دیکھا وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

﴿رُدَّالِیْ رَاکِبِیْ مُحمدًا یارب ردوا صطنع عندی یدا﴾

''پھیر دے میرے محمدؐ کو، اے میرے پروردگار پھیر دے، اور مجھ پر یہ ایک احسان کر دے۔''

میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ (قریش کے سردار) عبد المطلب ہیں۔ انہوں نے اپنے پوتے کو اپنے گم شدہ اونٹ کی تلاش میں بھیجا ہے۔ وہ جب اپنے اس پوتے کو کسی کام کے لئے بھیجتے ہیں، تو وہ کام فوراً ہو جاتا ہے۔ اب کی بار تھوڑی دیر ہو گئی اسی لئے وہ یہ دعا مانگ رہے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ رسولِ اکرم ﷺ گمشدہ اونٹ کو لے کر واپس تشریف لے آئے۔ عبد المطلب نے رسولِ اکرم ﷺ کو سینہ سے لگا لیا۔

(تاریخ بخاری، بیہقی ابو نعیم، ابن سعد)

پتھروں سے سلام کی آواز

نبی اکرم ﷺ بعثت کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں مکہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں، جو

مجھ کو بعثت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔ میں اب بھی اس کو پہچانتا ہوں (یعنی دیکھ کر بتا سکتا ہوں)۔ (صحیح مسلم، مسند احمد حنبل)

رسولِ اکرم ﷺ کا اول کلام

بیہقی اور ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ کہتی تھیں کہ انہوں نے جب رسولِ اکرم ﷺ کا دودھ چھڑایا تھا تو رسولِ اکرم ﷺ نے دودھ چھوڑنے کے ساتھ ہی سب سے اول جو کلام فرمایا ہے وہ یہ تھا۔

"**الله اکبر کبیرا والحمد لله کثیراً وسبحان الله بکرة واصیلاً۔**"

جب رسولِ اکرم ﷺ سیانے ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے تھے۔ (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے) (کذا فی المواہب)

رسولِ اکرم ﷺ کا بے ستری میں غش کھا کر گر جانا

رسولِ اکرم ﷺ کا بچپن کا واقعہ ہے کہ اہل مکہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی، اس کام میں سبھی شرفائے مکہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کے بچے بھی اینٹیں ڈھوڈھو کر لاتے تھے۔ اور رسولِ اکرم ﷺ بھی ان بچوں میں شامل تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ اس موقع پر ننھے محمدؐ صرف تہبند باندھے ہوئے تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے کہا کہ اے بھتیجے! اپنا تہبند کھول کر کاندھے (یا گردن) پر رکھ لو، تاکہ پتھر کی رگڑ سے کندھے (یا گردن) پر خراش نہ آئے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا، اسی وقت رسولِ اکرم ﷺ بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش آیا تو رسولِ اکرم ﷺ کی زبان پر یہی الفاظ تھے: "میرا تہبند، میرا تہبند......" لوگوں نے فوراً رسولِ اکرم ﷺ کا تہبند کمر سے باندھ دیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ کے چچا ابوطالب نے آپ سے پوچھا کہ اے بھتیجے! تہبند کھولنے پر تجھے غش کیوں آ گیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے ایک سپید پوش آدمی نظر آیا جو کہہ رہا تھا، محمدؐ! اپنے ستر کو چھپا۔" (یا ستر پوشی کر)۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند بیہقی ابونعیم)

سلطنت شام وفارس کے زوال کے نشانات کا ظہور

اور منجملہ رسول اکرم ﷺ کے عجائب ولادت کے یہ عجیب قسم کے واقعات روایت کئے گئے ہیں:۔قیصر وکسریٰ کے محل میں زلزلہ پڑنا اور اس سے چودہ کنگروں کا گر پڑنا، اور بحیرہ طبریہ کا دفعتہً خشک ہو جانا اور فارس کے آتش کدہ کا بجھ جانا جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا کہ کبھی نہ بجھا تھا۔ اس کو بیہقی نے اور ابو نعیم نے اور خرائطی نے ہواتف میں اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

فائدہ. یہ واقعات اشارہ ہیں زوال سلطنت فارس وشام کی طرف۔ (واللہ اعلم)

بت خانوں سے غیبی آوازیں

کتب احادیث میں متعدد روایات ایسی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے لوگوں نے بت خانوں سے غیبی آوازیں سنی کہ اب نبی آخر الزمان کا ظہور ہو چکا ہے اور بت خانوں کی بربادی کے دن قریب ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری میں حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ:

ایک روز میں (زمانہ جہالت میں) بتوں کے پاس سویا ہوا تھا کہ ایک شخص گائے کا بچہ لے کر آیا اور بتوں کے سامنے اس کی قربانی کی، یکا یک اس بچھڑے کے پیٹ کے اندر سے بڑے زور سے چیخنے کی آواز آئی: ﴿یا جلیج امر نجیح رجل فصیح یقول لا اله الا اللـه﴾ ”اے جلیج یہ امر نجات دینے والا ہے ایک فصیح مرد کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔“ لوگ یہ دہشت ناک اور پراسرار آواز سن کر بھاگ کھڑے ہوئے، یہی آواز دوبارہ آئی اور پھر تیسری مرتبہ یہی آواز بلند ہوئی، اس واقعہ کے تھوڑی ہی مدت بعد میں نے سنا کہ محمد بن عبداللہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اور وہ ”لا اله الا الله“ کہتے ہیں۔ (صحیح بخاری)

پنگھوڑے میں انگلی کے اشارے کے موافق چاند کا جھک آنا

بیہقی اور صابونی اور خطیب اور ابن عساکرؒ نے عباسؓ بن عبدالمطلب سے روایت

کی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے اسلام لانے کا باعث ایک علامت آپ کی نبوت کی یہ ہوئی کہ میں نے آپ کو مہد میں (یعنی پنگھوڑے) میں دیکھا کہ آپ چاند کی طرف انگلی کر کے اشارہ کرتے تھے، ادھر ہی چاند جھک جاتا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے باز رکھتا تھا۔ اور میں اس کے گرنے کی آواز سنتا تھا جب کہ وہ عرش کے تلے سجدے کے واسطے گرتا تھا۔'' (ف) صابونی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث باب معجزات میں حسن ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی برکت سے حلیمہ سعدیہ کے بخت جاگ اٹھے

حضرت حلیمہؓ سے روایت ہے کہ میں (طائف سے) بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی (اس قبیلے کا یہی کام تھا) اور اس سال قحط تھا میری گود میں ایک بچہ تھا مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہوتا رات بھر اس کے چلانے سے نیند نہ آتی اور نہ ہماری اونٹنی کے دودھ ہوتا میں ایک دراز گوش پر سوار تھی جو غایت لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا ہمراہی بھی اس سے تنگ آ گئے تھے۔

ہم مکہ آئے رسولِ اکرم ﷺ کو جو عورت دیکھتی اور سنتی کہ رسولِ اکرم ﷺ یتیم ہیں کوئی قبول نہ کرتی (کیوں کہ زیادہ انعام و کرام کی توقع نہ ہوتی) اور ادھر ان کو دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ مل سکا۔ میں نے شوہر سے کہا یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں خالی جاؤں، میں تو اس یتیم کو لاتی ہوں۔ شوہر نے کہا: ''بہتر شائد اللہ تعالیٰ برکت کرے۔''

غرض میں رسولِ اکرم ﷺ کو لے آئی۔ جب اپنی رہائش گاہ پر لائی گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر اترا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور آسودہ ہو کر سو گئے اور میرے شوہر نے اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا ہوا تھا۔ غرض اس نے دودھ نکالا اور ہم سب نے خوب سیر ہو کر پیا اور رات بڑے آرام سے گزری اور اس سے قبل سونا میسر نہیں ہوتا تھا۔ شوہر کہنے لگے اے حلیمہ تو تو بڑی

برکت والے بچہ کولائی ہے۔ میں نے کہا: ''ہاں مجھ کو بھی یہی امید ہے۔'' پھر ہم مکہ سے روانہ ہوئے اور میں رسولِ اکرم ﷺ کو لے کر اسی دراز گوش اونٹنی پر سوار ہوئی، پھر تو اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو پکڑ نہ سکتی تھی، میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ حلیمہ! ذرا آہستہ چلو۔ یہ وہی تو ہے جس پر تم آئی تھیں۔ میں نے کہا: ''ہاں وہی ہے۔'' وہ کہنے لگیں کہ بیشک اس میں کوئی بات ضرور ہے۔ پھر ہم اپنے گھر پہنچے، اور وہاں سخت قحط تھا سو میری بکریاں دودھ سے بھری آتیں، اور دوسروں کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ نہ ملتا۔

میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہاں ہی سے چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں، مگر جب بھی وہ جانور خالی آتے، اور میرے جانور دودھ سے بھرے ہوئے آتے۔ (کیوں کہ چراگاہ میں کیا رکھا تھا؟ وہ تو بات ہی اور تھی) غرض ہم برابر خیر و برکت کا مشاہدہ کرتے رہے، یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے رسولِ اکرم ﷺ کا دودھ چھڑایا اور آپ ﷺ کا نشو نما اور بچوں سے بہت زیادہ تھا یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے تھے۔

پھر ہم آپ ﷺ کو لے کر آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لے آئے۔ مگر آپ ﷺ کی برکت کی وجہ سے ہمارا یہ ہی جی چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اور رہیں۔ اس لئے آپ ﷺ کی والدہ سے اصرار کر کے وباء مکہ کے بہانے سے پھر سے اپنے ہی گھر میں لے آئے تھے۔

خانہ کعبہ سے نور معمور ہو گیا ستارے زمین کے قریب آ گئے

عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ ام عثمان ثقفیہ سے جن کا نام فاطمہ بنت عبداللہ ہے، روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ جب رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو رسولِ اکرم ﷺ کی تولید کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آ گئے کہ مجھے گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

فائدہ...... اگر رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت رات کے وقت ہوئی ہو جیسا کہ ایک قول

ہے تب تو اس اخیر کے واقعہ میں کوئی تردد ہی نہیں اور اگر دن میں ہوئی جیسا کہ ایک قول ہے تو ستاروں کے نظر آنے کو بھی ایک خرق عادت کہا جاوے گا یہ سہل ہے کہ صبح صادق کے وقت رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت کو کہا جاوے تو اس وقت ستارے بھی نمایاں ہوتے ہیں اور اس کو عوام رات سے اور خواص دن سے تعبیر کرتے ہیں پس دونوں قول متطابق بھی ہو جائیں گے، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

مہر نبوت دیکھ کر یہودی کا بیہوش ہوکر گر پڑنا

یعقوب بن سفیانؒ باسناد حسن حضرت عائشہؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک یہودی مکہ مکرمہ میں تجارت کی غرض سے رہتا تھا۔ جس شب رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی تو ایک مجلس میں قریش سے دریافت کیا کہ: ''کیا اس قریش کے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟'' قریش نے کہا، ہمیں معلوم نہیں ہے۔ یہودی نے کہا کہ: ''اچھا ذرا تحقیق کر کے آؤ، آج کی شب اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت (یعنی مہر نبوت) ہے۔ وہ دو رات تک دودھ نہیں پیئے گا۔ اس کے منہ پر ایک جنی نے انگلی رکھی ہوئی ہے۔'' لوگوں نے فوراً مجلس سے اٹھ کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس یہودی نے کہا کہ مجھے چل کر دکھاؤ۔ یہودی نے جا کر دیکھا اور دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی تو فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو کہنے لگا کہ:۔ نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی۔ اے قریش واللہ یہ مولود تم پر ایک ایسا حملہ کرے گا کہ جس کی خبر مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل جائے گی۔ (حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند حسن ہے)۔ (بحوالہ سیرتِ نبویؐ کے درخشاں پہلو)

رسول اکرم ﷺ کو جاہلیت کی باتوں سے محفوظ رکھا گیا

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''ایک دفعہ رات کو میں نوجوان گڈریوں کے ساتھ مکہ معظمہ سے باہر تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ شہر

کے اندر جا کر دوستوں کی مجلس میں بیٹھ جاؤں، اس ارادے سے مکہ کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں شادی کی ایک محفل نظر آئی اسے دیکھنے کھڑا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے یکا یک مجھ پر نیند طاری کردی اور میں اس وقت تک سویا رہا جب تک کہ سورج نہ نکل آیا۔

ایک اور موقع پر مجھے ایسا ہی ایک خیال آیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نیند طاری کردی اس کے بعد کبھی میرے دل میں ایسا خیال نہ گزرا، اور یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مبعوث فرما دیا۔ (بیہقی)

اور حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ صحابہؓ نے ایک بار رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا اے رسولِ اکرم ﷺ کیا آپ بعثت سے قبل کبھی عورتوں کے کھیل تماشہ میں شریک ہوئے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "نہیں" (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسولِ اکرم ﷺ (بعثت سے پہلے) اپنے چچازاد بھائیوں کے ساتھ اساف بت کے پاس کھڑے تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ خانہ کعبہ کی پشت کی طرف دیکھتے رہے پھر وہاں سے تشریف لے گئے۔ رسولِ اکرم ﷺ کے چچازاد بھائیوں نے رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا۔ اے محمد تجھے کیا ہوگیا تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے اس بت کے پاس کھڑے ہونے سے منع کیا گیا تھا۔" (ابن عساکر)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا: "اے رسولِ اکرم ﷺ کیا بعثت سے قبل آپ نے کبھی بتوں کی پوجا کی؟" رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "نہیں" صحابہؓ نے پوچھا: "یا رسول اللہ ﷺ آپ نے کبھی شراب پی؟" (یعنی شراب کے حرام ہونے سے پہلے)۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہرگز نہیں اس لئے کہ میں جانتا تھا کہ جو شخص بت پرستی اور شراب نوشی کا مرتکب ہوتا ہے وہ کفر کا مرتکب ہوتا ہے، اور مجھے اس وقت تک کتاب اللہ عطا نہیں ہوئی تھی۔" (بحوالہ ابونعیم)

رسولِ اکرم ﷺ کے صغرسنی میں انگلی کے اشارے سے پانی برسنا

ابن عساکر نے حلیمہ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے کہ میں مکہ معظمہ پہنچا اور وہ لوگ سخت قحط میں تھے، قریش نے کہا:۔اے ابوطالب! چلو پانی کی دعامانگو۔

ابوطالب چلے اوران کے ساتھ ایک لڑکا تھا، جواس قدرحسین تھا جیسے بدلی میں سے سورج نکل آیا ہو۔(یہ لڑکا رسولِ اکرم ﷺ تھے جو اس وقت ابو طالب کی پرورش میں تھے۔)ابوطالب نے ان صاجبزادے کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی اورصاجبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا اور آسمان میں کہیں بدلی کا نشان نہ تھا،سب طرف سے بادل آنا شروع ہوئے اور خوب پانی برسا اور یہ واقعہ آپ ﷺ کی صغرسنی میں ہوا۔

اور ایک مرتبہ رسولِ اکرم ﷺ ابوطالب کے ساتھ بارہ برس کی عمر میں سفرتجارت پر شام کو گئے راہ میں بحیرہ راہب نصاریٰ کے پاس اتفاقاً قیام ہوا۔راہب نے رسولِ اکرم ﷺ کوعلامت نبوت سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی اور ابوطالب سے کہا کہ یہ پیغمبر سب عالموں کے سردار ہیں،اور اہل کتاب اور یہوداورنصاریٰ ان کے دشمن ہیں ان کوملک شام میں نہ لے جاؤ،مبادا ان کے ہاتھ سے ان کوگزند پہنچے سوابوطالب نے مال تجارت وہیں بیچا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ کو پھر آئے۔سیرت ابن ہشام میں یہ قصہ بہت مفصل ومبسوط ہے،تفصیل کے لئے وہاں مراجعت کی جاسکتی ہے۔

علماء یہود کا اپنے علم وحساب سے ولادت شریفہ کی خبردینا

بیہقی اورابونعیم نے حضرت حسان بن ثابتؓ سے نقل کیا ہے کہ میں سات آٹھ برس کا تھا،اور دیکھی سنی باتوں کو سمجھتا تھا۔ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے یکا یک چلانا شروع کردیا:''اے یہود کی جماعت سنو!......''سب جمع ہوگئے اور میں بھی سن رہا تھا۔کہنے لگے تجھ کو کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا:''احمد(رسولِ اکرم ﷺ) کا وہ ستارا آج شب میں طلوع ہوگیا۔'' (جس کی ساعت میں رسولِ اکرم ﷺ پیدا ہونے والے تھے)۔سیرۃ ابن ہشام میں یہ بھی ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب اکسیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان بن

ثابت سے پوچھا کہ: ''جب آپ ﷺ مدینہ میں تشرف لائے تو حسان بن ثابت کی کیا عمر تھی؟'' انہوں نے کہا: ''ساٹھ سال کی تھی'' اور آپ ﷺ ترپن سال کی عمر میں تشریف لائے ہیں۔ تو اس حساب سے حسان بن ثابتؓ (رسولِ اکرم ﷺ سے عمر میں سات سال بڑے ہوئے تو انہوں) نے یہودی کا یہ مقولہ سات سال کی عمر میں سنا تھا۔

رسولِ اکرم ﷺ کی شب ولادت میں ستاروں کا جھک آنا

بیہقی نے فاطمہ بنت عبداللہ والدۂ عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت کی ہے کہ میں بوقت ولادت رسولِ اکرم ﷺ کے حاضر تھی، سو جب رسولِ اکرم ﷺ پیدا ہوئے میں نے دیکھا کہ سارا گھر نور سے بھر گیا اور میں نے دیکھا کہ ستارے قریب ہو گئے تھے اور لٹک آئے تھے، یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ یہ گر پڑیں گے۔

حضرت آمنہ کا گھر نور سے بھر گیا اور آسمان کے ستارے زمین کے قریب ہو گئے

اور طبرانی میں روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ بن ابی العاص بیان کرتے ہیں کہ جس رات رسولِ اکرم ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اس رات میری والدہ حضرت آمنہؓ کے گھر پر تھیں۔ میری ماں نے ہمیں بتایا کہ آمنہ کا گھر نور سے بھر گیا، اور جب میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو ستارے اس قدر قریب نظر آئے کہ تو میں ڈری کہ کہیں یہ ہم پر نہ گر پڑیں۔ جس وقت آپ ﷺ کی ولادت ہوئی سارا مکان نور سے بھر گیا۔ (طبرانی)

حضرت حلیمہ کے گھر میں خیر و برکت

جس وقت حضرت حلیمہ نے رسولِ اکرم ﷺ کو دودھ پلانے کے لئے لیا تو ان کے گھر میں بڑا افلاس تھا۔ مویشی سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے اور حلیمہؓ کا خاندان دودھ کو ترستا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو کثیر خیر و برکت عطا فرمائی ان کے تمام مویشی دودھ دینے لگے اور حلیمہؓ کا خاندان آسودہ حال ہو گیا۔ (طبرانی)

حمل سے والدہ ماجدہ کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور نہ کوئی کرب ہوا

نیز رسولِ اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے (کسی عورت کا) کوئی حمل نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ سبک اور سہل ہو۔

ف...... محاورہ میں اس عبارت کے معنی مساواۃ کی بھی نفی ہوتی ہے۔ سبک یہ کہ گراں نہ تھا، اور سہل یہ کہ اس میں کسی قسم کی تکلیف غثیان یا کسل یا اختلال جوع (متلی سستی بھوک کی کمی) وغیرہ نہ تھی، اور شامہ میں ہے کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ ثقل ہوا جس کی شکایت عورتوں سے کی، حافظ ابونعیم نے کہا ثقل ابتداء علوق (یعنی حمل) میں تھا پھر وقت استقرار حمل کے خفت ہوگئی ہر حال میں یہ حمل عادت معروف سے خارج تھا۔ (نشر الطیب)

یارب صل وسلم دائماً ابدا　　　علی حبیب من زانت به العصر

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت سے پہلے حضرت آمنہ کا خواب

حضرت عرباضؓ بن ساریہ سے روایت ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں خدا کا بندہ اور خاتم الانبیاء اس وقت سے ہوں جب میرا باپ (حضرت آدمؑ) آب گل میں تھا۔ میں اس کی تفصیل بتاتا ہوں، میں اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی دعا، حضرت عیسیٰؑ کی بشارت اور اپنی ماں آمنہ کا خواب ہوں۔ اور اسی طرح پیغمبروں کی مائیں خواب دیکھا کرتی ہیں۔''

حضرت عرباضؓ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ نے رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت کے وقت ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک نور ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے ہیں جنابِ رسولِ اکرم ﷺ نے اسی خواب کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا تھا۔ (مسند ابن حنبل)

رسولِ اکرم ﷺ کے صغرسنی میں کرامات و برکات

رسولِ اکرم ﷺ جب ابو طالب کی کفالت و تربیت میں تھے۔ تو جب آپ ﷺ ان کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے تو سب شکم سیر ہو جاتے اور جب رسولِ اکرم ﷺ نہ کھاتے تو وہ بھی بھوکے رہتے۔

رسول اکرم ﷺ کے قلب اطہر میں عالم ملکوت و عالم لاہوت کے مشاہدہ کی طاقت کا بھرنا

محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (پہلے شق صدر کے بعد کا واقعہ) مرفوعاً کا ذکر کیا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان دو سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ رسولِ اکرم ﷺ کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، چنانچہ وزن کیا گیا تو میں بھاری نکلا، پھر اسی طرح سو کے ساتھ پھر ہزار کے ساتھ وزن کیا پھر کہا کہ بس کرو ،واللہ اگر رسولِ اکرم ﷺ کو ان کی تمام امت سے وزن کرو گے تب بھی یہی وزنی نکلیں گے۔

فائدہ...... اس جملہ میں آپ ﷺ کو بشارت سنا دی گئی کہ آپ ﷺ نبی ہونے والے ہیں۔ اور شق صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا ایک تو یہی جو مذکور ہوا، دوسری بار بعمر دس سال یہ صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار وقت بعثت کے بماہ رمضان غار حرا میں ہوا۔ چوتھی بار معراج میں اور پانچویں بار ثابت نہیں مزید تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے تفسیر سورہ الم نشرح میں اس کے متعلق نکتہ لکھا ہے کہ پہلی بار کا شق کرنا اس لئے تھا کہ رسولِ اکرم ﷺ کے دل سے حب لہو ولعب جو لڑکوں کے دل میں ہوتی ہے نکال ڈالیں۔ اور دوسری بار اس لئے کہ جوانی میں رسولِ اکرم ﷺ کے دل میں رغبت ایسے کاموں کی جو بمقتضائے جوانی خلاف مرضی الٰہی سرزد ہوتی ہیں نہ رہے۔ اور تیسری بار اس لئے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے دل کو طاقت مشاہدہ عالم ملکوت اور لاہوت کی ہو۔

رسولِ اکرم ﷺ پر بچپن میں بادل سایہ کرتے تھے

ابن سعد اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہؓ آپ ﷺ کو کہیں دور نہ جانے دیا کرتیں، ایک بار ان کو کچھ خبر نہ ہوئی آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مواشی کی طرف چلے گئے، حضرت حلیمہؓ آپ ﷺ کی تلاش میں نکلیں یہاں تک کہ آپ ﷺ کو بہن کے ساتھ پایا کہنے لگیں اس گرمی میں (ان کو لائی

ہو) بہن کہنے لگی اماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جوان پر سایہ کئے ہوئے تھا، جب ہم ٹھہر جاتے تو وہ بھی ٹھہر جاتا تھا۔ جب چلنے لگتے تو وہ بھی چلنے لگتا تھا یہاں تک اسی طرح پہنچ گئے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت سے پہلے حضرت عبدالمطلب کا خواب

رسولِ اکرم ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کا بیان ہے کہ ان کے والد عبدالمطلب نے انہیں بتایا کہ ایک دفعہ میں مقام حجر میں سو رہا تھا، کہ میں نے ایک خواب دیکھا، خواب میں دیکھا کہ:۔ایک درخت اگا اور اس کی چوٹی آسمان تک پہنچ گئی، اور اس کی شاخیں مشرق سے مغرب تک پھیل گئیں، اسی کے ساتھ میں نے ایک نور دیکھا جو سورج سے ستر گناہ بڑا تھا تمام عرب وعجم اس نور کے سامنے سجدہ ریز تھے، کبھی یہ نور چھپ جاتا اور کبھی پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہو جاتا۔ میں نے قریش کے کچھ لوگوں کو اس درخت کی شاخوں سے لٹکے ہوئے دیکھا اور قریش کے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ اس درخت کی جڑوں پر کلہاڑا چلانے کا قصد کر رہے ہیں، جب وہ اس درخت کے قریب گئے تو ایک شکیل اور وجیہہ نوجوان نمودار ہوا اس نے ان لوگوں کو پکڑ کر ان کی کمر توڑ ڈالی اور آنکھیں نکال دیں، میں بھی اس درخت کا کچھ حصہ لینا چاہتا تھا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ میں نے پوچھا: ''یہ درخت کن لوگوں کے لئے ہے؟...... '' مجھے بتایا گیا کہ: ''یہ درخت ان لوگوں کے لئے ہے، جو لوگ اس درخت کی شاخوں کو پکڑ کر لٹکے ہوئے ہیں۔'' اس وقت میری آنکھ کھل گئی، خوف وہیبت سے میرا جسم لرز رہا تھا، میں اسی وقت قریش کے ایک کاہنہ کے پاس گیا اور اس کے سامنے اپنا خواب بیان کیا ، وہ کہنے لگی کہ اگر یہ خواب سچا ہے تو تیرے صلب سے کوئی ایسا شخص پیدا ہوگا جو مشرق اور مغرب کا مالک ہوگا اور مخلوق خدا اس کی اطاعت کرے گی۔ ابو طالب کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے کہا شاید وہ شخص تو ہی ہے۔ لیکن خدا کی قسم وہ درخت ابوالقاسم (رسولِ اکرم ﷺ کی کنیت) ہے۔ (بحوالہ ابونعیم)

رسول اکرم ﷺ کی ولادت پر نامور ادیبوں کا خراج تحسین

محترم قارئین مندرجہ بالا واقعات کے بعد اب ذیل میں مختلف علماء و نامور ادیبوں کی تحریروں سے اخذ کر کے آپ ﷺ کی ولادت کی انوکھی اور نرالی شان کو بیان کیا جا رہا ہے جو کہ انشاء اللہ ایمان میں اضافے کا سبب ہوگا۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے:۔

رسول اکرم ﷺ کی ولادت پر قیصر و کسریٰ کے خود ساختہ نظاموں میں زلزلہ

انسانیت ایک سرد لاشہ تھی جس میں کہیں روح کی تپش، دل کا سوز اور عشق کی حرکت باقی نہیں تھی۔ انسانیت کی سطح پر خودرو جنگل اگ آیا تھا، ہر طرف جھاڑیاں تھیں۔ جن میں خونخوار درندے اور زہریلے کیڑے تھے۔ یا ہر طرف دلدلیں تھی، جن میں جسم سے چمٹ جانے والی اور خون چوسنے والی جونکیں تھیں۔ اس جنگل میں ہر طرح کا خوفناک جانور، شکاری پرندہ اور ہر قسم کی جونک پائی جاتی تھی۔ لیکن آدم زادوں کی اس بستی میں کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا۔

دفعتاً انسانیت کے اس سرد جسم میں گرم خون کی ایک لہر دوڑی۔ نبض میں حرکت اور جسم میں جنبش پیدا ہوئی۔ جن پرندوں نے اس کو مردہ سمجھ کر اس کے بے حس جسم کی ساکن سطح پر بسیرہ کر رکھا تھا۔ ان کو اپنے گھر ہلتے ہوئے اور اپنے جسم لرزتے ہوئے محسوس ہوئے۔ قدیم سیرت نگار اس کو اپنی خاص زبان میں یوں بیان کرتے ہیں کہ کسریٰ شاہ ایران کے محل کے کنگرے گرے اور آتش فارس ایک دم بجھ گئی۔

زمانہ حال کا مورخ اس کو اس طرح بیان کرے گا کہ انسانیت کی اس اندرونی حرکت سے اس کی بیرونی سطح میں اضطراب پیدا ہوا۔ اس کی ساکن و بے کسی کا ہر حال لوٹتا اور تنکوں کا ہر گھونسلا بکھرتا نظر آیا۔ زمین کی اندرونی حرکت سے اگر سنگین عمارتیں اور آہنی برج خزاں کے پتوں کی طرح جھڑ سکتے ہیں تو رسولِ اکرم ﷺ کی آمد سے کسریٰ اور قیصر کے خود ساختہ نظاموں میں تزلزل کیوں نہیں ہوگا۔

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت پر عروس کائنات کی مانگ میں موتی بھر گئے

رات ''لیلۃ القدر'' بنی ہوئی نکلی اور ''خیر من الف شہر'' کی بانسری بجاتی ہوئی پوری دنیا میں پھیل گئی۔ موکلان شب قدر نے ''تَنَزَّلُ الملآئکۃُ والرُّوحُ فِیھا'' کی شہنائیاں شام سے بجانی شروع کر دیں۔ حوریں ''باذن ربھم'' کے پروانے ہاتھوں میں لے کر فردوس سے چل کھڑی ہوئیں اور ''ھِیَ حتّٰی مَطلَعِ الفَجر'' کی معیادی اجازت نے فرشتگان مغرب کو دنیا میں آنے کی رخصت دے دی۔

تارے نکل آئے اور طلوع ماہتاب سے پہلے عروس کائنات کی مانگ میں موتی بھر کر غائب ہوئے۔ چاند نکلا اور اس نے فضائے عالم کو اپنی نورانی چادر سے ڈھک دیا۔ آسمان پر گھومنے والی قوسیں اپنے آپ مرکز پر ٹھہر گئیں۔ بروج نے سیاروں کے پاؤں میں کیلیں ٹھونک دیں۔ ہوا جنبش سے، افلاک گردش سے، زمین چکر سے، دریا بہنے سے، رک گئے اور کارخانہ قدرت کسی مقدس مہمان کا خیر مقدم کرنے کے لئے رات کے بعد اور صبح سے پہلے بالکل خاموش ہوگیا۔ انتظام واہتمام کی تکان نے چاند کی آنکھوں کو جھپکا دیا، نسیم سحری کی آنکھیں جوش خواب سے بند ہونے لگیں۔

پھولوں میں نکہت، کلیوں میں خوشبو، کونپلوں میں بو محو خواب ہوگئی۔ درختوں کے مشام خوشبوئے اقدس سے ایسے مہکے کہ پتا پتا مخمور ہو کر سربسجود ہوگیا۔ ناقوس نے مندروں میں بتوں کے سامنے، سر جھکانے کے بہانے آنکھ جھپکائی۔ قطرہ قطرہ ایک منٹ کے لئے سربہ زمین ہوگیا، جس کے لئے یہ سب انتظامات تھے۔

فرشتوں کے پرے خوشیوں سے بھرے آسمانوں سے زمین پر اترنے لگے، اور دنیا کے جمود میں ایک بیدار انقلاب پوشیدہ طور پر کام کرتے ہوئے نظر آنے لگا۔ ملہم غیب نے منادی کی کہ افضل البشر، خاتم الانبیاء، سراپردہ لاحوت سے عالم ناسور میں تشریف لانے والے ہیں رات نے کہا: ''میں نے شام سے اک سا انتظار کیا ہے گوہر رسالت کو میرے

دامن میں ڈال دیا جائے۔" دن نے کہا: "میرا رتبہ رات سے بلند ہے مجھے کیوں محروم رکھا جائے۔" دونوں کی حسرتیں قابل نوازش نظر آئیں کچھ حصہ دن کا لیا اور کچھ حصہ رات کا، نور کے تڑکے نور علی نور کی نورانی آوازوں کے ساتھ دست قدرت نے دامن کائنات پر وہ لعل با بہار رکھ دیا اس کے سرسری جلوے سے دنیا بھر کے ظلمت کدے منور اور روشن ہو گئے، سرزمین حجاج جلوہ حقیقت سے لبریز ہوگئی۔

دنیا جو سرور جمود و کیفیت میں تھی ایک دم متحرک نظر آنے لگی۔ پھولوں نے پہلو کھول دیئے کلیوں نے آنکھیں وا کیں، دریا بہنے لگے، ہوائیں چلنے لگیں، آتش کدوں کی آتش سرد ہوگئی، زم خانوں میں خاک اڑنے لگی، لات و منات جبل وعذات کی توقیر پامال ہوگئی قیصر وکسریٰ کے فلک بوس برج گر کر پاش پاش ہو گئے۔

درختوں نے سجدہ شکر سے سر اٹھایا، رات کچھ روٹھی ہوئی سی، چاند کچھ شرمایا ہوا سا، تارے نادم ومحجوب سے رخصت ہوئے اور آفتاب شان وفخر کے ساتھ مسرت ومباہات کے اجالے کئے ہوئے کرنوں کے ہار ہاتھ میں، قرص نور تھال میں، ہزاروں ناز وادا کے ساتھ افق مشرک سے نمایاں ہوا۔ عبداللہ کے گھر میں، آمنہ کی گود میں، عبدالمطلب کے گھرانے، ہاشم کے خاندان میں، اور مکہ کے ایک مقدس مقام میں، خلاصہ کائنات، فخر موجودات، محبوب خدا، امام الانبیاء، خاتم النبین، رحمۃ اللعالمین، یعنی رسولِ اکرم ﷺ تشریف فرما کے عزوجلال ہوئے سبحان اللہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کتنی مقدس تھی، جس نے ایسی سعادت پائی اور پیر کا روز کتنا مبارک تھا جس میں حضورِ نے نزول واجلال فرمایا۔ "فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الخَالِقِين"

(از مولانا ابوالکلام آزاد)

رسول اکرم ﷺ کی ولادت پر کعبہ نور سے معمور ہو گیا

رسولِ اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب سے روایت ہے کہ جب آپ حمل میں آئے تو ان کو خواب میں بشارت دی گئی کہ تم اس امت کے سردار کی حاملہ ہوئی

ہو، جب وہ پیدا ہوں تو یوں کہنا: "اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد " اور اس کا نام "محمدؐ" رکھنا۔ نیز حمل رہنے کے وقت رسولِ اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصریٰ علاقہ شام کے محل ان کو نظر آئے۔

یا رب صل وسلم دائماً ابدا علی حبیبک من زانت به العصر

آمنہ بنت وہب (آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ) کہتی ہیں کہ جب رسولِ اکرم ﷺ میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ زمین پر آئے اور دونوں ہاتھوں پر سہارا دئے ہوئے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے خاک کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ اسی نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ اس نور سے آپ ﷺ کی والدہ نے شام کے محل دیکھے۔ آپ ﷺ نے اسی واقعہ کی نسبت خود ارشاد فرمایا ہے کہ: "ورویا امی التی رات" اور اسی میں یہ بھی ارشاد ہے: "وکذالک امهات الانبياء يريدين" (یعنی انبیاء کی مائیں ایسا ہی نور دیکھا کرتی تھیں۔)

عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ ام عثمان ثقفیہ سے جس کا نام فاطمہ بنت عبداللہ ہے ، کہتی ہیں کہ جب رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو رسولِ اکرم ﷺ کی تولید کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آ گئے کہ مجھے گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

ابونعیم نے عبدالرحمٰن بن عوف ؓ سے روایت کیا ہے اور وہ اپنی والدہ شفا سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت آمنہ سے آپ ﷺ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں میں آئے اور (موافق بچوں کے) آپ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے کہ رحمک اللہ (یعنی اے محمد ﷺ آپ پر اللہ کی رحمت ہو) شفا کہتی ہیں کہ مشرق و مغرب کے درمیان روشنی ہو گئی۔ یہاں تک کہ میں نے روم کے بعضے محل دیکھے پھر میں نے آپ کو دودھ دیا (یعنی اپنا نہیں بلکہ آپ کی والدہ کا کیونکہ شفا کو کسی نے مرضعات میں ذکر نہیں

کیا) اور لٹا دیا تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ مجھ پر ایک تاریکی رعب اور زلزلہ چھا گیا اور آپ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ سو میں نے ایک کہنے والے کی آواز سنی کہ کہتا ہے کہ ان کو کہاں لے گئے تھے، جواب دینے والے نے کہا کہ مشرق کی طرف، وہ کہتی ہیں کہ اس واقعہ کی عظمت برابر میرے دل میں رہی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ پس اول اسلام لانے والوں میں ہوئی۔

اور منجملہ آپ کے عجائبات ولادت کے یہ واقعات روایت کئے گئے ہیں۔ کسریٰ کے محل میں زلزلہ پڑ جانا اور اس سے چودہ کنگروں کا گر جانا اور بحیرہ طبریہ کا دفعۃً خشک ہو جانا اور فارس کے آتش کدہ کا بجھ جانا جو ایک ہزار سال سے برابر روشن تھا کہ کبھی نہ بجھا تھا۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی مکہ میں آ رہا تھا۔ سو جس شب حضور ﷺ پیدا ہوئے اس نے کہا اے گروہ قریش کیا تم میں آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ کہنے لگا کہ تم میں آج کی شب اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک نشانی ہے (جس کا لقب مہر نبوت ہے) چنانچہ قریش نے اس کے پاس آ کر تحقیق کی خبر لی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ وہ یہودی آپ کی والدہ کے پاس آیا انہوں نے آپ کو ان لوگوں کے سامنے کر دیا جب اس یہودی نے وہ نشانی دیکھی تو بیہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوئی۔ اے گروہ قریش سن رکھو واللہ یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق اور مغرب سے اس کی خبر شائع ہو گی۔ (از مولانا اشرف علی تھانویؒ)

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت سے ہر سو مسرت کی لہر دوڑ گئی

"وجدان نے چودہ سو سال کی الٹی زقند لگا کر واقعات کو تخیل کی نظر سے دیکھا۔ دنیا بداعمالوں سے ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی۔ کفر کی کالی گھٹا ہر طرف تلی کھڑی ہوئی تھر تھر کانپ رہی تھی کہ کہیں روشنی کی کرن پھوٹے اور یاس کی حالت میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ کہیں روشنی

کی کرن نظر آئے اور اسے سلامتی کی راہ مل جائے وہ کفر کے اندھیرے میں ڈرتے ڈرتے قدم اٹھا رہی تھی ۔ دیکھو وہ چند قدم چل کر رک گئی ۔ سرراہ دوزانو ہو کر عالم یاس میں سینے پر ہاتھ باندھے ، گردن جھکائے ، مصروف دعا ہوگئی اور نہایت عجز اور الحاح سے بولی ، اے نور وظلمت کے پروردگار ! میں غریب اس پر ہول اندھیرے میں کب تک بھٹکتی پھروں ۔ اے آقا ! اپنے کرم سے اس نور کا ظہور کر جو ظلمت کدہ دہر کو منور کر دے ۔ وہ نور پیدا کر جو بے بصر کو طاقت دید بخشے ۔ اس نے آمین آمین کہہ کر سر جھکایا ۔ یک بیک اس کے دل میں خوشی کی لہر اٹھی اور اس کے رخسار نوشگفتہ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح شاداب نظر آنے لگے کیونکہ اسے قبولیت دعا کا القاء ہو رہا تھا ۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ ستاروں سے زیادہ روشن آنکھیں اٹھائیں ، کفر کی گھٹائیں چھٹ رہی تھیں ۔ افق مشرق پر محبت کی کہانی سے زیادہ دلکش پو پھٹ رہی تھی ۔ آفتاب ہدایت کے طلوع کی تیاریاں ہو رہی تھیں ۔

20 اپریل **571**ء بمطابق ۹ ربیع الاول دوشنبہ کی مبارک صبح کو قدسی آسمان پر جگہ جگہ سرگوشیوں میں مصروف تھے کہ آج دعائے خلیل اور نوید مسیحا مجسم بن کر دنیا میں ظاہر ہوگی ۔ حوریں جنت میں تزئین حسن کئے بیٹھی تھیں کہ آج صبح کائنات کا غازہ نمودار ہوگا ۔ جس کے عالم وجود میں آتے ہی شرک اور کفر کی ظلمت کافور ہو جائے گی ۔ لوگ اپنے پروردگار کو جاننے لگیں گے ، نسل اور خون کے امتیاز کی لعنت مٹ جائے گی ۔ غلام اور آقا ایک ہو جائیں گے ، شبنم نے عالم ملکوت کی ان باتوں کو سنا اور یہ پیام مسرت کرہ ارض کے کانوں تک پہنچا دیا ۔ وہ خوشی سے کھل گئے ، کلیاں مسکرانے لگیں ۔ دن کے دس بجے بی بی آمنہ کے بطن سے وہ لعل جہاں تاب پیدا ہوا ، جس کے لئے قعر مزلت میں گری ہوئی انسانیت کو اٹھانا ، غریب اور غلام کو بڑھانا عورت کو مرد کے برابر کر دکھانا ، ازل سے مقدر ہو چکا تھا ۔

وہ نومولود زچہ خانہ میں مسکرایا ۔ فضائے ملکوت میں بھی مسرت کی لہر دوڑ گئی کیونکہ دنیا کو سچی خوشی کا سبق اس سے ملنے والا تھا ۔ کفر سجدہ میں گر گیا ، ادیان باطلہ کی نبضیں چھوٹ گئیں ۔ عبداللہ کا بیٹا ، آمنہ کا جایا دنیا میں جلوہ گر ہوا ۔ دنیا پر مستقل ترقی کے دروازے کھل

گئے۔کائنات کی خوابدیدہ قوتیں بیدار ہوکر مصروف عمل ہوگئیں۔انسانیت کی تعمیر اخوت ومساوات کی خوشگوار بنیادوں پر شروع ہوئی۔متلاشیان حق کوایسا عرفان الٰہی عطا ہوا کہ ماسوا اللہ کا خوف خود بخود دلوں سے جاتا رہا۔

عبدالمطلب کو جب معلوم ہوا کہ عمل واخلاق کی حد کمال نے انسانی طریقہ اختیار کرلیا ہے تو دل نے دعاؤں کی پرورش کی۔اس خیال سے کہ یہ مولود انسان کا ممدوح ہے، اس کا نام محمد ﷺ رکھا۔انسانیت کے اس کمال کا عالم وجود میں آنا انسانوں کے لئے کس قدر باعث برکت ہوا، اس کا حال دنیا میں پھیلی ہوئی روشنی علم اور ترقی تہذیب سے پوچھو۔ مسلمان اس دن کو یاد کر کے جتنا مسرور ہو کم ہے کیونکہ حضرت محمد ﷺ کی تعلیم نے دنیا کو مسرتوں سے بھر دیا لیکن نعتیں سن کر رات آنکھوں میں کاٹ لی لیکن جب عین فجر کا وقت ہوا تو سوگئے۔ہمارے ملک میں میلاد کی محفلوں پر اربوں روپے صرف ہوئے ،مگر مسلمانوں کے پاس اپنے اور انسانیت کی تعمیر کے لئے پائی تک نہیں۔کاش! مسلمان اس دن اپنے چندوں سے تربیت اطفال کے لئے مرکز قائم کریں تا کہ اولوالعزم بچے پیدا ہوں۔جو تعلیم اسلام کو عام کریں اور دنیا سے اپنا لوہا منوائیں۔دنیا کے سب سے بڑے خادم کی یاد تعمیری کام سے منانی چاہیئے ،صرف نعتیں پڑھ دینے سے حضرت محمد ﷺ کے مشن کو تقویت نہیں پہنچ سکتی۔باتوں سے نہیں ،عمل سے اسلام کا بول بالا کرو۔مخلوق کی خدمت کے لئے مواقع تلاش کرو۔"

یادرکھئے بچّے کی صحت کی حفاظت ماں باپ کا مقدس فرض ہے۔توانا جسم تندرست روح کا مسکن ہوتا ہے۔ جب جسم توانا اور روح تندرست ہوتو ارادہ دُنیا کو مسخر کرنے نکلتا ہے۔ورنہ عزم چند قدم چل کر مٹی کے ڈھیر پر بیٹھ جاتا ہے۔اور تیز رو مسافران کو حسرت کی نظر سے دیکھتا ہے ۔اہل عجم پر عربوں کی فتح کا ایک اہم سبب اُن کی قوتِ برداشت ہے۔جنگجو عرب کی قوت کا انحصار تربیتِ اطفال پر تھا۔ملک کا دستور تھا کہ قصبات کی بیبیاں بچہ پیدا ہوتے ہی دیہات میں اس کی پرورش کا انتظام کرتی تھیں تا کہ کھلی ہوا اور آزاد فضا

میں جسم کی مناسب نشوونما ہو سکے اور اُن میں مردانگی کے جوہر پیدا ہوں اور وہ جوان ہو کر دشمن کے سامنے سر نہ جُھکا دیں۔

رسولِ اکرم ﷺ کی والدہ آمنہ نے پیدائش کے دو تین روز بعد دودھ پلانے کے لئے رسولِ اکرم ﷺ کو ابُو لہب کی لونڈی ثوبیہ کے سپرد کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد حسبِ دستور قبیلہ ہوازن کی عورتیں شہر میں آئیں تا کہ کوئی بچہ اُجرت پر دودھ پلانے کو مل جائے۔ اِن عورتوں میں سے مائی حلیمہ، بی بی آمنہ کے گھر آئیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کو یتیم جان کر سوچ میں پڑ گئیں۔ تقدیر نے کہا۔ حلیمہ گدڑی کو نہ دیکھ لعل کو دیکھ۔ دین و دولت کو چھوڑ کر خالی ہاتھ نہ جانا۔ اس کے نام سے تیرا نام رہے گا۔ اس کی دایہ بن اور دنیا میں عزت حاصل کر!

بی بی آمنہ نے جب اپنے لختِ جگر کو مائی حلیمہ کے سپرد کیا ہوگا، بیٹے کی جدائی کے تصور نے قلب میں قلق کے کتنے طوفان اٹھائے ہونگے۔ مگر آزاد قوم کی بہادر عورتیں بچوں کی جدائی برداشت نہ کریں تو اپنی نسل میں غلامی اور ادبار کا ورثہ چھوڑ جائیں۔ جو مائیں غم کے آنسو بہا کر بچوں کو تربیت گاہوں اور جنگ و پیکار کے میدانوں میں جانے سے روکتی ہیں انہیں قدرت فرزندوں کی کامیاب واپسی پر خوشی کے آنسو بہانے کا موقع نہیں دیتی۔ مائی حلیمہ بچے کو لے چلی، بی بی آمنہ نے نورِ نظر کے صحت و سلامتی سے واپس لوٹنے کی دعائیں مانگیں۔ خدا کی برکتیں قریش کے گھر سے نکل کر ہوازن کے قبیلہ میں داخل ہو گئیں۔

جو موتی ریت کی تہہ میں پائے جاتے ہیں، درِ شہوار بنتے ہیں۔ مٹی اور پتھر میں رُلنے والے ہیرے کوہِ نور کہلاتے ہیں۔ غریب بچوں کے لئے قدرت کی یہ تسلیاں ہیں۔ محمد ﷺ حلیمہ کی گود سے مچل کر زمین پر بیٹھنے کی سعی کرتے ہیں۔ حلیمہ! انہیں سخت زمین پر کھیلنے اور اٹھ اٹھ کر گرنے سے نہ روک۔ ان کے ارادہ میں سختی پیدا ہونے دے تا کہ ان کی عزیمت کے سامنے لوہا پانی اور پتھر موم ہو جائے۔ انہیں زمین پر کھیلنے دے۔ قالینوں پر لوٹنے والے بچے ارادے کے کمزور ہوتے ہیں۔

دیکھو، سعید فطرت بچہ قدرت کے مکتب میں تعلیم پا رہا ہے۔ اب پانچ برس کی عمر

ہے۔رضاعی بہن شیمہ کے ساتھ بھولی بھٹکی بھیڑ بکریوں کے پیچھے پھرتا ہے اور انہیں گلہ میں واپس لانے میں مدد دیتا ہے۔جب کسی بھیڑ بکری کو گھیر کر واپس لاتا ہے تو اسے دنیا مسرّت سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

کھلی ہوا اور بکریوں کے پیچھے دوڑ دھوپ نے بچے کے ہاتھ پاؤں مضبوط کر دیئے ہیں۔جب چھ برس کے بعد بچہ لوٹا تو ماں نازک پودے کو مضبوط پا کر باغ باغ ہوگئی۔کیونکہ مضبوط بازو ہی تو بچے کی آئندہ کامرانیوں کے عنوان ہیں پاکباز بیوہ خوشی کے زمانے میں کیوں زیادہ روتی ہے۔ظاہر کی آنکھ جہاں خوشی کے نظاروں میں مصروف ہوئی،فوراً سرتاج کی یاد تازہ ہوگئی جس کے خاک میں منہ چھپانے کے بعد سینہ آرزوؤں کا مزار بن جاتا ہے۔ بی بی آمنہ کے دل میں فرزند نے خاوند کی یاد تازہ کردی۔بیوہ کے سوا کون جانتا ہے کہ خاوند کے مرقد میں کتنی کشش ہوتی ہے۔شوہر کی موت کے بعد بیوہ کے لئے اس سے زیادہ خوشی اور اطمینان کی بات کیا ہے کہ وہ اس کی چھوڑی ہوئی نشانی کو لے کر خاوند کی قبر کے سرہانے کھڑی ہو اور آنسوؤں کے موتی نذر کرے۔

حضرت آمنہ چھ برس کے یتیم بچے کو ہمراہ لے کر خاوند کی قبر کی زیارت کو گئیں،مہینہ سے زیادہ مدینہ میں اپنے میکے رہیں۔کسی سیرت نگار نے ذکر نہیں کیا کہ کتنی دفعہ اپنے جگر گوشہ کو ساتھ لے کر آمنہ آنسوؤں کا انمول تحفہ نذر چڑھانے مرقدِ محبت پر حاضر ہوئیں اور کتنی دیر دل کے ٹوٹے ہوئے آبگینوں کو مرقد کی مٹی میں رُلاتی رہیں۔ہاں صرف اتنا بتایا ہے کہ عُمر میں جوان،غم میں بوڑھی بیوہ واپسی پر مقام ابوا میں انتقال فرما گئیں۔

حضرت آمنہ کی لونڈی اُمّ ایمن اپنے یتیم آقا اور دو جہاں کے سردار کو لے کر مکّہ پہنچی اور رسولِ اکرم ﷺ دادا کے سایہ عاطفت میں پرورش پانے لگے دو سال کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب بیاسی برس کی عمر میں اِس ملک فانی سے جہان جاودانی کو سدھار گئے۔ رسولِ اکرم ﷺ فرطِ محبت سے غم کے آنسو روئے۔باپ کے بعد ماں،ماں کے بعد اب دادا بھی وہاں جارہے ہیں جہاں سے لوٹ کر کوئی نہیں آیا۔ان کو چھوڑ کر جانے والوں کے لئے

آنسو بہانے کے سوا انسان کے بس میں اور ہے بھی کیا۔اس جہان سے جانے والو!تمہارے لئے رونا بھی فضول اور بن روئے رہنا بھی ناممکن!عبدالمطلب نے مرتے وقت اس گنجِ گراں مایہ کواپنے بیٹے ابوطالب کے سپُرد کیا۔ابوطالب نے تمام عمر اسے جان سے لگائے رکھا اور اپنی عمر کے تجربے اور تدبیریں اس کی حفاظت کے لئے وقف کردیں ایسا کیوں نہ ہوتا۔ابُو طالب جناب عبداللہ کے ماں جائے بھائی تھے۔جوانا مرگ بھائی کی موت کا صدمہ بھتیجے کو دیکھ کر دُور ہو جاتا تھا۔ابوطالب کثیرالاولاد اور قلیل المال تھے۔اس لئے رسولِ اکرم ﷺ کو بکریاں چرانے پر لگا دیا گیا۔یہ پیشہ اکثر نیک لوگوں کے لئے بابرکت ثابت ہوا ہے۔یہ دین ودنیا کی فتح مندیوں کی تمہید ہے۔گلہ بانی جہاں بانی کا دیباچہ اس لئے ہے کہ لڑا دینے کا جذبہ پختہ ہو کر انسان کے بے پایاں محبت کے احساس میں تبدیل ہو جاتا ہے۔نبوّت کا حقدار اور نیکی کا حامل وہی ہے جو مخلوق کی محبت میں سرشار ہو کر ان تمام عناصر کو فنا کرنے کی قابلیت رکھتا ہو، جو اُس کی ترقی اور خوشی میں حائل ہیں۔اس کے جسم اور روح کی بالیدگی قوموں کی رہنمائی کی ذمہ داری اٹھا سکے۔جسم اور روح کی ترقیوں کی حدّ کمال کا نام ہی پیغمبری ہے۔

(از جناب چوہدری افضل حقؒ)

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت معمور عالم کے لئے پیغام بشارت تھی

خدایا وہ صبح کیسی سعادت افروز تھی، جس نے کائنات ارضی کو رشد وہدایت کے طلوع کا مژدہ جاں فزا سنایا۔وہ ساعت کیسی محمود تھی جو معمور عالم کے لئے پیغام بشارت بنی۔الم کا ذرہ ذرہ زبان خال سے نغمے گا رہا تھا کہ وقت آپہنچا کہ اب دنیائے ہست وبود کی شقاوت دور اور سعادت مجسم سے عالم معمور ہو۔ظلمت شرک وکفر کا پردہ چاک اور آفتاب ہدایت، برج سعادت سے نمودار ہوا اور چہار جانب چھائی ہوئی شرک وجہالت اور رسم ورواج کی تاریکیوں کو فنا کر کے عالم وبود کو علم ویقین کی روشنی سے منور کر دیا۔

(از حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ)

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت پر ظلمت چھٹ گئی

وہ برقی تجلی جو صبح آفرینش کو ازل کے افق پر جھلملاتی اور جگمگاتی ہوئی نظر آئی تھی۔ سینا کے ذرے ذرے کو اپنی محشر خیز تڑپ سے بے قرار کر چکی تھی۔ اس کا مشغلہ جمال، شعیر کی فضا میں خاموشی سے چمک چمک کر، ارض بنی اسرائیل کے پردہ ظلم پر اپنے منور نقوش چھوڑتا گیا تھا۔

اب وقت آ پہنچا تھا کہ اس کی گیتی فروز المانیاں ابر غلیظ کے اس سیاہ سائباں کو جو فاران کی چوٹیوں پر چھایا ہوا تھا، تار تار کر کے ایک نا متناہی چشمہ نور کی طرح صفحہ آفاق پر بہہ نکلیں۔ کیسا عظیم الشان معجزہ ہے کہ اونٹوں کے وہ حدی خواں، جن کے جمود کا طلسم صدہا برس سے نہ ٹوٹا تھا، یک بہ یک آتش بجاں ہو کر اٹھے اور دنیا و دین اور حکمت و اخلاق کے ہر شعبے میں زمانے کو درس دینے لگے۔

جاہلیت کے وہی فرزند جو شاید کشت و خون اور جدال و قتال کے ہنگاموں میں اپنی عمریں کھو دیتے، ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ بن گئے اور آج لاکھوں اور کروڑوں دل ان کی عقیدت اور محبت سے لبریز ہیں۔ ایک نہایت ہی قلیل مدت کے اندر عرب کا نقشہ بدل گیا۔ گنگا کی روانی اب وہی ترانہ سنا رہی تھی۔ جس سے مست ہو کر بحر اوقیانوس کی موجیں ساحل ہسپانیہ پر اپنا سر پٹخ پٹخ دیا کرتی تھیں۔

ارض بطحا کے خشک اور بے برگ صحرا میں برقی تجلی گری اور خس و خاشاک کو بھی منور کر گئی، جس کے نورانی جلوے دہلی سے لے کر غرناطہ تک قدم قدم پر جھلکنے لگے۔ غزالی اور ابو حنیفہ جیسے، فارابی ابن سینا اور ابن راشد، عالمگیر، الپ ارسلاں اور عمر ابن عبد العزیز جیسے بیسوں پرستار حق کے نام حیات جاواں کے آسمان پر درخشاں ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔ یہ سب کچھ آفتاب کے پرتو تھے۔

کون کہتا تھا جس نے دنیا کو تاریکی سے نکال کر روشنی کا اور ظلمت سے نجات دے

کرنور کا راستہ دکھایا؟ جاؤ حجاز کے بیابان میں پکار پکار کر یہ سوال دہراؤ، اور پھر دہراؤ، شاید فاران کی گھاٹیوں میں گونج پیدا ہو۔ ''محمد ﷺ.............'' ''یاَ یُّھا الَّذِینَ آمنُوا صَلُّوا عَلیہِ وسَلِّمُوا تَسلِیماً''

(از پروفیسر حمید احمد خان)

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت پر خواب کو تعبیر مل گئی

۱۱ ربیع الاول کو صرف ظہورِ قدسی نہیں ہوا بلکہ عالم نو طلوع ہوا۔ اس تاریخ کو رسولِ اکرم ﷺ نے جہاں فانی میں قدم رکھا اور اور تاریخ عالم نے نئے سفر کا آغاز کیا۔ اس روز ایک ماں نے سعادت مند بیٹے ہی کو جنم نہیں دیا، بلکہ مادرِ گیتی نے ایک انقلاب کو جنم دیا۔

اس دن محض آمنہ کا گھر منور نہیں ہوا بلکہ تیرہ و تار خاکدانِ ہستی روشن ہوا، جس کے قدم رنجہ فرمانے سے زندگی پر شباب آ گیا اور صدیوں سے دیکھے جانے والے خواب کو تعبیر مل گئی۔ اس کی تاب رو سے شش جہت کائنات کو روشنی ملی اور اس کے حلقۂ نو میں حیات منتشر کو آسودگی نصیب ہوئی۔

رسولِ اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے دنیا کو شرفِ انسانی کا حقیقی اندازہ ہوا، ورنہ اس سے پہلے حضرت انسان کو دوسری ہر چیز کی عظمت و سطوت کا احساس تھا لیکن وہ اپنی حرمت اور اپنے مقام سے بے خبر تھے اسی بے خبری کے نتیجے میں وہ سورج چاند اور ستاروں کی چمک سے مرغوب ہو کر انہیں معبود بنائے ہوئے تھا۔

پہاڑوں کی بلندی غاروں کی گہرائی سے متاثر ہو کر انہیں خدا کا درجہ دیئے ہوئے تھا۔ راجوں، مہاراجوں نوابوں سرداروں شاہوں رہبانوں، کی ضلالت وحشمت سے محو ہو کر انہیں خدا کا اوطار مانے ہوئے تھا انسان اتنا دبا ہوا تھا کہ ہر ابھرتی چیز کے سامنے جھک جاتا تھا۔ اتنا ڈرا ہوا تھا کہ ہر ڈراؤنی شے کی بندگی پر آمادہ ہو جاتا تھا اتنا سہا ہوا تھا ہر ایک کا زور اس پر چلتا تھا اتنا سمٹا ہوا تھا کہ اسے اپنی وسعت کا ادراک نہ ہو سکا اتنا مجوت تھا کہ جن بھوت اس کے سجدوں کے حق دار قرار پائے اتنا گھٹا ہوا تھا کہ اس بیکراں کائنات میں سانس لیتے

ڈرتا تھا اتنا جھڑکا ہوا تھا کہ نئی زنجیر کو اپنے لئے تقدیر سمجھتا تھا۔

جنابِ رسولِ اکرم ﷺ نے آکر بتایا کہ تیری حرمت کعبہ سے افضل ہے تیری ذات رازِ الٰہی ہے۔ تیری تخلیق صرف کن سے نہیں خاص وسعت قدرت سے ہوئی، تو امانت الٰہی کا حامل ہے تجھے ارادہ واختیار کا وصف عطا کیا گیا ہے تو اپنی ذرہ ہستی میں صحرا ہے اور قطرہ وجود میں قلزم ہے۔ آپ ﷺ کی اس تعلیم اور خود آگہی کے اس درس کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ انسان جو مٹی کے مادھو (بت) کے سامنے سمٹا ہوا ہوتا تھا آج اس کی ہیبت سے پہاڑ سمٹ کر رائی بنے ہوئے ہیں۔ جو انسان مورتیوں بھوت پریتوں اور وہموں کے خوف سے نیم جاں تھا اب صحرا و دریا اس کی ٹھوکر سے دو نیم ہوئے جا رہے ہیں جو انسان دیوتا کے سامنے ہاتھ جوڑتا رہتا تھا آج وہ "یزداں بکمند آور" کا نعرہ مستانہ لگاتا نظر آتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ کائنات کا اعتبار اور انسانیت کا وقار یہ سب کچھ رسولِ اکرم ﷺ کے دم قدم سے ہے۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت اور بعثت باکرامت سے پہلے، یہی معمورہ ہستی جہان کا منظر پیش کر رہا تھا۔ یونان اپنی عظیم الشان تہذیب کے کھنڈر پر یکہ تنہا کھڑا آنسو بہا رہا تھا اور اہل یونان اس کھنڈر تلے دبے ہوئے کراہ رہے تھے۔ یونانی حکماء نے اپنے فلسفہ کے زور پر ہر مسئلہ حل کرنا چاہا۔ اس دور کا یونان فلسفوں سے بھرا پڑا تھا۔ یہ ارشمیدس، یہ اقلیدس، یہ بطلیموس، یہ سقراط اور بقراط، یہ ارسطو اور افلاطون۔

جس طرف نگاہ اٹھتی فلسفیوں کی قطار بندھی نظر آتی مگر بات پھر وہی ہے، جو علامہ

اقبال نے کہی۔

اپنی حکمت کے غم و پیچ میں الجھا ہوا آج تک فیصلہ نفع وضرر کر نہ سکا

یونان کی چمکتی دمکتی اکیڈمیوں نے اندھیرا اور گہرا کر دیا۔ یہ دنیا منور ہوئی تو غارِ حرا کے گوشے سے طلوع ہونے والے آفتاب نبوت سے ہوئی۔

رومتہ الکبری کے قیصر اور فارس کے کسریٰ بھی انسانیت کی پیٹھ پر بوجھ ہی رہے۔ اگر کسی نے آکر انسان کو سبکدوش کیا تو رسولِ اکرم ﷺ نے کیا۔ یہ تغفور و خاقان انسانیت کے لئے ناداں ثابت ہوئے۔ دنیا کو آمان ملی تو رسولِ اکرم ﷺ کے گوشہ دامان میں نصیب ہوئی۔ شاہی قباو عبا، انسانی آبادی کے لئے وبا نکلی۔

وہ کالی کملی تھی، جو گرفتاران بلا کے لئے نسخہ شفا بنی۔ بادشاہوں کی وسیع سلطنت اپنے باشندوں کے لئے سخت اور تنگ شکنجے تھے۔ جب کہ یتیم مکہ کی چھوٹی سی کوٹھڑی دنیا بھر کے مظلوموں کے لئے اپنے اندر افلاکی وسعتیں رکھتی تھی۔ حبش سے آنے والے، روم سے آنے والے، فارس سے آنے والے، اور نجد سے آنے والے آتے گئے اور سماتے گئے۔ ارقم کے چھوٹے سے کمرے میں بحر و بر سمٹ گیا۔

آج ہر آن پھیلتی ہوئی کائنات میں پھر سے تنگی کا احساس ہونے لگا ہے۔ سائنس کی بے کرانی میں دم گھٹنے لگا ہے۔ سٹلائیٹ، مریخ و مشتری کو گرفتار کرنے کے مشن پر ہیں مگر بد قسمت انسان ہوائے نفس کا اسیر ہو رہا ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے پردے میں قبائے انسانی چاک ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ ''انٹرنیشنل ویلیوز'' کے چکر میں انسان اپنی رہی سہی قدر کھو رہا ہے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ آج کا ''بوعلی'' غبار ناقہ میں گم ہو کر رہ گیا ہے۔ کوئی ''مجنوں'' ڈھونڈا جائے ''محمل لیلیٰ'' کو پا سکے۔ یہ مجنوں یورپ کے دانش گاہوں میں نہیں ملیں گے۔ غبار حجاز کو آنکھوں کا سرمہ بنا کر دیکھا جائے تو شاید کہیں مجنوں نظر آ جائے۔ وہ کون سا نظام ہے جو دنیا نے آزما کر نہیں دیکھا مگر حاصل کیا ہے؟

انسانیت کی بے قدری، ایک دوسرے سے بے گانگی، تری، خشکی اور محض برہمی،

انسانی دنیا اگر فی الواقع خلوص دل سے چاہتی ہے کہ وہ مزید ٹھوکروں سے بچ جائے تو اس کا واحد حل یہی ہے کہ اپنا بستر اس گلی میں لگادے جس کوچے کا ہر گدا، شکوہ قیصری رکھتا ہو۔ اس گلی کے پھیرا لگانے والے اپنے سر میں سکندری کا سودہ سمائے رکھتے ہیں۔ یہ بند اور اندھی گلی نہیں، اس کا ہر سرا دنیا اور دوسرا عقبیٰ ہے۔

دربار شہی میں وہ عزت نہیں ملتی، جس قدر اس گلی میں عزت نفس کا احساس نصیب ہوتا ہے کیوں کہ رسولِ اکرم ﷺ انسانیت کی آبرو بڑھانے تشریف لائے تھے۔ جو آبرو حضرت انسان کو ملی، وہ بھی رسولِ اکرم ﷺ کے کرم سے ملی اور جو آبرو آج بھی ملے گی۔ غالب نے تو کہا تھا۔

جس کو ہو جان ودل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

یہ تو غالب کے عشرہ طراز معشوق کا شیوہ تھا محبوب خدا کا عالم تو یہ ہے کہ۔

جس کو ہو جان ودل عزیز اس گلی سے جائے کیوں

''میں'' اور ''سے'' کے فرق کو اہل نظر خوب جانتے ہیں۔ (از خورشید احمد گیلانی)

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت پر گلشن خوشبو سے مہک اٹھا

بہار کا موسم ہے۔ نہ سردی کی شدت نہ گرمی کی تیزی ہے۔ خشک زمین کو باران رحمت نے سیراب کردیا۔ بلبل چہک رہی ہے، غنچے مسکرا رہے ہیں کلیاں چٹک چٹک کر ''یا مصور'' کہہ رہی ہیں، پھول مہک مہک کر دماغ کو معطر کر رہے ہیں، چمن میں کیوڑہ اور گلاب کا چھڑکاؤ ہو رہا ہے۔

قبل اس کے کہ سحر ہو، شبنم کی پنکھڑیوں پر ننھے ننھے خوبصورت موتی جڑ دئے ہیں، سارا گلشن خوشبو سے مہک رہا ہے ڈالیاں وجد کر رہی ہیں، رات کی سیاہی دور ہو چکی ہے، مغرب کا شاہ سوار روشنی کی فوجیں ساتھ لے کر آنے والا ہے، ٹھنڈی نسیم چل رہی ہے، ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی ہے، صحرا سے، آسمان سے، بلبل کے چہچہانے سے، غنچوں کے مسکرانے

سے غرض ہر طرف سے یہ صدا آرہی ہے کہ: ''آج نبی آخرالزماں ﷺ کا ظہور ہونے والا ہے۔'' (از درد کوکوروی)

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت پر آفتابِ ہدایت کی شعائیں ہر طرف پھیل گئیں

چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں، چرخ نادرہ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سروسامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر انے کروڑوں برس صرف کر دیئے۔ سیارگان فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے، چرخِ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح نواز کے لئے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔

کارکنان قضاوقدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ وخورشید کی فرغ انگیزیاں، ابروباد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید ابراہیم، جمال یوسف، معجز طرازی موسیٰ، جان نوازی مسیح، سب اسی لئے تھی کہ یہ متاع ہائے گراں اور شہنشاہِ کونین ﷺ کے دربار میں کام آئیں گے۔ آج کی صبح وہی صبح جان نواز، وہی ساعت ہمایوں، وہی دور فراخ فال ہے۔ ارباب سیر اپنے محدود پیرایہ بیان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے، آتش کدہ فارس بجھ گیا، دریائے سادہ خشک ہو گیا لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں، بلکہ شان عجم، شوکت روم، اوج چین کے قصر ہائے بوس گر پڑے۔ صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بتکدے خاک میں مل گئے۔ شیرازہ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔ توحید کا غلبہ اٹھا، چمنستان میں سعادت کی بہار آ گئی۔ آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں، عبداللہ کا جگر گوشہ، آمنہ شاہ حرم، حکمران عرب، فرمانروائے عالم، شہنشاہِ کونین ﷺ کی عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف فرمائی ہوئی اور، عزت واجلال ہوا۔ ''اللھم صل علیه وعلی آله واصحابه وسلم.''

(از علامہ شبلی نعمانیؒ)

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت پر چمن انسانیت میں بہار آ گئی

ربیع الاول وہ ماہ مبارک ہے جس کی ہر ساعت آنکھ کو ٹھنڈک اور ہر لمحہ دل کو سکون کی لازال دولت عطا کرتا ہے۔ ہلال کے نمودار ہوتی ہی یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے قدرت نے عرصہ گیتی پر تسکین پرور روشنی بکھیر دی ہے۔ ظلمتوں کے دبیز پردے چاک ہو رہے ہیں اور انوار تجلیات کی پیہم بارشیں ہو رہی ہیں۔

عالم قدس کی لطافتوں نے فضاؤں میں کیف بھر دیئے ہیں اور جنت النعیم کے دریچوں سے بھینی بھینی اور ٹھنڈی ٹھنڈی مشک بیز ہوائیں آ کر مشام جان کو معطر کر رہی ہیں۔ اضطراب کی گھٹائیں چھٹ رہی ہیں اور رحمت و مرحمت کے بادل چھا رہے ہیں۔ چمن دہر ہی نہیں، بلکہ چمن انسانیت میں بہار آ رہی ہے۔ صحن گلستان کے غنچے ہی نہیں بلکہ دلوں کی لب بستہ کلیاں بھی تبسم آرا ہو رہی ہیں، اور لالہ و گل ہی نہیں بلکہ حیات کے مرجائے ہوئے چہرے پر بھی نکھار آ رہا ہے۔

۱۲ ربیع الاول یہ فضائل و برکات سے بھر پور مطاہر دن ہے جس کی آمد ہمیں تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل ماضی میں لے جاتی ہے۔ جب سید الانبیاء محبوب خدا رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

یہ وہ وقت تھا جب پوری کائنات پر جہالت کے بادل منڈلا رہے تھے، عقل و دانش، اس کے نصیب میں نہ تھی، حسنِ اخلاق اٹھ چکا تھا، اور عیاری مکاری ان لوگوں کا مقدر بن چکی تھی، اور شرم وحیا کا جنازہ نکل چکا تھا، لوگ خدا فراموش ہی نہیں، بلکہ خود فراموش بھی بن چکے تھے۔ انہیں یہ خیال تک نہ تھا۔ کہ ہاتھ کی بنی یہ مورتیاں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ سب ہمارے زیر نگین ہیں۔

خانہ خدا کا برہنہ طواف کر کے اس کی توقیر کے بجائے اس کی تحقیر کی جاتی تھی۔ قتل وغارت گری کا بازار گرم رہتا تھا، لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، انسانیت نام کی کوئی شے

ان لوگوں میں باقی نہ رہی تھی۔

ایسے میں پھر رحمت خداوندی جوش میں آگئی اور ریگستان عرب میں ایسا گل نایاب کھلا جس کی خوشبو سے نہ صرف اہل عرب بلکہ پوری کائنات معطر ہو گئی۔ ایسا چشمۂ نور پھوٹا جس کی نورانیت نے پورے عالم سے ظلم و جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو مٹا دیا اور دنیا کا گوشہ گوشہ منور کر دیا۔

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے زمانے کی کایا پلٹ گئی ظلم کی تاریکی میں غرق لوگ دوسروں کے لئے ہادی بن گئے، عیاری مکاری کو چھوڑ کر ایثار کے عامل بن گئے، شرم و حیا ان کا زیور بن گیا انہوں نے زمانے میں اپنی فصاحت و بلاغت دانش و حکمت کا سکہ منوایا الغرض اس فصل بہار میں اہل عرب کی بکھری ہوئی شاخوں نے ایک تنے کی شکل اختیار کر کے اتحاد و یگانت کی مثال پیدا کر دی۔ ماں نے رسولِ اکرم ﷺ کا نام احمد ﷺ رکھا، اور رسولِ اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے محمد رکھا۔

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت کا دن تاریخ ہستی کا اہم ترین دن ہے

جو اجالا اجالے کے لئے آیا جو نور افگن چاند چاندنی کے لئے ظہور پزیر ہوا، جس تابدار کی تاب شمس و قمر نہ لا سکے، جس مرکز تخلیات کو سراج منیر کا لقب ملا، یہ سراج جو سورج سماوی سے ممتاز ہے جب آسمانی سورج غروب ہوتا ہے تو اس سورج کا طلوع ہوتا ہے جہاں مکانات کی دیواروں کے حجاب اور بیشتر پردوں میں آسمانی روشنی پہنچنے سے قاصر ہے، وہاں اس دن رات کے سورج کی کرنیں پہنچ چکی ہیں۔ جناب رسولِ اکرم ﷺ کے عشق میں ڈوب کر کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

یہ شمس ﷺ نہار و لیل وہ شمس نہار بس ہے یہ قمر ﷺ منیر عالم قمر ستار بس ہے

جس کی دانائی، عقل و فہم اور منفرد عالی کردار پر قرآن شاہد عدل ہے، انجیل و تورات نے جس کے تقدس میں محوویت کے نغمے گائے ہیں۔ جس کی صداقت و عظمت کی گواہی شجر

تجر دے چکے ہیں۔ جس کے دشمن، عداوتوں کے باوجود عظمت ورفعت کے معترف رہے
ٗس کی تکذیب کرنے والے آخر تصدیق پر...... مجبور ہو گئے، جس کو سب وشتم کرنے والے
طب اللسان رہے جس نے مہد سے لحد تک انسانیت کی رہنمائی کی، جب اس کی سطوت کا
رتو پڑا تو بتوں کے عزائم خاک میں مل گئے۔

اسی عظیم نبی ﷺ نے قیصر وکسریٰ کے طلسم توڑ دیئے، خسرو اور ہرقل کی سلطنتیں لرزہ
راندم کردیں، دنیائے عالم کو ایک جامع اور ہمہ گیر نظام بخشا، بنی آدم کو حیوانیت کے
ندھیروں سے نکال کر مصابیح توحید کے سامنے بٹھایا، امت محمدیہ کو زندگی کے اصول
نائے۔ رہن سہن کے طریقے سمجھائے، امن وآشتی کا سبق دیا، اور جس نے سیاست کے گر
سکھائے۔

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ قضاوقدر کا یہی فیصلہ تھا، کہ مہینے اور دن کا بھی انتخاب ہو
جائے، ماہ رمضان اگرچہ بابرکت ہے، مگر کوئی یہ نہ کہے، کہ شاید ہمارے نبی کو رمضان کے
باعث عزت ملی بلکہ معلوم ہو جائے، ربیع الاول کو آقائے انسانیت کے طفیل برکت عطا ہوئی
یوم جمعہ بیشتر انبیاء کی بعثت وولادت کا یوم ہے مگر یہاں بھی ایسی عظمت کی خاطر رسولِ اکرم
ﷺ کے لئے سوموار کا روز مقرر کیا گیا۔

اب انتظامات مکمل ہو گئے، اطراف واکناف سنوارے گئے ہیں۔ آثار واقوام
وقبائل دیکھتے، سردار تاکتے ہیں، یہودی ساہوکار عقل وخرد کھو بیٹھے ہیں۔ پریشان ہیں ادھر
شاعروں کا تخیل جنبش میں ہے، مدح سراؤں کی نغمہ سنجیاں تحریک میں ہیں، ملائک کی مسرتیں
عروج پر ہیں، رحمت ہی رحمت کے آثار ہیں، تقدس ہے۔ ان کی آمد کی گھڑی کچھ ایسی ہوئی،
کہ جس پر ایام وشہور کی تمام ناز برداریاں قربان کردی ہیں۔

آدم کے لئے فخر یہ عالی نسبی ہے   مکی و مدنی ، ہاشمی، مطلبی ہے

ادھر فرشتگان قضاوقدر پکار پکار کر کہہ رہے تھے: صحرا نوردوں سے کہو، بیابانوں کے
حدی خواں بدل لیں......... ہندوستان کے برہمنوں سے کہو باز آجائیں۔ یورپ کے

کمپاسٹو سے کہو، چیرہ دستیاں چھوڑ دیں، افریقہ کے سیاہ فاموں سے کہو، مذہب کی رعایت شروع کردیں، کفر والحاد کے پاسداروں سے کہو سرگرمیاں بند کردیں۔

آج دشمنوں پر واویلا مچانے والوں اور مرگھٹوں پر نالہ کرنے والوں کا مفرط مذہبی جنون خطرات میں جاپڑا ہے۔اب قدسیاں ارض وسما کا تاجدار آتا ہے جن کے صدقے جگ کو شوق اور تخیل کو ذوق بخشا گیا جن کی بدولت عزم کو پختگی، روح کو طمانیت اور جزب کو عذب عطا ہوا، جس کے طفیل صبا کو رہا اور ادا کو وفا ملی، وہ لیل ونہار کا بدر منیر بشریت کے بھیس میں سرزمین عرب پر طلوع ہو چکا تھا۔

بدلا ہوا تھا رنگ گلوں کا تیرے بغیر
اک خاک سی اڑی ہوئی سارے چمن میں تھی (فانی بدایونی)

جس کے باعث تخیل کے صدقے عالم انجمن سنواری گئی تھی۔ قضا وقدر کی نغمہ آرائیاں ہوتی تھیں۔عناصر کی جدت طرازیاں معرض شہود میں آتی تھیں۔ابتدا آفرینش ہی سے جس کے استقبال کی تیاریاں شروع ہوگئیں تھیں۔ مشاطہ قدرت نے جن کی پاکیزہ زندگی کے نقوش سنوارے تھے۔

جس کے خطوط پر نوع انسانی کا سانچہ تیار کیا گیا تھا، اس آفتاب ہدایت کا کیا مطہر ہوگا؟۔اور کتنا شفاف ہوگا؟ اس میں کیونکر کوئی ابہام واقع ہوسکتا ہوگا، اور بات بھی بالکل صحیح ہے۔وہ پیغمبر عظمت کا تاجدار کیسے ہوسکتا ہے؟......جس کے نسب میں کسی شبہ کا شمہ بھی موجود ہو۔جب چمنسان دھر کی قسم کا ستارہ ہویدا ہوا اور ظلمات کو اجالوں کی خبر ہوئی تو یتیم عبد اللہ، جگر گوشہ آمنہ، امام حرم حکمران عرب، قائد انسانیت فرمان روائے عالم، شہنشاہ کونین عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف لائے۔

تو ہر قسم کا شر ختم ہوا، آتش کدہ کفر سرد ہوا، کلیسائے روم وایران ختم ہوا، صنم خانوں سے توحید کے نغمات اٹھنے لگے، مجوسیت کا شیرازہ بکھر گیا۔ یہودیت دم توڑ چکی، نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔

قصراتِ نوشیرواں میں زلزلہ ہوا، فارس کی ہزار سالہ آتش نے تمازت کو خیر باد کہا، طیل کی سطوت کے کنگرے گرنے لگے۔ باطل سلطنت لرزہ براندام ہوگئی پاپائے روم اور ماہان حمیر سکتے میں پڑ گئے۔

ان کے اعجاز وامتیاز کے سامنے نگاہیں خیرہ ہوگئیں، عقول وفحول نے حیرت تعجاب میں ہمت ہاردی انسانی غبطہ ورشک کی کیفیت سرور میں سرمست ہوئی، شانِ فارس رشوکت روم نے اعتراف عظمت کرلیا۔ اوج چین کے قصرہائے فلک بوس گرنے لگے۔

آفتاب ہدایت کی شعاعیں چارسو عالم میں پھیل گئیں، بالآخر وہ دن آپہنچا کہ چشم لک کو مدت سے جس کا انتظار تھا۔ جس کی دید کے لئے ہر دن سورج طلوع ہوتا تھا۔ وہ دن و بطن تقدیر میں مدت سے پرورش پارہا تھا، جس دن کی دید کے لئے خلائق کا ہر ذرہ نگاہ وڑا رہا تھا، انسانیت جس کی جستجو میں تھی۔ جس دن کی شعاعیں ادھر آدم تک اور ادھر قیامت نک لمعہ افگن رہنے والی تھیں، وہی دن جو یوم الایام تھا، جو تاریخ ہستی کا سب سے اہم ترین ن تھا، وہ اقوام عالم میں سب سے عظیم یوم تھا، روشن روز تھا۔

اس روز مردہ دلوں کو زندگی بخشنے والے ظلمات کو لمعات دینے والے اقوام عالم کی اہمواریوں کو تعمیراتی نصب العین سے ہم آغوش کرنے والے، مظلوموں کی فریادرسی اور ستانے والوں سے بھلائی کرنے والے۔ باطل کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکنے والی قوم کو سراط مستقیم کا درس پڑھانے والے، سید الاولین والآخرین، اشرف الانبیاء خاتم الانبیاء، طیب الانبیاء امام الانبیاء، شفیع المذنبین یتیم مکہ کی وادی مکہ میں ولادت ہوتی ہے۔

(از علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ) (از رہبر ورہنما)

رسولِ اکرم کی ﷺ ولادت پر چاند طلوع ہوا

میں حیران ہوتا ہوں کہ خدا نے جس قوم کو آمنہ کا لعل دیا ہو، جسے امام الانبیاء، فخر رسل، باعث کل، پیغمبر آخر الزماں رسولِ اکرم ﷺ جیسا نبی ملا ہو اس کے پاس کس چیز کی کمی

ہے اسے اور کیا چاہئے۔ پورا قرآن، اسلام، احادیث، ائمہ کی محبت، یہ تصوف، یہ بس حضور ہی حضور ہیں، بیچ میں اگر ختم نبوت پر بال آئے گا تو پوری عمارت نیچے آگرے گی۔ خدا خدا نہ رہے گا، لوگ اور ہی بنائیں گے۔

توحید را کہ نقطہ پرکار دین ماست دانی ؟ نکتہ ز زبان محمد ﷺ است

بلاواسطہ کچھ نہیں ملے گا۔ کعبہ میں جو صحف ابراہیم وموسیٰ کی درسگاہ تھا، اس میں تین سو ساٹھ پتھر لاکر رکھے۔ پھر آمنہ بی بی کے ہاں لعل آیا، اور عبداللہ کا چاند طلوع ہوا، تو ان کا گھر صاف ہوا۔ محور ہی ان کی ذات ہے، مجھے تو کچھ اور سوجھ ہی نہیں سکتا ہے۔

در پہ بیٹھے ہیں تیرے بے زنجیر ہائے کس طرح کی پابندی ہے

وہ ماں ہی مر گئی جو نبی جنے، مشاطہ ازل میں تیری ﷺ زلفوں میں کنگی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ دیوانے بن جاؤ...... عقل کو جواب دے دو...... ختم نبوت کی حفاظت عقل کا نہیں عشق کا مسئلہ ہے...... صحابہ کرامؓ صحیح معنوں میں دیوانگان محمد ﷺ تھے۔ اور بس......

خراباتیاں مے پرستی کنند محمد ﷺ بگویند و مستی کنند

(از سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ)

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت گویا کہ سراج منیر ہے

جب سورج کی روشنی ذرہ پر پڑتی ہے تو وہ چمکنے لگتا ہے، لیکن اس کی چمک کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سورج بھی اتنا ہی روشن ہے، جتنا ذرہ۔

یہ کتاب حضور کی خوبیاں اتنی ہی دکھلائے گی جتنی ذرہ سورج کی روشنی کو دکھایا کرتا ہے۔ نئی لائن بہار کا موسم تھا صبح صادق کی روشنی پھیل چکی تھی، سورج نہیں نکلا تھا دن دوشنبہ کا تھا، کہ ماہ ربیع الاول کی ۹ تاریخ کو سرورِ کائنات جناب رسولِ اکرم ﷺ پیدا ہوئے۔

رسولِ اکرم ﷺ کے باپ کا نام عبداللہ ہے، عبودیت رسولِ اکرم ﷺ کے خون میں شامل تھی۔ رسولِ اکرم ﷺ کی والدہ مکرمہ کا نام آمنہ ہے اور رسولِ اکرم ﷺ کی دایہ کا نام حلیمہ

ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے حلم اور بردباری کا دودھ پیا ہے۔ آفتاب کی سفید وصاف روشنی کائنات میں نور وحرارت پیدا کرنے والی ہے۔ علماء نے اس روشنی میں سات مستقل رنگ معلوم کیے ہیں اور جب ان ساتوں نے بحکم وحدت بیضا ونقیہ بن کر عالم افروزی کی، تب اس کا نام ضیائے آفتاب ہوا۔ قرآن مجید نے رسولِ اکرم ﷺ کو ''سراج منیر'' کہا ہے اور یہ بتلا دیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی ذات گرامی میں ہفت اقلیم عالم کی رہبری کے رنگ جمع ہیں اور جامعیت کا یہ نور ہر ایک کے نزدیک ودور کا باصرہ افروز وبصیرت افزاء ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت پر ہر سو نیا رنگ تھا، نیا روپ تھا

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت کائنات کا اہم ترین واقعہ ہے۔ بحر احمر کی مضطرب لہروں سے عرب کا آفتاب زرفشاں طلوع ہوا۔ عطر بند ہواؤں کی نرم ونازک رفتار سے مس ہوکر پھوٹنا شروع ہوگئے۔ فرش سے عرش تک مینار نور نے آنکھیں خیرہ کردیں۔ بحر احمر کی سرخ موجیں، جھلمل جھلمل کرنے لگیں۔ ہوائیں کھجور کے جھنڈ میں پتوں سے مس ہوکر سارنگی بجانے لگیں۔ ریگ زاروں کا ذرہ ذرہ بقعہ نور بن گیا۔ ساری کدورتیں دھل گئیں، اور محبت کے دیپ جلنے لگے، ہر سو نیا رنگ تھا، نیا روپ تھا۔

آج کی صبح وہی صبح جاں نواز ہے کہ جس صبح، شان عجم اور شوکت وتمکنت عرب ماند پڑگئی تھی، آتش کدہ کفر بجھ گیا، آذر کدہ گمراہی، سرد ہوکر رہ گیا تھا، صنم کدوں میں خاک اڑنے لگی۔ توحید کا غلبہ اٹھا، شاہ حرم، شہنشاہ کونین اور امام الانبیاء رسولِ اکرم ﷺ عالم ارواح سے عالم امکان میں تشریف لائے۔ سلام ان پر، درود ان پر، آج اس ذات گرامی کا آمد کا دن ہے، جن کی بشارت تورات اور انجیل نے دی، آج اس ظہور قدسی کا دن ہے، جن کے قدموں کی چاپ عیسیٰؑ، موسیٰؑ، اور داؤدؑ نے سنی تھی۔ (از ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی صاحب)

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت گویا نور کا ظہور ہے

یوں آنے کو تو سب ہی آئے سب میں آئے، سب جگہ آئے سلام ہو ان پر بڑی

کٹھن گھڑیوں میں آئے، لیکن کیا کیجئے کہ ان میں جو بھی آیا جانے ہی کے لئے آیا۔ پر ایک اور صرف ایک، جو آیا اور آنے ہی کے لئے آیا۔ وہی جو اگنے کے بعد کبھی نہیں ڈوبا، چمکا ہی چلا جا رہا ہے، بڑھا ہی چلا جا رہا ہے۔

سب جانتے ہیں اور سب ہی کو جاننا چاہئے کہ جنہیں کتاب دی گئی، اور جو نبوت کے ساتھ کھڑے کئے گئے، برگزیدوں کے اس پاک گروہ میں اس کا استحقاق صرف اسی کو ہے اور اس کے سوا کس کو ہوسکتا ہے؟...... جو پچھلوں میں بھی اس طرح جس طرح پہلوں میں تھا۔ دور والے بھی اس کو ٹھیک اسی طرح پا رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے ہی رہیں گے، جس طرح نزدیک والوں نے پایا تھا۔ جو آج بھی اسی طرح پہچانا جاتا ہے، اور ہمیشہ پہچانا جائے گا، جس طرح کل پہچانا گیا تھا، کہ اسی کے اور صرف اسی کے دن کے لئے رات نہیں ہے، ایک اسی کا چراغ ہے، جس کی روشنی بے داغ ہے۔ (از سید مناظر حسن گیلانیؒ)

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت تخلیق کی تکمیل کا لمحہ آخریں تھا

رسولِ اکرم ﷺ کے جسم اطہر کے سبب تمام عالم تجسیم ہوئے، حضور ﷺ نے جہاں جہاں بھی قدم رکھا، محبت کی بارگاہیں معطر ہوگئیں۔ حضور ﷺ نے جن جن اشیاء کو چھولیا، ان کو عظمت بے پناہ نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ کے تخیل نے جن جن چیزوں کو سمولیا، وہ اوج مقدر پر جلوہ آفروز ہوئیں حضور ﷺ کی جدھر جدھر چشم رحمت اٹھی، ادھر ادھر عطائے الٰہی کے دفتر کھل گئے۔

انتخاب خداوندی کن کن مراحل سے گزر کر ایک نقطے پر مرکوز ہوا ہوگا، کتنے الفاظ نے طہارت کا سہارا لیا ہوگا، کتنے فلسفے دم بخود رہ گئے ہونگے۔ کتنی تشبیہات نے دم توڑ دیا ہوگا، کتنے لطیف احساسات مجسم ہوتے ہوئے رہ گئے ہوں گے، اظہار نے کیا کچھ ہاتھ پاؤں نہ مارے ہوں گے، سرور و کیفیت نے کیا کیا کروٹیں بدلی ہوں گی۔

دلوں کو وجد نصیب ہو رہا ہوگا، آنکھوں کو ٹھنڈک مل رہی ہوگی، جسم و جاں لطف

حیات کے امتحان سے گزر رہے ہوں گے، شوق مچل رہا ہوگا، ذوق دید کیفیات کے پل صراط پر رقص کناں ہوگا، جناب رسولِ اکرم ﷺ جب دنیا میں تشریف لارہے ہوں گے، وہ وقت کتنا سہانا، پیارا، روح افزا، دل کشا، نزہت افروز، اور درود آگیں ہوگا، وہ وقت جس کی ساعتوں کو سعادت کی لامتناہی خوشبو عطا کی گئی۔

رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت پر ظلمت کدوں میں نئی صبح کے آثار نظر آنے لگے

دنیا نزع کے عالم میں تھی، ظلم کی اندھی اور بہری قوتوں کے سامنے انسانی ضمیر کے سارے حصار منہدم ہو چکے تھے۔ مظلوموں اور بے بسوں کے لئے اپنے مقدر کی تاریکیوں کے ہجوم سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ زیر دستوں میں فریاد کی سکت نہ تھی اور بالا دستوں کو یوم حساب کا خوف نہ تھا۔

یہ دنیا ایک رزم گاہ تھی جہاں افراد قبائل اور اقوام ایک دوسرے کا گوشت نوچ رہے تھے۔ امن عدل اور انصاف کے متلاشیوں کی چیخیں گمراہی، جہالت اور استبداد کی آہنی دیواروں سے ٹکرانے کے بعد خاموش ہو چکی تھیں۔ اور صحرائے عرب کے باشندوں کی قبائلی عصمتیں اپنے فرزندوں سے تازہ آنسوؤں کی طلب گار تھی۔

پھر یکا یک مکہ کی برہنہ برہنہ چٹانوں اور بے آب و گیاہ وادیوں پر پروردگار عالم کی ساری رحمتوں کے دریچے کھل گئے اور فرزندان آدم کی مایوس اور تھکی ہوئی نگاہیں عرب و عجم کے ظلمت کدوں میں ایک نئی صبح کے آثار دیکھنے لگیں۔

انسانی تاریخ کا سب سے مبارک وہ لمحہ تھا جب حضرت آمنہ خالق ارض و سماء کی ساری نعمتوں اور کائنات کی تمام مسرتوں، اور سعادتوں کو اپنے آغوش میں دیکھ رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے مجروح اور ستم رسیدہ انسانیت کو یہ مژدہ سنا رہے تھے کہ عبدالمطلب کا پوتا اور عبداللہ کا بیٹا ان دعاؤں کا جواب ہے جو خانہ کعبہ کی بنیاد اٹھاتے وقت حضرت ابراہیمؑ کی زبان پر آئی تھی یہ وہی ہادی اکبر ہے جس کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی

ہے یہ خدا کے ان برگزیدہ بندوں کے سپنوں کی تعبیر ہے جو ماضی کی ہولناک تاریکیوں میں اللہ کی رحمت کو پکارتے ہیں۔اے زمانے کے مظلوم اور مقہور انسانو! یہ تمہارا نجات دہندہ ہے۔قیصروکسریٰ کے استبداد کی چکی میں پسنے والے غلامو! تمہارے آلام اور مصائب کا دور ختم ہو چکا ہے۔ جہالت اور گمراہی کی تاریکی میں بھٹکنے والو! تمہیں سلامتی کا راستہ دکھائے گا۔اے عدل وانصاف کے متلاشیو! اس کے ہاتھ ظلم کے پرچم سرنگوں کردیں گے۔یتیموں بیواؤں اور زمانے کے ٹھکرائے ہوئے انسانو! یہ نبی ﷺ تمہارے لئے سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ (از نسیم حجازی صاحب) (بشکریہ ماہنامہ خلافتِ راشدہ)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے نبی ﷺ سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

خصوصیت نمبر۳

رسولِ اکرم ﷺ کو وہ کمالات واوصاف یکجا عطا کئے گئے جو دیگر انبیاء کو فرداً فرداً عطا کئے گئے

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ تیسری خصوصیت آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے جسکا عنوان ہے''رسولِ اکرم ﷺ کو وہ کمالات واوصاف یکجا عطا کئے گئے جو دیگر انبیاء کو فرداً فرداً عطا کئے گئے''الحمد اللہ ان سطور کو لکھتے وقت بھی میں ریاض الجنۃ میں اللہ کی توفیق سے بیٹھا ہوں، آقا ﷺ کا پیارا اور مقدس روضہ مبارک میرے سامنے ہے اور میں آقا ﷺ کی اس خصوصیت کو ترتیب دے رہا ہوں دعا گو ہوں کہ یارب قدوس میری اس ٹوٹی پھوٹی کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول و منظور فرما آمین یارب العالمین۔

بہرحال قابل احترام قارئین! ہمارے نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ایک بہترین خصوصیت ہے کہ دیگر انبیاء کرامؑ کو اللہ رب العالمین نے جو صفات عطا فرمائیں وہ فرداً فرداً عطا فرمائیں کسی کو ایک، یا دو، تین، چار......الخ لیکن جب نمبر آیا اللہ کے سب سے محبوب نبی اور ہمارے نبی ﷺ کا تو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرامؑ والی تمام صفات یکجا کر کے حضور ﷺ کو عطا کر دیں، گویا کہ یوں کہا جائے کہ پچھلے انبیاء کرامؑ کو اللہ نے پھولوں کی پتیاں یا زیادہ سے زیادہ کسی کو پورا پھول عطا فرمایا لیکن جب ہمارے حضور ﷺ کا نمبر آیا تو سارے پھولوں کا گلدستہ بنا کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کے گلے میں ڈال دیا۔ ''ذالکَ فَضلُ اللّٰہِ یؤتِیہِ مَنْ یَّشآء.''

چنانچہ ذیل میں ہم نے مختصراً اسی خصوصیت پر روشنی ڈالی ہے، جس سے آپ ﷺ کی

یہ خصوصیت نکھر کر سامنے آجائے گی انشاء اللہ۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے:۔

تیسری خصوصیت کی وضاحت احادیث کی روشنی میں

جو معجزات وکمالات وفضائل دیگر انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین میں جدا جدا موجود تھے ان سب کے نظائر یا ان سے بھی بڑھ کر حضور ﷺ کی ذات شریف میں مجتمع تھے۔

حسن یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بغرض توضیح صرف چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ا...... حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے تمام چیزوں کے ناموں کا علم دیا۔ آپؑ کو فرشتوں نے سجدہ کیا۔

☆ اور جبکہ سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اسماء کے علاوہ مسمیات کا بھی علم دیا۔ رسول اکرم ﷺ پر اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں اور مؤمنین بھی سلام و درود بھیجتے ہیں۔ یہ شرف اتم واکمل ہے۔ کیونکہ سجدہ تو ایک دفعہ ہو کر منقطع ہو گیا اور درود و سلام ہمیشہ کے لئے جاری ہے اور اعم بھی۔ کیونکہ سجدہ تو صرف فرشتوں سے ظہور میں آیا اور درود میں اللہ اور فرشتے اور مؤمنین سب شامل ہیں۔ علاوہ ازیں امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس لئے سجدے کا حکم دیا تھا کہ نور محمدی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھا۔

۲...... حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا۔

☆ اور جبکہ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں آسمانوں کے اوپر مقام قاب قوسین تک اٹھایا۔

۳...... حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اور ان پر ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے نجات دی۔

☆ اور جبکہ رسول اکرم ﷺ کے وجود کی برکت سے آپ ﷺ کی امت عذاب

استیصال سے محفوظ رہی۔ وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُم وَأَنتَ فِيهِم (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو عذاب نہیں دینے کا جس حال میں کہ آپ ان میں موجود ہیں۔) اللہ تعالیٰ نے کشتی نوح کو بھی رسول اکرم ﷺ ہی کے نوری برکت سے غرق ہونے سے بچایا۔ کیونکہ اس وقت نور محمدی ﷺ حضرت سام کی پیشانی میں تھا۔ (زرقانی علی المواہب۔ جزء ثالث)

۴...... ہود علیہ السلام کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی۔

☆ اور جبکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بادِ صبا سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد مغربی ہوا سے ہلاک کی گئی۔

۵...... حضرت صالح علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے پتھر میں سے اونٹنی نکالی۔ اور حضرت صالحؑ فصاحت میں یگانہ روزگار تھے۔

☆ اور جبکہ اونٹ نے آپ ﷺ کی اطاعت سے کلام کیا۔ فصاحت میں کوئی آپ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ جیسا کہ آگے چل کر فصاحت سے متعلق مستقل ایک الگ خصوصیت آرہی ہے انشاء اللہ۔ (خصائص کبریٰ بحوالہ صحیحین۔ جزء اول)

۶...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔

☆ اور جبکہ آپ ﷺ ہی کے نور کی برکت سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ رسول اکرم ﷺ کی ولادت شریف پر فارس کی آگ جو ہزار برس سے نہ بجھی تھی، گل ہوگئی شب معراج میں کرۂ نار سے آپ ﷺ کا گزر ہوا اور کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ آپ ﷺ کی امت میں بھی ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ آگ میں ڈالے گئے اور سلامت رہے اور جب غزوہ تبوک کے بعد رمضان ۹ھ میں آپ ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو حضرت عباس نے آپ کی اجازت سے آپ کی مدح میں چند شعر کہے ہیں ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔ آپ حضرت خلیل اللہ کی آگ میں پوشیدہ داخل ہوئے۔ آپ ان کی پشت میں تھے وہ کیسے جل سکتے تھے طبرانی وغیرہ نے اس قصہ کو روایت کیا ہے۔ (مواہب و زرقانی غزوہ تبوک)

ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت عطا ہوا۔ اسی واسطے آپ کو خلیل اللہ کہتے ہیں۔

☆اور جبکہ رسول اکرم ﷺ کو نہ صرف درجہ خلت عطا ہوا بلکہ اس سے بڑھ کر درجہ محبت عطا ہوا اسی واسطے رسول اکرم ﷺ کو حبیب اللہ کہتے ہیں۔ (خصائص کبریٰ)

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے بت خانے کے بت توڑے۔

☆اور جبکہ رسول اکرم ﷺ نے خانہ کعبہ کے گرد اور اوپر تین سو ساٹھ بت نصب تھے محض ایک لکڑی کے اشارے سے یکے بعد دیگر سب کے سب گرا دیئے۔

ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنایا۔

☆اور جبکہ رسول اکرم ﷺ نے بھی خانہ کعبہ بنایا۔ حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ تاکہ آپ کی امت کے لوگ طواف وہاں سے شروع کریں۔

۷......حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو والد بزرگوار ذبح کرنے لگے تو آپ نے صبر کیا۔

☆اور جبکہ اس کی نظیر رسول اکرم ﷺ کا شق صدر ہے جو وقوع میں آیا۔ حالانکہ ذبح اسمٰعیل وقوع میں نہ آیا بلکہ ان کی جگہ دنبہ ذبح کیا گیا۔

۸......حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب برادران یوسف نے خبر دی کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے تو آپ نے بھیڑیئے کو بلا کر پوچھا بھیڑیا بولا میں نے یوسف کو نہیں کھایا۔ (خصائص کبریٰ)

☆اور جبکہ آپ سے بھی بھڑیئے نے کلام کیا جیسا کہ اپنے مقام پر آگے آرہا ہے۔

یعقوب علیہ السلام فراق یوسف میں مبتلا ہوئے اور صبر کیا۔ یہاں تک کہ غم کے مارے آپ کی آنکھیں سفید ہوگئیں۔ اور قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتے۔

☆اور جبکہ رسول اکرم ﷺ اپنے صاحبزادے ابراہیم کی دائمی مفارقت میں مبتلا ہوئے۔ مگر رسول اکرم ﷺ نے صبر کیا حالانکہ اس وقت اور کوئی صاحبزادہ آپ ﷺ کا نہ تھا۔

۹......حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حسن و جمال عطا فرمایا۔

☆اور جبکہ رسول اکرم ﷺ کو ایسا حسن عطا ہوا کہ کسی کو نہیں ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو تو نصف حسن ملا تھا مگر رسول اکرم ﷺ کو تمام ملا۔

......یوسف علیہ السلام خوابوں کی تعبیر بیان کرتے تھے مگر قرآن مجید میں صرف تین خوابوں

کی تعبیر آپ سے وارد ہے۔

☆ اور جبکہ رسول اکرم ﷺ سے تعبیر رویا کی کثیر مثالیں احادیث میں مذکور ہیں۔

یوسف علیہ السلام اپنے والدین اور وطن کے فراق میں مبتلا ہوئے۔

☆ اور جبکہ آپ ﷺ نے اہل اور رشتہ داروں اور دوستوں اور وطن کو چھوڑ کر ہجرت کی۔

۱۰...... حضرت ایوب علیہ السلام صابر تھے۔

☆ اور جبکہ صبر میں رسول اکرم ﷺ کے احوال حد نظر سے خارج ہیں۔

۱۱...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا عطا ہوا۔

☆ اور جبکہ رسول اکرم ﷺ کی پشت مبارک پر مہر نبوت تھی۔ علاوہ ازیں رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا روحانی نور عطا فرمایا تھا۔ اگر آپ نے نقاب بشریت نہ اوڑھا ہوتا تو کوئی آپ کے جمال کی تاب نہ لاتا۔

موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر پتھر سے پانی جاری کر دیا۔

☆ حضور ﷺ نے اپنی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی جاری کر دیا۔ یہ اس سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ پتھر سے پانی کا نکلنا متعارف ہے مگر خون و گوشت میں سے متعارف نہیں

موسیٰ علیہ السلام کو عصا عطا ہوا جو اژدہا بن جاتا تھا۔

☆ اور جبکہ ستون حنانہ جو کھجور کا ایک خشک تنا تھا رسول اکرم ﷺ کے فراق میں رویا اور اس سے اس بچہ کی سی آواز نکلی جو ماں کے فراق میں رو رہا ہو۔

موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر اپنے رب سے کلام کیا۔

☆ اور جبکہ رسول اکرم ﷺ نے عرش مقام قاب قوسین میں اپنے رب سے کلام کیا۔ اور دیدار الٰہی سے بھی بہرہ ور ہوئے اور حالت تمکین میں رہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عصائے بحیرہ قلزم کو دو پارہ کر دیا۔

☆ اور جبکہ رسول اکرم ﷺ نے انگشت شہادت سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا معجزۂ کلیم تو زمین پر تھا اور یہ آسمان پر۔ وہاں عصا کا سہارا تھا اور یہاں صرف انگلی کا اشارہ۔

۱۲...... حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے آفتاب ٹھہرایا گیا۔

☆ اور جبکہ رسول اکرم ﷺ کے لئے آفتاب غروب ہونے سے روکا گیا۔

یوشع علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جبارین سے جہاد کیا۔

☆ اور جبکہ رسول اکرم ﷺ نے بدر کیدن جبارین سے جہاد کیا اور ان پر فتح پائی۔ رسول اکرم ﷺ وفات شریف تک جہاد کرتے رہے اور جہاد قیامت تک آپ کی امت میں جاری رہیگا۔

۱۳...... حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ تسبیح پڑھتے تھے۔

☆ اور جبکہ آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں سنگریزوں نے تسبیح پڑھی بلکہ آپ ﷺ نے دوسروں کے ہاتھ میں بھی کنکروں سے تسبیح پڑھوائی اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ کے طعام میں سے تسبیح کی آواز آیا کرتی تھی کیونکہ پہاڑ تو خشوع و خضوع سے متصف ہیں مگر طعام سے تسبیح معہود نہیں۔

پرندے داؤد علیہ السلام کے لئے مسخر کر دیئے گئے۔

☆ اور جبکہ پرندوں کے علاوہ حیوانات (اونٹ بھیڑیئے شیر وغیرہ) رسول اکرم ﷺ کے لئے مسخر کر دیئے گئے۔

داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔

☆ اور جبکہ رسول اکرم ﷺ کے لئے شب معراج میں صخرہ بیت المقدس خمیر کی مانند ہو گیا تھا۔ پس آپ ﷺ نے اس سے اپنا براق باندھا۔ (دلائل حافظ ابونعیم اصفہانی)

داؤد علیہ السلام نہایت خوش آواز تھے۔

☆ اور جبکہ رسول اکرم ﷺ بھی نہایت خوش آواز تھے۔ چنانچہ ترمذی سے حدیث انس میں نقل کیا ہے و کان نبیکم احسنھم وجھاً احسنھم صوتاً۔

۱۴...... حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم عطا ہوا۔

☆ اور جبکہ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ نبوت کے ساتھ ملک لیں یا عبودیت۔ آپ ﷺ نے عبودیت کو پسند فرمایا۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے خزائن الارض کی

کنجیاں رسول اکرم ﷺ کو عطا فرمائیں۔ اور آپ ﷺ کو اختیار دیا کہ جس کو چاہیں عطا کردیں۔

سلیمان علیہ السلام اپنے تخت کو جہاں چاہتے ہوا میں اڑا لے جاتے۔ صبح سے زوال تک ایک مہینہ کی مسافت اور زوال سے شام تک ایک مہینے کی مسافت طے کرتے تھے۔

☆اور جبکہ رسول اکرم ﷺ کو شب معراج میں براق عطا ہوا بلکہ بجلی سے بھی تیز رفتار تھا۔

جن بقہر وغلبہ سلیمان علیہ السلام کے مطیع تھے۔

☆اور جبکہ جن بطوع ورغبت رسول اکرم ﷺ پر ایمان لائے۔

سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی سمجھتے تھے۔

☆اور جبکہ رسول اکرم ﷺ اونٹ بھیڑیئے وغیرہ حیوانات کا کلام سمجھتے تھے، آپ ﷺ سے پتھر نے کلام کیا جسے آپ نے سمجھ لیا۔

۱۵..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو اچھا کردیتے تھے

☆اور جبکہ رسول اکرم ﷺ نے مردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو اچھا کیا۔ جب خیبر فتح ہوا تو وہاں کی ایک یہودی عورت نے آپ ﷺ کو زہر آلود بکری کا گوشت بطورِ ہدیہ بھیجا۔ آپ ﷺ نے بکری کا بازو لیا اور اس میں سے کچھ کھایا۔ وہ بازو بولا کہ مجھ میں زہر ڈالا گیا ہے۔ یہ مردے کو زندہ کرنے سے بڑھکر ہے کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ ہونا ہے۔ حالانکہ اس کا بقیہ حصّہ جو اس سے الگ تھا مردہ ہی تھا۔

سلیمان علیہ السلام نے مٹی سے پرندہ بنادیا۔

☆اور جبکہ غزوۂ بدر میں حضرت عکاشہ بن محصن کی تلوار ٹوٹ گئی رسول اکرم ﷺ نے ان کو ایک خشک لکڑی دے دی۔ جب انہوں نے اپنے ہاتھ سے ہلائی تو وہ سفید مضبوط لمبی تلوار بن گئی۔

سلیمان علیہ السلام نے گہوارہ میں لوگوں سے کلام کیا۔

☆ارسول اکرم ﷺ نے ولادتِ شریف کے بعد کلام کیا۔

سلیمان علیہ السلام بڑے زاہد تھے۔

☆اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کا زہد سب سے زیادہ تھا۔ (بحوالہ سیرت رسول عربی)

بہر حال خلاصہ کلام یہ ہے کہ قدرت کی جانب سے نوعِ انسانی کو جہاں تک اللہ نے پہچانا تھا وہاں تک پہنچا دیا جتنے کمالات عطا کرنے تھے سب عطا کر دیئے۔ یوں تو دوسرے انبیاءؑ کو اللہ تعالیٰ نے کمالات سے نوازا تھا، اعلیٰ اخلاق عطا کئے تھے، مثالی کردار دیا تھا جیسا کہ مندرجہ بالا مثالوں میں آپ نے ملاحظہ فرمایا لیکن وہ سارے کمالات جو پہلے انبیاء کو فرداً فرداً عطا کئے تھے۔ وہ سارے کے سارے ہمارے حضور ﷺ میں جمع کر دیئے یعنی آدم علیہ السلام کا خُلق، شیث علیہ السلام کی معرفت، نوح علیہ السلام کا جوشِ تبلیغ، ابراہیم علیہ السلام کا ولولہ توحید، اسماعیل علیہ السلام کا ایثار، اسحاق علیہ السلام کی رضا، صالح علیہ السلام کی فصاحت، لوط علیہ السلام کی حکمت، موسیٰ علیہ السلام کا جلال، ھارون علیہ السلام کا جمال، یعقوب علیہ السلام کی تسلیم ورضا، داؤد علیہ السلام کی آواز، ایوب علیہ السلام کا صبر، یونس علیہ السلام کی اطاعت، یوشع علیہ السلام کا جہاد، دانیال علیہ السلام کی محبت، الیاس علیہ السلام کا وقار، یوسف علیہ السلام کا حسن، یحییٰ علیہ السلام کی پاکدامنی اور عیسیٰ علیہ السلام کا زہد وتقویٰ جیسے اوصاف وکمالات آپ کی ذات میں یکجا کر دیئے گئے تھے اسی لئے تو حضرت نانوتویؒ نے فرمایا ۔

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں　　تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

اور دوسرا شاعر کہتا ہے ۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ایک تیسرا شاعر کہتا ہے ۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہ　　بعد از خدائے بزرگ توئی قصہ مختصر

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِم

چنانچہ ثابت ہوا کہ وہ تمام اوصاف وکمالات جو دیگر انبیاء کو فرداً فرداً عطا ہوئے تھے وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے رسول ﷺ کو کما حقہ اور بدرجہ اتم عطا فرمائے تھے، اسی لئے ہمیں بھی چاہئے کہ اپنے حضور ﷺ کی تمام تعلیمات پر دل وجان سے عمل کرنے کی کوشش کریں، اسی میں ہماری نجات ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

خصوصیت نمبر ۴

رسولِ اکرم ﷺ کا نام تخلیق کائنات سے دو ہزار برس پہلے رکھا گیا

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ چوتھی خصوصیت آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے جسکا عنوان ہے ''رسولِ اکرم ﷺ کا نام تخلیق کائنات سے دو ہزار برس پہلے رکھا گیا'' الحمد للہ ان سطور کو لکھتے وقت بھی میں مقدس روضہ مبارک کے سائے تلے بیٹھا ہوں، بہر حال ہمارے نبی اکرم ﷺ کی منجملہ خصوصیات میں سے یہ بھی ایک عظیم خصوصیت ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کا نام تخلیق کائنات سے دو ہزار برس پہلے رکھا گیا، جیسا کہ آنے والے اوراق میں حضرت انسؓ کی ایک روایت سے اسی طرح ثابت ہوتا ہے جبکہ دیگر انبیاء کرامؑ سے متعلق اس طرح کی کوئی خاص بات تاریخ میں ہمیں نظر نہیں آتی تو معلوم ہوا کہ ہمارے نبی ﷺ کا نام مستقل ایک خصوصیت ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے نبی کے نام میں ایک خصوصیت ہی نہیں بلکہ کئی خصوصیات مضمر ہیں، جیسا کہ آنے والے اوراق میں آپ ﷺ کے نام سے متعلق دیگر خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی جائے گی، اور اسی طرح دوسری اور تیسری جلد میں بھی آپ ﷺ کے نام کے بارے میں کچھ خصوصیات پر کلام کیا جائے گا انشاءاللہ۔

چنانچہ یہاں مختصراً آپ ﷺ کے نام سے متعلق ایک خصوصیت ذکر کی جارہی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کا نام تخلیق کائنات سے دو ہزار برس پہلے رکھا گیا، امید ہے کہ انشاءاللہ اس خصوصیت کے مطالعے سے آپ ﷺ سے ہماری محبت میں اضافہ ہوگا۔

تو قارئین لیجئے اب اس خصوصیت کا مطالعہ فرمائیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

چوتھی خصوصیت کی وضاحت احادیث کی روشنی میں

حضرت انس ؓ کی ایک روایت کے مطابق تخلیق کائنات سے دو ہزار سال قبل حضور کا نام محمد ﷺ رکھا گیا۔ (شمائل الرسول۔از علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانیؒ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقا خاتم النبیین ﷺ کا اسم گرامی اس وقت ''محمد'' ﷺ رکھا گیا، جب اس کائنات کا دور دور تک نام ونشان بھی نہ تھا، نہ ابھی آسمان پیدا ہوا تھا نہ زمین، نہ عرش نہ کرسی، نہ لوح نہ قلم، نہ جنت نہ جہنم، نہ سورج نہ کرنیں، نہ چاند نہ چاندنی، نہ ستارے نہ چمک، نہ دن نہ رات، نہ صبح نہ شام، نہ فضا نہ ہوا، نہ اَبر نہ گھٹا، نہ زمان نہ مکان، نہ گل نہ بوٹے، نہ شجر نہ حجر، نہ بہار نہ خزاں، نہ نسیم نہ شمیم، نہ گرمی نہ سردی، نہ حسن نہ جمال، نہ سبزہ نہ مہک، نہ بلبل نہ چہک، نہ ڈالی نہ لچک، نہ ہیرے نہ جواہر، نہ زر نہ خزینے، نہ دولت نہ دفینے، نہ سمندر نہ سفینے، نہ دریا نہ کنارے، نہ موج نہ حباب، نہ صحرا نہ گلشن، نہ ہوا نہ پانی ،نہ خاک نہ آگ، نہ جنگل نہ پہاڑ، نہ طفلی نہ شباب، نہ نشیب نہ فراز، نہ ثریٰ نہ ثُریا، نہ جبرئیل نہ میکائیل، نہ عزرائیل نہ اسرافیل، نہ جن نہ شیطان، نہ حور نہ غلمان، نہ حیوان نہ انسان، نہ عقل نہ حواس، نہ بھوک نہ پیاس، نہ آدم نہ آدمیت، نہ چہل پہل تھی، نہ ریل پیل تھی، یہ دیوانگی نہ تھی، یہ شعور نہ تھا، یہ ہجر وصال کے قصے نہ تھے، یہ اقرار وانکار کی ادائیں نہ تھیں، نہ آہ تھی نہ فریاد تھی، نہ رونا تھا نہ ہنسنا تھا، نہ سونا تھا، نہ جاگنا تھا، نہ جوانی تھی نہ بڑھاپا تھا۔

الغرض خادم رسول ﷺ جناب انس ؓ کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ کچھ بھی نہ تھا، جی ہاں کچھ بھی نہیں تھا، کچھ بھی تو نہیں تھا جب ہمارے آقا ﷺ کا وجودِ مسعود اور اسمِ مبارک موجود تھا۔ غالبًا اسی بات کی تصدیق میں اشعیا پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں ''اے محمدؐ! میں نے تیرا معاملہ قابل تعریف پایا ہے، اے رب کے پاکباز بندے تیرا نام ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔'' (بحوالہ معارف اسم محمدؐ)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِم

خصوصیت نمبر ۵

رسولِ اکرم ﷺ کا اسم محمدؐ ہر لمحے اللہ کے نام کے ساتھ کرۂ ارض پر گونجتا رہتا ہے

قابلِ احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ پانچویں خصوصیت ذیل میں پیش کی جارہی ہے جسکا عنوان ہے "رسولِ اکرم ﷺ کا اسم محمدؐ ہر لمحے اللہ کے نام کے ساتھ کرۂ ارض پر گونجتا رہتا ہے" الحمد اللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کو ترتیب دیتے وقت بھی اللہ تعالیٰ نے عین روضہ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائی، بے شک یہ میرے لئے ایک بہت بڑی سعادت ہے جسکے لئے میں اپنے اللہ کا دل سے شکرگزار ہوں۔ دعا گوہوں کہ یارب قدوس میری اس ٹوٹی پھوٹی کاوش کواپنی بارگاہ میں مقبول ومنظور فرما آمین یارب العالمین۔

بہرحال محترم قارئین! ہمارے نبی ﷺ کی یہ بھی ایک عظیم امتیازی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو یہ اعزاز بخشا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا نام زمین پر ہر لمحہ گونجتا ہے بالکل اسی طرح اللہ کے حکم سے ہمارے نبی ﷺ کا نام بھی ہر لمحے کرۂ ارض پر گونجتا رہتا ہے، یعنی چوبیس گھنٹوں میں سے ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس میں دنیا کے کسی نہ کسی کونے میں اللہ کے نام کے ساتھ ہمارے نبی ﷺ کا نام اذان کی صورت میں بلند نہ ہوتا ہو، بے شک یہ خصوصیت بھی صرف اور صرف ہمارے نبی ﷺ کی خصوصیت ہے، جیسا کہ آنے والے اوراق میں اس خصوصیت کی وضاحت کی گئی ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں سے ہر وقت کس طرح دنیا کے کسی نہ کسی حصے پر ہمارے نبی ﷺ کا نام بلند ہوتا ہے، انشاء اللہ اس وضاحت کو پڑھ کر آپ کو یقین آجائے گا کہ بے شک یہ بات برحق اور سچی ہے، دعا کیجئے کہ

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نبی سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

تو محترم قارئین! لیجئے اب اس خصوصیت کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

پانچویں خصوصیت کی وضاحت

کرۂ ارض پر ۲۴ گھنٹوں کے ہر لمحے میں کسی نہ کسی کونے میں اذان کی آواز گونجتی رہتی ہے۔ نظامِ قدرت کے مطابق کرۂ ارض کے گرد سورج کی گردش کے ساتھ ساتھ صبح و شام دن و شب اور سہ پہر کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ پانچ وقت کی اذانیں دنیا کے کسی نہ کسی کونے میں گونجتی رہتی ہیں۔ تفصیلات کے مطابق انڈونیشیا دنیا کے انتہائی مشرق میں واقع ہے اور یہ اسلامی ملک ہزاروں سمندری جزائر کا رقبہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ جن میں سماٹراء، جاوا، بورنیو، سیلرز بڑے جزائر ہیں۔ اور اس کی آبادی ۱۸ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ دنیا کی پہلی طلوع سحر سیلز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔ جہاں اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ بیک وقت ہزاروں موذن اللہ اکبر کے ساتھ ساتھ محمد رسول اللہ کی صدائیں بھی بلند کرتے ہیں۔ مشرق جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے۔ اور سورج کے ساتھ ٹھیک ڈیڑھ گھنٹہ بعد انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتہ میں اذانوں کی آواز گونجنے لگتی ہے۔ جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے۔ اور سماٹرا کے مغربی قصبوں اور دیہات میں اذانیں شروع ہونے سے پہلے ہی ملایا میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ایک گھنٹہ بعد سورج ڈھاکہ پہنچتا ہے، بنگلہ دیش میں ابھی یہ اذانیں ختم نہیں ہوتیں کہ کلکتہ سے سری لنکا تک فجر کی اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔ سری نگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا وقت ایک ہی ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔ اس عرصے میں فجر کی

اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں یہ اذانیں شروع ہوجاتی ہیں۔ مسقط کے بعد بغداد تک ایک گھنٹے کا فرق پڑجاتا ہے۔ اس عرصے میں اذانیں سعودی عرب، یمن، متحدہ عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں۔ بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس وقت شام مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ اسکندریہ اور استنبول ایک ہی طول وعرض پر واقع ہے۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران ترکی میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس عرصہ میں شمالی امریکہ میں، لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری ہوجاتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوتا ہے۔ ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کرکے بحراوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔ فجر کی اذان بحراوقیانوس تک پہنچنے سے پہلے مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہوجانے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل جکارتہ تک پہنچتا ہے کہ مشرقی جزائر میں مغرب کی اذان کا وقت ہوجاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں سیلبز سے ابھی سماٹرا تک ہی پہنچتی ہیں کہ اتنے میں انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں عشاء کی اذانین گونجنے لگتی ہیں۔ الغرض

کوئی کرن نہ پھوٹے، کہیں روشنی نہ ہو — تیرا جو نام اذاں میں نہ ہو، صبح ہی نہ ہو

مختصر یہ کہ ۲۴ گھنٹے کے ۱۴۴۰ منٹ میں زمین کے کسی نہ کسی کونے میں پانچ میں سے کسی ایک وقت کی اذان ضرور سنائی دیتی ہے۔ اور اذان میں چونکہ اللہ کے نام کے ساتھ ساتھ ''محمد ﷺ'' کا نام بھی بلند ہوتا ہے تو اسمِ ''محمد ﷺ'' کی عظمت اس امر سے بھی نمایاں ہوتی ہے کہ جب تک زمین پر اذان کی آواز گونجتی رہے گی، اللہ کے نام کے ساتھ ساتھ اس کے محبوب پیغمبر سیدنا ''محمد ﷺ'' کا اسمِ گرامی بھی پوری آب وتاب کے ساتھ سماعتوں میں رس گھولتا رہے گا۔ (معارف اسمِ محمدؐ سے ماخوذ)

چاند پر اسمِ محمد ﷺ کی گونج

تاریخ کے عجائبات میں یہ بات محفوظ ہے کہ:

''نیل آرم سٹرانگ چاند پر پہلا قدم رکھنے والا انسان مصر گیا۔ کسی مسلمان ملک میں جانے کا اس کے لئے یہ پہلا موقع تھا وہاں پہلی رات صبح سویرے وہ بستر پر اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا پھر وہ کھڑا ہوگیا کچھ دیر کھڑا رہنے کے بعد پریشانی کے عالم میں وہ کمرے سے نکل آیا۔ کمرے سے باہر اس کی بے چینی اور بڑھ گئی اس بے چینی کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ لان میں آ گیا۔

جس جگہ وہ ٹھہرا ہوا تھا یہ ایک ہوٹل تھا۔ ڈیوٹی پر موجود ہوٹل کے سٹاف نے اپنے اس قدر معزز مہمان کو پریشان دیکھا تو اس کے اردگرد پروانہ وار جمع ہوگیا۔ جناب! آپ کیوں پریشان ہیں؟ ہم خدمت کے لئے حاضر ہیں، ان میں سے ایک نے کہا۔ میں کہاں ہوں؟...... اس نے الٹا ان پر سوال کردیا۔ آپ اس وقت مصر کے دارلحکومت قاہرہ میں ہیں۔ جواب آیا ''میں قاہرہ میں ہوں تو یہ آوازیں کہاں سے آرہی ہیں؟'' اس نے فوراً وہ سوال کیا جو اس کو پریشان کررہا تھا۔ ''جناب یہ قاہرہ کی مسجدوں سے اذانوں کی آوازیں آرہی ہیں۔'' سٹاف نے یک زبان ہوکر کہا۔ یہ جواب پاکر وہ اتھاہ خاموشی میں ڈوب گیا جب محسوس کیا کہ اس کی خاموشی پہ سٹاف پریشان ہے تو وہ خاموشی کی کیفیت سے باہر نکلا ''میں چاند پر تھا تو وہاں بھی میں نے ایسی آوازیں سنی تھیں، یہاں انہیں دوبارہ سن کر میں بدحواس ہوگیا، مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ میں چاند پر ہوں یا زمین پر۔'' (از معارف اسمِ محمدؐ)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نبی ﷺ کی قدر کرنے اور آپ کی تمام تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

خصوصیت نمبر ۶

رسولِ اکرم ﷺ کی آمد سے پہلے روزِ اوّل ہی سے آپ ؐ کی آمد کی بشارتیں دی گئیں

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ چھٹی نمبر خصوصیت آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، جسکا عنوان ہے ''رسولِ اکرم ﷺ کی آمد سے پہلے روزِ اوّل ہی سے آپ ؐ کی آمد کی بشارتیں دی گئیں'' بحمد اللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کو ترتیب دیتے وقت بھی میں روضہ رسول ﷺ کے قریب یعنی روضہ کے سائے تلے بیٹھا ہوں، فجر کی نماز سے فراغت ہوئی ہے اور اب روضہ رسول ﷺ کے قریب لوگ ہی لوگ ہیں، کافی دیر تک تو روضہ رسول ﷺ کے قریب جگہ نہ مل سکی، تلاش تلاش میں کافی وقت لگ گیا، لیکن بالآخر اللہ کے فضل سے جگہ مل ہی گئی کیونکہ جب طلب صادق اور اخلاص پر مبنی ہو تو اللہ تعالیٰ راہیں نکال ہی دیتے ہیں، چنانچہ اب میں اپنے آقا ﷺ کے روضہ کے سائے تلے بیٹھا اس خصوصیت کو ترتیب دے رہا ہوں، اور دل سے بار بار یہی صدا آرہی ہے کہ یا اللہ آقا ﷺ کے مدینے میں بار بار آنے کی توفیق عطا فرما اور اخلاص سے آقا ﷺ کے دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما، دل چاہتا ہے کہ روضہ رسول ﷺ کی جالیوں کو دیکھتا رہوں اور پھر دیکھتا ہی چلا جاؤں کہ دل کا سرور اسی میں چھپا ہے، دعا گو ہوں کہ یارب قدوس تیرے محبوب پیغمبر ﷺ کے مبارک روضہ پر بیٹھ کر تیرے محبوب ﷺ کی خصوصیت پر کام کرنے کی اس گناہ گار کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول و منظور فرما اور آخر میں نجات کا ذریعہ بنا، آمین۔

بہرحال محترم قارئین! ہمارے حضور ﷺ کی یہ بھی ایک عظیم خصوصیت ہے، کہ

ہمارے نبی کی آمد سے پہلے روز ہی سے آپ ﷺ کی آمد کی بشارتیں دی گئیں، اگر چہ دیگر بعض انبیاء کرام کی بھی یہ خصوصیت ہے کہ بعض انبیاء کرام کے آنے سے قبل ان کے آنے کی بشارتیں دی گئیں جیسا کہ اس کی وضاحت آنے والے صفحات میں آرہی ہے، لیکن ہمارے نبی کی یہ خصوصیت ہے کہ روزِ اول ہی سے ہمارے نبی ﷺ کی آمد کی بشارتیں دی گئیں، اور روزِ اول سے بشارتوں سے متعلق اور کسی نبی کی یہ خصوصیت نہیں ہے، بہر حال آنے والے اوراق میں ہم نے اپنے نبی ﷺ کی اس خصوصیت کو حتی المقدور واضح کیا ہے، امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ دیگر خصوصیات کی طرح یہ خصوصیت بھی ہمارے لئے ہمارے نبی ﷺ سے محبت میں اضافے کا ذریعہ بنے گی، اور کتاب لکھنے کا بھی یہی مقصد ہے کہ ہمارے دلوں میں غیروں کی نہیں بلکہ اپنے نبی ﷺ کی محبت ہو، بے شک نبی ﷺ کی محبت کے ذریعے ہی اللہ کی محبت نصیب ہوگی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ اور اس کے رسول سے سچی محبت نصیب فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نبی ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین لیجئے اب اس خصوصیت کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:۔

چھٹی خصوصیت کی وضاحت احادیث کی روشنی میں

دوسرے انبیاء علیہم السلام میں بھی ایسے نبی ہیں جن کے وجود میں آنے سے پہلے ان کے متعلق بشارت دی گئی ہے۔ ایسے انبیاء علیہم السلام چار ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یحیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ سارہ علیہ السلام کے حق میں فرمایا۔

فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوبَ ۝ (الآیہ ا، پ ۱۲ سورۂ ہود ع ۷)

ترجمہ:۔ ’’سو ہم نے ان کو مکرر بشارت دی اسحاقؑ کے پیدا ہونے اور اسحاقؑ کے پیچھے یعقوب کی‘‘۔

کہا جاتا ہے کہ سارہؓ کو بشارت دی گئی تھی کہ وہ اس وقت تک زندہ رہیں گی جب

تک کہ ان کے بیٹے حضرت اسحاقؑ کے یہاں حضرت یعقوبؑ نہ پیدا ہو جائیں۔

اسی طرح حضرت زکریاؑ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔

اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی ○ (الآیہ ۳۹ پ ۳ سورۂ آل عمران ع ۴)

ترجمہ:۔ ''تحقیق کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحیٰی کی'' اور حضرت مریمؑ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ۔

اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بکلمَۃٍ مِّنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ ○ (سورۂ آل عمران ع ۵)

ترجمہ:۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہو گا اس کا نام ولقب مسیح عیسیٰ ابن مریم ہو گا''۔

اس طرح گویا رسول اکرم ﷺ کے علاوہ بھی چار انبیاء علیہم السلام ہیں جن کے متعلق ان کے اس دنیا میں آنے سے پہلے ان کی آمد کی بشارتیں دی گئی تھیں جو بعد میں پوری ہوئیں۔ لیکن رسول اکرم ﷺ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے متعلق حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے بشارتیں دی جارہی ہیں اور پچھلی تمام آسمانی کتابوں میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت اور آپ ﷺ کے متعلق بعض دوسری اہم پیشن گوئیاں موجود ہیں۔ چنانچہ ہر دور میں لوگ آپ ﷺ کا بے تابی سے انتظار کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے نورِ نبوت کو جو پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا آرہا تھا اپنے یہاں حاصل کرنے کے لئے مختلف خاندانوں میں کشاکش ہوتی رہی جیسا کہ اس کے متعلق ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ پچھلی امتوں میں ہمیشہ میرے نور کو حاصل کرنے کے لئے کشاکش رہی۔ (سیرت حلبیہ)

اس کے بعد آپ ﷺ نے اسی اعرابی سے فرمایا کہ۔ ''میں اپنے ماں باپ کی پہلی اور اکلوتی اولاد ہوں۔ میری والدہ پر میرے حمل میں ہونے کا بوجھ دوسری عورتوں کے حمل کے بوجھ سے زیادہ تھا یہاں تک کہ جو بوجھ وہ محسوس کرتی تھیں اپنی سہیلیوں سے وہ اس کی شکایت کیا کرتی تھیں۔ پھر انہوں نے خواب میں دیکھا کہ جو چیز (یعنی جو حمل) ان کے پیٹ میں ہے وہ ایک نور کی صورت میں نکلا (حضرت آمنہؓ نے) کہا کہ میں نے اپنی نظریں

اسی نور کے پیچھے دوڑائیں مگر وہ نور میری نظروں سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نور سے روئے زمین کا مشرق و مغرب جگمگا اٹھا۔ (بحوالہ سیرت حلبیہ)

رسولِ اکرم ﷺ کی بابت بائبل سے بشارات

فخر رسل، ہادیٔ سبل، دانائے کل حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور نبوت دلائل وافیہ اور براہین قاطعہ سے موثق اور انوار ساطعہ سے مزین ہے۔ یہ ایک ایسا روشن چمکتا دمکتا چراغ ہے جس کا انکار بلاشبہ جہالت اور حماقت ہے یا پھر ضد و عناد پر مبنی کفر و ضلالت کی غلط روش، جو کسی بھی ذی فہم و ذی شعور کے نزدیک راست بازی اور صداقت پسند حرکت نہیں ہے۔

منجملہ دلائل نبوت میں سے آپ ﷺ کی نبوت پر ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی آمد اور تشریف آوری کے متعلق سابقین نے اپنی اپنی امتوں کو بشارات دی ہیں کہ ہمارے بعد آخر زمانہ میں سرزمین عرب سے ایک کامل نبی مبعوث ہونے والا ہے اور ان کی کتب سماویہ میں مکتوب ان بشارات کی شب و روز تلاوت کی جاتی تھیں۔ تورات، انجیل اور زبور کے صفحات پر جمی بشارات کی شہہ سرخیاں اہل کتاب کو مستقبل میں آنے والے برگزیدہ پیغمبر کے شدت سے انتظار اور اطاعت میں سبقت کے ساتھ ساتھ ان کے پرزور استقبال کی تیاری کرنے کا اعلان کر رہی تھیں۔

قرآن مجید نے اس حقیقت کا اظہار یوں فرمایا ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ. (الاعراف)

ترجمہ:۔ ''وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے کہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں''۔

یہی وجہ ہے کہ مخلص اہل کتاب آپ ﷺ کی آمد کے شدت سے منتظر تھے، یہودی، ربی اور عیسائی راہب اپنی عوام کو بتاتے تھے کہ آخری نبی کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور رسول

اکرم ﷺ کی آمد کے زمانہ کی علامات اور آپ ﷺ کی پیدائش کی سرزمین معلوم ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کی آمد اور بعثت کو سب سے پہلے اہل کتاب ہی نے پہچانا۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے کہ۔ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب (یعنی تورات و انجیل) دی وہ آپ ﷺ کو خوب پہچانتے ہیں (یہ وہ نبی ہیں جن کی توریت اور انجیل میں بشارت دی گئی ہے، اہل کتاب آپ ﷺ کی شکل وصورت دیکھ کر) آپ ﷺ کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح یہ اپنے بیٹوں کی شکل وصورت دیکھ کر پہچانتے ہیں اور تحقیق ان میں ایک فریق حق کو چھپاتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں''۔ (سورۃ البقرہ)

بالفرض اگر آپ ﷺ کے متعلق توریت اور انجیل میں بشارات موجود نہ ہوتیں تو جب رسول اکرم ﷺ نے مندرجہ بالا آیات یہودیوں اور عیسائیوں کے سامنے پڑھیں تو ان کے علماء برملا آپ ﷺ کی تردید کرتے اور مشرکین مکہ سے بھی کہتے کہ ہماری کتابوں میں اس قسم کی کسی شخصیت کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس دور کی یہودیت اور عیسائیت کا ان آیات کی تردید نہ کرنا اس بات کی واضح علامت ہے کہ ان ایام میں رائج تورات اور انجیل میں بشارات صاف شفاف اور ناقابل انکار انداز میں موجود تھیں۔ بلاشبہ آج تورات و انجیل ہمارے سامنے محفوظ انداز میں موجود نہیں ہیں اور نہ یہ کتابیں یہودی اور عیسائی پیشواؤں کے تغیر و تبدل اور دست برد سے بچ سکی ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِاللهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلاً فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ. (البقرہ: آیت ۷۹)

ترجمہ:۔ ''تو بڑی خرابی ہوگی ان کی (یعنی علماء یہود کی) جو بدل سدل کر کتاب (تورات) لکھتے ہیں (اور) پھر (یہودی عوام سے) کہہ دیتے ہیں کہ یہ حکم خدا کی طرف سے یونہی آیا ہے (اور غرض صرف یہ ہوتی ہے) کہ اس کے ذریعہ کچھ نقد وصول کرلیں تو بڑی خرابی پیش آوے گی اس کی بدولت بھی جس کو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور بڑی خرابی ہوگی اس نقدی کی بدولت بھی جس کو وہ عوام سے وصول کیا کرتے تھے''۔

قرآن مجید نے کیسے حکیمانہ اسلوب سے یہ بات واضح کر دی ہے کہ یہودی علماء محض دنیوی مفاد کی خاطر آسمانی کتابیں تبدیل کر کے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے رہے۔ یاد رہے کہ موجودہ بائبل میں بھی بعض آیات ایسی موجود ہیں جو قرآن مجید کے مذکورہ دعویٰ کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ یرمیاہ علیہ السلام نزول قرآن سے کئی صدی قبل اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرما چکے تھے کہ۔

تم کیونکر کہتے ہو کہ ہم تو دانشمند ہیں اور خداوند کی شریعت ہمارے پاس ہے؟ لیکن دیکھ لکھنے والوں کے باطل قلم نے بطالت پیدا کی ہے۔

مزید ارشاد فرمایا ہے کہ۔ پر خدا کی طرف سے بار نبوت کا ذکر تم کبھی نہ کرنا اس لئے کہ ہر ایک آدمی کی اپنی ہی باتیں اس پر بار ہوں گی کیونکہ تم نے زندہ خدا رب الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا ہے۔ (یرمیاہ ۳۶:۲۳)

نیز رومن کیتھولک کی بائبل کے حاشیہ میں مرقوم ہے کہ۔ ''متن بعد مقامات میں بہت دھندلا ہے''۔ (تکوین، ۹۱:۴۹)

مگر ان تمام تر تحریفات، تغیر وتبدل کے باوجود بھی بائبل میں رسول اکرم ﷺ کی آمد کے متعلق پیشن گوئیاں لائق اطمینان انداز میں موجود ہیں جن سے کوئی بھی انصاف پسند، میانہ رو اور مثبت سوچ کا حامل یہودی اور عیسائی پیشوا انکار نہیں کر سکتا۔ ہم ان صفحات میں بائبل کے صرف چند مقامات پیش کرنا چاہتے ہیں جن میں رسول اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے بارے میں بشارات دی گئی ہیں۔ بشارات کی تفصیل سے قبل ابتدائی باتوں کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔

(۱)۔ موجودہ اہل بائبل کا یہ خیالی قاعدہ ہے کہ ہر اس نبی کی تصدیق وتائید کی جائے گی جس کی آمد کی پیشن گوئی سابق نبی نے کی ہو اور جس مدعی نبوت کی آمد کی خبر و علامات گزشتہ نبی نے نہ بتائی ہوں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور پھر اپنے اس خود ساختہ قاعدہ کی بناء پر کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ رسول اکرم ﷺ کی آمد کی پیشن گوئی ہماری کتب

میں موجود نہیں اور جو بشارات مسلمان ذکر کرتے ہیں وہ آپ پر منطبق نہیں ہوتیں لہٰذا آپ نبی نہیں ہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی آخری نبی ہیں۔ یاد رہے کہ یہ قاعدہ خود تراشیدہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ بائبل میں اس کا کہیں وجود نہیں ملتا۔ نیز اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام کی آمد کی پیشن گوئی کس نبی نے دی ہوگی؟

(۲)۔ یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نصاریٰ کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اہل اسلام کا کہنا یہ ہے کہ دونوں غلطی پر ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کے دائمی اور عامی ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی موجود تورات اور انجیل میں ان کے خاتم النبیین ہونے کا کوئی ثبوت موجود ہے۔ اب اگر یہود و نصاریٰ اپنے اپنے نبی کے خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ کریں تو ''مدعی سست گواہ چست'' والی بات ہوگی۔

نیز نصاریٰ حوارین اور پولوس کی نبوت کے قائل ہیں حالانکہ یہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے اور ان کی کتاب مقدس بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد انبیاء علیہ السلام کے پائے جانے کا ذکر کرتی ہے۔

انہی دنوں میں چند نبی یروشلم سے انطاکیہ میں آئے، ان میں سے ایک نے جس کا نام اگبس تھا کھڑے ہو کر روح ہدایت سے ظاہر کیا کہ تمام دنیا میں بڑا کال پڑے گا اور یہ کلودیس کے عہد میں واقع ہوا۔ (اعمال:۱۱:۲۷:۲۸)

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد پیش آیا جب بقول کتاب مقدس آپ کے بعد نبی مبعوث ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ غلط ثابت ہوا۔ اب پچھلی کتابوں سے رسول اکرم ﷺ کی آمد اور تشریف آوری کے متعلق بشارات ملاحظہ فرمایئے۔

رسولِ اکرم ﷺ سے متعلق تورات کی بشارتِ اوّل

اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں، میں ان کیلئے ان کے بھائیوں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری اُن باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ (استثناء، ۱۸: ۱۷ تا ۱۹)

اہل اسلام اور اہل کتاب کے نزدیک بالاتفاق ان آیات تورات میں مستقبل میں آنے والے برگزیدہ اور منتخب شخصیت کی بشارت دی گئی ہے لیکن وہ معزز شخصیت کون ہے؟ تعین میں اختلاف ہے۔ یہود کا خیال یہ ہے کہ یہ بشارت حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ اس بشارت کے مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام جبکہ اہل اسلام دوٹوک انداز میں اس بشارت کو رسول اکرم ﷺ کے لئے خاص سمجھتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس کا مصداق رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ درج ذیل امور اس دعویٰ کی فیصلہ کن تائید کرتے ہیں۔

(۱)۔ تورات کے الفاظ ہیں "میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں سے تجھ سا نبی برپا کروں گا"۔ تورات کے ان الفاظ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے کہ آنے والا بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے ہوگا اور ظاہر ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہوں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں نبیوں کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے جو کسی بھی معیار سے اس بشارت کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

باقی رہی یہ بات کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ اور آنے والا نبی کس خاندان سے ہوگا؟ تو آیئے تورات سے ہی اس کا جواب حاصل کرتے ہیں۔ تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کا ذکر ان الفاظ میں ہے کہ۔

"اور اسماعیلؑ کی عمر ایک سو سینتیس برس کی ہوئی تب اس نے دم چھوڑ دیا اور وفات

پائی اور اپنے لوگوں میں جاملا، اور اس کی اولاد حویلہ سے شورتک جو مصر کے سامنے اس راستہ پر ہے جس سے رسور کو جاتے ہیں آباد تھی، یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے۔" (پیدائش: ۲۵:۱۷:۸۱)

تورات کے خط کشیدہ الفاظ میں مذکورہ بھائیوں سے بالاتفاق بنی عیص اور بنی اسماعیل مراد ہیں اور اس بات پر بھی یہود و نصاریٰ کا اتفاق ہے کہ بنی عیص میں کوئی صاحب نبوت شخص پیدا نہیں ہوا۔ نیز یہ بھی مسلم بین الفریقین ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو اولاد قطورہ سے پیدا ہوئی اس میں بارگاہِ الٰہی سے برکت اور نبوت کا کوئی وعدہ موجود نہیں ہے جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں برکت کی صراحت اور نبوت کا اشارہ موجود ہے۔ الحاصل بلاشبہ اب تورات کی عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں ایک نبی پیدا فرمائیں گے جو احکام الٰہیہ کی تبلیغ کریں گے اور وہ بلاشبہ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

(۲)۔ بشارت کے الفاظ ہیں "تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا" اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی شریعت حدود و قصاص، زواجر و تعزیرات، غسل و طہارت کے احکام سے ساکت ہے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور رسول اکرم ﷺ میں کامل مماثلت موجود ہے کہ ہماری شریعت محمدیہ ﷺ میں بھی مندرجہ بالا احکام بدرجہ اتم موجود ہیں۔ نیز اس مماثلت کی طرف قرآن مجید میں بھی اشارہ موجود ہے۔ اِنآ اَرسلنا اِلَیکُم رسُولاً شاھِداً علیکُم کما اَرسَلنَا اِلٰی فِرعونَ رَسُولاً. (مزمل: آیت ۱۵) ترجمہ: "ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا تم پر گواہی دینے والا جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو بھیجا"۔

معلوم ہوا کہ بلاشبہ اس بشارت کے مصداق ہمارے نبی رسول اکرم ﷺ ہیں۔

(۳)۔ بشارت میں مذکور ہے کہ "اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا"۔ اس کا مطلب کس قدر واضح ہے کہ میں اس نبی پر تورات، انجیل اور زبور کی طرح کوئی لکھی ہوئی

کتاب نازل نہیں کروں گا بلکہ کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ کی وحی لے کر اس نبی امّی پر ظاہر ہوگا اور وہ نبی فرشتہ سے کلام اللہ سن کر یاد کر کے اپنے منہ سے پڑھ کر امت کو سنائے گا اور ظاہر ہے کہ یہ بات رسول اکرم ﷺ کے علاوہ کسی پر سچی نہیں آتی۔

رسول اکرم ﷺ سے متعلق تورات کی بشارتِ دوم

جاء الرّب من سينا و اشرق لهم مّن سعير وتلألأ من جبل فاران واتىٰ من ربوات القدس وعن يمينهٖ نار شريعة لهم. (عربی بائبل، تثنیہ، ۲:۳۳)

ترجمہ از ریفرنس اردو بائبل: خداوند سینا سے آیا، اور سعیر سے ان پر آشکار ہوا، وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا، اس کے داہنے ہاتھ پر ان کیلئے آتشی شریعت تھی۔ (استثناء، ۲:۳۳)

تورات کی اس آیت میں تین بشارتیں مذکور ہیں۔

(۱)۔ طور، سینا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تورات عطا ہونا مراد ہے۔

(۲)۔ اور سعیر ایک پہاڑی کا نام ہے جو شہر ناصرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں واقع ہے، اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور انجیل کی طرف اشارہ ہے۔

(۳)۔ اور فاران سے مکہ کا پہاڑ مراد ہے اس سے رسول اکرم ﷺ کی رسالت اور نزول قرآن کی جانب اشارہ ہے۔ غارِ حرا اس فاران پہاڑ میں واقع ہے جس میں سب سے پہلے "اقرأ باسم ربک" کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔ (کذا فی سیرۃ المصطفیٰ، ۳:۳۷۴)

کون نہیں جانتا کہ کوہِ فاران سے کونسی نبوت نمودار ہوئی؟ جس نے عالم انسانیت کو رشد و ہدایت کے لئے آتشی شریعت قرآن مجید کی صورت میں عطا کی اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے عالم کو ظلم و ظلمت سے نجات دلا کر انوارات کی دنیا میں راہِ راست پر لا کھڑا کیا۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت اور قرآن مجید کے بارے میں اس قدر واضح بشارت کے بعد بھی امم سابقہ کا اپنی منسوخ شریعتوں سے ہاتھ نہ اٹھانا اپنی کتب مقدسہ پر عمل سے سر مو انحراف اور

اپنے انبیاء کرام سے یک گونہ بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟

تحریف کا ایک عجیب وغریب نمونہ ملاحظہ فرمائیے:۔

بائبل کی عبارت ''لاکھوں قدسیوں میں سے آیا'' میں یہودی ربیوں اور عیسائی پادریوں نے اپنے ہاتھوں کی خوب صفائی دکھائی ہے۔ قدیم بائبل جس سے حضرت مولانا محمد ادریس اندھلویؒ نے اپنی کتاب سیرۃ المصطفیٰ ۳/ ۲۷۷ پر مندرجہ بالا عبارت نقل کی ہے، اس میں یہ عبارت یوں ہے کہ۔ ''دس قدسیوں کے ساتھ آیا'' اور یہ جملہ مذکورہ بشارت کا مصداق متعین کرنے میں مرکزی حیثیت کا حامل ہے کیونکہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اکرم ﷺ دس ہزار صحابہ اکرمؓ کی قدسی جماعت کے درمیان جلوہ افروز تھے جو اس بشارت کے ظہور کا مکمل نمونہ اور واضح آئینہ ہے۔

مگر اہل بائبل کو یہ بات ناگوار گزر رہی تھی اس لئے انہوں نے حسب عادت جدید ریفرنس بائبل میں جو ہمارے سامنے موجود ہے ''دس ہزار'' کی جگہ لاکھوں کر دیا ہے تا کہ اس بشارت کا رخ رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکت سے موڑا جاسکے۔

رسول اکرم ﷺ سے متعلق تورات کی بشارت سوم

''اے خدا بادشاہ کو اپنے احکام اور شہزادہ کو اپنی صداقت عطا فرما، وہ صداقت سے تیرے لوگوں کی اور انصاف سے تیرے غریبوں کی عدالت کرے گا، ان لوگوں کے لئے پہاڑوں سے سلامتی کے اور پہاڑیوں سے صداقت کے پھل پیدا ہوں گے، وہ محتاجوں کی اولاد کو بچائے گا اور ظالم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا''۔ (زبور:۷۲، ۱تا۴)

زبور کی ان آیات میں کسی ایسے نبی کی آمد اور تشریف آوری کی بشارت دی گئی ہے جس کے پاس نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی ہوگی اور ظلم وظلمت کی علمبردار سلطنتوں کا خاتمہ کر کے فقراء اور غرباء کو ان کے استبدادی شکنجے سے نجات دلائے گا۔ یہ سب صفات رسول اکرم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود ہیں نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کیونکہ نہ وہ بادشاہ بنے اور

نہ حکومت ملی اور نہ ہی انہوں نے دنیا کو ظالم اور جابر حکمرانوں سے جہاد کر کے امت کو نجات دلائی۔ معلوم ہوا کہ بلا شبہ اس بشارت کا مصداق رسول اکرم ﷺ ہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ سے متعلق انجیل یوحنا سے بشارتِ چہارم

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا، اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ (یوحنا:۲۶،۷،۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو تسلی دیتے ہوئے بشارت سنائی کہ تم کو یہودوں کے ظلم و ستم اور چیرہ دستیوں سے رنجیدہ اور غمگین ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں اور نہ ہی میری تکلیف سے پریشان ہونے کی حاجت ہے کیونکہ میں عنقریب ایسے مقام پر جانے والا ہوں جہاں تک ہمارے دشمنوں کی رسائی نہیں ہو سکے گی۔

میرے بعد مددگار آئے گا تو میرے دشمنوں سے خوب نمٹے گا اور نہ ماننے والوں کو سزا دے گا۔ گزشتہ ادوار میں لفظ "مددگار" کی جگہ لفظ "احمد" مرقوم تھا۔ جیسا کہ انجیل برناباس میں آج بھی موجود ہے۔ قرآن مجید میں انجیل کی اس بشارت کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے: ﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ. (الصف)

"اس وقت کو یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں ایک عظیم الشان رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

مگر اب کی مروجہ انجیل میں "احمد" کی جگہ "مددگار" مندرج ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب انجیل کا عبرانی سے یونانی میں ترجمہ کیا گیا تو یونانیوں نے حسب عادت نام کا بھی ترجمہ

کرتے ہوئے ''احمد'' کا ترجمہ ''پیر کلوطوس'' کردیا۔ پھر عربی ترجمہ کرتے وقت ''ہیر کلوطوس'' کا معرب ''فارقلیط'' بنادیا گیا اور ایک عرصہ تک بائبل کے اردو، عربی اور فارسی نسخوں میں یہی لفظ لکھا اور پڑھا جاتا رہا، رفتہ رفتہ ''فارقلیط'' کے لفظ کو حذف کرکے اب اس کی جگہ ''روح القدس''، ''روحِ حق''، ''تسلی دینے والا'' اور ہمارے سامنے موجود ریفرنس بائبل میں ''مددگار'' مذکور ہے۔ اس قدر تغیر وتبدل کے باوجود بھی بشارت اپنی جگہ ثابت ہورہی ہے، وہ اس طرح کہ ریفرنس بائبل کے حاشیہ میں ''مددگار'' کی تفسیر ''وکیل یا شفیع'' سے کی گئی ہے اور یہ دونوں آنحضرت ﷺ کے صفاتی نام ہیں۔ عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے جانے کے بعد ''وکیل یا شفیع''، جیسے صفاتی ناموں سے موسوم شخصیت حضرت محمد ﷺ تشریف لائیں گے۔ وہ دین ودنیا کے سردار اور انتہائی بلند قدر پیغمبر ہوں گے۔ اس قدر اوصاف بیان کرنے سے مقصد ان پر ایمان لانے کا ترغیبی حکم ہے۔

آخر میں اہل کتاب کے چند ایسے سربراہوں کا تذکرہ پڑھتے جائیں جنہوں نے اپنی کتاب مقدسہ میں موجود بشارات صحیح سمجھنے کے بعد آنحضرت ﷺ کے تشریف کے وقت قریب آجانے کی بشارت دیں۔

(۱) سیف ذی یزین حاکم یمن نے عبدالمطلب کو آپ کی پیدائش کے زمانے میں خبر دی تھی کہ آپ کے خاندان میں نبی آخر الزماں پیدا ہونے والا ہے۔

(۲) آپ ﷺ کی عمر بارہ سال تھی کہ آپ ﷺ کو چچا ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر پیش آیا جہاں ایک نصرانی عالم بحیرہ راہب نے آپ ﷺ کو دیکھ کر ابوطالب سے کہا کہ اپنے بھتیجے کی خبر داری رکھنا، یہ نبی آخر الزماں ہوگا۔ میں نے کتب سماویہ (تورات انجیل وزبور وغیرہ) میں نبی آخر الزماںؐ کی جو علامات دیکھی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔

(۳) دوسری مرتبہ آپ ﷺ پچیس سال کے عمر میں دوبارہ تشریف لے گئے، وہاں نسطورا راہب نے آپ ﷺ کو بغور دیکھا اور قافلہ والوں سے کہا کہ یہ شخص نبی آخر الزماں ہوگا۔ ہمارے نوشتوں (آسمانی کتابوں) میں جو علامات خاتم الانبیاء کی لکھی ہیں، وہ سب اس میں

موجود ہیں۔

(۴) ابتداء بعثت میں حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں تو یہی کہا کہ یہ وہی نبی آخرالزماں ہیں کہ جن کی حضرت موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) نے بشارت دی ہے۔

(۵) حضرت سلیمان فارسیؓ ابتداء میں مجوسی تھے، اس مذہب سے بیزار ہوکر یہودی مذہب اختیار کیا لیکن یہودیت سے بھی قلب کو تسکین میسر نہ آئی تو یہودی مذہب چھوڑ کر عیسائی بن گئے۔ علماء نصاریٰ نے جو نبی آخرالزماں ﷺ کی پیشن گوئیاں کی تھیں وہ خوب یاد تھیں۔ آنحضرت ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلیمان فارسیؓ آپ ﷺ کی خبر سن کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہ وہی نبی آخرالزماں ہیں کہ جن کی پیشن گوئی میں سن چکا ہوں۔

(۶) نجاشی بادشاہ حبشہ نے بھی انبیاء سابقین کی پیشن گوئیوں کے موافق پاکر آپ ﷺ کو نبی آخرالزماں تسلیم کیا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ (سیرت المصطفیٰ، ۳/۴۵۴)

اہل کتاب کے راہبوں کا کتب ساویہ میں آپ ﷺ کے متعلق بشارت کی تصدیق کرنا اور ایک کثیر تعداد کا ان پیشن گوئیوں کی بناء پر آپ ﷺ کی نبوت تسلیم کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان کتب مقدسہ میں آپ ﷺ کے متعلق بشارت موجود تھیں اور بائبل کی بار بار سرجری کے باوجود بھی بشارت کا کافی ذخیرہ آج بھی موجود ہے اور یہ سب کچھ آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ راست نصیب فرمائے اور خاتم النبیین ﷺ کی کامل اتباع اور تاحیات آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین واحکام پر کاربند رہنے کی توفیق بخشے، آمین یارب العالمین۔ (بشکریہ ماہنامہ انوار القرآن کراچی)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نبی ﷺ سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

خصوصیت نمبر ۷

رسولِ اکرم ﷺ بچپن میں چاند سے باتیں کیا کرتے تھے

قابلِ احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ ساتویں خصوصیت ہے، جسکا عنوان ہے ''رسولِ اکرم ﷺ بچپن میں چاند سے باتیں کیا کرتے تھے'' جیسا کہ آنے والے اوراق میں اس خصوصیت کی وضاحت کی جارہی ہے، لیکن اس وضاحت سے پہلے گزشتہ خصوصیات کی طرح یہاں بھی بتا تا چلوں، کیونکہ میری زندگی کا یہی سب سے بڑا سرمایا ہے کہ بحمد اللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کو بھی میں نے ریاض الجنة میں بیٹھ کر روضہ رسول ﷺ کے سائے میں ترتیب دیا ہے کیونکہ میرا ایمان ہے کہ روضہ رسول ﷺ کے سائے میں بیٹھ کر روضہ اقدس میں آرام فرمانے والے عظیم پیغمبر ﷺ اور ہم سب کے پیارے آقا ﷺ کی خصوصیت کو لکھنا اور ترتیب دینا بہت بڑی سعادت ہے، میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بار بار مجھے مدینہ بلائے اور پھر اپنے محبوب ﷺ کی محبوب مسجد اور پھر پیارے روضہ کے سامنے بٹھا کر آقا ﷺ کی سیرت کے ہر ہر گوشے کو لکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ بہر حال محترم قارئین! ہمارے پیارے رسول ﷺ کی یہ بھی ایک امتیازی اور عظیم خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارے نبی ﷺ بچپن میں چاند سے باتیں کیا کرتے تھے، یعنی اللہ تعالیٰ نے بچپن میں آپ ﷺ کے لئے چاند کو کھلونا بنا دیا تھا، جبکہ دیگر انبیاءؑ کی سیرتوں میں ایسی خصوصیت نظر نہیں آتی، تو معلوم ہوا کہ اس خصوصیت کا مظہر بھی صرف اور صرف ہمارے نبی ﷺ ہی ہیں، جیسا کہ آنے والے اوراق میں آپ کو مطالعے کے بعد اندازہ ہوگا انشاء اللہ، لیجئے اب بغیر کسی تاخیر کے اس خصوصیت کی وضاحت ملاحظہ فرمائیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

ساتویں خصوصیت کی وضاحت

آنخضرت ﷺ دودھ پینے کی عمر میں چاند سے باتیں فرمایا کرتے تھے (مراد ہے بچہ کا غوں غاں کرنا) کہا جاتا ہے کہ عورت نے بچے کے ساتھ غوں غاں کر کے بات کی یعنی بچے سے اس طرح بولی جس سے بچہ خوش ہوتا ہے، چاند کے ساتھ آنخضرت ﷺ کا باتیں کرنا آپ کی خصوصیات میں گنا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت عباسؓ سے ایک حدیث نقل کی جاتی ہے کہ آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ سے فرمایا: یا رسول اللہ! "میں نے آپ کی نبوت کی ایک علامت دیکھی تھی جس کی وجہ سے میں آپ کے دین میں شامل ہوا ہوں، میں نے دیکھا کہ آپ جھولے میں لیٹے ہوئے چاند سے باتیں فرماتے تھے اور آپ اپنی انگلی سے چاند کو جس طرف بھی اشارہ فرماتے وہ اسی طرف سرک جاتا تھا"۔ آپ ﷺ نے یہ سن کے فرمایا! "میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے بہلائے رکھتا تھا ، جب وہ یعنی چاند عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوتا تھا تو میں اس کے گرنے کی آواز سنا کرتا تھا (یعنی جب چاند ایک دھماکے کے ساتھ عرش کے نیچے گرتا تھا جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا سجدہ ہوتا تھا تو آنخضرت ﷺ اس کے سجدہ کرنے یعنی گرنے کی آواز سنا کرتے تھے)۔ اس حدیث کے راویوں میں بعض مجہول لوگ ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ (اس حدیث کے راویوں میں بعض ایسے نامعلوم لوگ ہیں جن کے پورے حالات کا پتہ نہیں ہے اور ان کے معتبر ہونے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا)۔ حافظ ابوالفتح یعنی عیون الاثر کے مصنف کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس وقت آنخضرت ﷺ کی عمر کتنی تھی (جب آپ جھولے میں لیٹے ہوئے چاند سے باتیں فرمایا کرتے تھے)۔ آنخضرت ﷺ کا جو جھولا یعنی پالنا تھا اس کو ملائکہ یعنی فرشتے ہلایا کرتے تھے اور اسی سے وہ ہلتا رہتا تھا، اسی لیے علامہ ابن سبیع نے اس کو بھی آنخضرت ﷺ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ (چاند سے یا چاند کے باتیں کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ اس کو دیکھ کر غوں غاں کیا کرتے تھے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے چاند کو آپ کے دل بہلانے کا ذریعہ بنا دیا تھا)۔ (بحوالہ سیرت حلبیہ جلد اول)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِم

خصوصیت نمبر ۸

رسولِ اکرم ﷺ کا شجرہ نسب مکمل محفوظ ہے

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ آٹھویں خصوصیت پیش کی جارہی ہے، جس کا عنوان ہے ''رسولِ اکرم ﷺ کا شجرہ نسب مکمل محفوظ ہے'' الحمدللہ اس خصوصیت کو ترتیب دینے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے روضہ رسول ﷺ کے قریب ریاض الجنۃ میں بیٹھنے کی توفیق دی، بے شک یہ اس کا فضل ہے ورنہ لوگوں کے اژدھام کی وجہ سے دو نفل کے لئے جگہ ملنا مشکل ہوتی ہے، چہ جائیکہ ایسی جگہ کا مل جانا کہ جہاں بیٹھ کر کئی گھنٹوں تک لکھا جا سکے، بہر حال اس پر میں اپنے اللہ کا صد بار شکر ادا کرتا ہوں کہ جس ذات نے ریاض الجنۃ میں بٹھا کر اپنے محبوب ﷺ کی خصوصیت سے متعلق کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی، اور مزید اسی اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ میری اس ٹوٹی پھوٹی کاوش کو مقبول و منظور بھی فرمائے گا انشاء اللہ، اور جب قیامت کا دن ہوگا، لوگوں میں نفسا نفسی ہوگی، تو انشاء اللہ آج ریاض الجنۃ میں روضہ رسول ﷺ کے سائے تلے بیٹھ کر آقا ﷺ کی خصوصیت کو ترتیب دینے کی وجہ سے آقا ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی اور انشاء اللہ اللہ کے فضل سے ضرور ہوگی، بس اسی امید پر قلم رسولِ اکرم ﷺ کی شان میں لکھ رہا ہے اور دل کی یہ دعا ہے کہ یا رب میرے نبیؐ اور میرے نبیؐ کے دین کے لئے میری جان، مال اور وقت قبول فرما، آمین یارب العالمین۔

بہر حال محترم قارئین! خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے شجرہ نسب کو اللہ تعالیٰ نے مکمل محفوظ رکھا یعنی آپ ﷺ کے پورے نسب میں کہیں لچک اور جھول نظر نہیں آتا، نہ کردار کے لحاظ سے اور نہ کسی اور حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے مکمل نسب یعنی آدمؑ

سے لیکر حضرت عبداللہ اور اماں حوا سے لے کر حضرت آمنہ تک مکمل حفاظت فرمائی، جیسا کہ آپ کو آنے والے اوراق میں تفصیل معلوم ہوگی انشاءاللہ، تو بہر حال اب تمہیدی گفتگو ختم کی جاتی ہے، لیجئے اصل خصوصیت کا مطالعہ شروع کیجئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین

آٹھویں خصوصیت کی وضاحت احادیث کی روشنی میں

کلبیؒ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ماں اور باپ کے طرف سے پچھلی پشتوں میں پانچ سو مائیں ہیں، مگر ان میں کہیں بھی کسی کے لیے زنا اور بدکاری ثابت نہیں ہے حالانکہ ایسا ہوتا ہے کہ مرد و عورت زنا کر لیتے ہیں اور اس کے بعد اگر مرد چاہتا ہے تو اسی عورت سے شادی کر لیتا ہے مگر آنحضرت ﷺ کا پورا سلسلہ نسب کنگھال لیا جائے دادہال اور نانہال میں اوپر کی پشتوں تک آپ ﷺ کی جتنی مائیں بھی ہیں کسی کے متعلق ایسی بات ثابت نہیں ہوتی جس سے معلوم ہو کہ ان کے کردار میں جھول تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے پورے نسب کی کس طرح حفاظت فرمائی اور اسے کس طرح پاکیزہ اور صاف وشفاف رکھا نہ ان میں جاہلیت کی حرکتوں میں سے کوئی حرکت پائی جاتی ہے یعنی مائیدر اور سوتیلی ماں کے ساتھ یعنی باپ کی دوسری بیوی کے ساتھ (باپ کے مرنے کے بعد) نکاح کرنے کی رسم بھی آپ کے نسب میں کہیں نہیں ملتی۔ کیونکہ جاہلیت کے زمانے میں عرب اس بات کو جائز سمجھتے تھے کہ باپ کے مرنے کے بعد اس کا سب سے بڑا لڑکا اپنی سوتیلی ماں کے لیے اپنے باپ کا جانشین ہو جاتا تھا۔ بعض موٴرخین لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں سب سے زیادہ بیہودہ رسم یہ سمجھی جاتی تھی کہ ایک شخص ایسی دو لڑکیوں سے شادی کرسکتا تھا جو آپس میں سگی بہنیں ہوں (پھر سوتیلی ماں کے ساتھ شادی کے متعلق لکھتے ہیں کہ) جو شخص اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ شادی کر لیتا تھا اس پر خود قریش بھی عیب لگاتے تھے ایسے آدمی کو وہ "ضغینون" کہتے تھے جس کے معنیٰ ہیں

وہ آدمی جو اپنے باپ کی بیوی کے متعلق رکاوٹ ڈالے۔ ایسی شادی کو وہ لوگ ''نکاح المقت'' یعنی زنا کا عقد کہتے تھے، ایسی عورت کو ''رابہ'' یعنی زنا والی اور ایسے شوہر کو زانی کہتے تھے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی اوپر کی پشتوں میں بھی ایسا نکاح پایا جاتا ہے اس لیے کہ خزیمہ جو آپ کے اجداد میں سے ایک تھا، جب مر گیا تو اس کا سب سے بڑا لڑکا کنانہ اپنے مائیدر پر باپ کا جانشین بنا تھا اور اس سے نضر پیدا ہوا جو خود بھی آپ کے اجداد میں سے ہے یہ قول بالکل غلط اور لغو ہے اس لیے کہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد کنانہ جس عورت پر باپ کا جانشین ہوا تھا وہ مر گئی تھی اور اس سے کنانہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ یہ غلط بات اس لیے چلی کہ کنانہ نے اس کے بعد جس لڑکی سے شادی کی تھی اس کا بھی وہی نام تھا جو کنانہ کی مائیدر کا تھا اس سے نضر پیدا ہوا۔

اس سلسلے میں امام سہیلیؒ کا قول ہے کہ باپ کی بیوی سے نکاح گذشتہ شریعت کے مطابق جاہلیت کے زمانے میں جائز تھا اور یہ حرام رشتوں میں سے نہیں تھا جسے انہوں نے توڑا ہو اور نہ ان غلط باتوں میں سے تھا جسے جاہلیت کے دور میں ایجاد کیا گیا ہو کیونکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے نسب میں پیش آ رہا ہے چنانچہ کنانہ نے اپنے باپ خزیمہ کی بیوی سے شادی کی جس کا نام برّہ بنت مُرّہ تھا اور امام سہیلی کے قول کے مطابق اس سے نضر ابن کنانہ پیدا ہوا۔

اس کے علاوہ ہاشم نے بھی اپنے باپ کی بیوی واقدہ سے شادی کر لی تھی اس سے ان کے ایک لڑکی ضعیفہ پیدا ہوئی مگر یہ آنحضرت ﷺ کے نسب میں شامل نہیں ہے کیونکہ واقدہ کے پیٹ سے آنحضرت ﷺ کے اجداد میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ ادھر آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں زنا سے نہیں (یعنی میرے نسب میں کہیں بھی کوئی زنا سے پیدا نہیں ہے) اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''لاتنکحوا ما نکح اٰباؤ کم من النساء الا ما قد سلف الخ (پ۴ سورۃ نساء رکوع ۳)

ترجمہ: تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ دادا یا نانا نے نکاح کیا ہو مگر جو بات گزر گئی گزر گئی۔

یعنی گذشتہ زمانے میں اس نکاح کے حلال ہونے کی وجہ سے جو ایسی شادیاں ہوئیں وہ ہو چکیں (اب ایسی شادیاں تمہارے اوپر حرام کر دی گی ہیں) اس استثناء کا فائدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نسب مبارک میں کوئی عیب نہیں پڑتا، یہ بات ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے اجداد میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو پیشہ ور عورتوں یا بدکار عورتوں میں سے کسی کی اولاد ہو ،آپ دیکھتے ہیں کہ قرآن پاک میں جن چیزوں سے روکا گیا ہے یعنی وہ چیزیں جو جائز نہیں ان میں سے کسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے **الا ما قد سلف** یعنی جو بات گزر گئی گزر گئی، کی شرط کا اضافہ نہیں فرمایا۔ **ولا تقربوا الزنا** : یعنی زنا کے قریب مت جاؤ اس کے بعد **الا ما قد سلف** نہیں فرمایا گیا (یعنی زنا ایسا فعل نہیں ہے کہ اگر پچھلے دور میں کسی نے کیا ہے تو وہ جائز ہوگا اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا بلکہ وہ ہمیشہ حرام رہا ہے اور ہے)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ** یعنی جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کو قتل مت کرو، مگر اس کے بعد بھی **الا ما قد سلف** کے ذریعے پچھلے زمانے کا استثناء نہیں فرمایا۔ اسی طرح سوائے اس کے گناہوں میں سے کسی بھی گناہ کو جہاں قرآن میں روکا گیا اس کے ساتھ استثناء ذکر نہیں کیا گیا، اسی طرح دو سگی بہنوں کا نکاح میں لانا کیونکہ یہ بھی ہم سے پہلے شریعت میں جائز تھا یعنی ایسی دو لڑکیوں سے نکاح کرنا جو آپس میں سگی بہنیں ہوں چنانچہ حضرت یعقوبؑ نے راحیل اور ان کی بہن لیا سے شادی کی ہوئی تھی۔ اس **الا ما قد سلف** سے ان معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہاں تک امام سہیلیؒ کا کلام ہے۔

(جو کچھ پیچھے ذکر کیا گیا ہے اس کی وجہ سے) یہ نا قابل توجہ ہے اور نہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے کیونکہ ان کا یہ کہنا کہ حضرت یعقوبؑ کی بیویاں آپس میں سگی بہنیں تھیں، اس کی تردید قاضی بیضاویؒ کے قول سے ہو رہی ہے کہ یعقوبؑ نے لیا سے اس کی بہن راحیل کے

انتقال کے بعد شادی کی تھی۔علامہ واحدیؒ کی کتاب اسباب النزول میں ہے کہ بخاری میں اسباط سے روایت ہے کہ مفسرین کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مرجاتا تھا تو اس کا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کا مالک ہوجاتا تھا لڑکا مائیدار کے اوپر اپنا کپڑا ڈال دیتا اور اس کے بعد اس عورت پر اس کا حق خود عورت یا کسی بھی دوسرے آدمی سے زیادہ ہوجاتا تھا، اگر وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تو بغیر مہر کے اس مہر پر شادی کر لیتا جو مرنے والا ادا کر چکا تھا اور اگر چاہتا تو کسی دوسرے آدمی سے اس کی شادی کر دیتا مگر مہر خود وصول کر لیتا، اس عورت کو کچھ نہیں دیتا تھا اسی طرح اگر وہ چاہتا تو اس عورت کو یوں ہی چھوڑے رکھتا (یعنی نہ خود شادی کرتا اور نہ دوسرے کے ساتھ کرنے دیتا) اور اس کو تکلیفیں پہنچتا تا کہ وہ اپنی جان کی قیمت یعنی فدیہ دے کر اس کے پنجے سے نکلے۔اسی دور میں (یعنی اسلام کے بالکل ابتدائی دور میں) انصاریوں میں سے ایک شخص مر گیا فوراً اس کی بیوی کے پاس مرنے والے کا لڑکا آیا اور اس نے اپنا کپڑا اس عورت پر ڈال دیا اور پھر اس عورت کو یوں ہی چھوڑ دیا، نہ تو اس کے پاس گیا اور نہ اس کا خرچہ اُٹھایا تا کہ وہ اس مصیبت سے نجات پانے کے لیے اپنی جان کا فدیہ اس کو ادا کرے، یہ عورت پریشان ہوکر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور آپ ﷺ کو اپنی بپتا سنائی اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ. (سورۃ نساء)

ترجمہ: تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ دادا یا نانا نے نکاح کیا ہو مگر جو بات گزر گئی گزر گئی، اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کا سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص ابوقیس کا انتقال ہوگیا اس کے بیٹے قیس نے اپنی مائیدار کو اپنے نکاح میں لینا چاہا تو اس عورت نے کہا کہ میں نے تجھے ہمیشہ اپنے بیٹے کی طرح سمجھا ہے، پھر بھی میں آنحضرت ﷺ کے پاس جا کر آپ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھتی ہوں۔آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوکر جب اس نے یہ صورتحال بتلائی تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت براء ابن عازبؓ سے روایت ہے کہ میری اپنے ماموں حضرت ابوالدرداءؓ سے ملاقات ہوئی، اس وقت ان کے پاس ایک جھنڈا تھا (یعنی وہ جہاد کی مہم پر جارہے

تھے) میں نے پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں۔ کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ ایک ایسے آدمی کے پاس بھیج رہے ہیں جس نے اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لی ہے اب میں اس کی گردن مارنے جارہا ہوں۔ "احمد" کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ (اس کی گردن ماردوں) اور اس کا مال ومتاع چھین لوں۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ایسے شخص کے لیے کتنا سخت حکم ہے)

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عربوں میں یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہتا تو وہ "خطب" یعنی "رشتہ دیا" کہہ دیتا اور لڑکی والے اس کے جواب میں کہہ دیتے "نکح" یعنی "نکاح کیا" یہ لفظ گویا ان کے ایجاب وقبول کے قائم مقام تھے۔ نیز (ان ہی بعض مؤرخین کا قول ہے کہ) جاہلیت کے نکاحوں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ وہ لوگ ایسی دولڑکیوں سے بیک وقت شادی کر لیتے تھے جو آپس میں سگی ہوں یعنی باوجود یہ کہ خود وہ بھی اس کو برا جانتے تھے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ توریت کے نازل ہونے سے پہلے (یعنی وہ آسمانی کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی) ایسی دولڑکیوں سے نکاح کرنا جائز تھا جو آپس میں سگی بہنیں ہوں پھر توریت کے نازل ہونے کے بعد یہ بات حرام کر دی گئی، یہی بعض محققین کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی جدات یعنی دادیوں پر فخر کیا کرتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کے شکر طور پر جس سے آپ کا مقصد دوسری عورتوں کے مقابلے میں ان کی پاکیزگی اور فضیلت کا اظہار کرنا ہوتا تھا (کیونکہ عرب کے عام ماحول اور رسموں کے برخلاف آپ ﷺ کی تمام نسبی دادیاں نہایت پاکباز تھیں اور ان سب کے شریعت کے مطابق نکاح ہوئے تھے) آپ فرمایا کرتے! "میں عواتک اور فواطم کی اولاد ہوں" (عواتک عاتکہ کی جمع ہے عاتکہ کے معنی پاک دامن کے ہیں۔ فواطم فاطمہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں ایسی اونٹنی جس کے بچے کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ ادھر عاتکہ اور فاطمہ عرب میں عورتوں کے مقبول ناموں میں سے ہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ کی نسبی دادیوں میں کئی عاتکہ اور فاطمہ نام کی ہیں، یہاں عواتک اور فواطم کے معنی مراد

نہیں ہیں بلکہ نام مراد ہیں کہ میں عاتکاؤں اور فاطماؤں کا بیٹا یعنی ان کی اولاد ہوں)۔

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ایوب انصاریؓ کے ساتھ اپنا گھوڑا دوڑایا، آنحضرت ﷺ کا گھوڑا حضرت ایوبؓ کے گھوڑے سے آگے نکل گیا تو آپ نے فرمایا! ''میں عواتک یعنی عاتکاؤں کا بیٹا ہوں اور یہ (یعنی میرا گھوڑا) نہایت سبک رفتار اور تیز رو ہے''

اور آنحضرت ﷺ نے ایک غزوہ میں یعنی غزوہ حنین اور غزوہ احد میں فرمایا! ''میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے، میں عبداللہ کا بیٹا ہوں، میں عاتکاؤں کا بیٹا ہوں'' ایک روایت میں ہے آیا ہے کہ میں بنی سلیم کی عاتکاؤں کا بیٹا ہوں (یہاں سب جگہ بیٹا سے مراد اولاد ہے) عیون الاثر میں ہے کہ عاتکہ کے معنی خوشبو سے معطر یا پاک کے ہیں۔

بعض محققین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے دن فرمایا کہ میں فاطماؤں کا بیٹا ہوں یہ بات اس روایت کے خلاف نہیں ہے جو پیچھے گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے اس دن یہ فرمایا تھا کہ میں عاتکاؤں کی اولاد ہوں اس لیے کہ ممکن ہے آپ ﷺ نے اس دن یہ دونوں کلمے فرمائے ہوں۔اس کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نسب میں کتنی عاتکائیں ہیں، کچھ نے زیادہ تعداد بتلائی ہے اور کچھ نے کم، حافظ ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نسبی مائیں (یعنی جدات۔دادیاں) چودہ ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ گیارہ ہیں اور ان میں سب سے پہلی عاتکہ (نامی عورت) لوی ابن غالب کی ماں ہیں، بنی سلیم میں جو عاتکائیں ہیں ان میں ایک تو عاتکہ بنت ہلال ہیں جو عبد مناف کی ماں ہیں، دوسری عاتکہ بنت ارقص ابن مُرّہ ابن ہلال ہیں جو ہاشم کی ماں ہیں، تیسری عاتکہ بنت مُرّہ ابن ہلال ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے نانا وہب کی ماں ہیں، یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ سلیم کی عاتکاؤں سے مراد قبیلہ بنی سلیم کی وہ تین دوشیزائیں ہیں ان تینوں کا نام عاتکہ ہے۔

یہی بعض لوگ سعد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نسبی ماؤں میں دس

فاطمائیں ہیں (یعنی دس کا نام فاطمہ رہا ہے)

مؤلف سیرت حلبیہ کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ پانچ (فاطمائیں) ہیں بعض کہتے ہیں چھ ہیں اور بعض کہتے ہیں آٹھ ہیں۔ آپ ﷺ کی دادہال کی جانب سے جو آپ ﷺ کی مائیں ہیں مجھے ان میں سے دو کے سوا متعین طریقے پر یہ معلوم نہیں کہ کس کس کا نام فاطمہ رہا ہے، وہ دو یہ ہیں، حضرت عبداللہ کی والدہ فاطمہ اور قصی کی ماں فاطمہ۔ یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ فرما کر کہ "میں فاطماؤں کی اولاد ہوں" صرف وہ فاطمائیں مراد نہ لی ہوں جو آپ کے نسب کا جزو ہیں بلکہ عام دادہالی فاطمائیں مراد لی ہوں اور اس طرح ان میں وہ فاطمہ بھی شامل ہوں جو اسد ابن ہاشم کی ماں ہیں، نیز وہ فاطمہ بنت اسد بھی جو حضرت علیؓ ابن ابوطالب کی ماں ہیں اور خود ان فاطمہ کی ماں فاطمہ (یعنی جو حضرت علیؓ کی نانی ہوئیں کہ ماں اور نانی دونوں کا نام فاطمہ تھا) یہ فاطمائیں ان تینوں فاطماؤں کے علاوہ ہیں جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو ایک ریشمی تھان عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ اسے تین فاطماؤں کے درمیان تقسیم کردو، یہ تینوں فاطمائیں یہ ہیں ،ایک فاطمہ جو آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی ہیں، دوسری فاطمہ حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی ہیں اور تیسری فاطمہ بنت اسد ہیں، بعض محققین نے ان میں فاطمہ ام عمرو ابن عائذ اور فاطمہ بنت عبداللہ ابن رزام اور ان فاطمہ کی والدہ فاطمہ بنت حرث اور عبد مناف کی نانی فاطمہ بنت نصر ابن عوف کو بھی شامل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت، عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا! "میں نکاحوں کے ذریعے پیدا ہوا ہوں زنا کے ذریعہ نہیں۔" یعنی آپ کے آباء اجداد میں جتنے بھی ہیں سب کے شرعی نکاح ہوئے ہیں اور ان کی جتنی اولادیں یعنی جو آپ کے نسبی دادا ہیں وہ سب کے سب اپنے ماں باپ کی جائز اولاد ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ماں باپ کی بدکاری کے ذریعہ پیدا ہوا ہو۔

یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ (اس زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ) عورت مرد کے ایک

عرصہ تک ناجائز تعلقات رہتے تھے (اور اس کے نتیجہ میں ناجائز اولاد پیدا ہوتی تھی) پھر اگر وہ چاہتے تو آپس میں شادی کر لیتے تھے، مطلب یہ ہے کہ عرب زنا کو جائز سمجھتے تھے مگر ان میں جو شریف اور نیک لوگ تھے وہ کھلے عام اس برائی سے بچتے تھے اور ایسے بھی تھے جنہوں نے جاہلیت کے زمانے میں بھی اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا (یہ وہ لوگ تھے جو اپنی فطری شرافت اور نیکی کی وجہ سے جہالت اور لاعلم ہونے کے باوجود بُرائی کو برائی سمجھتے تھے اور تمام عمر اس سے اپنا دامن بچائے رکھتے تھے چنانچہ آنحضرت ﷺ کے اجداد میں سب حضرات وہی ہیں جن میں شرافت طبعی اور فطری تھی اور وہ لوگ اپنی فطرت سلیمہ کی بناء پر ہمیشہ اپنے زمانے کی بُرائیوں کو بُرائی سمجھتے رہے اور ان سے اپنے آپ کو بچاتے رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کی نسل اور نطفے سے دونوں جہان کے بہترین انسان کو پیدا کرنا تھا۔ اس لیے اس نے آپ کے پورے نسبی سلسلے کو ان گندگیوں اور برائیوں سے محفوظ اور پاک رکھا جن میں اس دور کے اکثر لوگ گھرے ہوئے تھے چنانچہ یہ بھی آنحضرت ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ہے کہ آپ کے پورے نسب میں جو ایک طویل سلسلہ ہے اور جس پر صدیوں کی لمبی مدت گزری اور علم وجہالت کے مختلف دور آئے ان میں سے یہ نسب وقت کی ہر برائی سے محفوظ رہا)

''ایک حدیث ہے کہ میں نکاحوں سے پیدا ہوا ہوں اور آدمؑ کے دور سے اس وقت تک جب کہ میں اپنے ماں باپ سے پیدا ہوا (میرے آباء اجداد میں) کہیں بھی کوئی بدکاری کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوا، مجھ میں زمانہ جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کوئی چیز نہیں پہنچی اور میں سوائے اسلامی نکاح کے (کسی دوسرے طریقے سے) پیدا نہیں ہوا۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب سے میں آدمؑ کے صلب (نطفے) سے نکلا ہوں میں کسی بدکار کے ذریعہ پیدا نہیں ہوا اور تمام قومیں پشت در پشت (مجھے اپنی قوم کا فرد دیکھنے کے لیے) آپس میں الجھتی رہیں یہاں تک کہ میں دو انتہائی افضل آدمیوں یعنی ہاشم اور زہرہ کی اولاد میں پیدا ہوا۔

یعنی حضرت آدمؑ کی صلب سے منتقل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ کا نور برابر ایک

سے دوسرے میں اولاد در اولاد منتقل ہوتا رہا اس پورے سلسلے میں کبھی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی پشت میں یہ نور نکاح کے بجائے بدکاری کے ذریعہ منتقل ہوا ہو اور اس کے نتیجے میں کہیں بھی اور کسی بھی دور میں آپ ﷺ کے نسب میں انگلی رکھی جا سکے دوسرے یہ کہ آپ ﷺ کا نور اس پوری کائنات سے پہلے پیدا کیا گیا اور جیسا کہ مختلف روایت سے پتہ چلتا ہے آپ ﷺ کی تخلیق ہی اس پورے عالم کی تخلیق کا سبب ہے۔ چنانچہ ابن عساکرؒ نے سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے کہ جبرئیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا! ''آپ ﷺ کا رب آپ سے یہ فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراھیمؑ کو اپنا دوست بنایا تھا تو آپ کو اپنا محبوب بنایا ہے، میں نے اپنے لیے آپ سے زیادہ شریف و معزز کوئی چیز پیدا نہیں کی، میں نے دنیا اور دنیا والوں کو اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ انہیں دکھاؤں میرے نزدیک آپ کا کتنا رتبہ اور مرتبہ ہے اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔''

اسی طرح سیرت النبویہ والآثار المحمدیہ میں حاکم کی حضرت عمر فاروقؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت آدمؑ نے عرش پر رسول اللہ ﷺ کا نام نامی لکھا ہوا دیکھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تھا کہ ''اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔'' نیز مختلف سندوں سے ایک روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ان کے دل میں ڈالا گیا کہ وہ یہ کہیں !اے پروردگار! تو نے میرا لقب ابومحمد ﷺ کیوں رکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ''اے آدم اپنا سر اُٹھا'' آدمؑ نے اپنا سر اٹھایا تو ان کو عرش کے پردوں میں آنحضرت ﷺ کا نور نظر آیا انہوں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ !اے پروردگار یہ نور کیسا ہے؟ جواب ملا کہ ''یہ نور میرے نبی کا نور ہے جو تمہاری اولاد میں ہوں گے، آسمانوں میں ان کا نام احمد ﷺ ہے اور زمین میں محمد ﷺ ہوگا اگر وہ نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا۔''

گذشتہ آسمانی کتابوں میں آپ ﷺ کے ظہور کی اطلاع ہے جو انبیاءؑ کے ذریعہ دوسروں تک پہنچی چنانچہ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس سعادت اور بزرگی کے لیے گذشتہ دور میں ہر قوم آرزومند رہی جس کی طرف آپ ﷺ نے اوپر کی روایت میں اشارہ فرمایا ہے

مگر اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بنی ہاشم اور بنی زہرہ کے مقدر میں لکھی تھی کہ آنحضرت ﷺ کے والد حضرت عبداللہ قریش میں ہاشم کی اولاد میں ہوئے اور آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ زہرہ کی اولاد میں ہوئیں اور اس طرح ان دونوں خاندانوں کے ذریعہ سرور کائنات ﷺ اس عالم میں تشریف لائے۔

مؤلف سیرت حلبیہ کہتے ہیں (گذشتہ روایت میں بدکار کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ) بدکار سے مراد زمانہ جاہلیت کی وہ عورتیں ہیں جو اپنے دروازوں پر ایک علامت یا جھنڈا لگالیا کرتی تھیں جس شخص کا دل چاہتا وہ حرام کاری کے لیے ان کے پاس پہنچ جاتا تھا اگر ان میں سے کسی کو حمل ٹھہر جاتا اور پھر بچہ پیدا ہو جاتا تو اس کے پاس آنے والے لوگ اس کے ہاں جمع ہو جاتے اور آپس میں قیافہ شناسی کرتے اور اس بچے کی صورت ان میں سے جس کے ساتھ بھی کچھ ملی ہوئی ہوتی وہ بچہ اس کے سپرد کر دیا جاتا اور وہ اس کا بیٹا کہلانے لگتا وہ شخص کسی کو اس سے روک نہیں سکتا تھا۔ واللہ اعلم۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن پاک کی آیت اس طرح پڑھی لقد جاء کم رسول من انفسکم (یعنی انفسکم میں ف پر زیر پڑھا یعنی تم میں رسول آئے ہیں جو تم میں سے بہترین آدمیوں میں سے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا میں تم میں بہترین ہوں باعتبار نسب کے، باعتبار سسرالی رشتہ داروں کے اور باعتبار شرافت کے، میرے آباء واجداد میں آدمؑ کے وقت سے کبھی زنا نہیں ہوا۔ سب کے نکاح ہوئے۔

حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں (یہ لفظ بھی ہیں کہ سب کے نکاح ہوئے) اسلامی نکاح کی طرح ایک شخص دوسرے شخص کو لڑکی کے لیے رشتہ دیتا ہے، مہر ادا کرتا ہے اور شادی کر لیتا ہے۔ لَقَد جآءَ کُم رَسُولٌ مِّنْ اَنفُسِکُمْ کی قرأت میں ف پر پیش ہے جس سے اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ تمہارے پاس (یعنی قریش کے پاس، ایسے رسول آئے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں، لیکن جیسا کہ اوپر کی روایت میں گزرا اگر اَنفَسِکُم کو ف پر زبر کے ساتھ انفَسکم پڑھا جائے تو اس کے معنی وہ ہوں گے جو اوپر بیان ہوئے)

امام سبکیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے نسب میں حضرت آدمؑ تک جتنے بھی نکاح ہیں ان میں نکاح کے درست ہونے کی وہ تمام شرطیں پائی جاتی ہیں جو ایک اسلامی نکاح کے لیے ضروری ہیں۔ حضرت آدمؑ تک آپ کے نسب میں کوئی نکاح ایسا نہیں مل سکتا جس میں وہ ساری شرطیں موجود نہ ہوں جو آج کے موجودہ اسلامی نکاح کے درست ہونے کے لیے ضروری ہیں۔ امام سبکیؒ کہتے ہیں، اس لیے اس بات پر اپنے دل سے اعتقاد اور یقین رکھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص یہ یقین نہیں رکھتا تو وہ دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔

بعض محققین لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی یہ ایک عظیم عنایت ہے کہ آدمؑ سے لے کر آنحضرت ﷺ کی اپنے ماں باپ کے یہاں پیدائش تک اس نے آپ ﷺ کے تمام آباء واجداد کے نکاح ایک ہی طریقے پر رکھے جو آپ ﷺ کی شریعت کے مطابق ہیں آپ ﷺ کے نسب میں کسی کا نکاح زمانہ جاہلیت کے اس طریقے پر نہیں ہوا کہ اگر کوئی شخص شادی کا ارادہ کرتا تو وہ کہہ دیتا ''رشتہ دیا'' اور لڑکی والے کہہ دیتے ''نکاح ہو گیا'' جیسا کہ گزر چکا ہے (کیونکہ یہ طریقہ اسلامی طریقے کے خلاف ہے اس طرح نکاح نہیں ہو گا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور آنحضرت ﷺ پر اس کا خاص احسان رہا ہے کہ آپ ﷺ کے آباء واجداد میں کسی کا نکاح اس طریقے سے نہیں ہوا کہ آپ ﷺ کی نسبی شرافت وعظمت پر انگلی رکھی جا سکے، حالانکہ آپ ﷺ کے پورے نسب میں بہت سے ایسے دور آئے ہیں جب کہ ہر طرف جہالت اور خلاف شریعت باتوں کا دور دورہ تھا)

(زمانہ جاہلیت کے نکاح کا جو طریقہ اوپر ذکر کیا گیا ہے) وہ ایجاب وقبول کے قائم مقام سمجھا جاتا تھا، اسلامی نکاح سے مراد یہ ہے کہ وہ طریقہ جو عورت کو مرد کے لیے (اللہ کے نزدیک) حلال کر دیتا ہے یہاں تک کہ اس میں باندی کا حکم بھی شامل ہے کیونکہ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ حضرت اسماعیلؑ کے حمل تک حضرت ابراہیمؑ کی بیوی نہیں بلکہ باندی تھیں اس سے پہلے حضرت ابراہیمؑ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا تھا (اسلام میں باندی کے ساتھ جنسی تعلق رکھنا جائز ہے کیونکہ وہ اپنے مالک کی ملکیت ہوتی ہے، اگر مرد اس کو اپنی

بیوی بنا کر رکھنا چاہے تو اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر سکتا ہے)۔ حضرت عائشہؓ سے بخاری میں روایت ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں نکاح چار قسم سے ہوتے تھے۔ ایک تو ایسا نکاح جس طرح لوگ آج کل کرتے ہیں یعنی شرعی ایجاب و قبول کے ذریعہ۔ یہ نہیں کہ مرد کہہ دے رشتہ کیا اور لڑکی والے کہہ دیں نکاح کیا، دوسری قسم نکاح کی یہی تھی جو ذکر کی گئی (کہ مرد نے "رشتہ کیا" کہا اور لڑکی والوں نے "نکاح کیا" کہہ دیا) ایک نکاح بغایا او استبضاع تھا، ایک نکاح جمع تھا، جاہلیت کے نکاحوں میں ایک باپ کی بیوی سے (یعنی سوتیلی ماں سے باپ کے مرنے کے بعد) سب سے بڑے لڑکے کا نکاح تھا۔ اسی طرح جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے دو ایسی لڑکیوں سے نکاح جو آپس میں سگی بہنیں ہوں۔ اب مراد یہ ہوگی کہ آنحضرت ﷺ کے نسب میں باپ کی بیوی سے بھی کسی کا نکاح ثابت نہیں۔ یہ بات سہیلیؒ کی اس روایت کے خلاف ہے جو پیچھے گزر چکی ہے (یعنی یہ کہ ہاشم نے اور کنانہ نے اپنی اپنی سوتیلی ماؤں سے نکاح کر لیا تھا) اسی طرح (آپ ﷺ کے نسب میں) نہ تو دو بہنوں سے نکاح ملتا ہے اور نہ نکاح بغایا ہے۔

نکاح بغایا میں بغایا سے مراد طوائفیں ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ طوائف سے مختلف لوگ ایک کے بعد ایک بدکاری کرتے تھے اگر اس کو حمل ٹھہر گیا اور پھر بچہ بھی پیدا ہو گیا تو اس بچے کو ان لوگوں میں سے اس شخص کا شمار کیا جاتا تھا جس سے اس بچے کی صورت ملتی ہوتی تھی۔

نکاح استبضاع کا مطلب یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں (ایسا بھی ہوتا تھا کہ کوئی شادی شدہ) عورت اپنی ماہواری سے فارغ ہو جاتی تو اس کا شوہر اس سے کہہ دیتا کہ فلاں شخص کے پاس چلی جا اور اس سے جماع کرا لے (جب وہ عورت چلی جاتی تو) پھر اس کا شوہر اس سے علیحدہ رہتا اور اس وقت تک اس کو ہاتھ نہیں لگاتا جب تک کہ اس کا حمل ظاہر نہ ہو جاتا جس کے پاس اس عورت کو جماع کرانے کے لیے بھیجا گیا تھا، جب حمل ظاہر ہو جاتا تو پھر اگر شوہر چاہتا تو خود بھی اس سے ہمبستری کر لیتا تھا۔ (اس نکاح استبضاع جیسی

ناپاک رسم کا مقصد یہ تھا کہ جس شخص کے پاس جماع کرنے کے لیے بیوی کو بھیجا گیا ہے اس سے حمل ہو جائے) اب جو بچہ پیدا ہو وہ ان ہی خصوصیات اور صلاحیتوں کا پیدا ہو گا جو اس شخص میں جس کا یہ حمل ہے، یہ بچہ ہوتا تھا ناجائز مگر باپ کا کہلاتا تھا عورت کے شوہر کا، اس طرح گویا ایک شخص دوسرے کی اچھی صلاحیتوں مثلاً بہادری، ذہانت اور حافظے کو اپنے گھر میں منتقل کر لیتا تھا۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے نسب میں نکاح جمع بھی نہیں تھا، نکاح جمع کا مطلب یہ ہے کہ ان طوائفوں میں سے جن کے دروازوں پر علامت لگی ہوتی تھی کسی کے یہاں دس سے کم تعداد میں آدمی جمع ہو جاتے اور پھر ایک ایک کر کے سب لوگ اس طوائف سے بدکاری کرتے، جب اس طوائف کو حمل ٹھہر جاتا اور بچہ بھی ہو جاتا تو بچے کی پیدائش کے چند دن بعد وہ طوائف ان ہی سب آدمیوں کو بلا بھیجتی جنھوں نے اس سے بدکاری کی تھی اب ان سب لوگوں میں سے کسی کی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس کے گھر پہنچنے سے انکار کر سکے چنانچہ وہ سب لوگ اس کے یہاں جمع ہو جاتے، اب وہ طوائف ان سے کہتی! ''تم لوگوں کو معلوم ہے جو کچھ تم نے کیا تھا، اس کے نتیجے میں میرے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے وہ بچہ اے فلاں تمہارا ہے'' طوائف ان لوگوں میں سے جس کو پسند کر لیتی اسی کا نام لے کر یہ کہہ دیتی اور پھر وہ بچہ اسی شخص کا کہلاتا ۔اب چاہے اس بچہ میں اس کی شباہت بھی نہ ہو مگر وہ شخص (جس کو اس طوائف نے اپنے بچے کا باپ کہہ دیا ہے) اس سے انکار کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔

اسی طرح نکاح بغایا دو قسم کا ہوتا تھا (ایک یہ جس کا یہاں بیان ہوا ہے اور ایک وہ جو پچھلے صفحوں میں ذکر ہوا کہ اسی طرح بہت سے لوگ ایک طوائف سے بدکاری کرتے) اور جب اس کے یہاں بچہ پیدا ہو جاتا تو وہی سب لوگ جمع ہو کر قیافہ شناسی کرتے اور اندازہ کر کے جس سے اس بچے کی صورت ملتی دیکھتے اسی سے اس کو لاحق کر دیتے۔ نیز وہی بعض محققین کہتے ہیں یہ بھی روایت آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ''میں برابر پاک مردوں کے صلبوں سے پاک عورتوں کے رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔'' نیز ایک روایت میں ہے

کہ! ''اللہ تعالیٰ برابر مجھے شریف صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا۔''

بخاری نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ! ''میں بنی آدم کے بہترین زمانے سے ظاہر ہوا ہوں زمانہ درزمانہ کے بعد یہاں تک کہ اس زمانے میں جس میں کہ میں موجود ہوں۔

آیت پاک وَتَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِین کے تحت یہ بات ملتی ہے کہ اس آیت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ (رسول اللہ ﷺ کا نور) ایک نمازی سے دوسرے نمازی میں منتقل ہوتا رہا، اس تفسیر سے بعض مفسرین نے یہ بھی مرادلیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آباء واجداد تمام کے تمام مؤمن تھے یعنی اپنے اپنے دور کے نبیوں کی شریعت پر چلتے تھے۔

پھر ہم نے حافظ سیوطیؒ کی تحقیق دیکھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آباء واجداد میں آدمؑ سے مُرّہ ابن کعب تک جتنے افراد ہیں ان سب کے ایمان کے متعلق پختہ طور پر معلومات ملتی ہیں یعنی احادیث اور سلف کے اقوال کے ذریعہ سے، اس کے بعد مرہ اور عبد المطلب کے درمیان چار آباء واجداد باقی رہتے ہیں جن کے مؤمن ہونے کے متعلق کوئی روایت پانے میں ہمیں کامیابی نہیں ہوئی۔ جہاں تک خود عبدالمطلب کا تعلق ہے، ان کے متعلق تین قول ملتے ہیں جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ ان کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچ سکی اور یہی سب سے زیادہ قرین قیاس ہے، کیونکہ ان کا انتقال اس وقت ہو گیا تھا جب کہ آنحضرت ﷺ کی عمر صرف آٹھ سال کی تھی، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دین ابراہیمی کے پیرو تھے (اس لیے حق پر اور مؤمن تھے) یعنی وہ بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے ظہور کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کیا یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور پھر دوبارہ فوت ہو گے، یہ تیسرا قول سب سے زیادہ کمزور اور ضعیف ہے، جو کسی کمزور حدیث وغیرہ میں نہیں آتا، نہ ہی اس کو ائمہ سنت میں سے کسی نے نقل کیا ہے بلکہ بعض شیعہ حضرات نے اس قول کو ذکر کیا ہے۔

بعض محققین کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا یہ قول کہ ''میں پاک مردوں کے صلبوں سے پاک عورتوں کے رحموں میں منتقل ہوتا رہا''۔ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت آدمؑ اور

حوا تک آنحضرت ﷺ کے تمام نسبی باپ اور ماؤں میں کوئی بھی کافر نہیں تھا اس لیے کہ کافر کو طاہر اور پاک نہیں کہا جاتا۔ اس قول پر یہ اعتراض ہے کہ ممکن ہے پاکی سے مراد جاہلیت کے نکاحوں کے مقابلے میں (آنحضرت ﷺ کے آباء واجداد کے شرعی) نکاح مراد ہوں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، آنحضرت ﷺ کے آباء واجداد کے اسلام کی طرف قصیدہ ہمزیہ کے مصنف نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

لم تزل فی ضمائر الکون تختار لک الامھات و آلاباء.

ترجمہ: کائنات کے جگر میں برابر آپ ﷺ کے لیے بہترین مائیں اور بہترین باپ اختیار کئے جاتے رہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ بہترین مائیں اور باپ پسند فرماتا رہا) اس لیے کافر کو یہ نہیں کہا جاتا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔

(اس بحث کے بعد آنحضرت ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کی شادی بنی زہرہ کے خاندان میں حضرت آمنہ سے کئے جانے کے متعلق کہتے ہیں کہ) عبدالمطلب نے بیٹے کی شادی کے لیے بنی زہرہ کا خاندان منتخب کیا، اس کا سبب جو ہے وہ عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ عبدالمطلب نے کہا! ''ہم سردی کے موسم میں جانے والے تجارتی قافلے کے ساتھ یمن گئے تو ہم یہودیوں کے ایک کاہن کے پاس گئے جو زبور کتاب پڑھ رہا تھا (زبور سے مراد غالباً توریت ہے جو موسیٰؑ پر اتری تھی) اس یہودی نے ہم سے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ میں نے کہا ہم قریش میں سے ہیں، اس نے پوچھا قریش کے کس خاندان سے میں نے کہا بنی ہاشم سے، پھر اس نے کہا تم مجھے اس کی اجازت دو گے کہ میں تمہارے بدن کے کچھ حصے دیکھوں، میں نے کہا کہ ہاں اگر پوشیدہ حصوں کے سوا دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھ سکتے ہو، عبدالمطلب کہتے ہیں اس کے بعد کاہن نے پہلے میری ناک کا ایک نتھنا دیکھا اور اس کے بعد دوسرا دیکھا، پھر اس کے بعد کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں سلطنت ہے اور دوسرے میں نبوت، ہاتھ سے مراد اصل میں نتھنا ہی ہے، اور یہ دونوں چیزیں یعنی سلطنت اور نبوت ہمیں بنی زہرہ کے خاندان (کے ساتھ آپ

کے رشتہ داری پیدا کرنے) میں نظر آرہی ہیں، یہ کیسے ہے، میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں ،اس نے کہا کہ کیا تمہارا اس خاندان سے ناطہ ہے، میں نے پوچھا ناطے سے کیا مراد ہے ،اس نے کہا بیوی جو ہمدم ہوتی ہے میں نے کہا آج تک تو نہیں ہے یعنی بنی زہرہ میں سے میرے یہاں بیوی نہیں ہے، یعنی نہ تو یہ تھا کہ جو بیوی تھی اس کے ساتھ دوسری ہوتی اور نہ ایسا تھا کہ ان کی جو بیوی تھی اس کے ساتھ دوسری رہی ہو اور پھر اسے طلاق دے دی، پھر اس یہودی کاہن نے کہا کہ جب تم شادی کرو تو بنی زہرہ ہی میں کرنا۔

ایسے لوگ جو بدن کے اعضاء اور چہرہ مہرہ دیکھ کر آدمی کے متعلق اپنی ذہانت اور ذکاوت کی بناء پر خبریں دیتے ہیں ان کو عربی میں جزاء کہتے ہیں۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے اپنے شیخ سیدی علی الخواص کے متعلق ذکر کیا ہے کہ وہ آدمی کی ناک دیکھ کر اپنی ذہانت اور فراست کی وجہ سے اس کی اگلی اور پچھلی تمام لغزشیں متعین کر کے بتلا دیا کرتے تھے، یہاں تک شیخ شعرانی کا کلام ہے۔

اس سلسلے میں ایک واقعہ ہے کہ حضرت معاویہ ابن ابوسفیانؓ نے ایک عورت سے نکاح کیا، ابھی وہ اس سے ملے نہیں تھے انہوں نے اپنی پہلی بیوی میسون امّ یزید سے کہا کہ جاؤ اسے دیکھ کر آؤ، وہ اس عورت کے پاس آئیں اور اسے دیکھ کر واپس اپنے شوہر کے پاس گئیں اور کہا! ''وہ اتنی حسین وجمیل ہے کہ میں نے اس جیسی دوسری نہیں دیکھی مگر اس کی ناف کے نیچے ایک سیاہ رنگ کا تل ہے،، یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے شوہر کا سر کاٹا جائے گا اور اس کی گود میں رکھا جائے گا، یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے (اس کو دیکھے بغیر ہی) اسے طلاق دے دی، اس کے بعد حضرت نعمان ابن بشیرؓ نے اس عورت سے شادی کر لی یہ حمص کے گورنر تھے، مسئلہ خلافت کے وقت انہوں نے مروان کی مخالفت کی اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ (کی خلافت) کے لیے کوشش کی۔ اس کے بعد جب ان کی کوشش ناکام ہوگئیں اور حمص والوں نے مروان کی بیعت کر لی تو یہ حمص والوں سے ڈر کر وہاں سے فرار ہوگے مگر حمص والوں نے ان کا پیچھا کیا (اور آخر انہیں پکڑ کر) ان کا سر کاٹا اور اس کو اسی

عورت کی (جو ان کی بیوی ہوگئی تھی) گود میں ڈالا، پھر ان لوگوں نے یہ سر مروان کے پاس بھجوایا۔

ان نعمان ابن بشیر کا واقعہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے، کیونکہ جب یہ پیدا ہوئے تھے تو ان کی والدہ انہیں لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائی تھیں، ہجرت کے بعد انصاریوں میں یہ پہلی پیدائش تھی، غرض ان کی والدہ انہیں لے کر آپ ﷺ کے پاس آئیں، آپ ﷺ نے ایک چھوہارا منگایا اور اسے چبا کر ان کے منہ میں رکھ دیا اس طرح آپ نے ان کی تحنیک کی (تحنیک اسی کو کہتے ہیں کہ چھوہارا چبا کر بچے کے منہ میں رکھا جائے) اس کے بعد بچے کی ماں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کی اولاد کے مال و دولت میں برکت عطا فرمائے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا "کیا تم اس کو پسند نہیں کرتیں کہ یہ اس طرح زندہ رہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں اور اس طرح مرے کہ شہید کہلائے اور جنت میں داخل ہو جائے" (اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی پیشن گوئی پوری ہوئی کہ انہوں نے شریفانہ زندگی گزاری اور اس کے بعد شہید ہوئے اور انشاء اللہ جنت کے مستحق ہوئے)

یہی نعمان ابن بشیرؓ ہیں جنہوں نے یزید ابن سفیان کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اہل بیت (یعنی آنحضرت ﷺ کے گھر والوں اور اولاد) کی عزت کرے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت امام حسینؓ اپنے ساتھیوں، بھتیجوں اور رشتہ داروں کے ساتھ شہید کئے گئے، انہوں نے یزید سے کہا تھا "اگر آنحضرت ﷺ ان کو (یعنی اپنی اولاد کو) اس حالت میں دیکھتے تو جس طرح آپ ﷺ ان کے ساتھ پیش آتے تم بھی ان کے ساتھ اسی طرح پیش آؤ"۔ یہ سن کر یزید کے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے اہل بیت کا بہت عزت واحترام کیا اور نعمان کو ان کے ساتھ واپس بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ نہایت عزت واحترام کے ساتھ انہیں لے جائیں۔ حضرت نعمانؓ سے جو روایت نقل ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں

نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا! ''شیطان کے بہت سے پھندے اور جال یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غرور کرنا، اللہ کی دین پر فخر کرنا، اللہ کے بندوں پر تکبر کرنا اور اللہ کو ناخوش کرنے والی چیزوں میں اپنے نفس کی پیروی کرنا''

شہر حمص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں آپ ﷺ کے نوسو صحابہؓ آئے ہیں جن میں سے ستّر وہ تھے جنہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی، حیات الحیوان نامی کتاب میں ہے کہ حمص میں بچھو زندہ نہیں رہتے اور اگر باہر سے کوئی بچھو لاکر وہاں چھوڑ دیا جائے تو وہ فوراً ہی مر جاتا ہے، اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس شہر کے طلسم اور جادو کی وجہ سے ایسا ہوجاتا ہے۔ ایک ضعیف حدیث یہ ہے کہ حمص جنت کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ (پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ انسان کے بدن میں کچھ علامتیں اور نشانات دیکھ کر آدمی کے اگلے اور پچھلے حالات بتلانے والے کو حزّاء کہتے ہیں اس کو ہم نے کاہن لکھا ہے اسی بارے میں مزید تفصیل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حزّا کاہن ہی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ (حزا ایسے شخص کو کہتے ہیں) جو چیزوں کے متعلق اندازے اور تخمینے سے بتلاتا ہے۔

حزّاء نجومی کو بھی کہتے ہیں (جو ستاروں کی رفتار سے آئندہ کے حالات معلوم کرتے ہیں) کیونکہ نجومی بھی ستاروں کے ذریعہ اندازے ہی کی بنیاد پر مستقبل کا حال بتلاتا ہے، جس میں اکثر وہ دھوکہ بھی کھا جاتا ہے (حزاء سے) کاہن اس لیے بھی مراد لیتے ہیں کہ عرب کے جو مشہور فن ہیں ان میں کہانت ہے، عیافہ ہے (یعنی شگون) قیافہ ہے (یعنی چہرہ اور خط وخال دیکھ کر اندازہ کرنا) زجر ہے یہ بھی کہانت اور شگون کی ایک قسم ہے۔ مثلاً کوئی پرندہ داہنی جانب سے اڑتا تو اچھا شگون لیتے اور بائیں جانب سے اڑتا تو برا شگون لیتے تھے) خط یعنی علم رمل ہے (زائچے اور نقشے وغیرہ کھینچ کر آدمی کے متعلق پیشن گوئی کرنا) طب، معرفت انواء ہے (یہ کچھ مخصوص ستارے ہیں جن میں سے جب ایک مغرب میں غروب ہوتا ہے تو دوسرا مشرق میں اسی وقت طلوع ہوتا ہے، نجومیوں کے نزدیک ان ستاروں کی تعداد اٹھائیس ہے، ہر ستارا ایک مہینہ تیرا دن تک رہتا ہے، آخری ستارہ غروب کے ساتھ

سال پورا ہو جاتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ فن بھی مشہور تھا، اس کے ماہرین کا خیال تھا کہ ان میں سے ایک ستارے کے غروب اور دوسرے کے طلوع کے وقت موسم پر اثر پڑتا ہے یا تو اس وقت بارش آتی ہے یا آندھی چلتی ہے) اور علم ہوا تھا (یعنی علم موسمیات کہ ہواؤں کے رخ اور دباؤ کی بناء پر موسموں کے متعلق پیشن گوئی کرنا)

(اس تفصیل کے بعد اصل واقع کی طرف لوٹتے ہیں کہ یمن میں کاہن سے ملنے اور اس کی پیشن گوئی جاننے کے بعد) جب عبدالمطلب واپس مکے آئے تو انہوں نے ہالہ بنت وہیب ابن عبد مناف سے اپنی شادی کر لی، ان سے ان کے یہاں حضرت حمزہؓ اور حضرت صفیہؓ پیدا ہوئے (ہالہ بنت وہیب بنی زہرہ کے خاندان سے تھیں جہاں شادی کرنے کے متعلق کاہن نے عبدالمطلب کو مشورہ دیا تھا، یہ ہالہ آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھی) پھر عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب سے کی، یہ وہب وہیب کا بھائی تھا، بہرحال حضرت عبداللہ کے یہاں حضرت آمنہ سے رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ چنانچہ قریش کہا کرتے تھے کہ عبداللہ اپنے باپ سے بھی آگے بڑھ گئے، یعنی حضرت عبداللہ اس عظیم بچے کی پیدائش سے جو سعادت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے وہ ان کے باپ عبدالمطلب کو حاصل نہیں ہو سکی کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت ایسی علامتیں اور برکتیں ظاہر ہوئیں جو کبھی کسی کی ولادت کے موقع پر ظاہر نہیں ہوئی تھیں (یعنی کاہن کی پیشن گوئی کے سبب عبدالمطلب نے بنی زہرہ میں رشتہ قائم کیا اور اپنی بھی اور بیٹے کی بھی وہیں شادی کی تا کہ کاہن نے جو کہا تھا اس کے مطابق سلطنت اور نبوت ظاہر ہو۔ چنانچہ خود عبدالمطلب کے یہاں تو بنی زہرہ کی لڑکی ہالہ سے نبی نہیں پیدا ہوئے، البتہ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ کے یہاں بنی زہرہ کی لڑکی سے سلطنت اور نبوت ظاہر ہوئی اسی لیے قریش نے کہا کہ حضرت عبداللہ اپنے باپ سے بازی لے گئے)۔

ابن محدثؒ نے لکھا ہے کہ عبدالمطلب نے اپنا رشتہ ہالہ بنت وہب سے یعنی

حضرت آمنہ کے چچا کی لڑکی سے اسی مجلس میں کیا جس میں انہوں نے اپنے بیٹے کا رشتہ حضرت آمنہ سے کیا۔ پھر دونوں نے شادی کی اور ولیمہ کیا، اور اس کے بعد دونوں نے اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ ہمبستری کی۔

(مؤلف سیرت حلبیہ کہتے ہیں) پھر میں نے کتاب اسد الغابہ دیکھی تو اس میں بھی اسی کے مطابق تفصیل دیکھی یعنی عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ کی شادی ایک ہی مجلس میں ہوئی، کہا جاتا ہے یہاں یہ صراحت ہے کہ اس وقت حضرت عبداللہ پیدا ہو چکے تھے جب یہودی کاہن نے عبدالمطلب سے کہا تھا کہ ان میں نبوت کی علامتیں موجود ہیں، اب اشکال یہ ہے کہ پھر عبدالمطلب میں نبوت کی علامت کیونکر موجود تھی جبکہ وہ حضرت عبداللہ کی پیدائش کے بعد ان میں منتقل ہو چکی تھی کیونکہ نبوت کے آثار ان میں جب تک موجود رہے جب تک کہ نور نبوت ان کی صلب میں رہا، پھر یہ نور عبدالمطلب سے حضرت عبداللہ میں منتقل ہو گیا تھا اور عبدالمطلب میں سے ختم ہو گیا تھا، اس اشکال کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ کہاں سے طے ہو گیا کہ عبدالمطلب کاہن کے پاس جانے سے پہلے ہالہ سے (جو بنی زہرہ میں سے تھیں) شادی کر چکے تھے کہ (اس کے نتیجہ میں) یہ اشکال پیدا ہوا کہ کاہن نے حضرت عبداللہ کے وجود میں آنے کے بعد یہ بات کہی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ کاہن نے یہ بات حضرت عبداللہ کی پیدائش سے پہلے کہی ہو۔ مگر اس میں یہ مشکل ہے کہ یہ جواب جبھی درست ہوسکتا ہے جبکہ حضرت عبداللہ کی والدہ بنی زہرہ میں سے ہی ہوں (کیونکہ اس جواب سے خود بخود یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عبدالمطلب نے کاہن کی پیشن گوئی کے مطابق اس کے پاس سے آنے کے بعد بنی زہرہ میں اپنی شادی کی ہوگی اور اس کے نتیجہ میں حضرت عبداللہ وجود میں آئے ہوں گے، حضرت عبداللہ کی پیدائش عبدالمطلب کے کاہن کے پاس آنے کے بعد ہی ضروری ہے ورنہ نبوت اور سلطنت کی علامتیں کاہن کو عبدالمطلب میں نظر نہ آتیں اس لیے کہ یہ علامتیں اور نور عبدالمطلب کی بیوی کے حضرت عبداللہ سے حاملہ ہونے کے ساتھ ہی عبدالمطلب میں سے نکل گئی تھیں اور یہ نور حضرت عبداللہ کی والدہ کے پاک رحم میں منتقل ہو

گیا تھا) اس دوسرے اشکال کا یہی جواب ہوسکتا ہے کہ یوں کہا جائے کہ ممکن ہے حضرت عبداللہ بنی زہرہ میں سے ہی ہوں (مگر اسی صورت میں کہ) ممکن ہے عبدالمطلب نے ہالہ کے سوا بھی بنی زہرہ کی کسی دوسری لڑکی سے شادی کی ہو اور حضرت عبداللہ ان سے پیدا ہوئے ہوں (کیونکہ جیسا کہ روایات ظاہر کرتی ہیں ہالہ حضرت عبداللہ کی والدہ نہیں تھیں)۔

پھر کاہن کا عبدالمطلب سے یہ کہنا بھی اشکال پیدا کرسکتا ہے کہ میں تمہارے ایک ہاتھ میں سلطنت دیکھ رہا ہوں جس بنی زہرہ سے (رشتہ پیدا کرنے کے بعد) ملتی ہے۔ کیونکہ عبدالمطلب کی اولاد میں سلطنت صرف ان کے ایک بیٹے حضرت عباسؓ کی اولاد میں ہوئی (مراد ہے خلافت عباسیہ جس میں ہارون رشید اور مامون رشید جیسے زبردست بادشاہ پیدا ہوئے) اور اس کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت عباسؓ کی والدہ بنی زہرہ میں سے تھیں (حالانکہ حضرت عباس کی والدہ بنی زہرہ میں سے نہیں تھیں) ہالہ جو حضرت حمزہؓ کی والدہ تھیں بنی زہرہ میں سے تھیں یا ان کے علاوہ کوئی دوسری عورت رہی ہوں اور حضرت عباسؓ کی والدہ بنی زہرہ میں سے نہ ہوں اگرچہ اس کے برخلاف بعض مؤرخین نے یہ کہا ہے کہ حضرت عباسؓ کی والدہ بھی ہالہ ہی تھیں اور حضرت عباسؓ حضرت حمزہؓ کے سگے بھائی تھے مگر یہ بات مؤرخین کے مشہور قول کے خلاف ہے۔

ہاں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے نبوت اور سلطنت سے کاہن کی مراد آنحضرت ﷺ کی نبوت اور سلطنت ہو، اس لیے کہ آپ ﷺ کو ان دونوں چیزوں یعنی نبوت کے ساتھ سلطنت بھی دی گئی تھی جو آپ ﷺ کی طرف آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ سے منتقل ہوئی تھیں کیونکہ حضرت عبداللہ کی والدہ بنی زہرہ کے خاندان سے تھیں (اس طرح گویا وہ اشکال دور ہو جائے گا کہ کاہن نے بنی زہرہ سے رشتہ قائم کرنے کی صورت میں جس نبوت اور سلطنت کی پیشن گوئی کی تھی وہ عبدالمطلب کی اولاد میں صرف حضرت عباسؓ کی اولاد میں ہوئی حالانکہ حضرت عباسؓ کی ماں بنی زہرہ میں سے نہیں تھی چنانچہ اگر نبوت کے ساتھ سلطنت سے مراد بنی عباسؓ کی سلطنت یعنی خلافت عباسیہ مراد نہ لی جائے بلکہ خود آنحضرت

ﷺ ہی کی سلطنت و بادشاہی بھی مراد لی جائے تو یہ اعتراض پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس میں شک نہیں کہ آپ ﷺ دین اور دنیا دونوں کے بادشاہ تھے)۔

اس کے بعد غالباً بعض مؤرخین کا یہ قول بھی غلط نہیں رہتا کہ !عبدالمطلب نے فاطمہ بنت عمرو سے شادی کی، سو اونٹ اور سو رطل سونا مہر باندھا گیا اور اس فاطمہ سے ان کے یہاں ابوطالب اور حضرت عبداللہ یعنی آپ ﷺ کے والد پیدا ہوئے۔

اس قول کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے یہ فاطمہ بنت عمرو بنی زہرہ میں سے ہوں، اب یہ بات بھی غلط نہیں رہتی کہ کاہن نے یہ پوچھنے کے بعد کہ کیا تمہاری کوئی بیوی بنی زہرہ میں سے ہے، عبدالمطلب سے کہا کہ تم جب شادی کرو تو بنی زہرہ میں کرنا۔

عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کے لیے بنی زہرہ میں حضرت آمنہ ہی کو کیوں منتخب کیا اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک کاہنہ عورت تھی جس کا نام سودہ بنت زمعہ تھا، یہ آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کے والد وہب کی پھوپھی تھی، اس عورت کا قصہ یہ ہے کہ جب وہ پیدا ہوئی تو اس کے باپ نے دیکھا کہ اس کا رنگ نیلگوں سیاہ ہے (یعنی بہت زیادہ اور چمک دار حد تک کالی تھی) ایسی لڑکیوں کو قریش کے لوگ (زمانہ جاہلیت میں) زندہ دفن کر دیا کرتے تھے اور جو اس قسم کی نہیں ہوتی تھی اس کو زندہ تو رہنے دیتے تھے مگر بہت ذلیل اور نیچ بنا کر رکھتے تھے اس لیے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے یہ لوگ یا تو عار اور شرم کی وجہ سے ایسا کرتے تھے اور یا غریبی اور فقر و فاقہ کی وجہ سے، ان کو زندہ دفن کر دیتے تھے، ان میں خاص طور پر قبیلہ کندہ کے لوگ تھے جو عرب کا ایک مشہور قبیلہ تھا (مگر ایسے لوگوں کے درمیان) ایک شخص عمرو ابن نفیل تھا جو ایسی لڑکیوں کو بچا لیا کرتا تھا جنہیں لوگ تنگ دستی کے خوف کی وجہ سے زندہ دفن کر دینا چاہتے تھے، کوئی شخص لڑکی کو دفن کرنا چاہتا تو وہ اس سے کہتا کہ ایسا مت کرو (بلکہ لڑکی کو مجھے دے دو) میں اس کی پرورش کرونگا، اس کے بعد وہ بچی کو لے جاتا (اور اس کو اپنے خرچہ پر پالتا) جب وہ بڑی ہو جاتی تو عمرو بچی کے باپ کے پاس جا کر کہتا کہ (اب تمہاری بچی بڑی ہوگئی ہے) اگر تم چاہو

تو اس کو واپس لے سکتے ہو اور اگر (اب بھی لینا) نہیں چاہتے تو میں اس کی پرورش و پرداخت کا ذمہ دار ہوں گا۔ اسی طرح مشہور شاعر فرزدق کا دادا بھی ایسی لڑکیوں کی جان بچالیا کرتا تھا۔

(بہر حال سودہ بنت زمعہ پیدائش کے وقت چونکہ بہت زیادہ سیاہ رنگ کی تھی اور ایسی لڑکیوں کو عرب زندہ دفن کر دیا کرتے تھے) اس لیے اس کے باپ نے سودہ کو دفن کر دینے کا حکم دیا اور اس کو حجون کے مقام پر بھیج دیا تا کہ وہاں اس کو دبا دیا جائے۔ مگر جب گورکن نے گڑھا کھود کر اس کو دفن کرنا چاہا تو اسے ایک آواز آئی! "بچی کو دفن مت کرو اس کو جنگل میں چھوڑ دو"

گورکن نے ادھر اُدھر نظر دوڑائی مگر کوئی شخص نظر نہیں آیا اس نے پھر اس کو دفن کرنا چاہا تو دوبارہ اس کو کسی شخص کی آواز آئی جو دوسرے لفظوں میں یہی بات کہہ رہا تھا، اب اس نے لڑکی کو دفن کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور اس کے باپ کے پاس جا کر اسے سارا ماجرا سنایا ، باپ نے یہ سب سن کر کہا کہ اس بچی میں کوئی بات ہے (اس لیے اس کو زندہ رہنے دینا چاہئے) چنانچہ اس نے بچی کو رکھ لیا، بڑی ہو کر یہی بچی قریش کی کاہنہ بنی۔ ایک دن اس نے خاندان بنی زہرہ سے کہا!

"تم میں کوئی عورت یا تو نذیرہ ہے اور یا اس کے پیٹ سے کوئی نذیر پیدا ہو گا، تم لوگ اپنی لڑکیوں کو میرے سامنے پیش کرو" (نذیر اور نذیرہ سے مراد ہے ایسی عورت یا ایسا مرد جو لوگوں کو خدا کے خوف سے ڈرائے، دوسرے لفظوں میں گویا نیک کاموں کی تبلیغ کرے ، اور بُرے کاموں کے انجام سے ڈرائے چنانچہ انبیاء کو بھی نذیر کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا تھا وَاَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ۔ یعنی سب سے پہلے اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کو خدا کے خوف سے ڈراؤ۔ اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ نذیر ہیں چونکہ آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ خاندان بنی زہرہ میں سے تھیں۔ اس لیے سودہ بنت زمعہ یعنی اس کاہنہ نے خاندان کے

لوگوں میں صرف اس شرف کی علامتیں دیکھیں اور اپنے علم سے معلوم کرلیا کہ اس خاندان میں یا تو کوئی عورت نبی ہے اور یا کسی نبی کو جنم دے گی، پھر اس نے چاہا کہ اس خاندان کی تمام لڑکیوں کو ایک نظر دیکھے تا کہ معلوم ہو سکے کہ نبوت کی یہ علامتیں کس میں پائی جاتی ہیں ، چنانچہ بنی زہرہ کی تمام لڑکیاں سودہ کے سامنے پیش کی گئیں، وہ ہر لڑکی کو دیکھ کر اس کے متعلق کوئی نہ کوئی پیشن گوئی کرتی رہی جو کچھ عرصے کے بعد پوری ہوئی، آخر جب حضرت آمنہ بنت وہب اس کے سامنے پیش ہوئیں تو وہ فوراً بول اُٹھی۔

''یہی ہے وہ جو یا تو خود نذیرہ (یعنی نبیہ) ہے۔اور یا اس کے پیٹ سے کوئی نذیر (یعنی نبی) پیدا گا، اس کی ایک خاص شان ہے اور اس میں بڑی صاف علامتیں موجود ہیں''۔

چنانچہ کاہنہ کے اس واقعہ سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ عبدالمطلب نے بنی زہرہ میں سے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کے لیے حضرت آمنہ کو کیوں انتخاب کیا۔اب خود عبدالمطلب نے اپنی شادی کے لیے جو بنی زہرہ کی لڑکی انتخاب کی، اس کا سبب یمن کے اس کاہن کی پیشن گوئی ہے جس کا واقعہ گزر چکا ہے، مگر یہ اسی صورت میں ہے کہ حضرت عبداللہ کی والدہ کو بھی بنی زہرہ میں سے ہی تسلیم کیا جائے۔مگر سیرت شمس شامی نے یہ لکھا ہے کہ یمنی کاہن کی پیشن گوئی کی بناء پر عبدالمطلب نے (اپنے لیے نہیں بلکہ) اپنے بیٹے عبداللہ کے لیے بنی زہرہ کی لڑکی پسند کی تھی۔مگر علامہ شامیؒ کی اس رائے کو قبول کرنے میں بہت واضح اشکال ہے کیونکہ اگر اس کو مان لیا جائے تو پھر کاہن کے اس قول کا جوڑ کا ہے سے لگے گا جو اس نے عبدالمطلب سے کہا تھا کہ تم جب شادی کرو تو بنی زہرہ میں کرنا، ادھر اس سے پہلے وہ عبدالمطلب سے یہ بات پوچھ چکا تھا کہ کیا تمہاری بیوی بنی زہرہ میں سے ہے۔اس کے بعد ہم نے کتاب تنویر کا مطالعہ کیا جس میں ابن دحیہؒ نے برقی کا قول نقل کیا ہے:۔حضرت عبداللہ کی حضرت آمنہ سے شادی کا سبب یہ ہوا کہ عبدالمطلب (تجارتی سلسلے میں) یمن جایا کرتے تھے اور وہاں یمن کے ایک معزز آدمی کے یہاں ٹھہرا کرتے تھے

،ایک مرتبہ وہ وہاں گئے اور اس کے یہاں ٹھہرے تو دیکھا کہ میزبان کے پاس ایک عالم آدمی بیٹھا ہوا ہے (اس عالم نے عبدالمطلب کو دیکھا تو اسے ان نبوت کی علامتیں نظر آئیں) اس نے عبدالمطلب سے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ (کی ناک) کا نتھنا دیکھوں۔عبدالمطلب نے کہا کوئی حرج نہیں لیجئے۔اس نے (نتھنا دیکھ کر) کہا کہ میں آپ میں نبوت اور سلطنت دیکھ رہا ہوں اور یہ دونوں چیزیں مجھے دونوں منافوں (یعنی مناف نامی آدمیوں) کے خاندانوں میں نظر آ رہی ہیں،یعنی عبد مناف ابن قصیٰ اور عبد مناف ابن زہرہ (یعنی یہ نبوت اور سلطنت دو خاندانوں کے آپس میں رشتہ داری پیدا کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہو گی ایک عبد مناف ابن قصیٰ کا خاندان یعنی خود عبدالمطلب کا خاندان کیونکہ یہ عبد مناف ابن قصیٰ کے پوتے ہیں اور دوسرے عبد مناف ابن زہرہ کا خاندان یعنی حضرت آمنہ کا گھرانہ)۔

عبدالمطلب جب یمن سے واپس آئے تو اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنے ساتھ لے کر بنی زہرہ گئے،انہوں نے اپنی شادی تو ہالہ بنت وہیب سے کی جس سے ان کے یہاں حمزہؓ پیدا ہوئے اور اپنے بیٹے عبداللہ کی شادی آمنہ بنت وہب سے کی جن سے رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔برقی کی یہ مذکورہ بالا روایت بالکل صاف ہے کیونکہ اس میں اس عالم و کاہن کا یہ قول نہیں ذکر کیا گیا کہ کیا تمہاری کوئی بیوی بنی زہرہ میں سے ہے وغیرہ وغیرہ،چنانچہ عبدالمطلب نے اس بارے میں اتنی احتیاط برتی کہ خود بھی بنی زہرہ میں شادی کی اور اپنے بیٹے عبداللہ کی شادی بھی اس خاندان میں کی۔مگر اس کے ساتھ ہی علامہ برقی کے لیے زیادہ مناسب یہ تھا کہ وہ صرف یہ کہنے کے بجائے کہ عبداللہ کی آمنہ سے شادی کا سبب یہ تھا یوں کہتے کہ عبداللہ سے آمنہ کی شادی اور ہالہ سے عبدالمطلب کی شادی کا سبب یہ تھا (کیونکہ سبب بیان کیا جا رہا ہے صرف عبداللہ کی آمنہ سے شادی کا حالانکہ اسی سبب کے تحت روایت میں حضرت عبداللہ کے ساتھ خود عبدالمطلب کے بھی اسی خاندان میں شادی کرنے کا تذکرہ ہے جو ظاہر ہے کہ اسی یہودی عالم کی پیشنگوئی کی بنیاد پر کی گئی تھی)۔

نوٹ......(یہاں تک کی تمام تفصیل سیرت حلبیہ جلد اول سے لی گی ہے اگر چہ آسان اور سہل کرنے کے لئے کافی ردّ و بدل سے بھی کام لیا گیا ہے، مزید تفصیل جاننے کے لیے اصل کتاب سے رجوع کیا جا سکتا ہے)۔

رسول اکرم ﷺ کا شجرہ نسب عدنان تک

رسولِ اکرم ﷺ کے شجرہ نسب کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے چنانچہ پہلا حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عدنان تک ہے اور اس کی بابت حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ المعروف بابن عبدالبر العمری القرطبی نے کتاب الاستیعاب میں تحریر کیا ہے: **هـذا مـالـم يـختـلف فيه احد من الناس** (اس شجرے میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں) آباء الکرام کے ساتھ میں نے تلاش کی کہ امہات العظام کے مبارک نام بھی مل جائیں تو بہتر ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت عبداللہ سے لے کر عدنان تک برابر سب کے نام مل گئے اور مزید برآں یہ بھی ہوا کہ ان اُمہات کے آباء اور قبائل کا پتہ بھی لگ گیا، مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام ملا، تو سیدہ آمنہ کے والد کا نام بھی مع ان کے سلسلہ نسب کے اور اُن کی والدہ کا نام مع ان کے سلسلہ نسب کے مل گیا۔ اس تمام سلسلے پر نظر ڈالو شاید دنیا میں کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا بھی سلسلہ خاندانی اس وضاحت کے ساتھ اوراق تاریخ میں دستیاب نہ ہو سکے گا، پھر ہر ایک سلسلہ میں نسب کی رفعت شان پر نظر ڈالو کہ ددھیال در ددھیال اور ننھیال در ننھیال میں بھی کسی ایک جگہ دہن یا خمود نہ ملے گا، یہ شرف صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جسے ازل الآزال میں قدرت ربانیہ نے عالمین پر ممتاز فرمایا اور آدمؑ سے لے کر ذاتِ گرامی تک ہر ایک نسل کی حفاظت خود فرمائی ہو۔ چنانچہ ذیل میں آپؐ سے لیکر عدنان تک کا شجرہ نسب مع اُمہات العظام ملاحظہ فرمایئے۔

آباء العظام

عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب بن مُرہ بن کعب

بن لُوَیّ بن غالب بن فہر الملقب بہ قریش بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

اُمہات العظام

آمنہ بنت فاطمہ بنت سلمیٰ بنت عاتکہ بنت حُمّی بنت فاطمہ بنت ہند بنت مخشیہ بنت ماویہ بنت عاتکہ بنت لیلیٰ بنت جندلہ بنت عکرشہ بنت برّہ بنت حوانہ ہند بنت سلمیٰ بنت لیلیٰ (خندف) بنت رباب بنت سودہ بنت معانہ بنت مہدد۔

رسول اکرم ﷺ کا شجرہ نسب حضرت اسماعیلؑ تک

اور نسب نامہ گرامی حصہ دوم وہ ہے جو معد بن عدنان سے اوپر آتا ہے۔ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ اس حصہ کا اندراج اس تفصیل کے ساتھ جیسا کہ ہم تحت میں تحریر کریں گے، اپنی کتابوں میں نہیں کرتے کیونکہ ان اصول کے مطابق جو صحیح روایات کے متعلق انہوں نے اختیار فرمائے ہیں، اس حصہ کا روایت کرنا دشوار ہے۔

ان بزرگوں کا یہ نہایت ورع وتقویٰ ہے بایں ہمہ جملہ محدثین اس سلسلے کے خاص خاص مشاہیر کے آٹھ نو نام لے کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ نسب گرامی حضرات اسمٰعیل علیہ السلام تک منتہی ہو جاتا ہے، یہ طریق کہ سلسلہ نسب میں خاص خاص مشاہیر کا نام لے کر اختصار سے کام لیا جائے، بنی اسرائیل میں بھی مروج تھا، انجیل متیٰ کو دیکھو وہ لکھتے ہیں یسوع مسیحؑ ابن داؤدؑ وابرہیمؑ میں ۱۲ پشتیں دانستہ اختصار کے لیے چھوڑ دی ہیں۔

لیکن صاحبِ رحمۃ العالمین اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں کہ حصہ دوم کے شامل کتاب کرنے کی جرأت مجھے اس لیے ہوئی کہ کَذَبَ النَّسَّابُونَ ما فَوْقَ العَدْنَانِ کا قطعی صحت تک پہنچ جانا مجھ پر مخفی رہا اور میں نے دیکھا کہ اکثر علماء نے جو تاریخ اور حدیث میں امام تسلیم ہوئے ہیں، اس حصہ کو بیان کیا: سبائک الذھب للسویدی صفحہ ۱۹ میں ہے قد اختلف فی کراھة رفع النسب من عدنان الیٰ اٰدم فذھب ابن اسحاق و ابن

جریر و غیرہ الیٰ جوازہ و علیہ البخاری و غیرہ من العلماء.

ترجمہ:عدنان سے اوپر تک نسب بیان کرنے کی کراہت میں اختلاف ہے،ابن اسحاق اورابن جریر کے نزدیک جائز ہے۔اور بخاری وغیرہ کا مذھب بھی یہی ہے۔

کتاب رحلۃ الشافعی مصنفہ جلال الدین الیسوطی میں امام شافعیؒ اور ہارون الرشید کے مکالمہ کے ذکر میں ہے۔**فقال لی ابن لی عن نفسک قال الشافعی فلقیت حتی الحقت اٰدم علیہ السلام بالطین.**

ترجمہ:۔ہارون رشید نے کہا تم اپنی بات بتاؤ میں نے نسب بیان کرنا شروع کر دیا حتی کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے جاملایا۔ان حوالجات کے بعد میں نے اس حصہ کا لکھنا ترک کر دینے سے بہتر سمجھا۔میں نے اول اول یہ حصہ ڈاکٹر سرسید احمد خان صاحب کی کتاب خطبات احمدیہ میں دیکھا تھا۔سرسیدؒ نے اس جگہ کسی کا پتہ نہیں لکھا،انہوں نے ارمیا کاتب برخیا علیہ السلام اور الجیرا کے نسب نامہ کا ذکر فرمایا تھا،میں نہ سمجھ سکا کہ سرسیدؒ یہ سب باتیں کہاں سے لکھ رہے ہیں،اس کے بعد مجھے ابوالفداء میں ارمیا اور الجیرا کا ذکر ملا اور پھر امام طبری کی کتاب میں ایک روایت کلبی کی ملی جس کی بابت امام طبری نے لکھا ہے کہ یہ روایت ارمیا کے نسب نامے سے متوافق ہے،صرف کہیں کہیں اختلاف السنہ کی وجہ سے اختلاف لہجہ کا فرق پڑ گیا ہے۔دوسری روایت خود امام طبری کی ہے جسے انہوں نے ایک عرب نسب دان سے لیا ہے۔پھر مجھے امام ابن سعد کی کتاب طبقات الکبیر میں بھی یہی حصہ مل گیا،مجھے ان کتابوں سے مطابقت کرنے کے بعد سرسید کے نسب نامے میں لکھے ہوئے چند نام عدنان دوم۔ادو دوم۔الیسع ہمیسع دوم سلامان دوم۔ثابت،حمل،معد اول نہیں ملے،معلوم نہیں سرسید نے اُن کا کس کتاب کے حوالہ سے اضافہ فرمایا ہے، میں نے وہی نام لکھے ہیں جو بالاتفاق متعدد روایات میں بیان ہوئے تھے۔چنانچہ اس تمہید کے بعد اب معد بن عدنان سے آگے والا نسب نامہ ملاحظہ فرمائیے:۔

ادو بن ہمیسع بن سلامان بن عوص بن بوز بن قموال بن اُبی بن عوام بن ناشد بن حزا

بن بلداس بن یدلاف بن طابخ بن جاحم بن ماخی بن عیفی بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن یحزن بن یلحن بن ارعوے بن عیضی بن دیشان بن عیصر بن اقناد بن ایہام بن مقصر بن ناحث بن زارح بن سمی بن مزی بن عوض بن عرام بن قیدار۔

رسولِ اکرم ﷺ کا سلسلہ نسب حضرت آدمؑ تک

نسب نامہ گرامی کا حصہ سوم جو اسمٰعیل علیہ السلام سے شروع اور ابوالبشر آدم علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے، تورات موجودہ سے لیا گیا ہے۔ اسماء کے اعراب عربی زبان کی توراۃِ متشکل سے لئے گئے ہیں، لیکن توراۃ میں یہ بھی ہے کہ فلاں عمر میں فلاں شخص کے پسر پیدا ہوا، اس میں کئی اشکال ہیں، حصہ سوم کے نام تو صحیح ہیں البتہ دیگر معلومات بعض جگہ مشکوک ہیں۔ چونکہ نسب نامہ میں صحت اسماء ہی زیادہ تر درکار ہوتی ہے، اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ نسب نامہ گرامی کا یہ حصہ بھی بالکل صحیح ہے۔

حصہ سوم......اسمٰعیلؑ بن ابرہیمؑ بن تارہ (آذر) بن ناحور بن سروج بن رعو بن فالج بن عابر بن ارفلشاد بن سام بن نوحؑ بن لامک بن متوشالح بن اخنوع ادریسؑ بن یارد بن ملہل ایل بن قینان بن آنوش بن شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام (بحوالہ رحمۃ العالمین جلد دوم ص ۴۳)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

چنانچہ اس تمام تفصیل کے بعد ثابت ہوگیا کہ آپ ﷺ کا شجرہ نسب مکمل محفوظ ہے اور کہیں بھی کسی قسم کا کوئی جھول نظر نہیں آتا، بے شک اس خصوصیت کا مظہر صرف اور صرف آپ ﷺ ہی کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اس عظیم نبی ﷺ کی صحیح صحیح قدردانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین۔

خصوصیت نمبر ۹

رسولِ اکرم ﷺ کے بعض اعضاء مبارک کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ نویں خصوصیت شروع کی جارہی ہے جسکا عنوان ہے ''رسولِ اکرم ﷺ کے اعضاء مبارک کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا'' اور بات آگے بڑھانے سے قبل یہاں بھی واضح کرتا چلوں کہ بحمد اللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کو ترتیب دیتے وقت بھی اللہ تعالیٰ نے عین روضہ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائی، بے شک یہ میرے لئے ایک بہت بڑی سعادت ہے جسکے لئے میں اپنے اللہ کا دل سے شکر گزار ہوں۔

بہر حال! اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول ﷺ کو دیگر خصوصیات کی طرح یہ بھی ایک عظیم خصوصیت عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کے محبوب اعضاء مبارک کو اپنی محبوب کتاب میں بیان فرمایا، جبکہ دیگر انبیاءؑ کے اعضاء کے ذکر کو اللہ نے اپنی آسمانی کتابوں میں بیان نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس خصوصیت کا مظہر بھی صرف اور صرف ہمارے نبی ﷺ ہی ہیں، جیسا کہ آنے والے اوراق میں آپ تفصیل ملاحظہ فرمائیں گے، اگر چہ ہم نے مختصراً مختصراً ان آیات ہی کو لکھا ہے کہ جن میں آپ ﷺ کا ذکر آیا ہے، تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، کیونکہ ہمارا مقصد صرف ان آیات کی نشاندہی کرنا ہے کہ جن میں آپ ﷺ کے اعضاء مبارک کا تذکرہ ہے، امید ہے کہ انشاء اللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کے مطالعے سے بھی ہمارے ایمان میں اضافہ ہوگا، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائے، اور حضور ﷺ کی تمام

تعلیمات پر دل وجان سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔ لیجئے اب اس خصوصیت کی وضاحت ملاحظہ فرمائیے:۔

نویں خصوصیت کی وضاحت قرآنِ کریم کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور ﷺ کے اکثر اعضاء مبارک کا ذکر کیا ہے جس میں حق جل جلالہ کی کمال محبت وعنایت پائی جاتی ہے۔

قلب مبارک سے متعلق فرمایا: ﴿ما كَذَبَ الفُؤ ادُمارای.﴾ (نجم۔ع۱)

ترجمہ:...... ''جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو دیکھا۔''

اورمزید فرمایا: ﴿نزلَ بهِ الرُّوحُ الاَمینُ علىٰ قلبِکَ.﴾ (شعراء۔ع۱۱)

ترجمہ:...... ''لیکر اترا ہے اس کو فرشتہ معتبر تیرے دل پر۔''

اور بولنے سے متعلق فرمایا کہ: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عنِ الْهوىٰ.﴾ (نجم۔شروع)

ترجمہ:...... ''اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے۔''

زبان مبارک سے متعلق فرمایا: ﴿فاِنما يسّرْنهُ بِلِسانکَ.﴾ (دخان۔ع۳)

ترجمہ:...... ''پس یہ قرآن آسان کیا ہم نے اس کو تیری زبان میں۔''

چشم مبارک سے متعلق فرمایا: ﴿مازاغَ الْبصَرُ وما طَغىٰ.﴾ (نجم۔ع۱)

ترجمہ:...... ''نہیں بہکی نگاہ اور نہ ہی حد سے بڑھی۔''

چہرہ مبارک سے متعلق فرمایا: ﴿قَدْ نرىٰ تقَلُّبَ وَجهِکَ فِی السَّماءِ﴾ (بقرہ۔ع۱۷)

ترجمہ:...... ''بے شک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف۔''

ہاتھ اور گردن مبارک سے متعلق فرمایا:

﴿ولا تجْعلُ يَدَکَ مَغْلُولَةً اِلىٰ عُنُقِکَ.﴾ (بنی اسرائیل۔ع۳)

ترجمہ:...... ''اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا ہوا اپنی گردن کے ساتھ۔''

سینہ اور پشت مبارک سے متعلق فرمایا:

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ .وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ .الَّذِی اَنْقَضَ ظَھْرَکَ.﴾ (الم نشرح۔شروع)

ترجمہ:......''کیا ہم نے نہیں کھول دیا تیرا سینہ اور اتار رکھا تجھ پر سے تیرا بوجھ جس نے جھکا دی تھی پیٹھ تیری۔''

علامہ عبد الرؤف مناویؒ نے بھی لکھا ہے کہ جہاں آپ ﷺ کی بے شمار خصوصیات ہیں ان میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ ﷺ کے اعضاء مبارک کا الگ الگ ذکر فرمایا۔

☆ چنانچہ چہرہ کے متعلق فرمایا۔قَد نریٰ تَقَلُّبَ وجھِکَ اور فَوَلِّ وَجْھَکَ ان دونوں آیتوں میں وجہ یعنی چہرہ کا ذکر ہے۔

☆ اور آنکھ کے متعلق فرمایا و لا تمدنَّ عینک اور و لا تَعدُ عینکَ ان دونوں آیتوں میں عین یعنی آنکھ کا ذکر فرمایا۔

☆ اور زبان مبارک کے متعلق فرمایا۔لاتُحرِّکُ بِہٖ لِسانَکَ اور فاِنَّما یَسّرنَاہُ بِلِسانِکَ ان دونوں آیتوں میں لسان یعنی زبان مبارک کا ذکر فرمایا۔

☆ اور ہاتھ اور گردن کے متعلق فرمایا۔لاتَجعَلُ یَدَکَ مَغلُولَۃً اِلٰی عُنُقِکَ اس آیت کریمہ میں ید ہاتھ اور عنق یعنی گردن مبارک کا ذکر فرمایا۔

☆ اور سینہ اور پشت مبارک کے متعلق فرمایا اَلَم نَشرَحْ لَکَ صَدْرَکَ.وَوَضَعنَا عَنکَ وِزْرَکَ الَّذِی اَنقَضَ ظَھْرَکَ اس آیت کریمہ میں صدر یعنی سینہ اور ظھر یعنی پشت کا ذکر فرمایا۔

☆ اور قلب کے متعلق فرمایا۔نَزلَ بہ الرُّوحُ الأمِین عَلٰی قَلبِکَ اس آیت کریمہ میں قلب یعنی دل کا ذکر ہے۔ (مناوی علی ہامش جمع الوسائل ص ۴۵)

خصوصیت نمبر۱۰

رسولِ اکرم ﷺ کی رسالت تمام انبیاء اور تمام امتوں کے لئے بھی ہے

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ دسویں خصوصیت پیش کی جارہی ہے، جس کا عنوان ہے "رسولِ اکرم ﷺ کی رسالت تمام انبیاء اور تمام امتوں کے لئے بھی ہے" الحمدللہ اس خصوصیت کو ترتیب دینے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے روضہ رسول ﷺ کے قریب ریاض الجنۃ میں بیٹھنے کی توفیق دی، بے شک یہ اسی کا فضل ہے۔لہٰذا اس پر میں اپنے اللہ کا صد بار شکرادا کرتا ہوں کہ جس ذات نے ریاض الجنۃ میں بٹھا کر اپنے محبوب ﷺ کی خصوصیت سے متعلق کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

بہر حال محترم قارئین! ہمارے پیارے نبی ﷺ کی تمام خصوصیات کی طرح یہ خصوصیت بھی ایک عظیم خصوصیت ہے، کہ ہمارے نبی ﷺ کی رسالت تمام انبیاء اور تمام امتوں کے لئے بھی ہے، جیسا کہ آنے والے اوراق میں اس کی وضاحت کی گئی ہے، کہ بے شک ہر نبی اپنی اپنی امت کے لئے مبعوث ہوا لیکن ہمارے نبی ﷺ تمام امتوں حتیٰ کہ خود انبیاء کرام کے لئے بھی مبعوث ہوئے، چنانچہ معلوم ہوا کہ اس خصوصیت میں آپ ﷺ کے ساتھ اور کوئی بھی شریک نہیں، صرف اور صرف یہ آپ ﷺ ہی کی خصوصیت ہے، امید ہے انشاء اللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کے مطالعے سے بھی آپ کے ایمان میں اضافہ ہوگا اور آپ ﷺ کی محبت کو جلا ملے گی انشاء اللہ، تو لیجئے اب تمہدی بات کو ختم کیا جاتا ہے اور اصل خصوصیت کو شروع کیا جارہا ہے ملاحظہ فرمائیے:۔

دسویں خصوصیت کی وضاحت قرآن واحادیث کی روشنی میں

ایک حدیث میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ۔"ہم دنیا والوں کے لحاظ سے آخری

(امت) ہیں مگر قیامت میں ہم سب سے پہلے لوگ ہوں گے کہ تمام مخلوق سے پہلے ہمارا حساب کتاب کیا جائے گا۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ: ہم آخری امت ہیں لیکن ہمارا حساب کتاب سب سے پہلے ہوگا، دوسری تمام امتیں ہمارے لئے راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو جائیں گی اور ہم پاکیزگی اور طہارت کے اثر سے بڑی آسانی سے وہاں سے گزریں گے۔

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ وضو کی برکت اور اثر سے ہم وہاں سے سہولت سے گزر جائیں گے تب دوسری امتیں کہیں گی۔ یہ ساری کی ساری امت تو ایسی ہے جیسے سب نبی ہوں۔"

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ۔ ہم سجدوں کے اثر سے روشن اور وضو کے اثر سے جگمگاتے ہوئے چہرے لئے وہاں سے بڑھتے جائیں گے۔"

ایک روایت میں ہے کہ مجھے دوسرے تمام نبیوں پر چھ فضیلتیں دی گئی ہیں۔ یہاں چھ فضیلتوں کا ذکر آیا ہے جب کہ ایک حدیث میں پانچ کا ذکر ہوا ہے۔ اس فرق کی وجہ سے کوئی شبہ نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے کہ جس وقت آپ ﷺ نے پانچ کا ذکر فرمایا اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ فضیلتوں کے متعلق ہی بتلایا ہو اور بعد میں باقی خصوصیتوں کی اطلاع دی ہو۔ غرض اس کے بعد آپ ﷺ نے ان چھ فضیلتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: "مجھے گفتار کی فصاحت دی گئی، دوسروں پر میرا رعب دیا گیا۔ میرے لئے یعنی میری امت کے لئے مال غنیمت کو حلال کیا گیا۔ میرے لئے تمام زمین کو پاک اور مسجد بنایا گیا، مجھے تمام کی تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ یہاں مخلوق میں جنات، فرشتے، حیوانات، نباتات اور جمادات سب شامل ہیں۔

(نوٹ)...... ان تمام خصوصیات کی تفصیل اپنی اپنی جگہ پر آئے گی، انشاء اللہ۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کہتے ہیں کہ جہاں تک آپ کے فرشتوں کے لئے رسول ہونے کا تعلق ہے میں نے اپنی کتاب خصائص میں اس قول کو ترجیح دی ہے۔ مجھ سے پہلے

اس قول کو شیخ تقی الدین سبکیؒ بھی قبول کر چکے ہیں۔ نیز انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وقت سے لیکر قیامت تک تمام مخلوق آپ ﷺ کے نبی ہیں یہاں تک کہ پچھلے نبیوں اور امتوں کے لئے بھی آپ ﷺ رسول ہیں۔ اسی قول کو علامہ باذری نے بھی قبول کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ کی رسالت تمام حیوانات اور جمادات یعنی اینٹ پتھر تک کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے کہا ہے کہ آپ خود اپنی ذات کے لئے بھی رسول تھے۔

بہر حال یہ بات تو ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت تمام گذشتہ نبیوں اور ان کی امتوں تک کے لئے ہے کیونکہ یہ بات تسلیم کی گئی کی آپ کا وجود ان نبیوں کے زمانوں میں بھی تھا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام نبیوں اور ان کی امتوں سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ وہ اپنی اپنی نبوت اور اپنی امت کے پیغمبر رہنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ پر اور آپ کی حمایت ونصرت پر ایمان لائیں، لہٰذا آپ کی نبوت عام بھی تھی اور سب کو شامل بھی تھی۔ اسی طرح آپ کی شریعت ان امتوں کی نسبت سے اور ان کے نبی جو شریعت لے کر آئے تھے ان کی نسبت سے ان زمانوں میں بھی موجود تھی کیونکہ احکام اور شریعتیں اشخاص اور اوقات کے فرق سے بدلتی رہتی ہیں۔ یہ قول علامہ سبکیؒ کا ہے لہٰذا تمام نبی اور ان کی امتیں بھی آنحضرت ﷺ کی امت میں سے ہی ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا تھا۔ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔'' اس حدیث کو احمد وغیرہ نے عبداللہ ابن ثابت سے نقل کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ ''یارسول اللہ میں بنی قریظہ کے بھائی کے پاس سے گزرا (بنی قریظہ مدینے میں یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا) اس نے تورات کے کچھ حصے لکھ کر مجھے دیئے، کیا میں وہ حصے آپ کو پیش کروں؟'' یہ سن کر آنحضرت ﷺ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ''ہم اللہ تعالیٰ کو پروردگار بنا کر اور اسلام کو اپنا دین بنا

کراور محمد ﷺ کو اپنا رسول بنا کر راضی ہیں۔'' اس پر آپ کے چہرے سے ناگواری کے آثار دور ہو گئے اور پھر آپ نے فرمایا۔ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر آج تمہارے پاس موسیٰ آئیں اور تم ان کی پیروی کرنے لگو تو تم گمراہ ہو گئے۔ یہ حقیقت ہے کہ تم میرا حق ہو اور میں تمام نبیوں میں تمہارا حق ہوں۔''

کتاب نہر میں ابو حیان سے حضرت عبداللہ بن سلام کے متعلق ایک روایت ہے (یہ عبداللہ بن سلام مدینے کے ایک بہت بڑے یہودی تھے جو ہجرت کے بعد مسلمان ہو ئے۔ ان کے متعلق روایت ہے کہ) ایک دفعہ ان عبداللہ بن سلام نے آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگی کہ یوم سبت میں (جو یہودیوں کا تہوار ہے) وہ رات کو عبادت کرنا چاہتے اور نماز میں تورات کی آیتیں تلاوت کرنا چاہتے ہیں۔ مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی۔

گذشتہ تمام نبی اور ان کی امتیں آنحضرت ﷺ کی امت میں شامل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب باعتبار آنحضرت ﷺ کی دعوت اور پیغام کے آپ کے امتی ہیں، اس پیغام کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کے اعتبار سے آپ کے امتی نہیں ہیں (کیونکہ ظاہر ہے وہ اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور ان کے آپ کی دعوت کو قبول کرنے کا سوال ہی نہیں ہے۔ ہاں پیغام اور دعوت حق کو جاننے کے اعتبار سے وہ سب آپ کے امتی ہیں کیونکہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے سب مخلوق سے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیا تھا۔ اسی لحاظ سے وہ سب آپ کے امتی ہیں) جہاں تک پیغام کو قبول کر کے امتی بننے کا تعلق ہے تو وہ ایسا ہی شخص ہوگا جس نے آنحضرت ﷺ کے ظہور کے بعد آپ کی نبوت کو مانا اور آپ کے پیغام کو قبول کیا ہو۔ (بحوالہ سیرت حلبیہ جلدِ اول)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

خصوصیت نمبر ۱۱

رسولِ اکرم ﷺ کی دعا سے سورج غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہوا

قابلِ احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ گیارہویں خصوصیت آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، جسکا عنوان ہے ''رسولِ اکرم ﷺ کے لئے سورج غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہوا'' بحمد اللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کو ترتیب دیتے وقت بھی میں روضہ رسول ﷺ کے قریب یعنی روضہ کے سائے تلے بیٹھا ہوں، اور دل سے بار بار یہی صدا آرہی ہے کہ یا اللہ آقا ﷺ کے مدینے میں بار بار آنے کی توفیق عطا فرما اور اخلاص سے آقا ﷺ کے دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما، دل چاہتا ہے کہ روضہ رسول ﷺ کی جالیوں کو دیکھتا رہوں اور پھر دیکھتا ہی چلا جاؤں کہ دل کا سرور اسی میں چھپا ہے۔

بہر حال محترم قارئین! ہمارے نبی ﷺ کے لئے یہ بھی ایک اعزاز کی بات اور فضیلت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا کی بدولت اپنے قانون کے خلاف سورج کو غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع کردیا، بے شک یہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حضور ﷺ کے بلند مقام ہونے کی بیّن دلیل ہے جبکہ دیگر انبیاء اکرام کی سیرتوں میں ایسی بات نظر نہیں آتی، لیکن یاد رہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیگر انبیاء کرامؑ کا اللہ تعالیٰ کی نظر میں کوئی مقام ومرتبہ ہی نہیں تھا، بے شک تمام انبیاء اکرامؑ اونچے مقام اور مرتبے والے تھے، لیکن البتہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کو سب سے زیادہ فضیلت اور بلند مقام ومرتبہ عطا فرمایا اور وہ عظیم خصوصیات عطا فرمائیں جو دیگر انبیاء اکرام کو عطا نہیں فرمائیں کیونکہ ''تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ'' بعض کو اللہ نے بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ سے اپنی محبت کی انتہاء کو واضح فرمایا کہ

آپ ﷺ کی خاطر اپنے ضابطے کو توڑ ڈالا۔ جیسا کہ آنے والے اوراق میں اس خصوصیت کی وضاحت پیش کی جارہی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور ﷺ سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضور ﷺ کی تمام تعلیمات پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

گیارہویں خصوصیت کی وضاحت احادیث کی روشنی میں

امام طحاوی اور طبرانی نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ موضع صہباء میں (کہ ایک جگہ کا نام ہے) متصل خیبر کے تشریف رکھتے تھے اور آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور سر مبارک حضرت علیؓ کے زانو پر تھا اور آپ ﷺ سو گئے تھے جبکہ حضرت علیؓ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا تب آپ ﷺ بیدار ہوئے اور آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تم نے نماز پڑھ لی انہوں نے عرض کیا کہ نہیں آپ ﷺ نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ الٰہی یہ علی تیری اطاعت میں اور تیرے رسول کی اطاعت میں مشغول تھے آفتاب کو پھیر لا۔ سو حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا تھا کہ آفتاب غروب ہوگیا پھر میں نے دیکھا کہ آفتاب نکل آیا یہاں تک کہ دھوپ پہاڑوں اور زمین پر پڑی۔

فائدہ: ردالشمس کو اگرچہ ابن جوزیؒ نے موضوعات میں لکھا ہے مگر محققین محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن جوزیؒ کا اعتراض اس پر غلط ہے۔ امام جلال الدینؒ سیوطی نے ایک رسالہ اس حدیث کے بیان میں تصنیف کیا ہے اس کا نام ہے کشف اللبس فی حدیث ردالشمس اور طرق اس حدیث کے باسانید کثیرہ بیان کئے ہیں اور اس حدیث کی صحت کو بدلائل قویہ ثابت کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں میں حضور کی سچی محبت اور اتباع نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

خصوصیت نمبر ۱۲

رسولِ اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے خود کثرت سے درود پڑھنے کا خصوصی حکم فرمایا

قابلِ احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ بارہویں خصوصیت ہے جس کا عنوان ہے ”رسولِ اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے خود خصوصی طور پر کثرت سے درود شریف پڑھنے کا حکم فرمایا“ اور الحمد للہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کو بھی میں نے روضہ رسول کے سامنے بیٹھ کر ترتیب دیا ہے، یوں تو کسی جگہ بھی آقا پر درود پڑھا جائے تو اس کا ایک خاص لطف ہوتا ہے لیکن روضہ اقدس پر کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھا جائے تو لطف اخص الخاص ہو جاتا ہے یعنی ایک خاص نورانیت اور لذت وسکون محسوس ہوتا ہے، میری بھی اس وقت یہی کیفیت ہے کہ اللہ کی توفیق سے زبان پر درود جاری ہے اور قلم آپ ﷺ کی عظمت کو لکھ رہا ہے اور دلی طور پر ایک خاص قسم کا سکون مل رہا ہے جو اس سے پہلے کبھی حاصل نہیں ہوا، خدا تعالیٰ مجھ سمیت تمام مسلمانوں کو بار بار آقا ﷺ کے روضے پر آنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

بہر حال محترم قارئین! ہمارے حضور ﷺ کی یہ عظیم خصوصیت ہے کہ پروردگارِ عالم نے خصوصی طور پر آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم فرمایا اور سوچنے کی بات ہے کہ یہ کیسی عظیم عبادت ہے کہ قرآن کی تعلیم کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے فرمان میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے خود بھی نبی پر درود بھیجتے ہیں، اللہ اکبر ہمارے حضور ﷺ کی یہ کیسی عظیم خصوصیت ہے، بیشک یہ صرف ہمارے نبی ﷺ کا ہی خاصہ ہے، خوش نصیب ہے وہ شخص جو اپنے آقا ﷺ پر کثرت سے درود مبارک پڑھتا ہے اور دنیا کا بدنصیب ہے وہ شخص جو درود

شریف کے اہتمام سے خالی ہے، چنانچہ معلوم ہوا کہ اپنے آقا ﷺ پر درود بھیجنا ہمارے اپنے فائدے کے لئے ہے، جب اللہ کی ذات خود درود بھیجتی ہے تو ہمیں تو بدرجہ اولیٰ اپنے آقا ﷺ پر درود شریف بھیجنا چاہئے، کیونکہ ہم محتاج ہیں اور اللہ کسی بھی عبادت وغیرہ سے متعلق محتاج نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔ بہر حال ذیل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں درود شریف سے متعلق تفصیل وتشریح اور خاص خاص درود شریف پیش کئے جارہے ہیں، لیجئے ملاحظہ فرمائیے:۔

بارہویں خصوصیت کی وضاحت قرآن واحادیث کی روشنی میں

درود شریف دراصل اللہ تعالیٰ کے حضور میں کی جانے والی بہت اعلیٰ اور اشرف درجہ کی ایک دعا ہے جو رسول اکرم ﷺ کی ذات سے اپنی ایمانی وابستگی اور وفا کیشی کے اظہار کے لئے آپ ﷺ کے حق میں کی جاتی ہے اور اس کا حکم ہم بندوں کو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن پاک میں دیا گیا ہے، اور بڑے پیارے اور مؤثر انداز میں دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ۔ "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o" (الاحزاب۔ع:۷)

اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کریں (اور یہی آیت کا اصل موضوع اور مدعا ہے) لیکن اس خطاب اور حکم میں خاص اہمیت اور وزن پیدا کرنے کے لئے بطور تمہید فرمایا گیا کہ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی "یعنی نبی ﷺ پر صلوٰۃ (جس کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے) خداوند قدوس اور اس کے پاک فرشتوں کا معمول ودستور ہے، تم بھی اس کو اپنا معمول بنا کے اس محبوب و مبارک عمل میں شریک ہو جاؤ۔

حکم اور خطاب کا یہ انداز قرآن پاک میں صرف صلوٰۃ وسلام کے اس حکم ہی کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ دوسرے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کے لئے بھی نہیں کیا گیا کہ خدا اور اس

کے فرشتے یہ کام کرتے ہیں تم بھی کرو۔ بلاشبہ صلوٰۃ وسلام کا یہ بہت بڑا امتیاز ہے، اور رسول اکرم ﷺ کے مقام محبوبیت کے خصائص میں شامل ہے۔

چنانچہ اپنے عظیم محسن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کثرت سے درود وسلام بھیجئے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ ﷺ کے بے پایاں احسانات اور بے نہایت رحمت وشفقت کا ہم کوئی بدلہ نہیں دے سکتے۔ اگر کچھ کر سکتے ہیں تو صرف یہ کہ عقیدت ومحبت اور فدا کاری و جاں نثاری کے گہرے جذبات کے ساتھ آپ ﷺ کے حضور میں درود وسلام کے تحفے پیش کریں۔ اور خدا سے دعا کریں کہ پروردگار تیرے نبی ﷺ نے ہماری خاطر شب وروز جولرزہ خیز تکلیفیں اٹھا کر ہم تک دین کی روشنی پہنچائی اور ہماری ہدایت کے لئے گھل گھل کر جس طرح اپنی جان ہلکان کی، پروردگار عالم! ہم اس بے مثال احسان کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتے۔ تجھ سے ہی ہماری درخواست ہے کہ پروردگار! تو اُن پر اپنی بے حد وحساب رحمتیں انڈیل دے۔ اُن کے درجات کو بلند و بالا فرمادے۔ ان کے دین کو باطل کی یلغار سے سلامت رکھ اور فروغ عطا فرما اور آخرت میں انہیں تمام مقربین سے بڑھ کر اپنا تقرب عطا فرما۔

قرآنِ کریم میں درود سلام کا حکم

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. ترجمہ:... اللہ اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر، اے ایمان والو! رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔

تفسیر...... قرآنِ کریم میں اس سے پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کی کچھ خصوصیات وامتیازات کا ذکر تھا، جن کے ضمن میں ازواج مطہرات کے پردہ کا حکم آیا تھا، اور آگے بھی کچھ احکام پردے کے آئیں گے، درمیان میں اس چیز کا حکم دیا گیا جس کیلئے یہ سب خصوصیات وامتیازات رکھے گئے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت وشان کا اظہار اور آپ کی عظمت ومحبت اور اطاعت کی ترغیب ہے۔ اصل مقصود آیت میں مسلمانوں کا یہ حکم

دینا تھا کہ رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کریں، مگر اسکی تعبیر و بیان میں اس طرح فرمایا کہ پہلے حق تعالیٰ نے خود اپنا اور اپنے فرشتوں کا رسول اللہ ﷺ کیلئے عمل صلوٰۃ کا ذکر فرمایا، اس کے بعد عام مؤمنین کو اسکا حکم دیا، جس میں آپ کے شرف اور عظمت کو اتنا بلند فرمادیا کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں جس کام کا حکم مسلمانوں کو دیا جاتا ہے وہ کام ایسا ہے کہ خود حق تعالیٰ اور اسکے فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں تو عام مؤمنین جن پر رسول اللہ ﷺ کے احسانات بے شمار ہیں ان کو تو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہئے۔ اور ایک فائدہ اس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اس سے درود وسلام بھیجنے والے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام میں شریک فرمالیا جو کام حق تعالیٰ خود بھی کرتے ہیں اور اسکے فرشتے بھی۔

صلوٰۃ وسلام کے معنی

لفظ صلوٰۃ عربی زبان میں چند معنی کیلئے استعمال ہوتا ہے رحمت، دعا، مدح وثناء، آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت صلوٰۃ کی ہے اس سے مراد رحمت نازل کرنا ہے، اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ ان کا آپ ﷺ کیلئے دعا کرنا ہے، اور عام مؤمنین کی طرف سے صلوٰۃ کا مفہوم دعاء اور مدح ثناء کا مجموعہ ہے۔ عام مفسرین نے یہی معنی لکھے ہیں۔ اور امام بخاریؒ نے ابوالعالیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ سے مراد آپ ﷺ کی تعظیم اور فرشتوں کے سامنے مدح وثناء ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی تعظیم دنیا میں تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بلند مرتبہ عطا فرمادیا کہ اکثر مواقع اذان واقامت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کیساتھ آپ ﷺ کا ذکر شامل کردیا ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دین کو دنیا بھر میں پھیلا دیا، اور غالب کیا، اور آپ ﷺ کی شریعت کا عمل قیامت تک جاری رکھا، اس کیساتھ آپ ﷺ کی شریعت کو محفوظ رکھنے کا ذمہ حق تعالیٰ نے لے لیا، اور آخرت میں آپ ﷺ کی تعظیم یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مقام تمام خلائق سے بلند وبالا کیا ، اور جس وقت کسی پیغمبر اور فرشتے کو شفاعت کی مجال نہ تھی اس حال میں آپ ﷺ کو مقام

شفاعت عطا فرمایا، جس کو مقام محمود کہا جاتا ہے۔

اس معنی پر جو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام میں تو روایات حدیث کے مطابق آپ ﷺ کیساتھ آپ ﷺ کے آل واصحاب کو بھی شامل کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور مدح وثناء میں آپ ﷺ کے سوا کسی کو شریک کیا جاسکتا ہے؟ اسکا جواب روح المعانی وغیرہ میں یہ دیا گیا ہے کہ تعظیم اور مدح وثناء وغیرہ کے درجات بہت ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو اسکا اعلیٰ درجہ حاصل ہے، اور ایک درجہ میں آل واصحاب اور عام مؤمنین بھی شامل ہیں۔

اور ایک لفظ صلوٰۃ سے بیک وقت متعدد معنی رحمت، دعا، تعظیم وثنا، مراد لینا جو اصلاح میں عمومِ مشترک کہلاتا ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک وہ جائز نہیں، اسلئے اسکی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ لفظ صلوٰۃ کے اس جگہ ایک ہی معنی لئے جائیں، یعنی آپ ﷺ کی تعظیم اور مدح ثناء اور خیر خواہی پھر یہ معنی جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوں تو اسکا حاصل رحمت ہوگا، عام مؤمنین کی طرف منسوب کیا جائے تو دعاء، اور مدح وثناء، تعظیم کا مجموعہ ہوگا۔

اور لفظ سلام مصدر بمعنی السلامۃ ہے، جیسے ملام بمعنی ملامت مستعمل ہوتا ہے، اور مراد اس سے نقائص وعیوب اور آفتوں سے سالم رہنا ہے۔ اور السلام علیک کے معنی یہ ہیں کہ نقائص اور آفات سے سلامتی آپ کیساتھ رہے۔ اور عربی زبان کے قاعدہ سے یہاں حرف علیٰ کا موقع نہیں، مگر چونکہ لفظ سلام معنی ثناء کو متضمن ہے، اسلئے حرف علیٰ کیساتھ علیک یا علیکم کہا جاتا ہے۔ اور بعض حضرات نے یہاں لفظ سلام سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات لی ہے، کیونکہ سلام اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے تو مراد السلام علیک کی یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی حفاظت ورعایت پر متولی اور کفیل ہے۔

صلوٰۃ وسلام کا طریقہ

صحیح بخاری ومسلم وغیرہ سب کتب حدیث میں یہ حدیث آئی ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (جب یہ آیت نازل ہوئی تو) ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے

سوال کیا کہ (آیت میں ہمیں دو چیزوں کا حکم ہے صلوٰۃ اور سلام) سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے (السّلام علیک ایھاالنبی کہتے ہیں) صلوٰۃ کا طریقہ بھی بتلا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ الفاظ کہا کرو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

دوسری روایات میں اس میں کچھ کلمات اور بھی منقول ہیں۔

اور صحابہ کرامؓ کے سوال کرنے کی وجہ غالبًا یہ تھی کہ انکو سلام کرنے کا طریقہ تو تشہد (یعنی التحیات) میں پہلے سکھایا جا چکا تھا کہ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ. کہا جائے، اسلئے لفظ صلوٰۃ میں انہوں نے اپنی طرف سے الفاظ مقرر کرنا پسند نہیں کیا، خود رسول اللہ ﷺ سے دریافت کر کے الفاظ صلوٰۃ متعین کئے اسی لئے نماز میں عام طور پر انہی الفاظ کیساتھ صلوٰۃ کو اختیار کیا گیا ہے، مگر یہ کوئی ایسی تعیین نہیں جس میں تبدیلی ممنوع ہو، کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ سے صلوٰۃ یعنی درود شریف کے بہت سے مختلف صیغے منقول وماثور ہیں صلوٰۃ و سلام کے حکم کی تعمیل ہر اس صیغہ سے ہوسکتی ہے جس میں صلوٰۃ وسلام کے الفاظ ہوں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ الفاظ آنحضرت محمد ﷺ سے منقول ہیں وہ زیادہ بابرکت اور زیادہ ثواب کے موجب ہیں، اسی لئے صحابہ کرامؓ نے الفاظ صلوٰۃ آپ سے متعین کرانے کا سوال فرمایا تھا۔

مسئلہ......قعدہ نماز میں تو قیامت تک الفاظ صلوٰۃ وسلام اسی طرح کہنا مسنون ہے، جس طرح اوپر منقول ہوئے ہیں اور خارج نماز میں جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود مخاطب ہوں جیسا کہ آپؐ کے عہد مبارک میں وہاں تو وہی الفاظ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ کے اختیار کئے جائیں، آپ ﷺ کی وفات کے بعد روضۂ اقدس کے سامنے جب سلام عرض کیا جائے تو اس میں بھی صیغہ السلام علیک کا اختیار کرنا مسنون ہے۔ اسکے علاوہ

جہاں غائبانہ صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو صحابہ وتابعین اور ائمہ امت سے صیغہ غائب کا استعمال کرنا منقول ہے، مثلاً صلی اللہ علیہ وسلم' جیسا کہ عام محدثین کی کتابیں اس سے لبریز ہیں۔

صلوٰۃ وسلام کے مذکورہ طریقہ کی حکمت

جو طریقہ صلوٰۃ وسلام کا رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک اور آپ ﷺ کے عمل سے ثابت ہوا اسکا حاصل یہ ہے کہ ہم سب مسلمان آپ ﷺ کیلئے اللہ تعالیٰ سے رحمت وسلامتی کی دعا کریں، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقصود آیت کا تو یہ تھا کہ ہم آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم کا حق خود ادا کریں، مگر طریقہ یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حق تعظیم واطاعت پورا ادا کرنا ہمارے کسی کے بس میں نہیں، اس لئے ہم پر یہ لازم کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔

صلوٰۃ وسلام کے احکام

نماز کے قعدہ اخیرہ میں صلوٰۃ (درود شریف) سنت مؤکدہ تو سب کے نزدیک ہے ،امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کے نزدیک واجب ہے، جس کے ترک سے نماز واجب اعادہ ہو جاتی ہے۔

مسئلہ...اس پر بھی جمہور فقہاء کا اتفاق ہے جب کوئی آنحضرت ﷺ کا ذکر کرے یا سنے تو اس پر درود شریف واجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حدیث میں آپ ﷺ کے ذکر مبارک کے وقت درود شریف نہ پڑھنے پر وعید آئی ہے، جامع ترمذی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ذلیل ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بخیل وہ شخص ہے، جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے،

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

مسئلہ......اگر ایک مجلس میں آپ ﷺ کا ذکر بار بار آئے تو صرف ایک مرتبہ درود پڑھنے

سے واجب ادا ہو جاتا ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ جتنی بار ذکر مبارک خود کرے یا کسی سے سنے ہر مرتبہ درود شریف پڑھے۔ حضرات محدثین سے زیادہ کون آپ گا ذکر کرسکتا ہے کہ ان کا ہر وقت کا مشغلہ ہی حدیث رسولؐ ہے، جس میں ہر وقت بار بار آپ گا ذکر آتا ہے تمام ائمہ حدیث کا دستور یہی رہا ہے کہ ہر مرتبہ درود سلام پڑھتے اور لکھتے ہیں۔ تمام کتب حدیث اس پر شاہد ہیں انہوں نے اس کی بھی پرواہ نہیں کی کہ اس تکرار صلوٰۃ وسلام سے کتاب کی ضخامت کافی بڑھ جاتی ہے کیونکہ اکثر تو چھوٹی چھوٹی حدیثیں آتی ہیں جن میں ایک دو سطر کے بعد نام مبارک آتا ہے، اور بعض جگہ تو ایک سطر میں ایک سے زیادہ مرتبہ نام مبارک مذکور ہوتا ہے ،حضرات محدثین کہیں صلوٰۃ وسلام ترک نہیں کرتے۔

مسئلہ...ذکر مبارک کے وقت افضل واعلیٰ اور مستحب تو یہی ہے کہ صلوٰۃ اور سلام دونوں پڑھیں اور لکھے جائیں، لیکن اگر کوئی شخص ان میں سے ایک یعنی صرف صلوٰۃ یا صرف سلام پر اکتفاء کرے تو جمہور فقہاء کے نزدیک کوئی گناہ نہیں شیخ الاسلام نوویؒ وغیرہ نے دونوں میں سے صرف ایک پر اکتفاء کرنا مکروہ فرمایا ہے۔ ابن حجر ہیثمیؒ نے فرمایا کہ ان کی مراد کراہت سے خلاف اولیٰ ہونا ہے، جس کو اصطلاح میں مکروہ تنزیہی کہا جاتا ہے۔ اور علماء امت کا مسلسل عمل اس پر شاہد ہے کہ وہ دونوں ہی کو جمع کرتے ہیں، اور بعض اوقات ایک پر بھی اکتفاء کر لیتے ہیں۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی اعظمؒ)

صلوٰۃ علی النبی ﷺ کا مطلب اور ایک اشکال کا حل

سورۂ احزاب کی مذکورہ آیت مبارکہ میں بہت سے لوگوں کو یہ اشکال محسوس ہوتا ہے کہ اس میں اللہ اور فرشتوں کی نسبت سے بھی ''صلوٰۃ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور مومن بندوں کی نسبت سے بھی وہی لفظ استعمال فرمایا گیا ہے، حالانکہ حقیقت کے لحاظ سے ان میں سے ہر ایک عمل دوسرے سے یقیناً مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ کا جو عمل ہوتا ہے (جس کو اس آیت میں فرشتوں کے عمل کے ساتھ جوڑ کر ''یصلون''

کے لفظ سے ذکر کا گیا ہے) وہ ہرگز فرشتوں اور مومنین کا عمل نہیں ہوسکتا، اور اسی طرح ایمان والے بندوں سے جس عمل صلوٰۃ کا مطالبہ ''صلــوا'' کے لفظ سے کیا گیا ہے وہ ہرگز خدا کا فعل نہیں ہوسکتا۔

اس کو حل کرنے کے لئے اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ نسبت بدلنے سے صلوٰۃ کے معنی بدل جاتے ہیں جیسا کہ پیچھے بھی یہ بات گزری کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی نسبت ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے رحمت نازل کرنا، اور ملائکہ یا مومنین کی طرف نسبت ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے اللہ سے رحمت کی دعا کرنا۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ صلوٰۃ کے معنی میں بہت وسعت ہے۔ تکریم وتشریف، مدح وثنا، رفعِ مراتب، محبت وعطوفت، برکت ورحمت، پیار، ارادۂ خیر دعائے خیر ان سب کو صلوٰۃ کا مفہوم حاوی ہے۔ اس لئے اس کی نسبت اللہ اور اس کے فرشتوں کی طرف اور ایمان والے بندوں کی طرف یکساں طور پر کی جاسکتی ہے۔ البتہ یہ فرق ہوگا کہ رسول اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اس کی شانِ عالی کے مطابق ہوگی اور فرشتوں کی طرف سے ان کے مرتبہ کے مطابق اور مومنین کی طرف سے اُن کی حیثیت کے مطابق۔ اس بناء پر آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے نبی ﷺ پر خاص الخاص عنایت نوازش اور بڑا پیار ہے، اور ان کی مدح وستائش کرتا اور عظمت وشرف کے بلند ترین مقام تک ان کو پہنچانا چاہتا ہے، اور فرشتے بھی ان کی تکریم وتعظیم اور مدح وثنا کرتے ہیں، اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بیش از بیش الطاف وعنایات رفع درجات کی دعائیں کرتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ایسا ہی کرو اور آپ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ سے خاص الخاص لطف عنایت، محبت وعطوفت، مراتب اور درجات کی رفعت، پورے عالم کی سیادت وامامت اور مقام محمود وقبولیت شفاعت کی دعا کیا کرو اور آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجا کرو۔

درود شریف کی عظمت واہمیت

اس آیت مبارکہ میں جیسی شاندار تمہید اور جس اہتمام کے ساتھ اہل ایمان کو درود

شریف کا حکم دیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کتنی اہمیت وعظمت ہے اور وہ کیسا محبوب عمل ہے۔ آگے درج ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہوگا کہ اس میں اہل ایمان کے لئے کس قدر خیر، کتنی رحمت اور کیسی برکات ہیں۔

درود وسلام کے بارے میں فقہاء کے مسالک

امت کے فقہاء اس پر تقریباً متفق ہیں کہ سورۂ احزاب کی اس آیت مبارکہ کی رو سے رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجنا ہر امت پر فرض ہے، پھر ائمہ امت میں سے امام شافعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ بھی اس کے قائل ہیں کہ خاص کر نماز کے قعدۂ اخیر میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا واجبات نماز میں سے ہے، اگر نہ پڑھی تو ان ائمہ کے نزدیک نماز نہ ہوگی۔ لیکن امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور اکثر دوسرے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ قعدہ میں تشہد تو بے شک واجب ہے، جس کے ضمن میں رسول اکرم ﷺ پر سلام بھی آجاتا ہے لیکن اس کے بعد مستقلاً درود شریف پڑھنا واجب یا فرض نہیں بلکہ ایک اہم اور مبارک سنت ہے جس کے چھوٹ جانے سے نماز میں بڑا نقص رہ جاتا ہے۔ مگر اس اختلاف کے باوجود اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ اس آیت مبارکہ کے حکم کی تعمیل میں رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہر مسلمان پر اُسی طرح فرض عین ہے جس طرح مثلاً آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا، جس کے لئے کسی وقت اور تعداد کا تعین نہیں کیا گیا ہے اور اس کا ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ پڑھ لے اور پھر قائم رہے۔

آگے بعض وہ حدیثیں آئیں گی جن سے معلوم ہوگا کہ جب جب رسول اکرم ﷺ کا ذکر مبارک آئے آپ ﷺ پر لازماً درود بھیجا جائے اور اس میں کوتاہی کرنے والوں کے لئے سخت وعیدیں بھی آئیں گی۔ ان احادیث مبارکہ کی بناء پر بہت سے فقہاء اس کے بھی قائل ہیں کہ جب کوئی آپ ﷺ کا ذکر کرے یا کسی دوسرے سے سنے تو اس وقت آپ ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے۔ پھر ایک رائے یہ ہے کہ اگر ایک ہی نشست اور ایک ہی سلسلۂ کلام میں

بار بار آپ ﷺ کا ذکر آئے تو ہر دفعہ درود پڑھنا واجب ہوگا اور دوسری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں ایک دفعہ درود پڑھنا تو واجب ہوگا اور ہر دفعہ پڑھنا مستحب ہوگا اور محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

درود شریف کی امتیازی خاصیت

اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہماری اس مادی دنیا میں پھلوں اور پھولوں کو الگ الگ رنگتیں دی ہیں اُن میں مختلف قسم کی خوشبوئیں رکھی ہیں (ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست) اسی طرح مختلف عبادات اور اذکار و دعوات کے الگ الگ خواص اور برکات ہیں۔ درود شریف کی امتیازی خاصیت یہ ہے کہ خلوص دل سے اس کی کثرت، اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت، رسول اللہ ﷺ کے روحانی قرب اور آپ ﷺ کی خصوصی شفقت و عنایت حاصل ہونے کا خاص الخاص وسیلہ ہے۔ آگے ہونے والی بعض حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ ہر امتی کا درود و سلام اس کے نام کے ساتھ رسول اکرم ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے اور اس کے لئے فرشتوں کا ایک پورا عملہ ہے۔

ذرا غور کریں! اگر آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کا فلاں بندہ آپ کے لئے اور آپ کے گھر والوں اور سب متعلقین کے لئے اچھی سے اچھی دعائیں برابر کرتا رہتا ہے، اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے اتنا نہیں مانگتا جتنا آپ کے لئے مانگتا ہے اور یہ اس کا محبوب ترین مشغلہ ہے تو آپ کے دل میں اس کی کیسی قدر و قیمت و محبت اور خیر خواہی کا کیسا جذبہ پیدا ہوگا۔ پھر جب کبھی اللہ کا وہ بندہ آپ سے ملے گا اور آپ کے سامنے آئے گا تو آپ کس طرح اس سے ملیں گے۔ اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ کا جو بندہ ایمان و اخلاص کے ساتھ رسول اکرم ﷺ پر کثرت سے درود و سلام پڑھے اس پر آپ ﷺ کی کیسی نظر عنایت ہوگی اور قیامت و آخرت میں اس کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ کیا ہوگا، اور رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا جو مقام حاصل ہے اس کو پیش نظر رکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس بندے سے

اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوگا اور اس پر اس کا کیسا کرم ہوگا۔

درود و سلام کا مقصد

یہاں ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ درود و سلام اگر چہ بظاہر رسول اکرم ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ایک دعا ہے لیکن جس طرح کسی دوسرے کے لئے دعا کرنے کا اصل مقصد اس کو نفع پہنچانا ہوتا ہے، اسی طرح رسول اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا مقصد آپ ﷺ کی ذات پاک کو نفع پہنچانا نہیں ہوتا، ہماری دعاؤں کی آپ ﷺ کو قطعاً کوئی احتیاج نہیں، بادشاہوں کو فقیروں، مسکینوں کے تحفوں اور ہدیوں کی کیا ضرورت۔ بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ہم بندوں پر حق ہے کہ اس کی عبادت اور حمد و تسبیح کے ذریعہ اپنی عبدیت اور عبودیت کا نذرانہ اس کے حضور پیش کریں اور اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع نہیں پہنچتا بلکہ اس کا نفع ہم ہی کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے محاسن و کمالات آپ ﷺ کی پیغمبرانہ خدمات اور امت پر آپ ﷺ کے عظیم احسانات کا یہ حق ہے کہ امتی آپ ﷺ کے حضور میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیازمندی کا ہدیہ اور ممنونیت و سپاس گزاری کا نذرانہ پیش کریں، اسی کے لئے درود و سلام کا یہ طریقہ مقرر کیا گیا ہے، اور جیسا کہ عرض کیا گیا اس کا مقصد آپ ﷺ کو کوئی نفع پہنچانا نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے ہی نفع کے لئے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا و ثواب آخرت اور اس کے رسول پاک ﷺ کا روحانی قرب اور ان کی خاص نظر عنایت حاصل کرنے کے لئے درود و سلام پڑھا جاتا ہے اور پڑھنے والے کا اصل مقصد بس یہی ہوتا ہے۔

پھر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ وہ ہمارا درود و سلام کا یہ ہدیہ اپنے رسول پاک ﷺ تک فرشتوں کے ذریعہ پہنچواتا ہے اور بہت سوں کا آپ ﷺ کو قبر مبارک میں براہِ راست سنوا دیتا ہے (جیسا کہ آگے درج ہونے والی احادیث مبارکہ سے معلوم ہوگا) نیز ہمارے اس درود و سلام کے حساب میں بھی رسول اکرم ﷺ پر اپنے الطاف و عنایات اور تکریم و تشریف میں اضافہ فرماتا ہے۔

درود و سلام کی خاص حکمت

انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کی خدمت اقدس میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیاز مندی کا ہدیہ اور ممنونیت و سپاس کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے درود و سلام کا طریقہ مقرر کرنے کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ اس سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے مقدس اور محترم ہستیاں انبیاء علیہم السلام ہی کی ہیں اور اُن میں سب سے اکرم و افضل خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ جب اُن کے بارے میں بھی یہ حکم دیا گیا کہ ان پر درود و سلام بھیجا جائے (یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے خاص الخاص عنایت و رحمت اور سلامتی کی دعا کی جائے) تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت اور نظر کرم کے محتاج ہیں، اور اُن کا حق اور مقام عالی یہی ہے کہ اُن کے واسطے اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ سے اعلیٰ دعائیں کی جائیں، اس کے بعد شرک کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ کتنا بڑا کرم ہے رب کریم کا کہ اس کے اس حکم نے ہم بندوں اور امتیوں کو نبیوں اور رسولوں کا خاص کر سید الانبیاء ﷺ کا دعا گو بنا دیا۔ جو بندہ ان مقدس ہستیوں کا دعا گو ہو وہ کسی کا پرستار کیسے ہو سکتا ہے۔

احادیث مبارکہ میں درود و سلام کی ترغیبات اور فضائل و برکات

اس تمہید کے بعد وہ حدیثیں پڑھئے جن میں رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کی ترغیب دی گئی ہے، اور اس کی فضیلت اور برکات کا بیان فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ صلوٰۃ بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ (صحیح مسلم)

تشریح ...... اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ صلوٰۃ کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اکرم ﷺ کی جو تکریم و تشریف اور آپ ﷺ پر جو خاص الخاص عنایت و نوازش ہوتی ہے اس کو بھی صلوٰۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور عام ایمان والے بندوں

کے ساتھ رحمت وکرم کا جو معاملہ ہوتا ہے اس کے لئے بھی صلوٰۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس حدیث میں اس رحمت وعنایت کے لئے بھی جو رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجنے والے بندے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے صلوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ ''صلی اللہ علیہ عشرا''یعنی رسول اکرم ﷺ پر ایک دفعہ صلوٰۃ بھیجنے والے بندے پر اللہ تعالیٰ دس دفعہ صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ میں اور دوسرے کسی ایمان والے بندے پر اس کی صلوٰۃ میں وہی فرق ہوگا جو رسول اکرم ﷺ کے مقام عالی اور اُس بندے کے درجہ میں ہوگا۔

آگے درج ہونے والی بعض حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ رسول اکرم ﷺ پر ہم بندوں کے صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا استدعا کریں۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ اس حدیث کا مقصد ومدعا صرف ایک حقیقت اور واقعہ کی اطلاع دینا نہیں ہے بلکہ اس مبارک عمل (الصَّلٰوۃ عَلَی النَّبی) کی ترغیب دینا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ یعنی خصوصی رحمتوں اور عنایتوں کے حاصل کرنے اور خود رسول اکرم ﷺ کے قربِ روحانی کی برکات سے بہرہ ور ہونے کا خاص الخاص وسیلہ ہے۔ اسی طرح آگے درج ہونے والی حدیثوں کا مقصد ومدعا بھی یہی ہے۔

اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو بندہ مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس صلواتیں بھیجتا ہے اور اس کی دس خطائیں معاف کردی جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند کردیئے جاتے ہیں۔ (سنن نسائی)

اور حضرت ابو بردہ بن دینارؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جو میرا امتی خلوصِ دل سے مجھ پر صلوٰۃ بھیجے، اللہ تعالیٰ اس پر دس صلواتیں بھیجتا ہے اور اس کے صلہ میں اس کے دس درجے بلند کرتا ہے، اور اس کے حساب میں دس نیکیاں لکھتا ہے، اور اس کے دس گناہ محو فرما دیتا ہے۔ (سنن نسائی)

تشریح...... حضرت ابو ہریرہؓ کی پہلی حدیث میں رسول اکرم ﷺ پر ایک دفعہ صلوٰۃ

بھیجنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف دس صلوٰتوں کے بھیجے جانے کا ذکر تھا اس کے بعد حضرت انس ؓ کی دوسری حدیث میں دس صلوٰتوں کے علاوہ دس درجوں کی بلندی اور دس گناہوں کی معافی کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے، اور حضرت ابو بردہ بن نیارؓ والی اس تیسری حدیث مبارکہ میں اس سب کے علاوہ اس بندے کے نامۂ اعمال میں مزید دس نیکیوں کے لکھے جانے کی بشارت بھی سنائی گئی ہے۔ اس عاجز کے نزدیک یہ صرف اجمال اور تفصیل کا فرق ہے، یعنی دوسری اور تیسری حدیث میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ پہلی حدیث کے اجمال کی تفصیل ہے۔ واللہ اعلم۔ تیسری حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صلہ پانے کے لئے شرط ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ ''اخلاصِ قلب'' سے بھیجی جائے۔

رسولِ اکرم ﷺ پر درود پڑھنے کا انعام

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ایک دن تشریف لائے اور آپ ﷺ کے چہرہ انور پر خوشی اور بشاشت کے آثار نمایاں تھے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج حضرت جبرائیلؑ امین آئے اور انہوں نے بتایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ! کیا یہ بات تمہیں راضی اور خوش نہیں کر دے گی کہ تمہارا جو امتی تم پر صلوٰۃ بھیجے میں اس پر دس صلوٰتیں بھیجوں، اور جو تم پر سلام بھیجے میں اس پر دس سلام بھیجوں۔ (سنن نسائی، مسند دارمی)

تشریح...... قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ''وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی'' (اے نبی ﷺ! تمہارا رب تم کو اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ اس وعدے کا پورا ظہور آخرت میں ہوگا، لیکن یہ بھی اس کی قسط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا اتنا اکرام فرمایا اور محبوبیت کبریٰ کا وہ مقام عالی آپ ﷺ کو عطا فرمایا کہ جو بندہ آپ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کے احترام میں خلصاً للہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے، اللہ

تعالیٰ نے اس پر دس صلوٰتیں اور دس سلام بھیجنے کا دستور اپنے لئے مقرر فرمایا اور حضرت جبرائیلؑ امین کے ذریعہ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع فرمائی اور پیارے انداز میں فرمائی کہ ''ان ربک یقول اما یرضیک یا محمد ﷺ'' یعنی تمہارا رب فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کیا تمہیں ہمارا یہ فیصلہ راضی اور خوش نہیں کردے گا۔

اللہ تعالیٰ توفیق نصیب فرمائے تو ان احادیث مبارکہ سے رسول اکرم ﷺ کے مقامِ محبوبیت کو کچھ سمجھا جاسکتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ آبادی سے نکل کر کھجوروں کے ایک باغ میں پہنچے اور سجدے میں گر گئے اور بہت دیر تک اسی طرح سجدے میں پڑے رہے، یہاں تک کہ مجھے خطرہ ہوا کہ آپ ﷺ وفات تو نہیں پا گئے۔ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور غور سے دیکھنے لگا۔ آپ ﷺ نے سر مبارک سجدے سے اٹھایا اور مجھ سے فرمایا کیا بات ہے اور تمہیں کیا فکر ہے؟ میں نے عرض کیا کہ (آپ ﷺ کے دیر تک سجدے سے سر نہ اٹھانے کی وجہ سے) مجھے ایسا شبہ ہوا تھا، اس لئے میں آپ ﷺ کو دیکھ رہا تھا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے آکر مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں بشارت سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان پاک ہے کہ جو بندہ تم پر صلوٰۃ بھیجے میں اس پر صلوٰۃ بھیجوں گا اور جو تم پر سلام بھیجے میں اس پر سلام بھیجوں گا۔ (مسند احمد)

تشریح...... اس حدیث مبارکہ میں صلوٰۃ وسلام بھیجنے والے کے لئے اللہ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام بھیجے جانے کا ذکر ہے، لیکن دس کا عدد اس روایت میں مذکور نہیں ہے۔ مگر اس سے پہلی حضرت طلحہؓ والی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس دفعہ صلوٰۃ وسلام بھیجے جانے کی بشارت دی تھی۔ پھر یا تو رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بتاتے وقت دس کا عدد کا ذکر ضروری نہیں سمجھا، یا بعد کے کسی راوی کے بیان سے رہ گیا۔

اسی حدیث کی مسند احمد کی ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہے کہ ''فسجدت لله

شکرا ‘‘ یعنی میں نے اس بشارت کے شکر میں سجدہ کیا تھا۔امام بیہقی نے اس حدیث مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سجدۂ شکر کے ثبوت میں میری نظر میں یہ سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے۔واللہ اعلم۔

قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمرؓ سے بھی روایت کی ہے،اس میں بھی رسول اکرم ﷺ کے ایک غیر معمولی قسم کے سجدے کا ذکر ہے،اس کے آخر میں ہے آپ ﷺ نے سجدے سے اٹھ کر مجھے بتایا کہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ۔’’حضرت جبرائیلؑ میرے پاس آئے اورانہوں نے یہ پیغام پہنچایا کہ تمہارا جو امتی تم پر ایک صلوٰۃ بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوٰتیں بھیجے گا اوراس کے دس درجے بلند فرمائے گا‘‘۔

ان سب حدیثوں کا مقصدومدعا ہم امتیوں کو یہی بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام کا تمغہ اوراس کی بے انتہا عنایتیں اور رحمتیں حاصل کرنے کا ایک کامیاب اور بہترین ذریعہ خلوصِ قلب سے رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا ہے۔اللہ تعالیٰ ایک دفعہ کے صلوٰۃ وسلام کے صلہ میں دس دفعہ صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہے،دس درجے بلند فرماتا ہے،نامۂ اعمال میں سے دس گناہ محو کردیئے اور مٹادیئے جاتے ہیں اور دس نیکیاں لکھادی جاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی بندہ رسول اکرم ﷺ پر روزانہ صرف سو دفعہ درود پاک پڑھتا ہے تو ان احادیث مبارکہ کی بشارت کے مطابق (جو ایک دو نہیں بلکہ بہت سے صحابہ کرامؓ سے صحاح اور سنن و مسانید کی قریباً سب ہی کتابوں میں قابل اعتماد سندوں کے ساتھ مروی ہیں) اس پر اللہ تعالیٰ ایک ہزار صلوٰتیں بھیجتا ہے،یعنی رحمتیں اور نوازشیں فرماتا ہے،اس کے مرتبہ میں ایک ہزار درجے کی ترقی دی جاتی ہے،اس کے نامۂ اعمال سے ایک ہزار گناہ محو کیئے جاتے ہیں اور ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔اللہ اکبر! کتنا ارزاں اور نفع بخش سودا ہے،اور کتنے خاسر اور بےنصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس سعادت اور کمائی سے خود کو محروم کر رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ یقین نصیب فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

آپ ﷺ کے ذِکر کے وقت درود پاک سے غفلت کرنیوالوں کی محرومی اور ہلاکت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ذلیل وخوار ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی مجھ پر صلوٰۃ یعنی درود نہ بھیجے، اور اسی طرح ذلیل وخوار ہو وہ آدمی جس کے لئے رمضان کا (رحمت ومغفرت والا) مہینہ آئے اور اس کے گزرنے سے پہلے اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو جائے یعنی رمضان کا مبارک مہینہ بھی وہ غفلت وخدا فراموشی میں گزار دے اور توبہ واستغفار کر کے اپنی مغفرت کا فیصلہ نہ کرالے اور ذلیل وخوار ہو وہ آدمی جس کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت کا استحقاق حاصل نہ کرلے۔ (جامع ترمذی)

تشریح...... اس حدیث مبارکہ کے ضمن میں تین قسم کے جن آدمیوں کے لئے ذلت وخواری کی بددعا ہے، ان کا مشترک سنگین جرم یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص عنایت اور رحمت ومغفرت حاصل کرنے کے بہترین مواقع فراہم کئے، لیکن انہوں نے خدا کی رحمت ومغفرت کو حاصل کرنا ہی نہیں چاہا اور اس سے محروم رہنا ہی اپنے لئے پسند کیا، بے شک وہ بدبخت ایسی ہی بددعا کے مستحق ہیں، اور آگے درج ہونے والی حدیث سے معلوم ہوگا کہ ایسے محروموں کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین فرشتے حضرت جبرائیلؑ امین نے بھی بڑی سخت بددعا کی ہے، اللہ کی پناہ!

حضرت کعب بن عجرہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے ہم لوگوں کو فرمایا کہ میرے پاس آجاؤ؟ ہم لوگ حاضر ہو گئے (آپ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمانا تھا اس کے لئے آپ ﷺ منبر پر جانے لگے) جب منبر کے پہلے درجے پر آپ ﷺ نے قدم رکھا تو فرمایا کہ آمین۔ پھر جب دوسرے درجے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا کہ آمین۔ اسی طرح تیسرے درجے پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا کہ آمین۔ پھر جو کچھ آپ ﷺ کو فرمانا تھا جب اس سے فارغ ہو کر آپ ﷺ منبر سے نیچے اُتر آئے تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آج ہم نے آپ سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو ہم پہلے نہیں سنتے تھے (یعنی منبر کے ہر درجے

پر قدم رکھتے وقت آج آپ ﷺ آمین کہتے تھے، یہ نئی بات تھی) آپ ﷺ نے بتایا کہ جب میں منبر پر چڑھنے لگا تو حضرت جبرائیلؑ امین آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ "**بعد من ادرک رمضان فلم یغفر له**" (تباہ و برباد ہو وہ محروم جو رمضان مبارک پائے اور اس میں بھی اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو) تو میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں نے منبر کے دوسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا کہ "**بعد من ذکرت عنده فلم یصل علیک**" (تباہ و برباد ہو وہ بے توفیق اور بے نصیب جس کے سامنے تمہارا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی تم کو درود نہ بھیجے) تو میں نے کہا آمین۔ پھر جب منبر کے تیسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا "**بعد من ادرک ابویه الکبر او احدهما فلم یدخل الجنة**" (تباہ و برباد ہو وہ بدبخت آدمی جس کے ماں باپ یا اُن دونوں میں سے ایک اس کے سامنے بوڑھے ہو جائیں اور وہ (اُن کی خدمت کر کے اور ان کو راضی وخوش کر کے) جنت کا مستحق نہ ہو جائے) اس پر بھی میں نے کہا آمین۔ (مستدرک حاکم)

تشریح...... اس حدیث مبارکہ کا مضمون بھی قریب قریب ہی ہے جو اس سے پہلی والی حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث مبارکہ کا تھا، فرق اتنا ہے کہ اس میں اصل بددعا کرنے والے حضرت جبرائیل امینؑ ہیں اور رسول اکرم ﷺ نے ان کی ہر بددعا پر آمین کہا ہے۔

حضرت جبرائیلؑ کی بددعا اور رسول اکرم ﷺ کے آمین کہنے کا یہی واقعہ الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ حضرت کعب بن عجرہ انصاری کے علاوہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت انسؓ، حضرت جابرؓ بن سمرہ، حضرت مالکؓ بن الحویرث اور حضرت عبداللہؓ بن الحارث سے بھی حدیث کی مختلف کتابوں میں روایت کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبرائیلؑ بددعا کرتے تھے اور رسول اکرم ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ آپ ﷺ امین کہیے تو آپ ﷺ آمین کہتے تھے۔ ان سب حدیثوں میں مذکورہ بالا تین قسم کے محروموں کے لئے رسول اکرم ﷺ اور حضرت جبرائیلؑ کی طرف سے سخت ترین بددعا کے انداز میں جس طرح انتہائی ناراضی اور بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے، یہ دراصل ان

تینوں کوتاہیوں کے بارے میں سخت ترین انتباہ ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کی وجہ سے فرشتوں کی دنیا اور ملاء اعلیٰ میں عظمت و محبوبیت کا وہ بلند ترین مقام حاصل ہے کہ جو شخص آپ کے حق میں ادائیگی کے معاملہ میں صرف کوتاہی اور غفلت کرے کہ آپ ﷺ کے ذکر کے وقت آپ ﷺ پر درود نہ بھیجے تو اس کے لئے سارے ملاء اعلیٰ کے امام اور نمائندے حضرت جبرائیلؑ کے دل سے اتنی سخت بد دعا نکلتی ہے اور وہ اس پر رسول اکرم ﷺ سے آمین کہلواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی ہر تقصیر اور کوتاہی سے محفوظ رکھے اور رسول اکرم ﷺ کی حق شناسی اور حق کی ادائیگی کی توفیق دے۔ (آمین)

ان ہی احادیث مبارکہ کی بناء پر فقہاء نے یہ رائے قائم کی ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کا ذکر آئے تو آپ ﷺ پر درود بھیجنا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی واجب ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اصل بخیل اور کنجوس وہ آدمی ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ (ذرا سی زبان ہلا کے) مجھ پر درود بھی نہ بھیجے۔ (جامع ترمذی)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ عام طور سے بخیل ایسے آدمی کو سمجھا جاتا ہے جو دولت کے خرچ کرنے میں بخل کرے، لیکن اس سے بھی بڑا بخیل اور بہت بڑا بخیل وہ آدمی ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ زبان سے درود کے دو کلمے کہنے میں بھی بخل کرے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے امت کے لئے وہ کیا ہے اور امت کو آپ ﷺ کے ہاتھوں وہ دولتِ عظمٰی ملی ہے اگر ہر امتی اپنی جان بھی آپ ﷺ کے لئے قربان کر دے تو حق ادا نہ ہو سکے گا۔

مسلمانوں کی کوئی نشست ذِکر اللہ اور صلوٰۃ علی النبی ﷺ سے خالی نہ ہونی چاہیئے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ کہیں بیٹھے اور انہوں نے اس نشست میں نہ اللہ کو یاد کیا اور نہ اپنے نبی ﷺ پر درود بھیجا (یعنی ان کی وہ مجلس اور نشست ذِکر اللہ اور صلوٰۃ علی النبی ﷺ سے بالکل خالی رہی) تو قیامت میں یہ اُن کے لئے حسرت و خسران کا باعث ہوگی۔ پھر چاہے اللہ ان کو عذاب دے اور چاہے معاف

فرمادے اور بخش دے۔ (جامع ترمذی)

تشریح...... معلوم ہوا کہ مسلمان کی کوئی نشست اور مجلس ایسی نہ ہونی چاہیئے جو اللہ کے ذکر سے اور رسول اکرم ﷺ پر درود و سلام سے خالی رہے۔ اگر زندگی میں ایک نشست بھی ایسی ہوئی تو قیامت میں اس پر باز پرس ہوگی، اور اس وقت سخت حسرت اور پشیمانی ہوگی پھر چاہے اللہ کی طرف سے معافی مل جائے یا سزا دی جائے۔

یہی مضمون قریب قریب ان ہی الفاظ میں حضرت ابوہریرہؓ کے علاوہ حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوامامہ باہلی اور حضرت واثلہ بن الاسقع رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی حدیث کی مختلف کتابوں میں مروی ہے۔

درود شریف کی کثرت قیامت میں رسول اکرم ﷺ کے خصوصی قرب کا وسیلہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین اور مجھ پر زیادہ حق رکھنے والا میرا وہ امتی ہوگا جو مجھ پر زیادہ صلوٰۃ بھیجنے والا ہوگا۔ (جامع ترمذی)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ ایمان اور ایمان والی زندگی کی بنیادی شرط کے ساتھ میرا جو امتی مجھ پر زیادہ سے زیادہ صلوٰۃ و سلام بھیجے گا، اُس کو قیامت میں میرا خصوصی قرب اور خاص تعلق حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ یہ دولت و سعادت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت رویفع بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرا جو امتی مجھ پر صلوٰۃ بھیجے اور ساتھ ہی یہ دعا کرے کہ **اللھم انزلہ المقعد المقرب عندک یوم القیٰمۃ** (اے اللہ! ان کو یعنی اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قیامت کے دن اپنے قریب کی نشست گاہ عطا فرما) اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔ (مسند احمد)

تشریح...... اس حدیث کو طبرانی نے بھی معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے یہ الفاظ ہیں ''**من قال اللھم صلی علی محمد و انزلہ المقعد عندک یوم القیٰمۃ وجبت لہ شفاعتی**'' اس میں صلوٰۃ اور دعا کے پورے الفاظ آگئے ہیں اور بہت مختصر ہیں۔

یوں تو رسول اکرم ﷺ اپنے سب ہی امتیوں کی انشاء اللہ شفاعت فرمائیں گے، لیکن جو اہلِ ایمان آپ ﷺ پر ان الفاظ میں درود بھیجیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ کے لئے یہ دعا کریں۔ ان کی شفاعت کا آپ ﷺ اپنے پر خصوصی حق سمجھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی طرف سے خاص شفاعت فرمائیں گے۔

اگر کوئی اپنے مقصد کے لئے دعاؤں کی جگہ بھی درود ہی پڑھے تو اُسکے سارے مسائل غیب سے حل ہونگے

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ پر درود زیادہ بھیجا کروں (یعنی اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ پر صلوٰۃ کی استدعا زیادہ کیا کروں) آپ ﷺ مجھے بتا دیجئے کہ اپنی دعا کا کتنا حصہ آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کردوں؟ (یعنی میں اپنے لئے دعا کرنے میں جو وقت صرف کیا کرتا ہوں اس میں سے کتنا آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کردوں) آپ ﷺ نے فرمایا جتنا چاہو۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس وقت کا چوتھائی حصہ آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کردوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تم چاہو اور اگر اور زیادہ کردو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا تو پھر میں آدھا وقت اس کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جتنا تم چاہو کردو، اور اگر زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ تو پھر میں اس میں سے دو تہائی وقت آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا تم چاہو کردو، اور اگر زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے خیر ہی کا باعث ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر تو میں اپنی دعا کا سارا ہی وقت آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری ساری فکروں اور ضرورتوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفایت ہو جائے گی (یعنی تمہارے سارے دینی و دنیاوی مہمات غیب سے انجام پائیں گے) اور تمہارے گناہ و قصور معاف کردیئے جائیں گے۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

تشریح...... حدیث مبارکہ کا مطلب سمجھنے کے لئے جتنی تشریح کی ضرورت تھی وہ ترجمہ میں کردی گئی ہے۔ عام طور سے شارحین نے لکھا ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں ''صلوٰۃ'' دعا کے معنی میں استعمال ہوا ہے جو اس کے اصل معنی ہیں۔

حضرت ابی بن کعبؓ کثیر الدعوات تھے، اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگا کرتے تھے، ان کے دل میں آیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں مانگتا ہوں اور جتنا وقت اس میں صرف کرتا ہوں اس میں سے کچھ وقت رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ کے لئے (یعنی اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ کے واسطے مانگنے کیلئے) مخصوص کردوں۔ اس بارے میں انہوں نے خود رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ میں کتنا وقت اس کے لئے مخصوص کردوں۔ آپ ﷺ نے اپنی طرف سے وقت کی کوئی تحدید وتعین مناسب نہیں سمجھی، بلکہ ان ہی کی رائے پر چھوڑ دیا، اور یہ اشارہ فرمادیا کہ اس کے لئے جتنا بھی زیادہ وقت دو گے تمہارے لئے بہتر ہی گا۔ آخر میں انہوں نے طے کیا کہ میں سارا وقت جس میں اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہوں، رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے ہی میں یعنی اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ کے لئے مانگنے میں صرف کردوں۔ اُن کے اس فیصلہ پر رسول اکرم ﷺ نے بشارت سنائی کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے وہ سارے مسائل ومہمات جن کے لئے تم دعائیں کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے کرم سے آپ سے آپ حل ہوجائیں گے، اور تم سے جو گناہ وقصور ہوئے ہوں گے وہ بھی ختم کردیئے جائیں گے، ان پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔

ایک حدیث قدسی ہے کہ جس میں رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے کہ ''**من شغله القرآن عن ذكرىٰ ومسئلتى اعطيته افضل ما اعطى السائلين**'' جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بندہ تلاوت قرآن میں اتنا مشغول رہے کہ اس کے علاوہ اللہ کے ذکر کے لئے اور اپنے مقاصد کے واسطے دعا کرنے کے لئے اسے وقت ہی نہ ملے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے اس سے بھی زیادہ اور بہتر دے گا جتنا دعا کرنے والوں اور مانگنے والوں کو دیتا ہے۔

جس طرح اس حدیث مبارکہ میں اُن بندوں کے لئے جو تلاوت قرآن میں اپنا سارا وقت صرف کردیں، اور بس اسی کو اپنا وظیفہ بنالیں، اللہ تعالیٰ کی اس خاص عنایت و نوازش کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ ان کو دعائیں کرنے والوں اور مانگنے والوں سے بھی زیادہ بہتر عطا فرمائے گا۔ اسی طرح حضرت ابی بن کعبؓ والی اس زیرِ تشریح حدیث میں رسول اکرم ﷺ کے لئے وقف کردیں اور اپنے ذاتی مسائل و مقاصد کے لئے دعاؤں کی جگہ بھی بس آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجیں، بتایا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص الخاص کرم ہوگا اُن کے مسائل و مہمات غیب سے حل کئے جائیں گے اور اُن کے گناہ دھوڈالے جائیں گے۔

اس کا راز یہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید کی تلاوت سے خاص شغف اور بس اسی کو اپنا وظیفہ بنالینا اللہ کی مقدس کتاب پر ایمان اور اس سے محبت و تعلق کی خاص نشانی ہے اور اس لئے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص فضل کے مستحق ہیں۔ اسی طرح رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام سے ایسا شغف کہ اپنے ذاتی مقاصد و مسائل کے لئے دعا کی جگہ بھی بس آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجی جائے اور اپنے لئے کچھ مانگنے کی جگہ بس آپ ﷺ ہی کے لئے خدا سے مانگا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول ﷺ پر صادق ایمان اور سچے ایمانی تعلق اور قلبی محبت کی علامت ہے اور ایسے مخلص بندے بھی اس کے مستحق ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے سارے مسائل اپنی رحمت سے بلا اُن کے مانگے حل فرمائے۔

علاوہ ازیں وہ احادیث ابھی گزر چکی ہیں جن میں بیان فرمایا گیا ہے کہ جو بندہ رسول اکرم ﷺ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر دس صلوٰتیں بھیجی جاتی ہیں۔ اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں درج کی جاتی ہیں، دس گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور دس درجے بلند کردیئے جاتے ہیں، ذرا غور کیجئے! جس بندے کا حال یہ ہو کہ وہ اپنی ذاتی دعاؤں کی جگہ بس رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجے، اللہ سے اپنے لئے کچھ بھی نہ مانگے، صرف رسول اکرم ﷺ کے لئے صلوٰۃ کی استدعا کرے، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ و برکات اور رحمتوں و عنایتوں کی کیسی موسلا دھار بارش ہوگی، جس کا لازمی اثر اور انجام یہی ہوگا

کہ اللہ کی رحمت بلا مانگے اس کی چاہتیں اور ضرورتیں پوری کرے گی، اور گناہوں کے اثرات سے وہ بالکل پاک صاف کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کا یقین اور عمل نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

درود شریف دُعا کی قبولیت کا وسیلہ

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان ہی رکی رہتی ہے اوپر نہیں جاسکتی جب تک کہ نبی پاک ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔

(جامع ترمذی)

تشریح...... ایک حدیث میں یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ دعا کرنے والے کو چاہیئے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی حاجت عرض کرے۔ حضرت عمرؓ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ دعا کے بعد بھی رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنی چاہیئے، وہ دعا کی قبولیت کا خاص وسیلہ ہے۔ ''حصن حصین''، میں شیخ ابوسلیمان دارانیؒ سے نقل کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا کہ درود شریف (جو رسول اکرم ﷺ کے حق میں ایک اعلیٰ واشرف دعا ہے) وہ تو اللہ تعالیٰ ضرور ہی قبول فرماتا ہے، پھر جب بندہ اپنی دعا سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ سے حضور اکرم ﷺ کے حق میں دعا کرے اور اس کے بعد بھی دعا کرے تو اس کے کرم سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ وہ اول وآخر کی دعائیں تو قبول کرلے اور درمیان کی اس بے چارے کی دعا رد کردے، اس لئے پوری امید رکھنی چاہیئے کہ جس دعا کے اول وآخر رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجی جائے گی وہ انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

مندرجۂ بالا روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ بات (جو انہوں نے دعا کی قبولیت کے بارے میں فرمائی) رسول اکرم ﷺ سے سنی تھی، لیکن چونکہ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی شخص اپنی رائے اور فہم سے ایسا دعویٰ نہیں کرسکتا، بلکہ اللہ کے پیغمبر ﷺ سے سن

کے ہی ایسی بات کہی جا سکتی ہے، اس لئے محدثین کے مسلمہ اصول کے مطابق یہ روایت حدیث مرفوع ہی کے حکم میں ہے۔

دنیا میں کہیں بھی درود بھیجا جائے، رسول اکرم ﷺ کو پہنچتا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے خود سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بنالو، اور میری قبر کو میلہ نہ بنالینا ہاں مجھ پر صلوٰۃ بھیجا کرنا، تم جہاں بھی ہو گے مجھے تمہاری صلوٰۃ پہنچے گی۔ (نسائی)

تشریح...... اس حدیث مبارکہ میں تین ہدایتیں فرمائی گئی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ ''اپنے گھروں کو قبریں نہ بنالو''۔ اس کا مطلب عام طور سے شارحین نے یہ بیان کیا ہے، جس طرح قبروں میں مُردے ذکر وعبادت نہیں کرتے، اور قبریں ذکر وعبادت سے خالی رہتی ہیں، تم اپنے گھروں کو ایسا نہ بنالو کہ وہ ذکر وعبادت سے خالی رہیں، بلکہ ان کو ذکر وعبادت سے معمور رکھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت نہ ہو وہ زندوں کے گھر نہیں بلکہ مُردوں کا قبرستان ہیں۔

دوسری ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ ''میری قبر کو میلہ نہ بنالینا'' یعنی جس طرح کے کسی معین دن میں میلوں میں لوگ جمع ہوتے ہیں اس طرح میری قبر پر کوئی میلہ نہ لگایا جائے۔

بزرگانِ دین کی قبروں پر عرسوں کے نام سے جو میلے ہوتے ہیں اُن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر خدانخواستہ رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر کوئی میلہ اس طرح کا ہوتا تو اس سے روحِ پاک کو کتنی شدید اذیت پہنچتی۔

تیسری ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ تم مشرق یا مغرب میں خشکی یا تری میں جہاں بھی ہو ''مجھ پر صلوٰۃ بھیجو وہ مجھے پہنچے گی''۔ یہی مضمون قریب قریب انہی الفاظ میں طبرانی نے اپنی سند سے حضرت حسنؓ بن علیؓ سے بھی روایت کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں ''حیثما کنتم فصلوا علی فان صلوٰتکم تبلغنی'' اللہ تعالیٰ نے جن بندوں کو رسول اکرم ﷺ کے

ساتھ قلبی تعلق کا کچھ حصہ عطا فرمایا ہے اُن کے لئے یہ کتنی بڑی بشارت اور تسلی کی بات ہے کہ خواہ وہ ہزاروں میل دور ہوں، ان کا صلوٰۃ وسلام آپ کو پہنچتا ہے۔

اور سنن نسائی میں ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو دنیا کے چکر لگاتے ہیں اور میرے امتیوں کا سلام وصلوٰۃ مجھے پہنچاتے ہیں۔ (سنن نسائی، مسند دارمی)

تشریح...... ایک دوسری حدیث مبارکہ میں جس کو طبرانی وغیرہ نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت کیا ہے، یہ بھی تفصیل ہے کہ صلوٰۃ وسلام پہنچانے والا فرشتہ بھیجنے والے امتی کے نام کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پہنچاتا ہے، کہتا ہے کہ "**یامحمد** (ﷺ) **صلی علیک فلان کذا وکذا**" (اے محمد ﷺ تمہارے فلاں امتی نے تم پر اس طرح صلوٰۃ وسلام بھیجا ہے) اور حضرت عمار بن یاسرؓ کی اسی حدیث کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ فرشتہ صلوٰۃ وسلام بھیجنے والے امتی کا نام اس کی ولدیت کے ساتھ ذکر کرتا ہے، یعنی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کرتا ہے، "**یا محمد** ﷺ **صلی علیک فلاں بن فلاں**" کتنی خوش قسمتی ہے اور کتنا ارزاں سودا ہے کہ جو امتی اخلاص کے ساتھ صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں اس کے نام اور ولدیت کے ساتھ فرشتے کے ذریعہ پہنچتا ہے اور اس طرح آپ ﷺ کی بارگاہِ عالی میں اُس بے چارے مسکین امتی اور اس کے باپ کا ذکر بھی آجاتا ہے اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس فرمائے گا تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دے دوں۔ (سنن ابوداؤد)

تشریح...... حدیث کے ظاہری الفاظ "**الا رد اللہ علی روحی**" سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی روحِ مبارک جسدِ اطہر سے الگ رہتی ہے، جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے جسد اطہر میں روح مبارک لوٹا دیتا ہے تا کہ آپ ﷺ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی، اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو

ماننا پڑے گا کہ ایک دن لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ ﷺ کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجتے ہوں۔ روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے، اور عام دنوں میں بھی اُن کا شمار ہزاروں سے کم نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں، لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے، اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے۔ اس بناء پر اکثر شارحین نے ''رد روح'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روحِ پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہِ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ ﷺ کی روحِ مبارک اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں، بس اس روحانی توجہ والتفات کو ''رد روح'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس بات کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو عالم برزخ کے معاملات واحوال سے کچھ مناسبت رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کی معرفت نصیب فرمائے۔

اس حدیث کا خاص پیغام یہ ہے کہ جو امتی بھی اخلاصِ قلب سے آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے، آپ ﷺ عادی اور سرسری طور پر صرف زبان سے نہیں بلکہ روح اور قلب سے متوجہ ہوکر اس کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر عمر بھر صلوٰۃ وسلام کا کچھ بھی اجر وثواب نہ ملے صرف آپ ﷺ کا

جواب مل جائے تو سب کچھ مل گیا۔ السَّلامُ علیکَ ایُّھَا النَّبِیُّ ورَحمَۃُ اللہِ وبَرَکاتُہٗ.

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجے گا (یا سلام عرض کریگا) وہ میں خود سنوں گا، اور جو کہیں دور سے بھیجے تو وہ مجھے پہنچایا جائے گا۔ (شعب الایمان للبیہقی)

تشریح...... اس حدیث مبارکہ سے یہ تفصیل معلوم ہوگئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ ﷺ کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے، لیکن اللہ تعالیٰ جن کو قبرِ مبارک کے پاس پہنچا دیتے ہیں اور وہ وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کریں تو آپ ﷺ اس کو بنفسِ نفیس سنتے ہیں، اور جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ بندے جو روزانہ سینکڑوں یا ہزاروں بار صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں اور آپ ﷺ کا جواب پاتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر ساری عمر کے صلوٰۃ وسلام کا ایک ہی دفعہ جواب مل جائے تو جن کو محبت کا کوئی ذرہ نصیب ہے اُن کے لئے وہی دو جہاں کی دولت سے زیادہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی.

(بحوالہ ردوبدل کے ساتھ از معارف الحدیث جلد پنجم)

درود پاک سے متعلق چند آداب

(۱) درود شریف پڑھنے والے کو مناسب ہے کہ بدن اور کپڑا پاک صاف رکھے۔

(۲) بے وضو درود شریف پڑھنا جائز ہے اور باوضو نور علی نور ہے۔ (زاد السعید)

(۳) درود شریف پڑھتے وقت اعضاء کو حرکت دینا اور آواز بلند کرنا جہل ہے۔

چنانچہ فقہ کی فتاویٰ کی مشہور کتاب درمختار میں علامہ حصکفیؒ نے اسے رد اور اس کی مذمت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔ واز عاج الاعضاء برفع الصوت جھل .

(۴) آپ ﷺ کے نام نامی اسم گرامی سے قبل سیدنا کا لفظ بڑھا دینا افضل اور باعث ادب

ہے چنانچہ الدر المختار میں اسے مستحب قرار دیا گیا ہے اور اس کا اضافہ ترک کے مقابلہ میں افضل قرار دیا ہے علامہ رملی شافعیؒ نے شرح منہاج النووی میں اسے مستحب قرار دیا ہے اور علماء کرام کے ایک جم غفیر نے اسے ذکر کیا ہے۔ (شامی صفحہ ۵۱۳)

اور حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "**انا سید ولد آدم یوم القیامة و اول من یشق عنه القبر و اول شافع و اول مشفع**" "میں اولادِ آدم کا سردار ہوں قیامت کے دن سب سے پہلے میں قبر سے نکلوں گا اور میں ہی سب سے پہلا شافع ہوں اور میں ہی پہلا ہوں گا جس کی شفاعت قبول کی جائے گی"۔ (ابوداؤد، جامع الصغیر)

اسی طرح حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ **انا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر** "میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں"۔ (مختصرا ترمذی، جامع الصغیر)

یعنی اس طرح درود پڑھنا افضل ہے کہ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ" اسی طرح آپ ﷺ کے نام نامی سے قبل لفظ "مولانا" کا بڑھا دینا بھی اولیٰ ہے کہ آپ ﷺ کا مولیٰ ہونا حدیث پاک سے ثابت ہے۔ حضرت براء حضرت بریدہ اور زید بن ارقم رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ آقا ہیں۔ (جامع صغیر)

علامہ قسطلانیؒ نے مواہب میں آپ ﷺ کے اسماء مبارک میں مولیٰ شمار کرایا ہے۔ یعنی اس طرح پڑھنا اولیٰ اور افضل و باعث ادب ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ.

مکمل درود نہ لکھنے کی وجہ سے آپ ﷺ کی ناراضگی

حضرت ابراہیم نسفیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ

ﷺ مجھ سے ناراض معلوم نظر آئے میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور بوسہ لے کر پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم لوگ اصحاب سنت اور اہل سنت والجماعۃ میں نہیں ہیں اور میں پردیسی ہوں (شاید یہ اپنے وطن میں نہ ہوں گے) تو آپ ﷺ نے مسکرادیا اور فرمایا جب تم درود لکھتے ہو تو سلام کیوں نہیں لکھتے۔ چنانچہ اس کے بعد سے میں پورا درود سلام کے ساتھ لکھنے لگا۔

فائدہ......اس سے معلوم ہوا کہ صرف درود مثلاً **صلی اللہ علیہ یا اللھم صل علیہ یا مصلیا** پڑھنا یا لکھنا اور سلام کو چھوڑ دینا آپ ﷺ کی ناراضگی کے باعث ممنوع ہے۔

درود پاک کے نہ لکھنے کی سزا

حضرت ابوزکریاؒ نے بیان کیا ہے کہ بصرہ کا ایک شخص جو مجھ سے متعارف تھا اس نے کہا کہ میرا ایک ساتھی تھا جو حدیث پاک تو لکھا کرتا مگر بخل کی وجہ سے کہ کاغذ زیادہ لگے گا درود پاک نہ لکھا کرتا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تو اسے دائیں ہاتھ میں آکلے کی بیماری ہوگئی (القول البدیع)

فائدہ......دیکھا آپ نے کہ بخلِ درود کی سزا کیسی بری ملی۔ اندازہ کیجئے۔

آپ ﷺ نے رخ پھیر لیا

حضرت ابو طاہرؒ بیان کرتے ہیں کہ میں شروع عمر میں جب حدیث پاک لکھا کرتا تھا تو درود پاک نہیں لکھا کرتا تھا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو متوجہ ہوا اور سلام کیا تو آپ ﷺ نے رخ پھیر لیا میں دوسرے رخ سے متوجہ ہوا پھر آپ ﷺ نے رخ پھیر لیا پھر میں تیسری مرتبہ متوجہ ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کیوں رخ پھیر لیتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرا نام تمہاری کتاب میں (حدیث لکھنے کے وقت) آتا ہے تو تم درود کیوں نہیں لکھتے، چنانچہ اس کے بعد سے میں (حدیث پاک میں آپ ﷺ کے نام پر) **صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما کثیراً کثیراً** لکھنے لگا (یعنی خوب مبالغہ سے لکھنے لگا)۔ (القول البدیع)

فائدہ......اس سے معلوم ہوا کہ اسم مبارک کسی بھی مقام پر لکھتے وقت درود پاک

کا چھوڑ دینا درست نہیں۔ اسی طرح بعض لوگ اسم مبارک پر ''صلعم'' لکھ دیتے ہیں اس سے درود کا حکم ادا نہیں ہوتا جیسے ''۷۸۶'' سے بسم اللہ اور اس کا ثواب نہیں ملتا یہ جہالت ہے افسوس کہ اکثر اہل علم بھی اس میں گرفتار ہیں۔

درود پاک کے ممنوع مقامات

یہ وہ مقامات اور احوال ہیں جن میں درود پاک کا پڑھنا منع ہے ان مقامات پر درود پاک کا پڑھنا کراہیت اور بے ادبی کا باعث ہے۔

(۱)...... تاجر کا سامان تجارت کھول کر دکھانے کے وقت

(۲)...... کسی بڑے آدمی کے آنے کی اطلاع کی غرض سے درود کا پڑھنا۔

(۳)...... مباشرت کے وقت۔

(۴)...... پاخانہ، پیشاب کے وقت۔

(۵)...... حیرت اور تعجب کے وقت۔

(۶)...... ذبح کے وقت (احناف رحمہم اللہ کے یہاں ورنہ شوافع رحمہم اللہ کے یہاں بہتر ہے)۔

(۷)...... خطیب کے خطبہ دینے کے وقت اگر نام آئے (ایسے وقت آہستہ دل سے پڑھے)۔

(۸)...... ٹھوکر کھانے کے وقت۔

(۹)...... فرض نماز کے اندر۔

(۱۰)...... قعدہ اخیرہ کے علاوہ میں۔ (شامی جلدا)(ردمختار)

درود پاک کے متعلق چند مسائل

مسئلہ...... ہر مسلمان پر عمر میں کم از کم ایک مرتبہ درود پڑھنا فرض ہے۔ (سعایہ)

مسئلہ...... نماز میں تشہد کے بعد قعدہ اخیرہ میں درود شریف کا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

مسئلہ...... مجلس میں یا کسی موقع پر بھی آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آجائے تو درود شریف کا

پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ......مجلس میں آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی بار بار آئے تو پہلی مرتبہ یا ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے، اور باقی مرتبہ مستحب ہے اور امام طحاویؒ کے نزدیک ہر مرتبہ واجب ہے۔

(سعایہ، بحرالرائق جلد۱)

مسئلہ......صرف درود پاک پڑھنا بغیر سلام کے درست ہے۔ (القول البدیع)

مسئلہ......الفاظ درود میں اگر صرف صلوٰۃ ہی کے صیغے ہوں تو سلام کا شامل کرنا مستحب ہے۔ اگر درود پاک کا بار بار تکرار کیا جا رہا ہے تو کبھی کبھی سلام کے صیغے کو شامل کر لینا مستحب ہے۔ (نزل الابرار)

مسئلہ......جو صیغے صلاۃ وسلام کے احادیث میں مذکور ہیں ان میں کسی لفظ اور کلمے کا اضافہ ممنوع ہے۔ (نزل الابرار)

مسئلہ......قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا اور رسول اکرم ﷺ کا نام نامی سن لیا کسی نے زور سے آپ ﷺ کا اسم گرامی لیا تو درود پاک پڑھنا واجب نہیں۔ (شامی)

البتہ تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد درود پڑھا تو بہتر ہے۔ (شامی)

مسئلہ......قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے ایسی آیت آگئی جس میں آپ ﷺ کا نام ہے۔ تو درود تلاوت کے درمیان نہ پڑھے۔ (شامی)

مسئلہ......خطبہ جمعہ اور عیدین وغیرہ میں آپ ﷺ کا اسم مبارک آئے تو درود نہ پڑھے بلکہ خطبہ سنتا رہے۔ ہاں! دل میں پڑھ لے۔ (شامی)

مسئلہ......چھینک کے وقت درود نہ پڑھے (احنافؒ کے نزدیک ورنہ تو شوافعؒ کے یہاں بہتر ہے۔ (شامی)

مسئلہ......نوافل نمازوں کے قعدہ اولیٰ میں درود پڑھنا درست ہے۔ (شامی)

مسئلہ......درود وغیرہ پڑھتے وقت آواز کا بلند کرنا اور اعضاء کو حرکت دینا جہالت و نادانی ہے اور مکروہ ہے۔ (شامی)

ایک مجلس میں متعدد مرتبہ آپ ﷺ کا اسم مبارک آئے تو امام طحاویؒ کے نزدیک ہر مرتبہ درود واجب ہے۔ اسی کی طرف ابن نجیمؒ صاحبِ بحر کا بھی میلان ہے اور احوط بھی یہی ہے۔

مسئلہ...... درود کے پورے صیغے کا لکھنا لازم ہے۔ بعض لوگ آپ ﷺ کا نام مبارک پر ''ص'' یا ''صلعم'' لکھ دیتے ہیں یہ کافی نہیں۔ اس سے درود کا حکم ادا نہیں ہوتا اور نہ درود کا ثواب ملتا ہے اور نہ واجب ساقط ہوتا ہے۔ افسوس کہ اس میں اکثر اہل علم بھی تساہل برتتے ہیں۔

درود پاک کے مواقع

یہ وہ احوال اور مقامات ہیں جن میں درود پاک کا پڑھنا ثابت ہے اور درود پاک کا پڑھنا فضیلت وثواب اور دینی ودنیاوی برکات وفوائد کا باعث ہے۔

اِن مواقع کو شمس الدین ابن قیم جوزیہؒ نے جلاء الافہام میں، اور شمس الدین سخاویؒ نے القول البدیع فی الصلوٰۃ الحبیب الشفیع میں نہایت ہی تفصیل کے ساتھ احادیث وآثار سے ثابت کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

ان مقامات میں کسی بھی مقام پر درود پاک کا پڑھ لینا خواہ مختصر خواہ طویل ہو کافی ہے اور باعث فضیلت ہے۔

(۱) وضو سے فارغ ہونے کے بعد

(۲) تیمّم کے بعد۔

(۳) غسل سے فراغت پر خواہ غسل جنابت ہو یا غسل حیض ونفاس ہو۔

(۴) نماز کے اندر (قعدہ اخیرہ میں)۔

(۵) وصیت نامہ لکھتے وقت۔

(۶) خطبہ نکاح کے وقت۔

(۷) دن کے اول یعنی صبح کے وقت۔

(۸) اور دن کے آخر وقت یعنی شام کے وقت۔

(۹) سونے کے وقت۔

(۱۰) سفر کرتے وقت۔

(۱۱) سواری پر سوار ہوتے وقت۔

(۱۲) بازار سے نکلتے وقت۔

(۱۳) دعوت طعام کے وقت (دسترخوان پر جب کھانے کے لئے بیٹھے)۔

(۱۴) گھر میں داخل ہوتے وقت۔

(۱۵) خط و رسائل شروع کرتے وقت۔

(۱۶) بسم اللہ کے بعد۔

(۱۷) رنج و غم اور پریشانی و مصیبت کے وقت۔

(۱۸) فقر و فاقہ اور تنگی معیشت کے موقعہ پر۔

(۱۹) کسی حاجت و ضرورت کے موقع پر۔

(۲۰) ڈوبنے کے وقت۔

(۲۱) طاعون، ہیضہ وبائی امراض کے وقت اس کا ورد۔

(۲۲) دعا کے شروع میں، بیچ میں اور آخر میں۔

(۲۳) کان بجنے کے وقت۔

(۲۴) ہاتھ پیر سن ہونے کے وقت۔

(۲۵) چھینک آنے کے وقت۔

(۲۶) کسی چیز کو رکھ کر بھول جانے کے وقت۔

(۲۷) مولی کھانے کے وقت۔

(۲۸) گدھا بولنے کے وقت۔

(۲۹) گناہ سے توبہ کے وقت۔

(۳۰) نمازِ حاجت کے وقت دعا میں۔

(۳۱) تشہد کے بعد۔

(۳۲) نماز سے فارغ ہونے کے بعد۔

(۳۳) اقامت نماز کے وقت۔

(۳۴) صبح کی نماز کے بعد

(۳۵) مغرب کی نماز سے فارغ ہونے پر۔

(۳۶) قنوت کے بعد۔

(۳۷) تہجد کی نماز کے لئے اٹھنے کے وقت۔

(۳۸) نمازِ تہجد سے فارغ ہونے کے بعد۔

(۳۹) مسجد میں داخل ہونے کے بعد۔

(۴۰) مسجد سے نکلتے وقت۔

(۴۱) مسجد کے پاس سے گزرتے وقت۔

(۴۲) اذان سے فارغ ہونے کے وقت۔

(۴۳) شب جمعہ میں۔

(۴۴) مسجد کو دیکھتے وقت۔

(۴۵) جمعہ کے دن۔

(۴۶) جمعہ کے دن عصر کے بعد۔

(۴۷) پیر کے دن۔

(۴۸) خطبوں میں ''جمعہ اور عیدین میں''۔

(۴۹) عید کی تکبیرات کے درمیان۔

(۵۰) جنازہ میں۔

(۵۱) دوسری تکبیر کے بعد۔

(۵۲) میت کو قبر میں داخل کرتے وقت

(۵۳) استسقاء کی نماز میں۔

(۵۴) کسوف اور خسوف کے خطبوں میں۔

(۵۵) کعبہ مبارک دیکھتے وقت۔

(۵۶) اور حج کے موقع میں۔

(۵۷) صفا اور مروہ پر۔

(۵۸) حجر اسود کے استلام کے وقت۔

(۵۹) ملتزم کے پاس۔

(۶۰) عرفہ کے دن ظہر کے بعد۔

(۶۱) مسجد خیف میں۔

(۶۲) تلبیہ سے فارغ ہونے کے بعد۔

(۶۳) مدینہ منورہ نظر آتے وقت۔

(۶۴) قبر اطہر کی زیارت کرتے وقت۔

(۶۵) اور مدینہ منورہ میں قبر اطہر کی زیارت سے رخصت ہوتے وقت۔

(۶۶) مدینہ منورہ کے آثار مبارک دیکھنے کے وقت۔

(۶۷) بدر میں۔

(۶۸) احد وغیرہ میں۔

(۶۹) تمام احوال میں ہر وقت۔

(۷۰) کسی اتہام سے بری ہونے کے لئے۔

(۷۱) احباب سے ملاقات اور ملنے کے وقت۔

(۷۲) مجمع میں جانے کے وقت۔

(۷۳) مجمع سے علیحدہ اور واپس ہونے کے وقت۔

(۷۴) ختم قرآن پاک کے وقت (دعا کے موقع پر)۔

(۷۵) حفظ قرآن کی دعا میں۔

(۷۶) مجلس سے اٹھنے کے وقت۔

(۷۷) ہر ذکر اللہ کے موقع پر۔

(۷۸) ہر کلام کے آغاز میں۔

(۷۹) آپ ﷺ کے ذکر کے تذکرہ مبارک کے وقت۔

(۸۰) علم کی نشر و اشاعت کے وقت۔

(۸۱) وعظ کے وقت۔

(۸۲) حدیث پاک کے پڑھنے کے وقت۔

(۸۳) فتویٰ لکھتے وقت۔

(۸۴) نام مبارک لکھتے وقت۔

خیال رہے کہ آپ ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ درود پاک کا لکھنا یا ذکر کے وقت پڑھنا واجب ہے۔ اس کی احادیث پاک میں بڑی تاکید اور اس کے خلاف سخت وعید وارد ہے۔ مزید یہ ہے کہ اسم مبارک لکھنے کے بعد ﷺ یا علیہ الصلوٰۃ والسلام پورا لکھنا ضروری ہے۔ صرف ''صلعم'' یا ''ص'' لکھنے سے درود پاک کا نہ حکم پورا ہوتا ہے نہ ثواب ملتا ہے۔

درود کے خصوصی فضائل اور دینی دنیاوی برکات وثمرات

علامہ شمس الدین سخاویؒ نے القول البدیع میں اولاً اجمالاً خصوصی فضائل و دینی و دنیاوی برکات وثمرات کو بیان کیا ہے پھر ان کو تفصیلاً احادیث سے ثابت کیا ہے اسی طرح محدث بھوپالیؒ نے نزول الابرار میں درود کے خصوصی برکات وفوائد کو ذکر کیا ہے اور جس راوی کی روایت سے وہ ثابت ہیں۔ اس کی طرف اجمالاً اشارہ کیا ہے ذیل میں ہم درود پاک کے خصوصی فضائل برکات کو اجمالاً ذکر کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ درود پاک

کیسی عظیم واہم فضیلتوں اور برکات وفوائد کو شامل ہے جس سے اس بات کی ترغیب حاصل ہوتی ہے کہ ہر مومن درود پاک کا کثرت سے ورد رکھے۔

(۱) خدائے پاک کی موافقت حاصل ہوتی ہے کہ خدائے پاک بھی درود بھیجتے ہیں۔

(۲) ملائکہ کی موافقت حاصل ہوتی ہے کہ وہ بھی درود بھیجتے ہیں۔

(۳) مومن کا ایک درود خدائے پاک کی دس رحمتوں کا باعث۔

(۴) حضرات ملائکہ کی رحمت ودعا کا باعث۔

(۵) رسول اکرم ﷺ کی رحمت ودعا کا باعث۔

(۶) ایک درود دس رحمتوں دس گناہوں کی معافی دس درجات کی بلندی کا باعث۔

(۷) سو درود جہنم اور نفاق سے برأت نامہ کا باعث۔

(۸) سو درود سو حاجتوں کے پورا ہونے کا باعث۔

(۹) سو درود شہداء کے ساتھ رہنے کا ذریعہ۔

(۱۰) سو مرتبہ درود سے فرشتوں کا ایک ہزار درود۔

(۱۱) ایک مرتبہ درود سے ایک قیراط برابر ثواب۔

(۱۲) درود پڑھنے والے کی استغفار۔

(۱۳) گناہوں کی معافی۔

(۱۴) اعمال کی زکوٰۃ اور اس کی پاکیزگی۔

(۱۵) غلام کی آزادی سے زیادہ ثواب۔

(۱۶) بڑے ترازو میں اس کے اعمال کا تولنا۔

(۱۷) رسول اکرم ﷺ کا شانہ میں شانہ ملا کر جنت کے دروازوں سے جانے کا سبب۔

(۱۸) ایک درود حضرات فرشتوں کی ستر (۷۰) رحمتوں کا سبب۔

(۱۹) رسول اکرم ﷺ کی شفاعت کا سبب۔

(۲۰) آپ ﷺ کی شہادت کا باعث۔

(۲۱) قیامت کے خوف سے نجات کا باعث۔

(۲۲) ترازو کے اعمال صالحہ کے بھاری ہونے کا باعث۔

(۲۳) عرش کے سایہ میں جگہ ملنے کا باعث۔

(۲۴) جنت میں کثرت ازواج کا سبب۔

(۲۵) قیامت میں سب سے زیادہ آپ ﷺ سے قریب ہونے کا سبب۔

(۲۶) خدا کی رضا اور خوشنودی کا باعث۔

(۲۷) حوض کوثر سے سیرابی کا باعث۔

(۲۸) حضرات ملائکہ کرام کی محبت اور اعانت کا باعث۔

(۲۹) میدان قیامت کی سخت ترین پیاس سے محفوظ رہنے کا ذریعہ۔

(۳۰) پل صراط پر ثابت قدمی کا باعث۔

(۳۱) غزوات کے برابر ثواب۔

(۳۲) صدقہ کا ثواب ملتا ہے اگر صدقہ کے لئے مال نہ ہو۔

(۳۳) احب الاعمال کا ہونا۔

(۳۴) مجالس کی زینت کا ہونا۔

(۳۵) فقر اور تنگی معیشت کے دور ہونے کا ذریعہ۔

(۳۶) درود کی برکت اس کی اور اس کی نسلوں میں چلتی ہے۔

(۳۷) قیامت میں آپ ﷺ سے مصافحہ کا باعث۔

(۳۸) دل کی زنگ کے صاف ہونے کا باعث۔

(۳۹) بھولی اشیاء کے یاد ہونے کا باعث۔

(۴۰) راہِ جنت کی خطا سے حفاظت کا باعث۔

(۴۱) قوت اور حیات قلب کا باعث۔

(۴۲) درود پڑھنے والے کے امور میں برکات کا باعث۔

(۴۳) حب رسول کی زیادتی کا سبب۔

(۴۴) لوگوں کی نگاہوں میں محبوب اور مکرم ہونے کا باعث۔

(۴۵) خواب میں آپ ﷺ کی زیارت کا باعث۔

(۴۶) ایسے نور کے حصول کا باعث جس سے دشمنوں پر غالب ہو جائے۔

(۴۷) رنج غم حوادث و مصائب کے دور ہونے کا ذریعہ۔

(۴۸) غرق سے امان کا باعث۔

(۴۹) مال کی برکت کا باعث۔

(۵۰) مرنے سے پہلے دنیا میں بشارت جنت یا ٹھکانہ جنت دیکھنے کا باعث۔

(۵۱) لوگوں کی غیبت سے محفوظ رہنے کا باعث۔

(۵۲) تہمت سے بری ہونے کا ذریعہ۔

(۵۳) دین و دنیا کی تمام برکتوں اور فوائد کا ذریعہ۔

(۵۴) دعاؤں کی قبولیت کا باعث کہ درود قبول ہو جاتی ہے تو اس کی برکت سے دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ (ماخوذ القول البدیع، جلاء الافہام)

درود شریف کی حکمت

انسانوں پر، خاص کر ان بندوں پر جن کو کسی نبی کی ہدایت و تعلیم سے ایمان نصیب ہوا اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا احسان اس نبی و رسول کا ہوتا ہے جس کے ذریعہ ان کو ایمان ملا ہو اور ظاہر ہے کہ امتِ محمدیہ ﷺ کو ایمان کی دولت اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطہ سے ملی ہے، اس لئے یہ امت اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ ممنونِ احسان رسول اکرم ﷺ کی ہے۔ پھر جس طرح؟ اللہ تعالیٰ جو خالق و مالک اور پروردگار ہیں اس کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت اور حمد و تسبیح کی جائے، اسی طرح اس کے پیغمبروں کا حق ہے کہ ان پر درود و سلام بھیجا جائے، یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے مزید رحمت، رافت اور رفع

درجات کی دعا کی جائے۔ درود وسلام کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ یہ دراصل ان محسنوں کا بارگاہ میں عقیدت ومحبت کا ہدیہ، وفاداری وانکساری کا نذرانہ اور ممنونیت وشکر گزاری کا اظہار ہوتا ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ ان کو ہماری دعاؤں کی کیا احتیاج، بادشاہوں کو فقیروں اور مسکینوں کے ہدیوں اور تحفوں کی کیا ضرورت! تاہم اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا یہ تحفہ بھی ان کی خدمت میں پہنچاتا ہے، اور ہماری اس دعا والتجاء کے حساب میں بھی ان پر اللہ تعالیٰ کے الطاف وعنایات میں اضافہ ہوتا ہے، اور سب سے بڑا فائدہ اس دعا گوئی اور اظہار وفاداری کا خود ہم کو پہنچتا ہے، ہمارا ایمانی رابطہ مستحکم ہوتا ہے، اور ایک دفعہ کے مخلصانہ درود کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی کم از کم دس رحمتوں کے ہم مستحق ہوجاتے ہیں یہ ہے درود وسلام کا راز اور اس کے فوائد ومنافع۔

درود وسلام سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے

اس کے علاوہ ایک خاص حکمت درود وسلام کا یہ بھی ہے کہ اس سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ مقدس اور محترم ہستیاں انبیاء علیہم السلام کی ہیں، جب ان کے لئے حکم یہ ہے کہ ان پر درود وسلام بھیجا جائے۔ یعنی ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے رحمت وسلامتی کی دعا کی جائے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ بھی سلامتی اور رحمت کے لئے اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، اور ان کا حق اور مقامِ عالی بس یہی ہے کہ ان کے واسطے رحمت وسلامتی کی دعائیں کی جائیں۔ رحمت وسلامتی خود ان کے ہاتھ میں نہیں ہے، اور جب ان کے ہاتھ میں نہیں ہے تو پھر ظاہر ہوا کہ کسی مخلوق کے بھی ہاتھ میں نہیں ہے، کیونکہ ساری مخلوق میں انہیں کا مقام سب سے بالا وبرتر ہے، اور شرک کی جڑ اور بنیاد یہی ہے کہ خیر ورحمت اللہ کے سوا کسی اور کے قبضہ میں بھی سمجھی جائے۔ بہرحال درود وسلام نے ہم کو نبیوں کا دعا گو بنا دیا، اور جو بندہ پیغمبروں کا دعا گو ہو وہ کسی مخلوق کا پرستار کیسے ہوسکتا ہے۔

درود وسلام کے فضائل

"رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ آئے اُس کو

چاہیئے کہ مجھ پر درود بھیجے اور جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُس پر دس دفعہ درود بھیجے گا اور اُس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اُس کے دس درجے بلند کرے گا'' (ترغیب جلد۲)

فائدہ:۔ علامہ منذریؒ نے ترغیب میں حضرت براءؓ کی روایت سے بھی یہی مضمون نقل کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ یہ اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے بقدر ہوگا۔

(ترغیب جلد۲)

اور طبرانی کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے، اور جو مجھ پر سو دفعہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی پیشانی پر براءۃ من النفاق و براءۃ من النار لکھ دیتے ہیں، یعنی یہ شخص نفاق سے بھی بری ہے اور جہنم سے بھی بری ہے اور قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اُس کا حشر فرمائیں گے۔

(ترغیب جلد۲)

علامہ سخاویؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر سو دفعہ درود بھیجیں گے اور جو مجھ پر سو دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُس پر ہزار دفعہ درود بھیجیں گے اور جو عشق وشوق میں اس پر زیادتی کرے گا میں اُس کے لئے قیامت کے دن سفارشی ہوں گا اور گواہ۔

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ بہت ہی بشاش تشریف لائے۔ چہرۂ انور پر بشاشت کے اثرات تھے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اکرم ﷺ! آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر آج بہت ہی بشاشت ظاہر ہو رہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صحیح ہے، میرے پاس میرے رب کا پیغام آیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی امت میں سے جو شخص ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دس نیکیاں لکھیں گے اور دس سیئات اُس سے مٹائیں گے اور دس درجے اس کے بلند کریں گے۔

(ترغیب جلد۲)

ایک روایت میں اِسی قصہ میں ہے کہ تیری امت میں سے جو شخص ایک دفعہ درود بھیجے گا میں اس پر دس دفعہ درود بھیجوں گا، اور جو ایک دفعہ سلام بھیجے گا میں اس پر دس دفعہ سلام بھیجوں گا۔ (ترغیب جلد ۲)

ایک اور روایت میں اسی قصہ میں ہے کہ ایک دن رسول اکرم کا چہرۂ انور خوشی سے بہت ہی چمک رہا تھا اور خوشی کے انوار چہرۂ انور پر بہت ہی محسوس ہو رہے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! جتنی خوشی آج چہرۂ انور پر محسوس ہو رہی ہے اتنی تو پہلے محسوس نہیں ہوتی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے کیوں نہ خوشی ہو، ابھی حضرت جبرائیلؑ میرے پاس سے گئے ہیں اور وہ یوں کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی امت میں سے جو شخص ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھیں گے اور دس گناہ معاف فرمائیں گے اور دس درجے بلند کریں گے اور ایک فرشتہ اس سے وہی کہے گا جو اس نے کہا۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا یہ فرشتہ کیسا؟ تو حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو قیامت تک کے مقرر کر دیا ہے کہ جو آپ ﷺ پر درود بھیجے وہ اس کے لئے وَاَنْتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ کی دعا کرے اور طبرانی ہی سے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کو مجھ پر دس بار درود بھیجے گا اور شام کو دس بار، قیامت کے دن اُس کے لئے میری شفاعت ہو گی۔ (ترغیب جلد ۲)

''حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو (زمین میں) پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں''۔ (ترغیب جلد ۲)

فائدہ...... اور بھی معتمد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔ علامہ سخاویؒ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کی روایت سے بھی یہی مضمون نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں جو میری امت کا درود مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔

''حضرت عمار بن یاسرؓ نے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطاء فرما رکھی ہے پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ کو اُس کا اور اُس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے، اُس نے آپ ﷺ پر درود بھیجا ہے''۔ (الترغیب جلد۲)

درود شریف کا پڑھنے سے پہلے اور روزانہ پڑھنے کے بعد یہ دعا خوب رو رو کر مانگیں کہ اے اللہ! ہمیں رسول اکرم ﷺ کی ایک ایسی سچی محبت نصیب فرما کہ ان کے احکامات اور طریقوں پر عمل کرنا آسان ہو جائے اور ہمیں ان کے دین کو ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے قبول فرما، ہماری اولاد اور آنے والی نسلوں کو دین محمدی ﷺ کی خدمت کے لئے قبول فرما، ہم سے دین کا ایسا کام لے کہ قیامت کے دن رسول اکرم ﷺ ہم سے خوش ہو جائیں، اور ہماری موت بھی دین پھیلاتے ہوئے اپنے راستے میں اور رسول اکرم ﷺ کے شہر مدینہ منورہ میں عافیت کے ساتھ مقدر فرما۔ (آمین یارب العالمین)

درود پاک کے چند مخصوص صیغے اور ان کے فضائل

درودِ غنا

حضرت ابو عبداللہ القسطلانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کی تو آپ ﷺ سے تنگی معاش کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَ ھَبْ لَنَا اَللّٰھُمَّ مِنْ رِزْقِکَ الْحَلَالِ الطَّیِّبِ الْمُبَارَکِ مَا تَصُوْنُ بِہٖ وَجُوْھَنَا عَنِ التَّعَرُّضِ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ وَاجْعَلْ لَّنَا اَللّٰھُمَّ اِلَیْہِ طَرِیْقًا سَھْلًا مِّنْ غَیْرِ تَعَبٍ وَّلَا نَصَبٍ وَّلَا مِنَّۃٍ وَّلَاتَبِعَۃٍ وَجَنِّبْنَا اَللّٰھُمَّ الْحَرَامَ حَیْثُ کَانَ وَاَیْنَ کَانَ وَ عِنْدَ مَنْ کَانَ وَحُلْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ اَھْلِہٖ وَاقْبِضْ عَنَّا اَیْدِیَھُمْ وَاصْرِفْ عَنَّا قُلُوْبَھُمْ حَتّٰی لَا نَتَقَلَّبَ اِلَّا فِیْمَا

يُرْضِيْكَ وَلَا نَسْتَعِيْنَ اِلَّا فِيْمَا يُرْضِيْكَ وَلَا نَسْتَعِيْنَ اِلَّا عَلٰى مَا تُحِبُّ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ (القول البدیع)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ذکر اور درود کی کثرت فقر و غربت دور کرتی ہے۔ (جلاء الافہام)

درود جام حوض کوثر

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ حوض مصطفیٰ (کوثر) سے لبالب جام پئے اسے چاہیئے کہ وہ یہ درود پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلَادِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَصْهَارِهٖ وَاَنْصَارِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهٖ وَاُمَّتِهٖ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ اَجْمَعِيْنَ يَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ○ (القول البدیع)

امام دارمیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن حامدؒ کو مرنے کے بعد کئی مرتبہ (خواب میں) دیکھا تو ان سے پوچھا۔ اللہ پاک نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا انہوں نے کہا رحم فرمایا اور مغفرت فرمادی۔ تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ وہ کون سا عمل ہے جس سے جنت میں داخل ہو سکتا ہوں کہا ایک ہزار رکعت نماز پڑھو۔ اور ہر رکعت میں ایک ہزار مرتبہ قل ھواللہ پڑھو۔ انہوں نے کہا اس کی طاقت نہیں رکھتا تو انہوں نے کہا ہر رات نبی پاک ﷺ پر ایک ہزار درود بھیجو۔ چنانچہ وہ ہر رات اسی طرح کرتے۔ (القول البدیع)

درود تلافی صدقہ و خیرات

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کے پاس صدقہ کی وسعت نہ ہو وہ یہ دعائیں پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ . (جلاء الافہام، الترغیب جلد ۲)

فائدہ...... جو مال کی کمی یا نہ ہونے کی وجہ سے جو مالی ثواب۔ صدقات وخیرات کا ثواب نہیں حاصل کر سکتے ہیں ان کے لئے اس درود کا معمول اس تلافی کا باعث ہے کس قدر خدا کا فضل وکرم ہے کہ بندہ کو کسی جانب محروم نہیں رہنے دینا چاہتے ہیں۔

بہترین درود

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب مجھ پر درود بھیجو، تو بہترین درود بھیجو۔ تمہیں شاید کہ یہ نہیں معلوم وہ ہم پر پیش کیا جاتا ہے یہ پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ یَغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ o

(القول البدیع)

حضرت عبداللہ الموصلیؒ نے بیان کیا کہ جو چاہے کہ بہترین حمد خدائے پاک اور افضل ترین درود پڑھے اسے چاہیئے کہ یہ حمد صلوٰۃ پڑھے۔ (القول البدیع)

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَآ اَنْتَ اَهْلُهٗ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَآ اَنْتَ اَهْلُهٗ وَافْعَلْ بِنَا مَآ اَنْتَ اَهْلُهٗ فَاِنَّکَ اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ o

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تم خدا کے رسول ﷺ پر درود بھیجو تو بہترین درود بھیجو شاید تمہیں نہیں معلوم وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے تو صحابہؓ نے کہا ہمیں سکھا دیجئے آپ نے فرمایا یہ پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ یَغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی

اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ابن ماجہ)

درود برائے دفع جملہ مصائب و پریشانی وقضاء حاجات

علامہ فاکہانیؒ کی الفجر المنیر میں شیخ صالح الضریرؒ سے مروی ہے کہ وہ سمندری سفر میں تھے۔ سمندری طوفان آ گیا جس سے بہت کم ہی جہاز ہلاکت سے بچتا ہے۔ اسی حالت میں نیند آ گئی تو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ تمام اہل جہاز سوار ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ میں بیدار ہوا اور تمام جہاز پر سواروں کو بتایا سب نے یہ درود پڑھا۔ اس درود کی برکت سے ہم سب بچ گئے۔ ہوا خاموش ہو گئی۔ حسن بن علی الاسوانیؒ نے بیان کیا ہے کہ نازل شدہ مصائب و حوادث پر ایک ہزار پڑھنے سے نجات ملتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنَجِّيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْأَهْوَالِ وَالْآفَاتِ وَتَقْضِيْ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِهَآ اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيَاةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ ۝ (القول البدیع)

فائدہ...... کسی بھی رنج و غم، مصیبت و پریشانی اور فکر کے وقت اس کا پڑھنا بہت مفید اور مجرب ہے۔ اس کے ساتھ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کا بھی اضافہ منقول ہے

درود دفع امراض مہلکہ

نزہۃ المجالس میں لکھا ہے کہ بعض صلحاء میں سے ایک صاحب کو حبس بول ہو گیا۔ انہوں نے خواب میں عارف باللہ شیخ شہاب الدین بن ارسلانؒ کو جو بڑے زاہد اور عالم تھے دیکھا اور ان سے اپنے مرض کی شکایت و تکلیف کہی۔ انہوں نے فرمایا تو تریاق مجرب سے کیا غافل ہے۔ یہ درود پڑھا کر۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی قَلْبِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوْبِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَصَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ ○

خواب سے اٹھنے کے بعد ان صاحب نے اس درود کو کثرت سے پڑھا اور ان کا مرض زائل ہو گیا۔ (نزہۃ المجالس، فضائل درود)

درودِ مکیال اوفی

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہمارے گھر والے پر درود بھیجے اور چاہے کہ اس کا درود کسی بڑے پیمانے میں وزن کیا جائے وہ یہ درود شریف پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (ابوداؤد جلد ۱)

حضرت علیؓ کی روایت میں یہ ہے کہ جو چاہے کہ ہمارے اہل بیت پر درود بھیجے اور اس کا درود بڑے پیمانے میں تولا جائے تو یہ درود پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (القول البدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

درود پاک کی برکت سے طاعون ہیضہ وغیرہ کی بلاؤں سے حفاظت

حضرت ابن خطیبؒ نے بیان کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ پر درود پاک کی کثرت طاعون سے محفوظ رکھتی ہے اور اسے دور کرتی ہے۔

طاعون و دیگر متعدی بلاؤں کے موقع پر عام درود کے علاوہ علامہ سخاویؒ نے اس درود پاک کو نقل کیا ہے۔ جو ابن ابی حجلہؒ سے منقول ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَاۃً تَعْصِمُنَا بِھَا مِنَ الْاَحْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ . (القول البدیع)

وہ درود پاک جس کی وجہ سے نبی ﷺ اور صدیق ؓ کے درمیان جگہ ملی

حضرت ابن سبع ؒ نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ اور صدیق اکبر کے درمیان کوئی بیٹھتا نہ تھا۔ ایک دن ایک شخص آیا آپ ﷺ نے اسے اپنے اور صدیق اکبر ؓ کے درمیان بٹھایا صحابہ ؓ کو اس پر تعجب ہوا اس کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا یہ مجھ پر اس طرح درود پڑھا کرتا تھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ. (القول البدیع)

وہ درود جس کا ثواب ایک ہزار دن تک

بروایت طبرانی حضرت جابر ؓ کی حدیث سے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح وشام یہ درود پڑھا کرے گا۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَاجْزِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاھُوَ اَھْلُہٗ ۝ تو اس ثواب لکھنے والوں کو ایک ہزار دن تک مشقت میں ڈالے رکھے گا۔ مشقت میں ڈالے گا کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ہزار دن تک اس کا ثواب لکھتے لکھتے تھک جائیں گے۔ (طبرانی بفضائل درود)

وہ درود جس کا ثواب ستر فرشتے لکھیں گے

حضرت ابن عباس ؓ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص یہ دعا کرے۔ تو اس کا ثواب ستر فرشتوں کو ایک ہزار دن تک مشقت میں ڈالے گا۔ (یعنی ایک ہزار دن تک ثواب لکھتے لکھتے تھک جائیں گے) جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) مَا ھُوَ اَھْلُہٗ (الترغیب)

درودِ زیارت

(۱)۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی ؒ نے ترغیب اہل السعادۃ میں لکھا ہے کہ دو رکعت نماز نفل

پڑھے۔اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیۃ الکرسی اور گیارہ بار قل ھواللہ اور بعد سلام سو بار یہ درود شریف پڑھے۔ انشاء اللہ تین جمعے نہ گزرنے پائیں گے کہ زیارت نصیب ہوگی، وہ درود شریف یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ ٥

(جذب القلوب،فضائل درود شریف)

(۲)۔ اسی طرح شیخ نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے اور دو رکعت میں الحمد اللہ کے بعد ۲۵ مرتبہ قل ھواللہ اور سلام کے بعد یہ درود شریف ہزار مرتبہ پڑھے زیارت نصیب ہو گی۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ٥ (جذب القلوب،فضائل درود)

(۳)۔ علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کی خواب میں زیارت کا ارادہ رکھتا ہو وہ یہ درود شریف پڑھا کرے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَآ اَمَرْتَنَآ اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ ٥ (القول البدیع)

ف......بستر پر یہ دورد پاک پڑھتا رہے۔ بہتر ہے کہ طاق عدد میں پڑھے۔

(۴)۔ علامہ دمیریؒ نے حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن نماز کے بعد باوضو ایک پرچہ پر ”محمد رسول اللہ (ﷺ)“ احمد رسول اللہ (ﷺ) پینتیس مرتبہ لکھے اور اس پرچے کو اپنے ساتھ رکھے تو اللہ جل شانہٗ اس کو اطاعت پر قوت عطا فرماتے ہیں برکت میں اعانت فرماتے ہیں شیاطین کے وساوس سے حفاظت فرماتے ہیں اور اگر اس پرچہ کو روزانہ طلوع آفتاب کے وقت درود شریف پڑھتے ہوئے غور سے دیکھتا رہے تو نبی پاک ﷺ کی خواب میں زیارت بکثرت ہوا کرے گی۔ (فضائل درود شریف)

(۵)۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ ستر مرتبہ سوتے وقت اس درود شریف کے پڑھنے سے خواب میں زیارت نصیب ہوتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِکَ وَمَعْدِنِ اَسْرَارِکَ وَلِسَانِ حُجَّتِکَ وَعُرُوْسِ مَمْلَکَتِکَ وَاِمَامِ حَضْرَتِکَ وَطِرَازِ مُلْکِکَ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِکَ وَطَرِیْقِ شَرِیْعَتِکَ الْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِیْدِکَ اِنْسَانِ عَیْنِ الْوُجُوْدِ وَالسَّبَبِ فِیْ کُلِّ مَوْجُوْدٍ عَیْنِ اَعْیَانِ خَلْقِکَ الْمُتَقَدِّمِ مِنْ نُوْرِ ضِیَائِکَ صَلٰوۃً تَدُوْمُ بِدَوَامِکَ وَتَبْقٰی بِبَقَائِکَ لَامُنْتَھٰی لَھَا دُوْنَ عِلْمِکَ صَلٰوۃً تُرْضِیْکَ وَتُرْضِیْهِ وَتَرْضٰی بِھَا عَنَّا یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (فضائل درود)

فائدہ......خیال رہے کہ خواب میں زیارت کے لئے اصل اور بنیادی چیز ایمانی اور روحانی قوت اور محبت رسول ﷺ ہے۔ پھر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ خواب میں آپ ﷺ کی زیارت کا ہونا ایمان اور تقویٰ کا معیار ہو اور زیارت نہ ہونا ایمان وتقویٰ سے خالی ہونے کی علامت ہو ایسی بات ہرگز نہیں۔ اصل چیز شریعت وسنت کی اتباع ہے۔ شریعت وسنت پر پابندی سے عمل ذریعہ نجات ہے گو وہ زیارت سے محروم ہو اور اگر شریعت وسنت پر عامل نہیں اور نہ اس کی فکر واہتمام۔ مگر زیارت سے کسی وجہ سے مشرف۔ تو باعث نجات نہیں۔

درود شفاعت

(۱)......حضرت رویفع بن ثابت انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو یہ درود پڑھے گا اس پر (کے لئے) میری شفاعت قیامت کے دن لازم ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (مسند بزار، القول البدیع)

(۲)......حضرت ابن ابی عاصمؒ نے ایک صحابیؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جو شخص ۷ جمعہ تک ۷، ۷ مرتبہ یہ درود پڑھے گا اس کے لئے میری شفاعت لازم ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضًا وَّ لِحَقِّهٖ اَدَاءً وَّاَعْطِهِ الْوَسِیْلَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مِنْ اَفْضَلِ مَا جَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِهٖ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ

النَّبِيِّينَ وَالصَّالِحِينَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ٥ (القول البدیع)

(۳)......حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ درود پڑھے گا قیامت کے دن میں اس کی گواہی اور اس کے لئے شفاعت کروں گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَتَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ٥ (ادب مفرد و نزول الابرار)

(۴)......علامہ سخاویؒ نے ذکر کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ سے مروی ہے کہ جو روحوں میں سے محمد ﷺ کی روح پر جسموں میں سے آپ ﷺ کے جسم مبارک پر قبروں میں سے آپ ﷺ کی قبر مبارک پر درود پڑھے گا۔ خواب میں میری زیارت کرے گا۔ اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا قیامت میں دیکھے گا اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی شفاعت کروں گا اور میں جس کی شفاعت کروں گا وہ میرے حوض سے سیراب ہوگا اور اللہ اس کے جسم پر جہنم حرام فرما دے گا۔ (القول البدیع)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَآ اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَرْوَاحِ . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَجْسَادِ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِي الْقُبُوْرِ. (القول البدیع)

(۵)......حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا وہ قیامت کے دن میری شفاعت پائے گا۔ (جلاء الافہام)

(۶)......حضرت امام ابو بکر مزنیؒ جو مشہور تابعی ہیں سے مرفوعاً منقول ہے کہ جو شخص دن کے شروع اور آخر حصہ شام میں دس دس مرتبہ درود پڑھے گا قیامت کے دن میری شفاعت پائے گا۔ (القول البدیع)

(۷)...... حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کی اذان کے بعد پڑھے اس پر میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَاَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالشَّفَاعَۃَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۝ (ابن سنی، القول)

(۸)...... حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اذان کے وقت یہ درود پڑھے اس پر (کے لئے) میری شفاعت واجب ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ بَلِّغْہُ دَرَجَۃَ الْوَسِیْلَۃِ عِنْدَکَ وَجْعَلْنَا فِیْ شَفَاعَتِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۝ (طبرانی، القول البدیع)

(۹)...... حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اذان کے بعد (وقت) یہ پڑھے گا میری شفاعت پائے گا۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ والصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اَعْطِ مُحَمَّدًا سُؤْلَہٗ ۝

(۱۰)...... حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو مسلمان بھی نماز کی اذان سنے (اور یہ پڑھے) تو مجھ پر قیامت کے دن اس کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ. اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَاجْعَلْ فِی الْاَعْلَیْنَ دَرَجَتَہٗ. وَفِی الْمُصْطَفَیْنَ مَحَبَّتَہٗ وَفِی الْمُقَرَّبِیْنَ ذِکْرَہٗ، (طحاوی، طبرانی، القول البدیع)

ہر فرض نماز کے بعد درود شریف

حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد یہ درود پڑھے گا اس پر قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدًا الْوَسِیْلَۃَ وَاجْعَلْ فِی الْمُصْطَفَیْنَ مَحَبَّتَہٗ وَفِی

الْعَالَمِيْنَ دَرَجَتَهٗ وَفِي الْمُقَرَّبِيْنَ دَارَهٗ. (طبرانی، القول البدیع)

فائدہ......ان احادیث مبارکہ مذکورہ میں خصوصی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت لازم ہوگی۔ لہٰذا ان میں سے کسی بھی درود کا معمول اختیار کرے تاکہ قیامت کے میدان میں یہ بیش بہا دولت نصیب ہو۔

درود امام شافعیؒ

حضرت ابن بنان الاصبہانیؒ نے ذکر کیا کہ میں نے خواب میں رسول پاک ﷺ کی زیارت کی تو میں نے آپ ﷺ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! محمد بن ادریس الشافعیؒ جو آپ ﷺ کے چچا کے نسل سے ہیں آپ ﷺ نے ان کے ساتھ کوئی خاص اعزازی معاملہ فرمایا؟ فرمایا ہاں! میں نے اللہ پاک سے یہ سوال کیا کہ ان کا حساب نہ لیا جائے۔ آپ ﷺ سے میں نے عرض کیا یہ کس وجہ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مجھ پر ایسا درود پڑھتے تھے جو کسی نے ان الفاظ سے نہیں پڑھا۔ میں نے پوچھا وہ کون سا درود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ یہ پڑھتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ. (القول البدیع)

حضرت امام بیہقیؒ نے بیان کیا کہ حضرت امام شافعیؒ کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا گیا کہ اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا انہوں نے جواب دیا مغفرت ہو گئی پوچھا گیا کس وجہ سے انہوں نے جواب دیا درود پاک کے ان پانچ کلمات کی وجہ سے جو میں پڑھا کرتا تھا۔ پوچھا گیا وہ کلمات کیا ہیں تو انہوں نے فرمایا وہ یہ ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَآ اَمَرْتَ اَنْ يُّصَلّٰى وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ اَنْ يُّصَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا يَنْبَغِي الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ ○ (القول البدیع)

فائدہ......حضرت امام شافعیؒ کی جانب جو منسوب درود ہے وہ اول والا مشہور ہے

چنانچہ حضرت موصوف کے متعلق اس نوع کے کئی خواب منقول ہیں علامہ سخاویؒ قول البدیع میں نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعیؒ کو خواب میں دیکھا میں نے ان سے پوچھا اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا انہوں نے کہا اللہ نے مجھ پر رحم فرمایا میری مغفرت فرمادی اور میرے لئے جنت ایسی مزین کی گئی جیسا کہ دلہن کو مزین کیا جاتا ہے۔ اور میرے اوپر ایسی بکھیری گئی جیسا دلہن پر بکھیری جاتی ہے) شادی میں دولہا اور دلہنوں پر روپے پیسے وغیرہ نچھاور کئے جاتے ہیں) میں نے پوچھا یہ مرتبہ کیسے پہنچا مجھ سے یوں کہا کہ کتاب الرسالہ میں جو درود لکھا ہے اس کی وجہ سے۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہے مجھے بتایا کہ وہ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا ذَکَرَہُ الذّٰاکِرُوْنَ وَعَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ حضرت نمیریؒ وغیرہ نے امام مزنیؒ کی روایت سے ان کے خواب کا قصہ اس طرح نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت امام شافعیؒ کو خواب میں دیکھا میں نے دیکھا کہ آپ کے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا انہوں نے کہا میری مغفرت فرمادی ایک درود کی وجہ سے جو میں نے اپنی کتاب رسالہ لکھا تھا وہ یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذّٰاکِرُوْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ o حضرت امام بیہقیؒ نے ابوالحسن شافعیؒ سے ان کا خواب نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت کی میں نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! امام شافعیؒ نے جو اپنے رسالہ میں درود لکھا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذّٰاکِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ آپ ﷺ کی طرف سے ان کو کیا بدلہ دیا گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے یہ بدلہ دیا گیا ہے کہ وہ حساب کے لئے نہیں روکے جائیں گے۔ (فضائل درود)

بعض اوقات کے مخصوص فضائل

نمازِ پنجگانہ کے بعد درود پر آپ ﷺ کے اکرام کا ایک واقعہ

حضرت ابوموسیٰ مدینیؒ، ابن بشکوالؒ اور ابن سعدؒ نے اپنی سند سے بیان کیا کہ محمد بن

عمرؒ نے کہا کہ میں ابوبکر بن مجاہدؒ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ شبلیؒ ان کے پاس آئے۔ ابوبکر بن مجاہدؒ کھڑے ہوئے ان سے معانقہ کیا اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ میں نے کہا میرے آقا آپ نے شبلیؒ کے ساتھ (اس درجہ کا معاملہ کیا) ایسا برتاؤ کیا حالانکہ آپ اور تمام اہل بغداد اسے مجنون اور پاگل سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے ان کے ساتھ ایسا ہی (اکرام کا برتاؤ) کیا۔ جیسا کہ ان کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کو کرتے دیکھا چنانچہ میں نے رسول پاک ﷺ کو خواب میں دیکھا اور شبلیؒ آئے تو آپ اس کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! شبلیؒ کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ پڑھتا ہے پھر تین مرتبہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ يَا مُحَمَّدُ پڑھتا ہے۔ چنانچہ شبلیؒ سے میں نے یہ پوچھا تو انہوں نے ایسا ہی کہا۔ (جلاء الافہام، القول البدیع)

درود بوقت نوم (نیند)

حضرت ابوقر صافہ کنانیؒ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص (سونے کے لئے) بستر پر آئے سوہ سورۂ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ پڑھے پھر یہ درود شریف پڑھے چار مرتبہ۔ اللہ تعالیٰ فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو نبی پاک ﷺ کے پاس اسے لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں فلاں بن فلاں نے آپ ﷺ پر سلام بھیجا ہے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں میری جانب سے بھی فلاں بن فلاں پر سلام رحمت و برکت ہو۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَرَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِحَقِّ كُلِّ آيَةٍ أَنْزَلْتَهَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بَلِّغْ رُوحَ مُحَمَّدٍ تَحِيَّةً وَّسَلَامًا ۝ (جلاء الافہام)

دعا و درودِ رکوب (سواری)

حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص جانور پر (یا کسی

سواری پر) سوار ہو۔ اور یہ پڑھ لے تو جانور (یا سواری) کہتا ہے کہ اللہ تجھے برکت دے۔ تم نے میری پیٹھ کو (دعا کے اثر سے) ہلکا کیا اور اپنے رب کی اطاعت کی اور اپنے نفس پر احسان کیا۔ اللہ تیرے سفر میں برکت دے۔ تیرے مقصد کو پورا کرے۔

بِسْمِ اللهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْئٌ سُبْحَانَهٗ لَیْسَ لَهٗ مُسَمّٰی سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ صَلَّی اللهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلَیْهِ السَّلَامُ. (الطبرانی، القول البدیع)

صبح وشام درود

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز کے بعد گفتگو سے پہلے سو مرتبہ درود پڑھے گا اس کی سو حاجتیں پوری ہوں گی۔ جن میں سے ۳۰ تو جلد دنیا میں اور ۷۰ کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھ دیا جائے گا۔ اسی طرح مغرب کے بعد گفتگو سے پہلے پڑھے۔ (جلاء الافہام، القول البدیع)

حضرت جابرؓ کی حدیث مبارکہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح شام یہ درود پڑھا کرے تو اس کا ثواب لکھنے والوں کو ایک ہزار دن تک مشقت میں ڈالے رکھے گا۔ یعنی ایک ہزار دن تک اس کا ثواب لکھتے لکھتے تھک جائیں گے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَاجْزِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا هُوَ اَهْلُهٗ ○ (نزہۃ المجالس، طبرانی، فضائل درود)

صبح وشام دس مرتبہ درود کی فضیلت

حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو صبح وشام مجھ پر دس مرتبہ درود شریف پڑھے گا وہ قیامت کے دن میری شفاعت پائے گا۔ (طبرانی، مجمع الزوائد)

پچاس مرتبہ کی فضیلت

حضرت عبدالرحمٰن بن عیسیٰؒ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دن میں مجھ

پر پچاس مرتبہ درود پڑھا کرے گا قیامت کے دن میں اس سے مصافحہ کروں گا۔ (القول البدیع)

فائدہ...... کتنی بڑی فضیلت ہے کہ آپ ﷺ سے مصافحہ کا شرف حاصل ہوگا۔

سو (۱۰۰) مرتبہ درود پڑھنے کی فضیلت

مستدرک حاکم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے خدائے پاک اس پر سو رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور جو مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھتا ہے خدائے پاک اس کی پیشانی پر بَرَاءَ ةٌ مِّنَ النِّفَاقِ وَبَرَاءَ ةٌ مِّنَ النَّار. نفاق اور جہنم سے برأت لکھ دیتے ہیں اور قیامت کے دن اس کو شہداء کے ساتھ رکھیں گے۔ (القول البدیع)

حضرت علیؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو سو مرتبہ درود پڑھے گا اس کی سو ضرورتیں پوری ہوں گی۔ (القول البدیع) حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو فجر کی نماز کے بعد گفتگو سے پہلے اسی طرح مغرب ک بعد گفتگو سے پہلے سو مرتبہ درود پڑھے گا تو اس کی سو حاجتیں پوری کر دی جائیں گی، ۳۰ کا تعلق دنیا سے ہوگا اور ۷۰ کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھ دیا جائے گا۔ (جلاء الافہام)

ہر دن سو (۱۰۰) مرتبہ درود کی فضیلت

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جو شخص ہر دن مجھ پر ۱۰۰ مرتبہ درود پڑھے گا۔ اس کی سو حاجتیں پوری ہوں گی۔ ۷۰ آخرت سے متعلق ۳۰ دنیا سے متعلق۔ (جلاء الافہام)

ابو غسان مدنیؒ نے بیان کیا کہ جو شخص رسول پاک ﷺ پر ہر دن سو مرتبہ درود شریف پڑھے گا اس نے گویا کہ سارا دن ساری رات عبادت کی۔ (القول البدیع)

فائدہ...... بیشتر اکابرین و اسلاف کرام کا معمول رہا ہے کہ وہ اور ان کے متعلقین روزانہ ۱۰۰ مرتبہ درود پاک کے پڑھنے پر پابندی سے قائم رہے۔ اصحاب معرفت و سلوک کے یہاں بھی یومیہ اس تعداد کا معمول رہا ہے۔ مشائخ کرام کی خانقاہوں میں بھی اس کا خاص اہتمام رہا ہے۔ ہر مومن کو چاہیئے کہ وہ یومیہ اس کا معمول رکھے جو بے شمار برکات اور

فوائد کا باعث ہے۔

سو مرتبہ درود کے معمول کی وجہ سے آپ ﷺ کا سلام

حضرت ابوالفضل قومانی ؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص خراسان سے میرے پاس آیا اور کہا کہ میں مدینہ پاک میں تھا خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم ہمدان جاؤ تو ابوالفضل بن زیرک ؒ کو میری طرف سے سلام کہہ دینا، تو میں نے پوچھا کیا بات ہے (جس کی وجہ سے یہ اکرام) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ روزانہ سو مرتبہ یا اس سے زائد مجھ پر یہ درود پڑھتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ جَزَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ ٥ (القول البدیع)

ایک ہزار مرتبہ درود پڑھنے کی فضیلت

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ہر دن ایک ہزار مرتبہ درود پڑھے گا، اس وقت تک نہ مرے گا جب تک کہ جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے گا۔

(الترغیب جلد۲، القول البدیع)

فائدہ...... کوئی سا بھی درود پاک پڑھنے کی فضیلت ہے، اگر مختصر پڑھنا چاہے تو صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ یا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پڑھے تب بھی ہو جائے گا۔

جمعہ کے دن درود کی فضیلت اور اس کا حکم

حضرت ابوامامہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر درود جمعہ کے دن خوب کثرت سے پڑھا کرو۔ ہماری امت کا درود ہر جمعہ کو مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ جس کا درود تم میں سے زائد ہوگا۔ میرے نزدیک اس کا مرتبہ سب سے زائد ہوگا۔ (جلد الافہام، الترغیب)

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کا حکم

حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ یہ یوم مشہور ہے۔ اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور تم میں سے جو مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔ حضرت ابو درداءؓ نے پوچھا موت کے بعد بھی آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ (الترغیب جلد۲)

حضرت اوس بن اوسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے دنوں میں افضل ترین دن جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ اسی دن ان کا انتقال ہوا اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن اٹھائے جائیں گے اس دن تم کثرت سے درود پڑھو تمہارا درود ہمارے اوپر پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت صحابہ کرامؓ نے کہا ہمارا درود آپ ﷺ پر کس طرح پیش کیا جائے گا کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ (جلاء الافہام) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرت سے درود پڑھا کرو۔ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا خدائے پاک اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں گے۔

جمعہ کے درود کا ثواب ستر (۷۰) گنا زائد

خیال رہے کہ جمعہ کے درود کی بڑی فضیلت وتاکید ہے جمعہ کے دن درود پاک کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ یعنی اور دنوں کے مقابلہ میں اس کا ثواب ستر گناہ ہو جاتا ہے۔ (فضائل درود)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

حضرت حسنؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ (جلاء الافہام)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا مجھ پر درود جمعہ کے دن کثرت سے پڑھا کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے (یعنی خاص اہتمام سے پیش کیا جاتا ہے ورنہ تو ہر دن کا درود آپ ﷺ کے پاس پہنچتا ہے)۔ (جلاء الافہام)

حضرات صحابہ کرامؓ کا جمعہ کے دن کثرت درود کا معمول

حضرات صحابہ کرامؓ جمعہ کے دن کثرت درود کو مستحب سمجھتے تھے یعنی جمعہ کے دن درود پاک کا اہتمام فرماتے تھے۔ (جلاء الافہام)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

جمعہ کی فضیلت اور درود کی تاکید

حضرت اوس بن اوسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے دنوں میں افضل ترین دن جمعہ کا ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ اسی دن وصال ہوا۔ اسی دن صور پھونکا جائے گا۔ اسی دن اٹھائے جائیں گے پس اس دن خوب مجھ پر درود پڑھو۔ تمہارا درود ہم پر پیش کیا جائے گا۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارا درود آپ ﷺ پر موت کے بعد کس طرح پیش کیا جائے گا کہ آپ ﷺ کا (جسم مبارک) بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خداعزّ وجلّ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ (الترغیب جلد ۲)

فائدہ...... علامہ سخاویؒ کہتے ہیں جمعہ کے دن درود شریف کی فضیلت حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت اوس بن اوسؓ، حضرت ابوامامہؓ، حضرت ابودرداءؓ، حضرت ابو مسعودؓ، حضرت عمرؓ ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ وغیرہ حضرات سے نقل کی گئی ہے۔ حافظ ابن قیمؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف کی زیادہ فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور رسول اکرم ﷺ کی ذات اطہر سارے مخلوق کی سردار ہے۔ (فضائل درود) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن اپنے نبی پاک ﷺ پر

خوب کثرت سے درود پڑھا کرو۔ اس لئے کہ وہ ہر جمعہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے مرفوعاً منقول ہے کہ جمعہ کے دن خوب کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کہ وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (سنن سعید بن منصور، القول البدیع)

جمعہ کے درود کے لئے ایک خاص فرشتہ مقرر

حضرت یزید رقاشیؒ کہتے ہیں جمعہ کے دن کے لئے ایک خاص فرشتہ مقرر ہے جو شخص اس دن درود پڑھتا ہے وہ اسے رسول پاک ﷺ کے پاس لے جاتا ہے اور کہتا ہے آپ ﷺ کی امت کے فلاں شخص نے یہ درود پیش کیا ہے۔ (جلاء الافہام، القول البدیع)

حضرت ابن شہاب زہریؒ سے مرسلاً مرفوعاً منقول ہے کہ جمعہ کی روشن رات اور روشن دن میں کثرت سے مجھ پر درود پڑھو۔ وہ مجھے پیش کیا جاتا ہے اور زمین حضرات انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی۔ مٹی تمام بنی آدم کو کھالیتی ہے صرف ریڑھ کی ہڈی چھوڑ دیتی ہے۔ حضرت ایوب سختیانیؒ نے کہا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جمعہ کے دن درود پہنچانے کے لئے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو درود کو اہتمام سے آپ کو پہنچاتا ہے۔ (القول البدیع)

جمعہ کے دن درود قضائے حاجات کا باعث

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے زیادہ مجھ پر قیامت کے دن وہ شخص قریب ہوگا جو مجھ پر ہر موقع پر کثرت سے درود پڑھنے والا ہوگا۔ جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی رات میں درود پڑھے گا اللہ پاک اس کی سو حاجتیں پوری کرے گا ۷۰ تو آخرت کی اور ۳۰ دنیا کی ہوں گی۔ پھر اللہ پاک ایک فرشتہ مقرر فرما دے گا۔ وہ میری قبر میں (اس کے درود کو) اس طرح (اہتمام سے) پیش کرے گا جس طرح تم تحائف پیش کرتے ہو۔ وہ فرشتہ اس کے نسب اور قبیلہ کے ساتھ تعارف کراتے ہوئے مجھے خبر دے گا۔ میں اسے اپنے روشن صحیفہ میں درج کرلوں گا۔ (بیہقی جلد ۳، القول البدیع)

جمعہ کے درود سے شفاعت اور شہادت

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر جمعہ کے دن درود پاک (بکثرت) پڑھے گا۔ قیامت کے دن اسے میری شفاعت نصیب ہوگی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو۔ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ جمعہ کی شب میں اور جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھو۔ جو ایسا کرے گا میں اس کے لئے شہادت دوں گا اور قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔ (بیہقی، القول البدیع)

جمعہ کے دن حضرات ملائکہ کا خاص اہتمام

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا۔ یہ زمین پر جمعہ کی رات اور دن کے علاوہ نہیں اترتے۔ ان کے ہاتھوں میں سونے کا قلم چاندی کی دوات نور کا کاغذ رہتا ہے۔ جس سے صرف وہ اس دن کو درود لکھتے ہیں۔ (القول البدیع)

شب جمعہ میں درود شریف کے فضائل

حضرت علیؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر سو دفعہ درود شریف پڑھتا ہے وہ قیامت کے دن ایسی مشعل نور کے ساتھ آئے گا کہ اگر وہ نور تمام خلائق کو تقسیم کر دیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگو! مجھ پر جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن اکثر درود پڑھا کرو کیونکہ تمام دنوں میں تمہارے درود فرشتے مجھے پہنچاتے ہیں مگر جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن کی خصوصیت یہ ہے کہ ان وقتوں میں اپنے درود کو خود اپنے کانوں سے ان لوگوں سے سنتا ہوں جو مجھ پر درود پڑھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ سے بھی حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ میرے اوپر روشن رات (یعنی جمعہ کی رات) اور روشن دن (یعنی جمعہ کے دن) میں کثرت

سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ جب تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے تو میں تمہارے لئے دعا واستغفار کرتا ہوں۔ (فضائل درود)

ف ...... اکثر احادیث میں جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے پر سرکار کی خدمت میں فرشتوں کے ذریعہ پیش ہونا مذکور ہے۔ جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کی فضیلت حضرت ابوہریرہؓ حضرت انسؓ اوس بن اوسؓ ابوداؤد ابن مسعودؓ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ سے نقل کی گئی ہے جن کی روایت علامہ سخاوی نے نقل کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جوشخص مجھ پر سومرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہ اس کی پیشانی پر ''براءۃ من النفاق وبراءۃ من النار لکھ دیتے ہیں (یعنی یہ شخص نفاق سے بھی بری ہے اور جہنم سے بھی بری ہے) اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا حشر شہیدوں کے ساتھ فرمائیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے جو مجھ پر سو (۱۰۰) مرتبہ درود شریف بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر ہزار دفعہ درود بھیجیں گے اور جو عشق وشوق میں اس پر زیاتی کرے گا میں قیامت کے دن اس کے لئے سفارش اور گواہ ہوں گا۔ ایک جگہ حضرت انسؓ کی حدیث سے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جوشخص مجھ پر جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں درود بھیجے گا اللہ جل شانہ، اس کی سو حاجتیں پوری کرتے ہیں اور اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو اس کو میری قبر میں مجھ تک اسی طرح پہنچاتا ہے جیسے تم لوگوں کے پاس ہدایا (تحفہ) بھیجے جاتے ہیں۔ (فضائل درود)

شب جمعہ میں درود کی فضیلت اور تاکید

حضرت عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کی روشن رات میں اور روشن دن میں کثرت سے درود پڑھا کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے میں تمہارے لئے دعا کروں گا استغفار چاہوں گا۔ (ابن بشکوالؒ، القول البدیع)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اپنے نبی پر شب جمعہ اور روز جمعہ میں کثرت سے درود پڑھا کرو۔ (بیہقی فی الشعب جلد۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ شب جمعہ کو مجھ پر کثرت سے درود پڑھو۔ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ یعنی شب جمعہ کا درود خصوصی اہتمام کے ساتھ ملائکہ پیش کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں مجھ پر خوب کثرت سے درود پڑھا کرو۔ جو ایسا کرے گا میں قیامت کے دن شہادت دوں گا اور شفاعت کروں گا۔

(القول البدیع)

جمعرات کی شام سے ہی درود کا اہتمام

حضرت جعفر صادق ؒ سے نقل ہے کہ جب جمعرات کے دن عصر کا وقت ہوتا ہے تو اللہ پاک آسمان سے ملائکہ کو نازل فرماتے ہیں جن کے پاس چاندی کے صحیفے سونے کا قلم ہوتا ہے جو شخص جمعہ کی شب سے لے کر جمعہ کی غروب شمس تک درود پڑھتا ہے اسے وہ لکھ لیتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب، القول البدیع)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب جمعرات کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو نازل فرماتے ہیں جن کے پاس چاندی کے رجسٹر سونے کا قلم ہوتا ہے، جمعرات اور جمعہ کی شب کو جو بکثرت درود پڑھتا ہے اسے لکھ لیتے ہیں۔ (حوالہ بالا)

فائدہ...... جمعہ کے دن اور اس کی رات میں درود کی بڑی فضیلت ہے اس کا اہتمام جمعرات سے شروع ہو جاتا ہے شب جمعہ اور یوم جمعہ کا درود مخصوص ملائکہ لکھنے کے لئے نازل ہوتے ہیں اور جمعہ کے دن کا درود خاص اہتمام کے ساتھ آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے۔

یوم جمعہ کے بعض اہم درود

اسّی (۸۰) سال کے گناہ معاف

دارقطنی کی ایک روایت میں نبی پاک ﷺ کا ارشاد پاک نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر ۸۰ مرتبہ درود شریف پڑھے گا اس کے ۸۰ سال کے گناہ معاف کئے

جائیں گے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! درود کس طرح پڑھی جائے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ نَبِیِّکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

درود شب جمعہ

حضرت امام شافعیؒ کو انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور مغفرت کی وجہ پوچھی انہوں نے فرمایا کہ یہ پانچ درود شریف جمعہ کی رات کو میں پڑھا کرتا تھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَآ اَمَرْتَ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ اَنْ یُّصَلّٰی عَلَیْہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا یَنْبَغِیْ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ ο (فضائل درود)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سات جمعہ کو سات دفعہ پڑھنے کی فضیلت

ایک حدیث مبارکہ میں نقل کیا گیا ہے جو شخص سات جمعوں تک ہر جمعہ کو سات مرتبہ اس درود پڑھے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضًی وَّ لِحَقِّہٖ اَدَاءً وَّ اَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاجْزِہٖ عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَاجْزِہٖ عَنَّا مِنْ اَفْضَلِ مَا جَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ من النَّبِیِّیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ο (القول البدیع، فضائل درود شریف)

جمعہ کے دن عصر کے بعد درود کی فضیلت

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک حدیث مبارکہ میں نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے ۸۰ مرتبہ یہ درود شریف پڑھے تو اس کے ۸۰ سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسّی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا

جائے گا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا o

حضرت سہل بن عبداللہؒ کی روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کے بعد یہ درود شریف اسّی (۸۰) مرتبہ پڑھے گا اس کے اسّی (۸۰) سال کے گناہ معاف ہوں گے۔

(القول البدیع)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلِّمْ o

فائدہ...... اس دوسری حدیث مبارکہ میں اسی جگہ بیٹھ کر جس جگہ نماز پڑھی ہے قید نہیں۔ اس حدیث کے اطلاق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اگر کسی وجہ سے متصلاً اسی وقت اس جگہ نہ پڑھ سکے تو مغرب سے قبل جب بھی جہاں بھی موقع ملے ۸۰ مرتبہ یہ درود شریف پڑھ لے گا تو اس فضیلت کا حامل اور حاصل کرنے والا ہو جائے گا۔

جمعہ کے دن سو (۱۰۰) مرتبہ درود کی فضیلت

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جو جمعہ کے دن ۱۰۰ مرتبہ درود پڑھے گا۔ وہ قیامت کے دن اس نور کے ساتھ آئے گا کہ اس کا نور تمام مخلوق کو تقسیم کر دیا جائے تو کافی ہو جائے گا۔ (ابونعیم، القول البدیع)

فائدہ...... جمعہ کے دن کسی بھی وقت پڑھ لے۔ فجر کے بعد یا جمعہ کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو جمعہ کے دن مجھ پر ۱۰۰ مرتبہ درود پڑھے گا اللہ پاک اس کے ۸۰ سال کے گناہ معاف کر دیں گے۔ علامہ سخاویؒ نے اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس سند کے بعض راوی نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو اس حدیث مبارکہ کی صحت کے متعلق معلوم کیا تو آپ ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ (القول البدیع)

آپ ﷺ کی جانب سے سلام مبارک کا تحفہ

حضرت ابن عبداللہ المکیؒ نے بیان کیا کہ میں نے ابوالفضل القومانیؒ سے سنا ہے کہ خراسان سے ایک شخص آیا۔ اس نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول پاک ﷺ کی زیارت کی

اس وقت میں مسجد نبوی میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم ہمدان جاؤ تو ابوالفضل بن زیرک ؒ کو میرا اسلام پہنچا دینا۔ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کس وجہ سے، آپ ﷺ نے فرمایا چونکہ وہ ہر جمعہ کو مجھ پر ۱۰۰ مرتبہ یا اس سے زائد یہ درود پڑھتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ جَزَی اللّٰہُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ ○ (القول البدیع)

جمعہ کے دن ۸۰ مرتبہ درود کی فضیلت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر درود پل صراط پر نور کا باعث ہے۔ جو شخص جمعہ کے دن ۸۰ مرتبہ درود پڑھے گا اس کے ۸۰ سال کے گناہ معاف ہوں گے۔ (ابن شاہین۔ ابوالشیخ۔ القول)

دار قطنی کی ایک روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن ۸۰ مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا خدائے پاک اس کے ۸۰ سال کے گناہ معاف فرمائیں گے پوچھا گیا کس طرح پیش کیا جائے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح کہو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَنَبِیِّکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ. (القول البدیع)

فائدہ...... خیال رہے کہ ایک روایت میں اسّی (۸۰) سال کی فضیلت عصر کے بعد پڑھنے پر بھی ہے اسی روایت میں جمعہ کے دن پر فضیلت ہے عصر کے بعد کوئی قید نہیں دونوں روایتیں الگ الگ ہیں۔

جمعہ کے دن ایک ہزار درود کی فضیلت

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو جمعہ کے دن ایک ہزار درود پڑھا کرے گا وہ جب تک اپنا ٹھکانہ جنت میں نہ دکھ لے گا اس وقت تک اسے موت نہ آئے گی۔ (الترغیب، ابن شاہین)

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے زید ابن وہب ؒ سے کہا کہ دیکھو جمعہ

کے دن ایک ہزار مرتبہ درود پڑھنے کو نہ چھوڑنا یہ درود پڑھا کرو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ○ (جلاء الافہام، القول البدیع)

دنیا میں آزادی جہنم کا پروانہ

خلاد بن کثیرؒ پر جب نزع کا وقت آیا تو ان کے سرہانے ایک پرچہ ملا۔ جس میں لکھا تھا کہ یہ خلاد بن کثیرؒ کا جہنم سے آزادی کا پروانہ ہے لوگوں نے اس کے اہل خانہ سے پوچھا اس کا کیا عمل تھا اہل خانہ نے کہا ہر جمعہ کو وہ ایک ہزار بار یہ درود پڑھا کرتا تھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ۔ (القول البدیع) (بحوالہ جستہ جستہ از زاد الابرار)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے رسول ﷺ پر چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے درود شریف کثرت سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

خصوصیت نمبر ۱۳

رسولِ اکرم ﷺ کو معراج کی عظیم سعادت حاصل ہوئی

قابلِ احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے تیرہویں خصوصیت پیش کی جارہی ہے، جسکا عنوان ہے "رسولِ اکرم ﷺ کو معراج کی عظیم سعادت حاصل ہوئی" اور اس وقت جبکہ میں اس خصوصیت کو ترتیب دے رہا ہوں، دیگر خصوصیات کی طرح عین روضۂ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھا ہوں، جی ہاں صاحبِ خصوصیت عین میرے سامنے اپنے مقدس روضۂ مبارک میں آرام فرما ہیں اور میں انکی اس عظیم خصوصیت سے متعلق لکھ رہا ہوں، اس وقت میرے دل کی کیفیت کیا ہے؟...... میرے قلم میں اتنی طاقت نہیں کہ یہ میری اس کیفیت کو صفحہ قرطاس پر سمو سکے۔

یقیناً ہمارے پیارے آقا ﷺ اور پیارے رسول ﷺ کائنات کے سب سے بڑے انسان ہیں، ان سے محبت کرنا ہمارے ایمان کا حصہ اور ہماری سربلندی کا ذریعہ ہے، بے شک اپنے نبی کی محبت ہی سے ہم جنت میں جاسکیں گے، اور اگر کسی کا دل رسولِ اکرم ﷺ کی محبت سے خالی ہوگا تو اس کے لئے جنت میں داخلہ ممکن نہیں۔

بہر حال محترم قارئین! ہمارے نبی ﷺ کی خصوصیات میں سے معراج کی خصوصیت بڑی عظیم خصوصیت ہے، دیگر انبیاء کرام ؑ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف سعادتوں سے نوازا لیکن معراج جیسی عظیم سعادت کسی نبی کو حاصل نہ ہوئی، بے شک رب تعالیٰ نے صرف اور صرف اپنے سب سے محبوب نبی ﷺ کو اپنے پاس بلایا اور وہ مشاہدات کرائے جو کسی اور نبی کو نہیں کرائے گئے، جیسا کہ آپ آنے والے اوراق میں تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں گے، جیسا کہ

میں نے شروع میں بھی عرض کیا کہ الحمدللہ اس خصوصیت کی فائنل ترتیب میں نے روضہ اقدس کے سامنے بیٹھ کر کی ہے کہ شاید روزِ قیامت یہی میری ایک کاوش حضور ﷺ کی شفاعت ملنے کا ذریعہ اور سبب بن جائے، صرف اور صرف اسی جذبے کے تحت یہ قلم ہے کہ چلتا چلا جارہا ہے، اگرچہ لوگوں کے اژدھام کی وجہ سے، اور دربانوں کے بار بار منع کرنے کی وجہ سے کچھ مشکلات کا سامنا ہے، لیکن اپنے کریم اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ جہاں اس نے نصف سے زائد کام عین روضہ رسول کے سامنے بیٹھ کر کرنے کی توفیق عطا فرمائی، وہ اللہ مزید کام بھی میری خواہش کے مطابق روضہ رسول ﷺ کے سامنے کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا انشاء اللہ، اور دعا گو ہوں کہ یا خداوند قدوس میری اس ٹوٹی پھوٹی کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول ومنظور فرما، آمین یارب العالمین۔

تیرہویں خصوصیت کی وضاحت قرآن وحدیث کی روشنی میں

جب اسلام کی سخت اور پُر خطر زندگی کا باب ختم ہونے کو تھا اور ہجرت کے بعد سے اطمینان وسکون کے ایک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا تو وہ شب مبارک آئی اور اس شب مبارک میں وہ ساعتِ ہمایوں آئی، جو دیوانِ قضا میں سرورِ عالم ﷺ کی سیر ملکوت کے لئے مقرر تھی اور جس میں پیشِ گاہ ربانی سے احکام خاص کا اجراء اور نفاذ عمل میں آنے والا تھا۔ رضوانِ جنت کو حکم ہوا کہ آج مہمان سرائے غیب کو نئے ساز و برگ سے آراستہ کیا جائے کہ شاہدِ عالم آج یہاں مہمان بن کر آئے گا۔ روح الامین کو فرمان پہنچا کہ وہ سواری جو بجلی سے زیادہ تیز گام اور روشنی سے زیادہ سبک خرام ہے اور جو خطۂ لاہوت کے مسافروں کے لئے مخصوص ہے حرم ابراہیم (کعبہ) میں لے کر حاضر ہو۔ کارکنانِ عناصر کو حکم ہوا کہ مملکت آب وخاک کے تمام مادی احکام وقوانین تھوڑی دیر کے لئے معطل کر دیئے جائیں اور زمان و مکان، سفر واوقات، رویت وسماعت، تخاطب وکلام کی تمام طبعی پابندیاں اٹھا دی جائیں۔ کہ اب کائنات کے امام اور پیغمبر کو معراج کی عظیم خصوصیت سے نوازا جارہا ہے۔

قارئین یاد رکھیں کہ معراج رسول اکرم ﷺ ان خصوصیات میں سے ہے۔ جس میں اور کوئی نبی ورسول حضور ﷺ کا سہیم نہیں۔

لفظ معراج کا مادہ ''عروج'' ہے۔ چونکہ احادیث میں الفاظ عُرِجَ لِیْ استعمال فرمائے گئے تھے۔ لہٰذا اس واقعہ مبارکہ کے لئے لفظ ''معراج'' خاص ہو گیا۔

لفظ معراج کے معنی زینہ بھی ہیں، چونکہ عروج وارتقاء منزل بہ منزل ہوا تھا۔ لہٰذا واقعہ باطنی کے لئے یہ تشبیہہ ظاہری بھی خوب ہے۔ اب ذیل میں قرآن وحدیث مبارکہ کی روشنی میں تفصیل سے واقعہ معراج کو بیان کیا جاتا ہے ملاحظہ کیجئے۔

معراج کی وضاحت قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن مجید میں اجمالی طور پر معراج کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ۔

سُبْحٰنَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْأَقْصَی الَّذِی بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْر o

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرایا جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی آیات دکھائیں، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا، اور جاننے والا ہے''۔

یہ سورت الاسراء کی پہلی آیت مبارکہ ہے، اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک رات رسول اکرم ﷺ کو مسجد حرام سے کر مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی اور سورۃ النجم کی آیت **عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی . عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی . اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی . مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی o لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی o** میں اس کی تصریح ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عالم بالا میں اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی آیات نشانیاں ملاحظہ فرمائیں۔

معراج شریف کا واقعہ تقریباً پچیس صحابہ کرامؓ سے مروی ہے جن میں حضرت انس

بن مالک حضرت ابوذر غفاری، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت بریدہ اسلمی، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوسعد خدری، حضرت شداد بن اوس، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوہریرہ، حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں۔ معراج شریف کا عظیم واقعہ جو رسول اکرم ﷺ کے عظیم معجزات میں سے ہے۔ کس سن میں پیش آیا اس بارے میں اصحابِ سیر کے متعدد اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ بعثت کے بعد سال گزر جانے کے معراج کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ حضرت ابن شہاب زہریؒ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے سے ایک سال پہلے معراج ہوئی۔ اور یہ سب اقوال حافظ کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ ج ۳ میں لکھے ہیں۔ شارح بخاری علامہ کرمانیؒ نے اور شارح مسلم علامہ نوویؒ نے ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ بعثت کے پانچویں سال معراج ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سورۃ الاسراء میں مسجد اقصیٰ تک سفر کرانے کا ذکر ہے، اور احادیث شریفہ میں آسمانوں پر جانے بلکہ سدرۃ المنتہیٰ بلکہ اس سے بھی اوپر تشریف لے جانے کا ذکر ہے۔ اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان سے اوپر تک سیر کرائی پھر اسی رات میں واپس مکہ معظمہ پہنچا دیا اور یہ آنا جانا سب حالتِ بیداری میں تھا اور جسم اور روح دونوں کے ساتھ تھا۔

حدیث شریف کی کتابوں میں واقعہ معراج تفصیل سے مذکور ہے، معراج کو اسراء بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ فرمایا ہے اور احادیث شریفہ میں آسمانوں پر تشریف لے جانے کے بارے میں ثم عرج بی فرمایا ہے، اس لئے مقدس واقعہ کو اسراء اور معراج دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، ہم پہلے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات نقل کرتے ہیں، ان میں سے پہلے صحیح مسلم کی روایت لی ہے کیونکہ اس میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچنے کا، اور پھر عالم بالا میں تشریف لے جانے کا ذکر ہے، صحیح بخاری کی کسی روایت میں ہمیں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچنے کا ذکر نہیں ملا، اس لئے

بخاری کی روایت کو بعد میں ذکر کیا ہے۔

معراج کی رات بُراق پر سوار کر بیت المقدس کا سفر

صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایک براق لایا گیا جو لمبا سفید رنگ کا چوپایہ تھا' اس کا قد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں تک اس کی نظر پڑتی تھی میں اس پر سوار ہوا یہاں تک کہ میں بیت المقدس تک پہنچ گیا' میں نے اس براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا' جس سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام باندھا کرتے تھے' پھر میں مسجد سے باہر آیا تو جبرئیل میرے پاس ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ لے کر آئے' میں نے دودھ کو لے لیا' اس پر جبرئیلؑ نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کرلیا۔

پھر ہمیں آسمان کی طرف لے جایا گیا' پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یحیٰ علیہ السلام اور تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام اور چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام اور پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور سب نے مرحبا کہا اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ان کے بارے میں بتایا کہ وہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما تھے، اور یہ بھی بتایا کہ البیت المعمور میں روزانہ ستّر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ اس میں لوٹ کر نہیں آتے پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، اچانک دیکھتا ہوں کہ اس کے پتے اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے ہاتھی کے کان ہوں اور اس کے پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے مٹکے ہوں، جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈھانکنے والی چیزوں نے ڈھانک لیا تو اس کا حال بدل گیا، اللہ کی کسی بھی مخلوق میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے حُسن کو بیان کر سکے۔ اس وقت مجھ پر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی وحی فرمائی جن کی وحی اس وقت فرمائی تھی، اور مجھ پر رات دن میں روزانہ پچاس نمازیں پڑھنا فرض کیا گیا۔ میں واپس اترا اور موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو انہوں نے

دریافت کیا، آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا پچاس نمازیں فرض فرمائی ہیں، انہوں نے کہا کہ واپس جایئے اپنے رب سے تخفیف کا سوال کیجئے کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھ سکتی، میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں اپنے رب کی طرف واپس لوٹا، اور عرض کیا اے میرے رب! میری امت پر تخفیف فرما دیجئے، چنانچہ پانچ نمازیں کم فرما دیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور میں نے بتایا کہ پانچ نمازیں کم کر دی گئی ہیں، انہوں نے کہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھ سکتی، آپ اپنے رب سے رجوع کیجئے اور تخفیف کا سوال کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بار بار واپس ہوتا رہا (کبھی موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا، کبھی بارگاہِ الٰہی میں حاضری دیتا) یہاں تک کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد ﷺ! یہ روزانہ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں، ہر نماز کے بدلہ دس ۱۰ نمازوں کا ثواب ملے گا۔ لہٰذا یہ (ثواب میں) پچاس نمازیں ہی ہیں، جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے گا، پھر اسے نہ کرے گا تو اس کے لئے محض ارادہ کی وجہ سے ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور جس نے ارادہ کرنے کے بعد عمل بھی کر لیا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور جس شخص نے کسی برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہ کیا تو کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر اپنے ارادے کے مطابق عمل کر لیا تو ایک ہی لکھا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نیچے واپس آیا، اور موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا اور انہیں یہ بات بتائی تو انہوں نے کہا کہ واپس جاؤ، اپنے رب سے تخفیف کا سوال کرو، میں نے کہا کہ میں بار بار اپنے رب کی بارگاہ میں مراجعت کرتا رہا ہوں یہاں تک کہ اب مجھے شرم آ گئی۔

صحیح مسلم ج ۱ میں بروایت حضرت ابوہریرہؓ کے یہ بھی ہے کہ میں نے اپنے آپ کو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت میں دیکھا، اسی اثناء میں نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ان کی امامت کی، جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کسی کہنے والے نے کہا کہ اے محمد ﷺ! یہ دوزخ کا داروغہ ہے اس کو سلام کیجئے، میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے خود سلام کر لیا (یہ بیت المقدس میں امامت فرمانا، آسمانوں پر تشریف لے جانے سے پہلے کا واقعہ ہے)۔

معراج کی رات حضور ﷺ کا انبیاء کرام کی امامت کرنا

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر ج ۳ میں حضرت انس مالکؓ کی روایت جو بحوالہ ابن ابی حاتم نقل کی ہے اس میں یوں ہے (ابھی بیت المقدس ہی میں تھے) کہ بہت سے لوگ جمع ہوگئے، ایک اذان دینے والے نے اذان دی، اس کے بعد ہم صفیں بنا کر کھڑے ہوگئے انتظار میں تھے کہ کون امام بنے گا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا، اور میں نے حاضرین کو نماز پڑھا دی، جب میں نماز سے فارغ ہوا تو حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ اے محمد ﷺ! آپ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پیچھے کن حضرات نے نماز پڑھی ہے میں نے کہا نہیں (جن حضرات انبیاء علیہم السلام سے پہلے ملاقات ہو چکی تھی ان کے علاوہ بھی بہت سے حضرات نے آپ کے اقتداء میں نماز پڑھی تھی اور سب سے تعارف نہیں ہوا تھا اس لئے یوں فرمادیا کہ میں ان سب کو نہیں جانتا) حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ جتنے بھی نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے ہیں ان سب نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے (اس کے بعد آسمانوں پر جانے کا تذکرہ ہے)۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی آمد پر فرشتے بھی آسمان سے نازل ہوئے اور رسول اکرم ﷺ نے حضرات انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ سب کی امامت کرائی۔ جب نماز پوری ہوگئی تو ملائکہ نے جبرائیلؑ امین سے دریافت کیا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا یہ حضرت محمد ﷺ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے کہا یہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ ملائکہ نے پوچھا کہ کیا۔ ان کے پاس بلانے کا پیغام بھیجا گیا تھا۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ ان کو زندہ سلامت رکھے بڑے اچھے بھائی اور بڑے اچھے خلیفہ ہیں یعنی ہمارے بھائی ہیں اور خدا کے خلیفہ ہیں بعد ازاں رسول اکرم ﷺ نے ارواحِ انبیاء علیہم السلام سے ملاقات فرمائی سب نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔

معراج کی رات انبیاء کی حمد وثناء

تحمید ابراہیمی علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان الفاظ میں اللہ کی حمد وثناء کی ہے۔ الحمد للہ الذی اتخذنی خلیلا و اعطانی ملکاً عظیماً و جعلنی امة قانتا یؤ تم بی انقذنی من النار وجعلها علیّ برداو سلاما.

ترجمہ:۔ حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا اور امام اور پیشوا بنایا اور آگ کو میرے حق میں بردوسلام بنایا۔

تحمید موسوی علیہ السلام

الحمدللہ الذی کلمنی تکلیما و جعل ھلاک آل فرعون ونجاۃ بنی اسرائیل علی یدی وجعل من امتی قوما یھدون بالحق وبہ یعدلون.

ترجمہ:۔ حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ سے بلا واسطہ کلام فرمایا اور قوم فرعون کی ہلاکت اور تباہی اور بنی اسرائیل کی رست گاری میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی اور میری امت میں ایسی قوم بنائی کہ جو موجب حق، ہدایت اور انصاف کرتی ہے۔

تحمید داوٗدی علیہ السلام

الحمدللہ الذی جعل لی ملکاً عظیماً وعلمنی الزبور ولے الحدید وسخر لی الجبال یُسبحن والطیر واعطانی الحکمة وفصل الخطاب.

ترجمہ:۔ حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو ملک عظیم عطا کیا اور زبور سکھائی اور لوہے کو میرے لئے نرم کیا اور پہاڑوں اور پرندوں کو میرے لئے مسخر کیا کہ میرے ساتھ تسبیح پڑھیں اور مجھ کو علم وحکمت اور تقریر دل پذیر عطا کی۔

تحمید سلیمانی علیہ السلام

الحمدلله الذی سخر لی الریاح و سخرلی الشیاطین یعملون ما شئت من محاریب و تماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیات وعلمنی منطق الطیر و اٰتانی من کل شیئی فضلا وسخرلی جنود الشیاطین والانس والطیر و فضلنے علی کثیر من عباده المومنین واتانی ملکا عظیما لاینبغی لاحد من بعدی وجعل ملکی ملکا طیبالیس فیه حساب.

ترجمہ:۔ حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے ہوااور شیاطین اور جنات کو میرے مسخر کیا میرے حکم پر چلیں اور پرندوں کی بولی مجھ کو سکھائی اور جن اور انس چرند اور پرند کا لشکر میرے لئے مسخر کیا اور ایسی سلطنت عطا کی کہ میرے بعد کسی کے لئے مناسب نہ ہوگی اور نہ مجھ سے اس پر کوئی حساب و کتاب ہوگا۔

تحمید عیسوی علیہ السلام

الحمدلله الذی جعلنی کلمة وجعل مثلی مثل اٰدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون وعلمنی الکتاب والحکمة والتورقوالانجیل وجعلنی اخلق من الطین کهیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن الله وجعلنی ابرئ الاکمه والابرص واحی الموتی باذن الله ورفعنی وظهرنی و اعاذنی وامی من الشیطان الرجیم فلم یکن للشیطان علینا سبیل.

ترجمہ:۔ حمد ہے اس ذات پاک کی کہ جس نے مجھ کو کلمہ بنایا اور حضرت آدمؑ کی طرح مجھ کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور پرندوں کے بنانے اور مُردوں کے زندہ کرنے اور کوڑھی اور مادرزاد اندھے کو اچھا کرنے کا معجزہ مجھ کو دیا اور توریت اور انجیل کا علم دیا اور مجھ کو اور میری ماں کو شیطان کے اثر سے محفوظ رکھا اور مجھ کو آسمان پر اٹھایا اور کافروں کی صحبت سے پاک کیا۔

تحمید محمدی ﷺ

الحمدلله الذی ارسلنی رحمة للعالمین و کافة للناس بشیرا و نذیرا وانزل علی الفرقان فیه بیان لکل شیٔ وجعل امتی خیر امة اخرجت للناس وجعل امتی هم الاولین والآخرین وشرح لی صدری وضع عنی وزری ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحا و خاتما.

ترجمہ:۔ حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو رحمت العالمین بنا کر بھیجا اور تمام عالم کے لئے بشیر و نذیر اور مجھ پر قرآن کریم اتارا جس میں تمام امور دینیہ کا صراحۃً یا اشارہ بیان کیا ہے اور میری امت کو بہترین امت بنایا اور میری امت کو اوّلین اور آخرین بنایا یعنی ظہور میں آخری امت اور مرتبہ میں اوّل بنایا اور میرے سینہ کو کھولا اور میرے ذکر کو بلند کیا اور مجھ کو فاتح اور خاتم بنایا یعنی وجود نطفی اور روحانی میں سب سے اوّل اور بعثت اور ظہور جسمانی میں سب سے آخری نبی بنایا۔ رسول اکرم ﷺ جب خطبۂ تحمید سے فارغ ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انبیاء علیہم السلام سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا **بهذا افضلکم محمد صلی الله علیه وسلم** یعنی انہی فضائل اور کمالات کی وجہ سے محمد ﷺ تم سب سے بڑھ گئے۔ (خصائص کبریٰ ج ۱)

جب آپ ﷺ فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے تو تین پیالے آپ ﷺ کے سامنے پیش کیئے گئے ایک پانی کا اور ایک دودھ کا ور ایک شراب کا۔ آپ ﷺ نے دودھ کا پیالا اختیار فرمایا۔ حضرت جبرائیلؑ امین نے فرمایا کہ آپ نے دین فطرت کو اختیار کیا ہے اگر آپ شراب کو اختیار کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی اور اگر آپ پانی کو اختیار کرتے تو آپ کی امت غرق ہو جاتی۔ بعض روایات میں ہے کہ شہد کا پیالا بھی پیش کیا گیا اور آپ نے اس میں سے بھی کچھ پیا غرض یہ کہ تمام روایات کے جمع کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چار پیالے پیش کئے گئے تفصیل کے لئے زرقانی کی مراجعت کی جائے۔

(بحوالہ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

معراج سے متعلق صحیح بخاری میں تفصیل

صحیح بخاری میں واقعۂ معراج بروایت حضرت انس بن مالکؓ متعدد جگہ مروی ہے کہیں حضرت انسؓ نے بواسطہ حضرت ابوذرؓ اور کہیں بواسطہ حضرت مالک بن صعصعہ انصاریؓ بیان کیا ہے۔

حضرت انسؓ نے حضرت مالک بن صعصعہؓ کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں کعبہ شریف کے قریب اس حالت میں تھا جیسے جاگ رہا ہوں، کچھ سو رہا ہوں، میرے پاس تین آدمی آئے میرے پاس سونے کا طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے پُر تھا، میرا سینہ چاک کیا گیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا گیا، پھر اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا اور میرے پاس ایک سفید چوپایا لایا گیا وہ قد میں خچر سے کم تھا اور گدھے سے اونچا تھا یہ چوپایا براق تھا۔

میں حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ روانہ ہوا یہاں تک کہ قریب والے آسمان تک پہنچ گیا، حضرت جبرائیلؑ نے آسمان کے خازن سے کہا کہ کھولئے اس نے سوال کیا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں، حضرت جبرائیلؑ نے جواب میں فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ، اس نے دریافت کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ حضرت جبرائیلؑ نے جواب دیا کہ ہاں انہیں بلایا گیا ہے! اس پر اس نے مرحبا کہا، اور دروازہ کھول دیا گیا اور کہا گیا کہ ان کا آنا بہت اچھا آنا ہے، ہم اوپر پہنچے تو وہاں حضرت آدم علیہ السلام کو پایا میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے فرمایا کہ مرحبا من ابن و نبی (بیٹے اور نبی کے لئے مرحبا ہے) پھر ہم دوسرے آسمان تک پہنچے، وہاں بھی حضرت جبرائیلؑ سے اس طرح کا سوال جواب ہوا، جو پہلے آسمان میں داخل ہونے سے قبل کیا گیا تھا جب دروازہ کھول دیا گیا اوپر پہنچے تو وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پایا انہوں نے بھی مرحبا کہا۔ ان کے الفاظ یوں تھے مرحبا بک من أخ و نبی (مرحبا ہو بھائی کے لئے اور نبی کے لئے) پھر ہم تیسرے آسمان پر پہنچے وہاں حضرت جبرائیلؑ سے وہی سوال و جواب

ہوا جو پہلے آسمانوں میں داخل ہونے پر ہوا۔ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو پایا، میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے مرحبا بک من أخ و نبی کہا، پھر ہم چوتھے آسمان تک پہنچے، وہاں بھی حضرت جبرائیلؑ سے حسبِ سابق سوال جواب ہوا، دروازہ کھول دیا گیا تو ہم اوپر پہنچ، وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا، میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے بھی وہی کہا مرحبا بک من أخ و نبی پھر ہم پانچویں آسمان پر پہنچے تو وہاں بھی حضرت جبرائیلؑ سے حسبِ سابق سوال جواب ہوا دروازہ کھول دیا گیا تو ہم اوپر پہنچے وہاں حضرت ہارون علیہ السلام کو پایا میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے بھی مرحبا بک من أخ و نبی کہا۔ پھر ہم چھٹے آسمان تک پہنچے وہاں بھی حسبِ سابق حضرت جبرائیلؑ سے سوال جواب ہوئے جب دروازہ کھول دیا گیا تو ہم اوپر پہنچ گیا وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پایا، میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے بھی مرحبا بک من أخ و نبی کہا جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے لگے ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ایک لڑکا میرے بعد مبعوث ہوا، اس کی امت کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے، جو میری امت کے داخل ہونے والوں سے افضل ہوں گے دوسری روایت میں ہے کہ اس کی امت کے داخل ہونے والے میری امت سے زیادہ ہوں گے، پھر ہم ساتویں آسمان پر پہنچے وہاں بھی حضرت جبرائیلؑ سے حسبِ سابق سوال جواب ہوا، جب دروازہ کھول گیا تو ہم اوپر پہنچے، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پایا میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے فرمایا مرحبا بک من ابن و نبی (مرحبا آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مرحبا بک من ابن و نبی اس لئے فرمایا کیونکہ آپ ان کی نسل میں تھے باقی حضرات نے مرحبا بک من أخ و نبی فرمایا۔

معراج میں بیت المعمور اور سدرۃ المنتہیٰ کا ملاحظہ فرمانا

اس کے بعد بیت المعمور میرے سامنے کر دیا گیا۔ میں نے حضرت جبرائیلؑ سے

سوال کیا یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ بیت المعمور ہے اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ جو نکل کر چلے جاتے ہیں تو کبھی بھی واپس نہیں ہوتے پھر میرے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کو لایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بیر ہجر کے مٹکوں کے برابر ہیں اور اس پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں چار نہریں نظر آئیں، دو باطنی نہریں اور ظاہری نہریں۔ میں نے حضرت جبرائیلؑ سے دریافت کیا انہوں نے بتایا کہ باطنی دو نہریں جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری دو نہریں فرات اور نیل ہیں (فرات عراق میں اور نیل مصر میں ہے)۔

معراج کی رات پچاس نمازوں کا فرض ہونا

اس کے بعد مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، میں واپس آیا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا، انہوں نے دریافت فرمایا (کہ اپنی امت کے لئے) آپ نے کیا کیا؟ میں نے کہا کہ مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں لوگوں کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں، بنی اسرائیل کے ساتھ میں نے بڑی محنت کی ہے (وہ لوگ مفروضہ نمازیں کا اہتمام نہ کر سکے) بلاشبہ آپ کی امت کو اتنی نمازیں پڑھنے کی طاقت نہ ہوگی، جایئے اپنے رب سے تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں واپس لوٹا اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کا سوال کیا، تو اللہ تعالیٰ نے چالیس نمازیں باقی رکھیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی بات کہی، میں نے پھر اللہ تعالیٰ سے تخفیف کا سوال کیا تو تیس (۳۰) نمازیں باقی رہ گئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر توجہ دلائی تو تخفیف کا سوال کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیس نمازیں کر دی گئیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی طرح کی بات کہی تو درخواست کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس نمازیں کر دی گئیں، میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی، میرے درخواست کرنے پر اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں باقی رہنے دیں، میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں پھر وہی بات

کہی، میں نے کہا میں نے تسلیم کرلیا (اب درخواست نہیں کرتا) اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندادی گئی کہ میں نے اپنے فریضہ کا حکم باقی رکھا اور اپنے بندوں سے تخفیف کردی اور میں ایک نیکی کے بدلہ دس نیکی دیتا ہوں لہٰذا ادا کرنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہی رہیں)۔

یہ روایت صحیح بخاری میں صفحہ ۴۵۵ پر ہے اور صحیح بخاری میں صفحہ ۴۷۱ پر حضرت انسؓ سے بواسطہ حضرت ابوذرؓ جو معراج کا واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مرحبا کہنے کے تذکرہ کے بعد یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر مجھے حضرت جبرائیلؑ اوپر لے کر چڑھے یہاں تک کہ میں ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں قلموں کے لکھنے کی آوازیں آرہی تھیں (فرشتے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافذ فرمودہ فیصلے لکھ رہے تھے یا جو کچھ لوحِ محفوظ سے نقل کررہے تھے یہ ان کے لکھنے کی آوازیں تھیں)۔ اس کے بعد پچاس نمازیں فرض ہونے اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توجہ دلانے اور بارگاہِ الٰہی میں بار بار سوال کرنے پر تاریخ باقی رہ جانے کا ذکر ہے اور اس کے اخیر میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''**لا یبدل القول لدی**'' کہ میرے پاس بات نہیں بدلی جاتی (پچاس نمازیں فرض کردیں تو پچاس ہی کا ثواب ملے گا) اور سدرۃ المنتہیٰ کے بارے میں فرمایا کہ اسے رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا جنہیں میں نہیں جانتا، پھر میں جنت میں داخل کردیا گیا، وہاں دیکھتا ہوں کہ موتیوں کے گنبد ہیں اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔

صفحہ ۵۴۸ پر بھی حضرت امام بخاریؒ نے حدیثِ معراج ذکر کی ہے، وہاں بھی حضرت انسؓ سے بواسطہ حضرت مالک بن صعصعہ انصاریؓ روایت کی ہے اس میں البیت المعمور کے ذکر کے بعد یوں ہے کہ پھر میرے پاس ایک برتن شراب اور اور ایک برتن میں دودھ اور ایک برتن میں شہد لایا گیا میں نے دودھ پی لیا جس پر حضرت جبرائیلؑ نے کہا یہی وہ فطرت ہے یعنی دینِ اسلام ہے جس پر آپ کی امت ہے، اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب پانچ نمازیں رہ گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مزید تخفیف کرانے کے لئے کہا تو

آپ نے فرمایا کہ سألت ربی حتی استحییت ولکنی أرضی وأسلم (میں نے اپنے رب سے یہاں تک سوال کیا کہ شرما گیا اب تو میں راضی ہوتا ہوں تسلیم کرتا ہوں)۔

(بخاری شریف)

معراج کی رات نمازوں کے علاوہ دیگر دو انعام کا ملنا

ان احکامات، بشارت اور نمازِ پنجگانہ کے علاوہ رسول اکرم ﷺ کو دو اور خاص عطیئے عنایت ہوئے۔ ایک یہ بشارت کہ امتِ محمدیہ ﷺ میں جو شرک کا مرتکب نہ ہوگا، دامنِ مغفرت کے سایہ میں اُس کو پناہ مل سکے گی۔ دوسرے سورہ بقرہ کا اختتامی رکوع اسی بارگاہ میں فرمانِ خاص کے طور پر مرحمت ہوا۔ اس رکوع میں سب سے پہلی مرتبہ ایمان کی تکمیل کے اصول اور عفو ومغفرت کے سبق انسانوں کو سکھائے گئے ہیں۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ پہلے عطیہ کی بشارت بھی درحقیقت انہی آیات میں مذکور ہے۔

امَنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنزِلَ اِلَيهِ مِنْ رَّبِّهٖ والمُؤمِنُون . كُلٌّ امَنَ باللهِ وملئكتهٖ وكُتُبِهٖ ورُسُلِهٖ .لا نُفَرِّقُ بَينَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ .وقالُوا سَمِعْنا واَطَعنا غُفرانَكَ رَبَّنَا واِلَيكَ المَصِير .لا يُكَلِّفُ اللهُ نَفساً اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وعَلَيهَا مَااكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لا تُؤَاخِذنآ اِنْ نَّسِينآ اَوْ أَخطأْنا ربَّنا وَلا تَحمِلْ عَلَينا اِصرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبلِنَا . ربّنَا وَلا تُحَمِّلنا مَالا طَاقَةَ لنَا بهٖ وَاعْفُ عَنّا واغْفِرلَنا وارْحَمنَا أنتَ مَوْلانا فَانصُرنَا عَلَى القَومِ الْكٰفِرِينَ .

''پیغمبر اُس پر ایمان لایا جو اُس پر اترا اور تمام مسلمان بھی اُس پر ایمان لائے، یہ سب کے سب خدا پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اور کہتے ہیں کہ ہم خدا کے پیغمبروں میں یہ تفریق نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے خدا کے احکام کو سُنا اور ان کی اطاعت کی تو اے پروردگار! مجھ کو بخشش فرما اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے، خدا کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ

نہیں ڈالتا جس نے اچھے کام کئے اور اپنے ہی لئے کئے اور بُرے کام کئے تو اس کا نقصان بھی وہی اٹھائے گا، اے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں تو اس کی باز پرس ہم سے نہ کر، اے پروردگار! ہم پر اس طرح بوجھ نہ ڈال جس طرح ہم سے پہلوں پر تو نے ڈالا ہے، اے پروردگار! اور اتنا بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہم سے نہ اٹھوا، اور ہمارے قصوروں سے درگزر فرما، ہمارے قصوروں کو معاف کر اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا پروردگار ہے، تو ان لوگوں کے مقابلہ میں جو تیرے منکر ہیں ہماری مدد فرما''۔

معراج میں دیدارِ الٰہی اور کلام اور عطائے احکام

اس میں اختلاف ہے کہ رسول اکرم ﷺ شبِ معراج میں دیدارِ خداوندی سے مشرف ہوئے یا نہیں، اور اگر رویت ہوئی تو وہ رویت بصری تھی رویت قلبی تھی، یعنی سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیدار کیا۔ جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی مذہب ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے پروردگار کو سر کی آنکھوں سے دیکھا اور محققین کے نزدیک یہی قول راجح اور حق ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ رؤیت کا انکار کرتی تھیں اور حضرت ابن عباسؓ رؤیت کو ثابت کرتے تھے اور مانتے تھے، جمہور علماء نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

سورۃ النجم میں جو ثُمَّ دَنا فتَدَلّٰی اور ولقد رَاٰهُ نَزلَةً اُخرٰی ٥ عِندَ سِدْرَةِ المُنتَهٰی . آیا ہے اس کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ان میں حضرت جبرائیلؑ کا دیکھنا مراد ہے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرت جبرائیلؑ انسانی صورت میں آیا کرتے تھے سدرۃ المنتہٰی کے قریب آپ نے ان کو اصل میں اور اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے انہوں نے اُفق کو بھر دیا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بھی یہی فرماتے تھے کہ فکان قَابَ قَوسَینِ اَو اَدنٰی اور راٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الکُبرٰی سے حضرت جبرائیلؑ کا قریب ہونا اور دیکھنا مراد ہے اور

حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ اپنی کتاب سیرۃ المصطفیٰ میں لکھتے ہیں کہ۔

بعد ازاں پھر آپ کو عروج ہوا اور ایسے بلند مقام پر پہنچے کہ جہاں صریف الاقلام کو سنتے تھے۔ لکھنے کے وقت قلم کی جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو صریف الاقلام کہتے ہیں اس مقام پر قضاء وقدر کے قلم مشغول کتابت تھے۔ ملائکۃ اللہ امور الٰہیہ کی کتابت اور احکام خداوندی کی لوح محفوظ سے نقل کر رہے تھے۔

تنبیہ...... احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام صریف الاقلام سدرۃ المنتہیٰ کے بعد ہے اس لئے کہ احادیث میں مقام صریف الاقلام کا عروج سدرۃ المنتہیٰ کے لفظ ثم سے ذکر کیا گیا ہے۔ نیز سدرۃ المنتہیٰ کو اس لئے سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں کہ اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں ان کا منتہیٰ یہی مقام ہے معلوم ہوا کہ سدرۃ المنتہیٰ کے اوپر کوئی اور مقام ہے کہ جہاں سے تدابیر عالم کے متعلق احکام تکوینیہ کا نزول ہوتا ہے، وہ یہی مقام صریف الاقلام ہے گویا کہ مقام صریف الاقلام تدابیر الٰہی وتقادیر خداوندی کا بلا تشبیہ و تمثیل مرکزی دفتر اور صدر مقام ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ اور جنّت اور جہنم کے بعد رسول اکرم ﷺ کو اس مقام کا معائنہ کرایا گیا۔ نیز روایات حدیث میں نمازوں کی فرضیت اور مکالمۂ خداوندی کا ذکر صریف الاقلام کے بعد آیا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم اور مفہوم ہوتا ہے کہ مقام صریف الاقلام سدرۃ المنتہیٰ کے بعد ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

آپ ﷺ مقام صریف الاقلام سے چل کر حجابات طے کرتے ہوئے بارگاہ قدس میں پہونچے کہا جاتا ہے کہ آپ کی سواری کے لئے ایک رفرف (یعنی ایک سبز مخملی مسند) آئی اس پر سوار ہوئے اور بارگاہ دنی فتدلیٰ فکان قاب قوسین اوادنیٰ میں پہنچے۔

قاضی عیاضؒ شفاء میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دنی فتدلیٰ میں تقدیم وتاخیر اصل میں اس طرح ہے فتدلیٰ فدنا اور معنی یہ ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی سواری کے لئے شبِ معراج میں ایک رفرف اتری آپ ﷺ اس پر بیٹھ گئے پھر آپ بلند کئے گئے یہاں تک اپنے پروردگار کے قریب پہنچ گئے۔

حضرت انس بن مالکؓ کی ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ۔ ''میرے لئے آسمان کا ایک دروازہ کھولا گیا اور میں نے نور اعظم کو دیکھا اور پردہ میں سے موتیوں کی ایک رفرف (مسند) کو دیکھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے جو کلام کرنا چاہا وہ مجھ سے کلام فرمایا''۔

رسول اکرم ﷺ جب مقام دنا فتدلیٰ اور حریم قرب میں پہونچے تو بارگاہ بے نیاز میں سجدۂ نیاز بجالائے اور نور السمٰوٰت والارض کے جمال بے مثال کو حجاب کبریائی کے پیچھے سے دیکھا اور بلاواسطہ کلام خداوندی اور وحی ایزدی سے مشرف اور سرفراز ہوئے فَاَوحٰی اِلٰی عَبدِہٖ مَا اَوحٰی.

امام طبرانی اور حکیم ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے نور اعظم یعنی نور الٰہی کو دیکھا پھر اللہ نے میری طرف وحی بھیجی جو چاہی یعنی مجھ سے بلاواسطہ کلام فرمایا۔

حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے دنا فتدلیٰ اور فاوحی الیٰ عبدہ مااوحی کی تفسیر بھی ہوجاتی ہے کہ آیت میں دنو اور تدلی سے حق جل شانہٗ کا ایسا قرب خاص اور تام مراد ہے کہ جس کے ساتھ دیدار پرانوار اور مسرت التیام بھی ہو اور فأوحٰی اِلٰی عَبدِہٖ مَاأوحٰی سے بلاواسطہ مکالمہ خداوندی اور بلاواسطہ کلام اور وحی مراد ہے اس لئے کہ دیدار کے بعد بالواسطہ کلام کے کیا معنی، دیدار بلاواسطہ کے بعد کلام بلاواسطہ ہی کا ذکر مناسب اور موزوں ہے۔

الغرض رسول اکرم ﷺ دیدار خدواندی اور بلاواسطہ کلام ایزدی سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے کلام فرمایا اور پچاس نمازیں آپ ﷺ کو اس کی امت پر فرض فرمائیں۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس وقت تین عطیۂ مرحمت فرمائے۔ (۱) پانچ نمازیں (۲) اور خواتیم سورۃ بقرہ یعنی سورۂ البقرہ کی آخری آیتوں کا مضمون عطا کیا گیا جن میں اس امت پر حق تعالیٰ کی کمال رحمت اور لطف وعنایت اور تخفیف اور سہولت اور عفو اور مغفرت کافرین کے مقابلہ میں فتح اور نصرت کا مضمون ہے۔ جس کی برنگ

دُعا اس میں امت کو تعلیم و تلقین کی گئی ہے اشارہ اس طرف ہے کہ سورۂ البقرہ کے اخیر میں جو دعائیں تم کو تلقین کی گئی ہیں وہ ہم سے مانگو ہم تمہاری یہ تمام دعائیں اور درخواستیں قبول کریں گے۔

ولو لم ترد نیل ما نرجو و نطلبه من فیض جودک ما علمتنا الطلبا

اگر تیرا ارادہ ہم کو اپنے دریائے کرم سے ہمارے مطلوب عطا نہ کرنے کا نہ ہوتا تو ہم کو طلب اور استدعاء کی تعلیم بھی نہ دیتا یعنی درخواست کا مضمون ہی نہ بناتا۔ تیسرا عطیہ آپ کو یہ عطا کیا گیا کہ جو شخص آپ کی امت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانے اللہ تعالیٰ اس کے کبائر سے درگزر فرمائے گا۔ یعنی گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافروں کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہ ڈالے گا۔ کسی کو انبیاء علیہم السلام کی شفاعت سے معاف کرے گا اور کسی کو ملائکہ مکرمین کی شفاعت سے اور کسی کو اپنی خاص رحمت اور عنایت سے جس کے قلب میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا بالآخر وہ بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک طویل حدیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اثناء کلام میں رسول اکرم ﷺ سے یہ فرمایا کہ۔ آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے پروردگار نے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنا خلیل اور حبیب بنایا اور تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور تیرا سینا کھولا اور تیرا بوجھ اتارا اور تیری آواز کو بلند کیا میری توحید کے ساتھ تیری رسالت اور عبدیت کا بھی ذکر کیا جاتا ہے اور تیری امت کو خیر الامم اور امت متوسطہ اور عادلہ اور معتدلہ بنایا شرف اور فضیلت کے لحاظ سے اولین اور ظہور اور وجود کے حساب سے آخرین بنایا اور آپ کی امت میں سے کچھ لوگ ایسے بنائے کہ جن کے دل اور سینہ ہی انجیل ہونگے یعنی اللہ کا کلام ان کے سینوں اور دلوں پر لکھا ہوا ہوگا اور آپ ﷺ کو وجود نورانی اور روحانی کے اعتبار سے اول النبیین اور بعثت کے اعتبار سے آخر النبیین بنایا اور آپ کو سورۃ الفاتحہ اور خواتیم سورۃ البقرہ عطا کئے جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے اور آپ ﷺ کو حوضِ کوثر عطا کی اور آٹھ چیزیں خاص طور پر آپ کی امت کو دیں اسلام اور مسلمان کا لقب اور ہجرت اور جہاد اور نماز اور صدقہ اور

صوم رمضان اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور آپ کو فاتح اور خاتم بنایا یعنی اول الانبیاء اور آخر الانبیاء بنایا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اس مقام قرب میں حضور کو گونا گوں الطاف وعنایات سے نوازا اور طرح طرح کے بشارات سے مسرور کیا اور خاص خاص احکام و ہدایت دیئے سب سے اہم حکم یہ تھا کہ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو پچاس نمازوں کا حکم ہوا۔ رسول اکرم ﷺ یہ تمام احکام و ہدایت لے کر بصد ہزار مسرت واپس ہوئے۔ واپسی میں پہلے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ سے ملے حضرت ابراہیمؑ نے ان احکام و ہدایت اور فریضۂ نماز وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں فرمایا، بعد ازاں موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا انہوں نے دریافت کیا کہ کیا حکم ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دن رات میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کا خوب تجربہ کر چکا ہوں آپ کی امت ضعیف اور کمزور ہے وہ اس فریضہ کو انجام نہیں دے سکے گی۔ اس لئے تم اپنے پروردگار کے پاس واپس جاؤ اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کرو۔ رسول اکرم ﷺ واپس گئے اور اللہ رب العزت سے تخفیف کی درخواست کی حق تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، انہوں نے پھر یہی بات کہی۔ آپ ﷺ پھر گئے اور تخفیف کی درخواست کی مکرر سہ تخفیف کے بعد جب پانچ نمازیں رہ گئیں اور پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہی مشورہ دیا کہ جایئے اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کی جائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بار بار درخواست کی اب میں حق تعالیٰ سے شرما گیا۔ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب دے کر آگے روانہ ہوئے۔ غیب سے آواز آئی کہ یہ پانچ نمازیں ہیں مگر پچاس کے برابر ہیں یعنی ثواب میں پچاس ہیں اور میرے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ میرے علم میں اسی طرح متعین اور طے شدہ تھا کہ اصل فرض پانچ نمازیں ہیں اور پچاس سے پانچ تک یہ تدریج و ترتیب کسی مصلحت اور حکمت کی بناء پر اختیار کی گئی جیسے طبیب کے معالجہ میں ترتیب و تدریج حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اور مریض اپنی لاعلمی

کی وجہ سے اس کو تغیر وتبدل سمجھتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (بحوالہ سیرت المصطفیٰ ﷺ)

نوٹ...... دیدارِ الٰہی سے متعلق کچھ صفحات بعد اکابرین اسلام کی مزید تحقیقات انشاء اللہ تعالیٰ ہم پیش کریں گے یہاں بر سبیل تذکرہ مختصر ذکر کیا گیا ہے۔

معراج سے واپسی پر قریش کی تکذیب اور ان پر حجت قائم ہونا

بیت المقدس تک پہنچنا پھر وہاں سے آسمانوں تک تشریف لے جانا اور مکہ معظمہ تک واپس آجانا ایک ہی رات میں ہوا، واپس ہوتے ہوئے قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے ملاقات ہوئی جو شام سے واپس آرہا تھا، صبح کو جب آپ ﷺ نے معراج کا واقعہ بیان کیا تو قریش تعجب کرنے لگے اور جھٹلانے لگے اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس پہنچے ان سے کہا کہ محمد (ﷺ) بیان کررہے ہیں کہ انہوں نے رات کو اس اس طرح سفر کیا، پھر صبح ہونے سے پہلے واپس آگئے حضرت ابوبکر ؓ نے اوّل تو یوں کہا کہ تم لوگ جھوٹ بولتے ہو (انہوں نے ایسا نہیں کہا) قسم کھا کر کہا کہ واقعی وہ اپنے بارے میں یہ بیان دے رہے ہیں، اس پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کہا ان كان قاله فقد صدق کہ اگر انہوں نے یہ بیان کیا ہے تو سچ فرمایا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق سے وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا تم اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہو، انہوں نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب باتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آسمان سے آپ کے پاس خبر آتی ہے اسی وجہ ان کا لقب صدیق پڑ گیا۔ (البدایۃ والنہایۃ)

قریش مکہ تجارت کے لئے شام جایا کرتے تھے بیت المقدس انہوں نے دیکھا ہوا تھا، کہنے لگے اچھا اگر آپ رات بیت المقدس گئے تھے، اس کو دیکھا ہے، اس میں نماز پڑھی ہے، تو بتایئے بیت المقدس میں فلاں فلاں چیزیں کیسی ہیں؟ (یعنی اس کے ستون دروازوں اور دوسری چیزوں کے بارے میں سوال کرنا شروع کردیا) اس وقت آپ ﷺ حطیم میں تشریف رکھتے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کے سوال پر مجھے بڑی بے چینی ہوئی کہ اس جیسی بے چینی کبھی نہیں ہوئی تھی، میں نے بیت المقدس کو دیکھا تو تھا لیکن خوب

اچھی طرح اس کی ہر ہر چیز کو محفوظ نہیں کیا (اس کا کیا اندازہ تھا کہ ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا) لیکن اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میری طرف اس طرح اٹھا دیا کہ مجھ سے قریش مکہ جو بھی کچھ پوچھتے تھے میں ان سب کا جواب دیتا رہا۔ (صحیح مسلم)

بعض روایات میں یوں ہے فجلی الله لي بيت المقدس فطفقت أخبرهم عن اياته و أنا أنظر اليها اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لئے واضح طریقے پر روشن فرمادیا میں اسے دیکھتا رہا اور اس کی جو نشانیاں پوچھ رہے تھے وہ میں انہیں بتاتا رہا (صحیح بخاری)

تفسیر ابن کثیر ج ۳ میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے بیت المقدس کی علامات سب بتادیں تو وہ لوگ جو آپ ﷺ کی بات میں شک کرنے کی وجہ سے بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کررہے تھے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم بیت المقدس کے بارے میں صحیح بیان دیا۔

رسول اکرم ﷺ نے قریش مکہ کو یہ بھی بتایا کہ مجھے سفر میں فلاں وادی میں فلاں قبیلے کا قافلہ ملا۔ ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا، میں نے انہیں بتایا کہ تمہارا اونٹ فلاں جگہ پر ہے، یہ اس وقت کی بات ہے جب میں بیت المقدس کی طرف جارہا تھا، پھر جب میں واپس آرہا تھا تو مقامِ ضجنان میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ لوگ سورہے ہیں، ایک برتن میں پانی تھا جسے انہوں نے کسی چیز سے ڈھانک رکھا تھا میں نے اس کا ڈھکن ہٹایا اور پانی پی کر اسی طرح ڈھانک دیا جس طرح سے ڈھکا ہوا تھا (اہل عرب دودھ اور دیگر معمولی چیزوں کے بارے میں عام طور سے بے اجازت خرچ پر اعتراض نہیں کرتے تھے ایسی بلا اجازت استعمال میں لانا ان کے ہاں رواج پذیر تھا۔ اجازت عامہ کی وجہ سے صریح اجازت کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے) آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ وہ قافلہ ابھی تنعیم کی گھاٹی سے ظاہر ہونے والا ہے، ان کے آگے آگے ایک چتکبرے رنگ کا اونٹ ہے، اس کے اوپر سامان کے دو بورے ہیں، ایک سیاہ رنگ کا، اور دوسرا سفید رنگ کا ہے، یہ بات سن کر وہ لوگ جلدی جلدی تنعیم کی گھاٹی کی طرف چل دیئے، وہاں دیکھا کہ واقعی مذکورہ قافلہ آرہا ہے اور اس کے آگے وہی اونٹ ہے، جب اس قافلے پر گزرنے کی تصدیق ہوئی تو ان لوگوں نے قافلے

والوں سے پوچھا کہ تم نے کسی برتن میں پانی رکھا تھا انہوں نے کہا ہاں! ہم نے ایک برتن میں پانی ڈھانک دیا تھا، پھر دیکھا کہ وہ برتن اسی طرح ڈھانکا ہوا ہے لیکن اس میں پانی نہیں ہے پھر قافلہ والوں سے سوال کیا گیا کہ کیا تمہارا کوئی اونٹ بدک گیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! ہمارا اونٹ بدک کر چلا گیا تھا، ہم نے ایک آدمی کی آواز سُنی جو ہمیں بلا رہا تھا یہ تمہارا اونٹ ہے، یہ آواز سُن کر ہم نے اسے پکڑ لیا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے قافلہ والوں کو سلام بھی کیا تھا، اور ان میں بعض سننے والوں نے کہا یہ حضرت محمد ﷺ کی آواز ہے۔

اسی طرح ۷ھ میں رسول اکرم ﷺ نے بادشاہوں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے ہیں ان میں ایک ہرقل کے نام بھی تھا جو رومیوں کا بادشاہ تھا۔ شام اس وقت اس کے زیر نگیں تھا، وہ شام آیا ہوا تھا، ادھر حضرت دحیہ کلبیؓ آپ ﷺ کا والا نامہ لے کر شام پہنچے اور وہ بصرہ کے گورنر کو دے دیا۔ اس نے ہرقل کو پہنچا دیا، یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ قریش مکہ کا ایک قافلہ تجارت کے لئے ملک شام پہنچا ہوا تھا، ہرقل نے کہا کہ دیکھو کچھ عرب کے لوگ آئے ہوئے ہیں تو انہیں بلاؤ تا کہ میں ان سے ان صاحب کے بارے میں معلومات حاصل کروں، جنہوں نے میرے پاس خط لکھا ہے، چنانچہ یہ لوگ ہرقل کے دربار میں حاضر کئے گئے، ہرقل نے پوچھا تم میں ان صاحب سے قریب تر کون ہے جو اپنے کو اللہ کا نبی بتاتا ہے۔ ابوسفیان بھی تاجروں کے قافلہ میں تھے ابوسفیان نے کہا کہ میں قریب تر ہوں۔ ہرقل نے ابوسفیان سے کہا کہ دیکھو میں تم سے سوال کروں گا صحیح جواب دینا۔ ابوسفیان اس وقت مسلمان نہیں تھے، رسول اکرم ﷺ کے مخالف تھے، انہوں نے چاہا کہ کوئی ایسی بات کہہ دیں کہ جس سے آپ ﷺ کی حیثیت گر جائے (نعوذ باللہ) اور آپ ﷺ کے دعوائے نبوت میں وہ آپ کو سچا نہ سمجھے۔

بہت ہی سوچ بچار کے بعد ابوسفیان نے یہ بات نکالی کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ میں مکہ کی سرزمین سے ایک ہی رات میں آیا اور بیت المقدس پہنچا، اور پھر اسی رات میں صبح ہونے سے پہلے واپس مکہ پہنچ گیا (ابوسفیان کا خیال تھا کہ یہ ایک ایسی بات ہے جس کی وجہ سے

قیصر آپ کے بارے میں ضرور ہی بدگمان ہو جائے گا، لیکن ہوا یہ کہ) وہاں قیصر کے پاس نصرانیوں کا ایک پادری کھڑا ہوا تھا، ابوسفیان کی بات سُن کر وہ پادری بولا کہ ہاں مجھے اس بات کا علم ہے (جس میں ایسا واقعہ ہوا ہے کہ وہاں بعض حضرات آئے اور انہوں نے نماز پڑھی) قیصر نے اس کی طرف دیکھا اور دریافت کیا کہ تجھے اس کا کیا پتہ ہے؟ اس پادری نے کہا کہ میں روزانہ رات کو مسجد کے دروازے بند کر کے سوتا تھا مذکورہ رات میں جب میں نے سارے دروازے بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ بند نہ ہو سکا۔ اس وقت وہاں جو لوگ موجود تھے میں نے ان سے مدد لی اور ہم سب نے اسے حرکت دینے کی کوشش کی لیکن ہم اسے حرکت نہ دے سکے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہم کسی پہاڑ کو اس جگہ سے ہٹا رہے ہیں، اس پادری نے بتایا کہ میں دو باب کھلے چھوڑ آیا اور جب صبح کو واپس آیا تو دیکھا کہ مسجد کے گوشہ میں پتھر کے اندر ایک سوراخ ہے اور اس میں ایک جانور کے باندھنے کا نشان ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دروازہ آج اس لئے کھلا رکھا ہے کہ یہاں کسی نبی کی آمد ہوئی ہے اور اس نے ہماری مسجد میں نماز پڑھی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

معراج کے سفر کے بعض مشاہدات

معراج کے سفر میں رسول اکرم ﷺ نے بہت سی چیزیں دیکھیں جو حدیث اور شروحِ حدیث میں جگہ جگہ منتشر ہیں۔ جن کو امام بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ جلد دوم میں اور حافظ نورالدین ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد جلد اول میں اور علامہ محمد سلیمان المغربی الردانی نے جمع الفوائد جلد سوم (طبع مدینہ منورہ) میں اور حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں، اور علامہ ابن ہشام نے اپنی سیرت میں جمع کیا ہے۔

عالمِ علوی میں جو چیزیں ملاحظہ فرمائیں، روایات سابقہ میں ان میں سے بہت سی ذکر کر دی گئیں ہیں۔ اب عالمِ سفلی کے بعض مشاہدات ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزرا وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

معراج میں ان لوگوں پر گزرنا جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی اس رات میں، میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں، میں نے حضرت جبرائیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ کی امت کے خطیب ہیں، جو وہ باتیں کہتے ہیں جن پر خود عامل نہیں، اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

معراج کی رات ایسے لوگوں پر گزرنا جو اپنے سینوں کو ناخن سے چھیل رہے تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایات ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر گزرا جن کے تانبے کے ناخن تھے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے کہا کہ اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی بے آبروئی کرنے میں پڑے رہتے ہیں۔ (رواہ ابوداؤد کمافی المشکوٰۃ)

معراج کی رات سُود خوروں کی بدحالی دیکھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر گزرا جن کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے (جیسے انسانوں کے رہنے کے) گھر ہوتے ہیں ان میں سانپ تھے جو باہر سے ان کے

پیٹوں میں نظر آرہے تھے میں نے کہا کہ اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نہ کہا کہ یہ سود کھانے والے ہیں۔ (بحوالہ مشکوٰۃ)

معراج کی رات فرشتوں کا پچھنا لگانے کے لئے تاکید کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے معراج کے سفر میں پیش آنے والی جو باتیں بیان فرمائیں ان میں ایک یہ بات بھی تھی کہ آپ ﷺ فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گزرے، انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ اپنی امت کو حجامت یعنی پچھنے لگانے کا حکم دیجئے۔ عرب میں پچھنے لگانے کا بہت رواج تھا، اس سے زائد خون اور فاسد خون نکل جاتا ہے، بلڈ پریشر کا مرض جو عام ہو گیا ہے اس کا بہت اچھا علاج ہے، لوگوں نے اسے بالکل ہی چھوڑ دیا ہے، رسول اکرم ﷺ اپنے سر میں اور اپنے مونڈوں کے درمیان پچھنہ لگواتے تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح از ترمذی وابن ماجہ)

معراج کی رات مجاہدین کے اجر کو ملاحظہ کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ چلے تو آپ ﷺ کا ایک ایسی قوم پر گزر رہوا کہ جو ایک ہی دم میں تخم ریزی بھی کر لیتے ہیں اور ایک ہی دن میں کاٹ بھی لیتے ہیں، اور کاٹنے کے بعد پھر ویسی ہی ہو جاتی ہے جیسے پہلے تھی، آپ ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ سے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں، ان کی ایک نیکی سات سو گنا تک بڑھادی جاتی ہے اور یہ لوگ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا بدل عطا فرماتا ہے۔

معراج کی رات ایسے لوگوں پر گزرنا جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے

پھر آپ ﷺ کا ایک قوم پر گزر رہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے، کچلے جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہو جاتے ہیں جیسے پہلے تھے، اسی طرح سلسلہ جاری ہے ختم نہیں ہوتا، آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز

سے کاہلی کرنے والے ہیں، سوتے ہوئے رہ جاتے ہیں۔

معراج کی رات زکوٰۃ نہ دینے والوں کی بدحالی ملاحظہ کرنا

پھر ایک قوم پر گزر ہوا کہ جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں، اور اونٹ اور بیل کی طرح چرتے ہیں، اور ضریع اور زقوم یعنی کانٹے دار اور خبیث درخت اور جہنم کے پتھر کھا رہے ہیں آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔

معراج کی رات سڑا ہوا گوشت کھانے والے لوگوں پر گزرنا

پھر آپ ﷺ کا ایک ایسی قوم پر گزر ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت ہے، اور ایک ہانڈی میں کچا اور سڑا گوشت رکھا ہے، یہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کی امت کا وہ شخص ہے کہ جس کے پاس حلال اور طیب عورت موجود ہے مگر وہ ایک زانیہ اور فاحشہ عورت کے ساتھ شب باشی کرتا ہے، اور صبح تک اسی کے پاس رہتا ہے اور آپ ﷺ کی امت کی وہ عورت ہے جو حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار شخص کے ساتھ رات گزارتی ہے۔

معراج کی رات لکڑیوں کا بڑا گٹھا اٹھانے والے کو ملاحظہ کرنا

پھر ایک شخص پر آپ ﷺ کا گزر ہوا جس کے پاس لکڑیوں کا بہت بڑا گٹھڑ ہے وہ اسے اٹھا نہیں سکتا (لیکن) اور زیادہ بڑھانا چاہتا ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے؟ حضرت جبرائیلؑ نے بتایا کہ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں، ان کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا، اور مزید امانتوں کو بوجھ اپنے سر لینے کو تیار ہے۔

معراج کی رات ایک بیل کا چھوٹے سوراخ میں داخل ہونے کی کوشش کرنا

اس کے بعد ایسے سُوراخ پر گزر ہوا جو چھوٹا سا تھا اس میں سے ایک بڑا بیل نکلا، بیل چاہتا ہے کہ جہاں سے نکلا ہے پھر اسی میں داخل ہو جائے، آپ ﷺ نے سوال فرمایا کہ یہ کون ہے؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے جو کوئی بڑا کلمہ کہہ دیتا ہے (جو گناہ کا کلمہ ہوتا ہے) اس پر وہ نادم ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو واپس کر دے پھر اس کی طاقت نہیں رکھتا۔

معراج کی رات جنت کی خوشبو کا پانا

پھر آپ ﷺ ایک ایسی وادی پر پہنچے جہاں خوب اچھی خوشبو آ رہی تھی اور مشک کی خوشبو تھی، اور آواز بھی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا یہ جنت کی آواز ہے، وہ کہہ رہی ہے کہ اے میرے رب! جو لوگ میرے اندر رہنے والے ہیں وہ لائیے، اور اپنا وعدہ پورا فرمائیے۔

معراج کی رات دوزخ کی آواز سننا

اس کے بعد ایک اور وادی پر گزر ہوا، وہاں صوتِ منکر یعنی ایسی آوازیں سنی جو ناگوار تھی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت جبرائیلؑ نے جواب دیا کہ یہ جہنم ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر رہی ہے کہ جو لوگ میرے اندر رہنے والے ہیں ان کو لے آیئے اور اپنا وعدہ پورا فرمائیے۔

معراج کی رات ایک شیطان کا پیچھے لگنا

موطا امام مالک میں بروایت یحییٰ بن سعید مرسلاً نقل کیا ہے کہ جس رات رسول اکرم ﷺ کو سیر کرائی گئی تو آپ ﷺ نے جنّات میں سے ایک عفریت کو دیکھا جو آگ کا شعلہ لئے ہوئے آپ ﷺ کا پیچھا کر رہا تھا، آپ ﷺ جب بھی (دائیں بائیں) التفات فرماتے وہ

نظر پڑ جاتا تھا، حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ بتادوں کہ ان کو آپ پڑھ لیں گے تو اس کا شعلہ بجھ جائے گا اور یہ اپنے منہ کے بل گر پڑے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بتادو اس پر حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ کلمات پڑھیں۔

أعوذُ بِوَجهِ اللهِ الكريم وبكلماتِ اللهِ التَّامَّاتِ الّلا تِى لايجاوزهن برولا فاجر، من شر ما ينزل من السماء وشر مايعرج فيها، وشرماذر أفي الارض، وشر ما يخرج منها، ومن فتن الليل والنهار، ومن طوارق الليل والنهار، الاطارقايطرق بخير يا رحمٰن.

معراج شریف سے متعلق فوائدواسرار

معراج کے بارے میں نازل ہونے ہونے والی بنی اسرائیل کی پہلی آیت کریمہ کو لفظ سبحان الذی سے شروع فرمایا ہے اس میں ان کم فہموں کے خیال وگمان کی تردید کی ہے جو اس واقعہ کو محال اور ممتنع سمجھتے تھے اور اب بھی بعض جاہل ایسا خیال کرتے ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ میں شک کرتے ہیں، ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ قدرت ہے، وہ کسی بھی چیز سے عاجز نہیں، وہ جو چاہتا ہے کرسکتا ہے، وہ جو چاہتا ہے کرسکتا ہے، وہ نقص اور عیب سے پاک ہے، اس کی قدرت کاملہ ہے، کوئی چیز اس کے لئے بھاری نہیں۔ اور اسریٰ بعبدہٖ جو فرمایا اس میں رسول اکرم ﷺ کی شان عبدیت کو بیان فرمایا، عبدیت بہت بڑا مقام ہے اللہ کا بندہ ہونا بہت بڑی بات ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا بندہ بنالیا اور یہ اعلان فرمادیا کہ وہ ہمارا بندہ ہے اس سے بڑا کوئی شرف نہیں اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ أحب الاسماء الى الله عبد الله وعبد الرحمٰن، کہ اللہ کو سب سے زیادہ پیارا نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ایک مرتبہ ایک فرشتہ حاضر خدمت ہوا، اس نے عرض کیا کہ آپ کے رب نے سلام فرمایا ہے، اور فرمایا ہے کہ اگر تم چاہو عبدیت والے نبی بن جاؤ اور اگر چاہو بادشاہت

والے نبی بن جاؤ، آپ نے مشورہ لینے کے لئے حضرت جبرئیلؑ کی طرف دیکھا، انہوں نے تواضع اختیار کرنے کا مشورہ دیا، آپ ﷺ نے جواب دیا کہ میں عبدیت والا نبی بن کر رہنا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ (جو حدیث کی راویہ ہیں انہوں) نے بیان کیا کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میں ایسے کھاتا ہوں جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

واقعہ اسراء کو بیان کرتے ہوئے لفظ عبدہ لانے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ واقعہ کی تفصیل سُن کر کسی کو وہم نہ ہو جائے کہ آپ کی حیثیت عبدیت سے آگے بڑھ گئی، اور آپ کی شان میں کوئی ایسا اعتقاد نہ کرلے کہ مقامِ عبدیت سے آگے بڑھا کر اللہ تعالیٰ کی شانِ الوہیت میں شریک قرار دے دے، اور جیسے نصارٰی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شان میں غلو کر کے گمراہ ہوئے، اس طرح کی کوئی گمراہی اُمّت محمّدیہ ﷺ میں نہ آجائے۔

اور قرآن کریم کی اسی آیت میں اس کی تصریح ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو ایک رات مسجدِ حرام سے مسجد اقصٰی تک سیر کرائی، مسجد اقصیٰ "مسجد بیت المقدس" کا نام ہے جو شام میں ہے، مسجد اقصیٰ کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کے بارے میں کئی قول ہیں۔ صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں کہ چونکہ وہ حجاز میں رہنے والوں سے دور ہے اس لئے اس کی صفت اقصیٰ لائی گئی، اور ایک قول یہ ہے کہ جن مساجد کی زیارت کی جاتی ہے، ان میں وہ سب سے زیادہ دور ہے، (کوئی شخص مسجد حرام سے روانہ ہو تو پہلے مدینہ منورہ سے گزرے گا، پھر بہت دن کے بعد مسجد اقصیٰ پہنچے گا، جب اونٹوں پر سفر ہوتے تھے تو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک چالیس دن کا سفر تھا) اور ایک قول یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ اس لئے کہا گیا کہ وہ گندی اور خبیث چیزوں سے پاک ہے (روح المعانی)

مسجد اقصیٰ کے بارے میں اَلَّذِی بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ فرمایا یعنی جس کے چاروں طرف ہم نے برکت دی ہے، یہ برکت دینی اعتبار سے بھی ہے اور دنیاوی اعتبار سے بھی، دینی اعتبار سے تو یوں ہے کہ بیت المقدس حضرات انبیاء علیہم السلام کی عبادت گاہ ہے، اور ان

حضرات کا قبلہ ہے، اور وہ ان تین مساجد میں سے ہے جن کی طرف سفر کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور چاروں طرف حضرات انبیاءعلیہم السلام مدفون ہیں، اور دنیاوی اعتبار سے اس لئے بابرکت ہے کہ وہاں انہار اور اشجار بہت ہیں۔

لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا (تا کہ ہم اپنے بندہ کو اپنی آیات یعنی عجائب قدرت دکھائیں) ایک رات میں اتنا لمبا سفر ہو جانا، اور حضرات انبیاءعلیہم السلام سے ملاقتیں ہونا ان کی امامت کرنا، اور راستہ میں بہت سی چیزیں دیکھنا، یہ عجائب قدرت میں سے تھا۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ البَصِیر (بلاشبہ اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے)

صاحب معالم التنزل لکھتے ہیں کہ السیمع فرما کر یہ بتایا کہ اللہ دعاؤں کا سننے والا ہے، اور البصیر فرما کر یہ ظاہر کیا کہ وہ سب کچھ دیکھنے والا ہے اور رات کی تاریکیوں میں حفاظت کرنے والا ہے۔

معراج کی رات براق کیا تھا اور کیسا تھا؟

لفظ براق، بریق سے مشتق ہے جو سفیدی کے معنی میں آتا ہے، اور ایک یہ قول ہے کہ یہ لفظ برق سے لیا گیا، برق بجلی کو کہتے ہیں اس کی تیز رفتاری تو معلوم ہی ہے، اسی تیز رفتاری کی وجہ سے براق کا نام براق رکھا گیا ہے۔ روایاتِ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس براق پر رسول اکرم ﷺ سے پہلے بھی انبیاءعلیہم السلام سوار ہوتے تھے، امام بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ ج ۲ میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وکانت الانبیاء ترکبه قبلی (اور حضرت انبیاء کرام علیہم السلام مجھ سے پہلے اس براق پر سوار ہوتے رہے ہیں)۔

معراج کی رات بُراق کی شوخی اور اس کی وجہ

سُنن ترمذی (تفسیر سورۃ الاسراء) میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی میرے پاس براق لایا گیا جس کو لگام لگی ہوئی تھی، اور زین کسی ہوئی تھی، براق شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا تو حضرت محمد ﷺ کے ساتھ

شوخی کرتا ہے تیرے اوپر کوئی بھی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو اللہ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ سے زیادہ مکرم اور معزز ہو، یہ سنتے ہی براق پسینہ پسینہ ہو گیا (پھر اس نے اپنا نافرمانی کا انداز چھوڑ دیا)۔ قال الترمذی هذا حديث حسن غريب.

دلائل النبوۃ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب براق نے شوخی کی تو حضرت جبرائیلؑ نے اس کا کان پکڑ کر گھما دیا، پھر مجھے اس پر سوار کرا دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ جب آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے تو حضرت جبرائیلؑ نے اپنی انگلی سے پتھر میں سوراخ کر دیا پھر اس سوراخ سے آپ ﷺ نے براق کو باندھا۔ (ابن کثیر)

براق نے شوخی کیوں کی؟ اس کے بارے میں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ چونکہ ایک عرصہ دراز گزر چکا تھا اور زمانۂ فترت میں (یعنی اس عرصۂ دراز میں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت رسول اکرم ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا تھا) براق پر کوئی سوار نہیں ہوا تھا وہ نئی سی بات دیکھ کر چمکنے لگا۔

اور بعض حضرات نے یوں کہا ہے کہ براق کا چمکنا اور شوخی کرنا بطور خوشی اور فخر کے تھا کہ آج مجھ پر آخر الانبیاء ﷺ سوار ہو رہے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عثمان ؓ کے ساتھ ثبیر پہاڑ پر تھے وہ پہاڑ حرکت کرنے لگا آپ ﷺ نے فرمایا ٹھہر جا! تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ بغیر براق کے سفر کرا سکتا ہے لیکن آپ ﷺ کو تشریفاً و کراماً براق پر سوار کر کے لے جایا گیا، اگر سواری نہ ہوتی تو گویا پیدل سفر ہوتا تو کیونکہ سوار بہ نسبت پیدل چلنے کے زیادہ معزز ہوتا ہے اس لئے آپ ﷺ کو سواری پر سفر کرایا گیا۔

جب مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کے لئے روانگی ہوئی تو حضرت جبرائیلؑ بھی آپ ﷺ کے ساتھ براق پر سوار ہو گئے آپ ﷺ کو پیچھے بٹھایا اور خود بطور رہبر کے آگے سوار ہوئے۔ دونوں حضرات براق پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے، وہاں دونوں نے دو رکعت نماز

پڑھی، پھر رسول اکرم ﷺ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی، جب آسمانوں کی طرف تشریف لے جانے لگے تو ایک زینہ لایا گیا جو بہت ہی زیادہ خوبصورت تھا، اور بعض روایات میں ہے کہ ایک زینہ سونے کا اور ایک چاندی کا تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ موتیوں سے جڑا ہوا تھا، عالم بالا کا سفر کرتے وقت آپ ﷺ کے دائیں بائیں فرشتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ اور حضرت جبرائیلؑ دونوں زینہ کے ذریعے آسمان تک پہنچے اور آسمان کا دروازہ کھلوایا۔

پہلے آسمان کے دروازے کے بارے میں فرمایا کہ وہ باب الحفظہ ہے اور فرمایا کہ اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے، جس کا نام اسماعیل ہے اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے ہیں اور ہر فرشتے کے ماتحت بارہ ہزار ہیں، جب رسول اکرم ﷺ نے یہ بات بیان فرمائی تو یہ آیت تلاوت کی وَمَا یَعلَمُ جُنُودَ رَبِّکَ اِلَّا ھُو. (مدثر ۲۹)

معراج کی رات پہلے آسمان پر داروغہ جہنم سے ملاقات ہونا اور جہنم کا ملاحظہ کرنا

جب آپ ﷺ سماء دنیا یعنی قریب والے آسمان میں داخل ہوئے تو جو بھی فرشتہ ملتا تھا ہنستے ہوئے بشاشت اور خوشی کے ساتھ ملتا تھا اور خیر کی دعا دیتا تھا، انہیں میں ایک ایسے فرشتے سے ملاقات ہوئی جس نے ملاقات بھی کی اور دعا بھی دی لیکن وہ ہنسا نہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون سا فرشتہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ مالک ہے جو دوزخ کا داروغہ ہے یہ اگر آپ سے پہلے یا آپ کے بعد کسی کے لئے ہنستا تو آپ کی ملاقات کے وقت آپ کے سامنے اسے ہنسی آجاتی یہ فرشتہ ہنستا ہی نہیں ہے، آپ ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ سے فرمایا اس فرشتہ سے کہئے کہ مجھے دوزخ دکھائے، حضرت جبرائیلؑ نے اس سے کہا کہ یامالک أر محمدا ﷺ ن النار (اے مالک محمد ﷺ کو دوزخ دکھادو) اس پر فرشتہ نے دوزخ کا ڈھکن اٹھایا جس کی وجہ سے دوزخ جوش مارتی ہوئی اوپر اُٹھ آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے جبرائیلؑ! اسکو کہئے کہ دوزخ کو اپنی جگہ واپس کردے، چنانچہ حضرت جبرائیلؑ نے اس فرشتہ سے کہا کہ اس کو واپس کردو، فرشتہ نے اسے واپس

ہونے کا حکم دیا جس پر وہ واپس چلی گئی جس پر اس نے ڈھکن ڈھک دیا۔

حضرت جبرائیلؑ نے جب دروازہ کھلوایا تو آسمانوں کے ذمہ داروں نے حضرت جبرائیلؑ سے یہ سوال کیا کہ آپؑ کے ساتھ کون ہیں انہوں نے جواب دیا کہ حضرت محمد ﷺ ہیں اس پر سوال ہوا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ حضرت جبرائیلؑ جواب دیتے رہے کہ ہاں انہیں بلایا گیا ہے اس طرح دروازے کھولے جاتے رہے اور آپ اوپر پہنچتے رہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملاءِ اعلیٰ کے حضرات نے یہ سوال کیوں کئے؟ کیا جبرائیلؑ کے بارے میں انہیں یہ گمان تھا کہ وہ ایسی شخصیت کو ساتھ لے آئے ہوں گے جسے اوپر بلایا نہ گیا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ملاءِ اعلیٰ کے حضرات کو پہلے سے معلوم تھا کہ آج کسی کی آمد ہونے والی ہے، لیکن رسول اکرم ﷺ کا شرف بڑھانے کے لئے اور خوشی ظاہر کرنے کے لئے یہ سوال جواب ہوا، اور اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ رسول اکرم ﷺ کو پتہ چل جائے کہ آپ کا اسم گرامی ملاءِ اعلیٰ میں معروف ہے۔ جب یہ سوال کیا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ تو حضرت جبرائیلؑ نے جواب دیا کہ حضرت محمد ﷺ ہیں اگر وہ آپ کے اسم گرامی سے واقف نہ ہوتے اور آپ کی شخصیت سے متعارف نہ ہوتے تو یوں سوال کرتے کہ محمد ﷺ کون ہیں؟ اسی سے پہلے سے دروازہ نہ کھولنے کی حکمت بھی معلوم ہوگئی اور وہ یہ ہے کہ آپ کو یہ بتانا تھا کہ آپ سے پہلے زمین کے رہنے والوں میں سے کسی کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا گیا کہ وفات سے پہلے دنیاوی زندگی میں ہوتے ہوئے قاصد بھیج کر بلایا گیا ہو۔ جہاں اکثر مہمان آتے ہوں اور بارہا آتے رہتے ہوں وہاں یہی بات ہے کہ پہلے سے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اس لئے اس میں کسی خصوصیت اور امتیاز کا اظہار نہیں ہوتا لیکن معراج کا مہمان بے مثال مہمان ہے نہ اس سے پہلے کسی کو یہ مہمانی نصیب ہوئی نہ اس کے بعد، اور مہمانی بھی ایسی نہیں کہ امریکہ والا ایشیا چلا آیا اور ایشیا والا افریقہ چلا گیا یعنی خاکی انسان خاک ہی پر گھومتا رہا بلکہ وہ ایسی مہمانی تھی کہ فرش خاک کا رہنے والا سبع سمٰوات سے گزرتا ہوا سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا جہاں اس چہیتے مہمان کے سوا کوئی نہیں پہنچا۔ صلی اللہ

تعالیٰ علیه و آله بقدر کماله و جماله . چونکہ انسانوں میں سے کوئی وہاں نہیں جاتا اور وہاں کی راہ متبذل نہیں ہے اس لئے حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ ہر ہر آسمان کا دروازہ آمد پر کھولا جائے کہ وہاں کے شائقین اور مقیمین کو معزز مہمان کا مرتبہ معلوم ہوتا چلا جائے اور یہ جان لیں کہ یہ کوئی ایسی ہستی ہے جس کو بغیر درخواست کے بلایا گیا اور جس کے لئے آج وہ دروازے کھولے جارہے ہیں جو کبھی کسی کے لئے نہیں کھولے گئے درحقیقت یہ اعزاز اس اعزاز سے زیادہ ہے کہ پہلے سے دروازے کھلے رہیں جو دوسروں کے لئے بھی کھلے رہے ہیں(**قال ابن المنیر حکمته التحقیق ان السماء لم تفتح الا من أجله بخلاف مالو وجد مفتوحا**)۔ (بحوالہ فتح الباری)

جوں ہی کوئی دروازہ کھٹکھٹایا گیا اس آسمان کے رہنے والے متوجہ ہوئے اور یہ سمجھ لیا کہ کسی اہم شخصیت کی آمد ہے اور پھر حضرت جبرائیلؑ سے سوال و جواب ہوا، اس سے حاضرین کو مہمان کا تعارف اور تشخص حاصل ہو گیا پہلے سب نے مہمان کا نام سُنا پھر زیارت کی۔ مہمان کی آمد کے بعد جو تعارف حاضرین سے کرایا جاتا ہے وہ دروازہ کھٹکھٹانے اور حضرت جبرائیلؑ کے نام دریافت کرنے سے حاصل ہو گیا، ظاہر ہے کہ آمد کی عمومی اطلاع سے یہ بات حاصل نہ ہوتی اور چونکہ بارگاہ رب العالمین کی حاضری کے لئے یہ سفر تھا اور فرشتوں کی زیارت یا فرشتوں کو زیارت کرانا مقصدِ اعلیٰ نہ تھا اس لئے ہر جگہ قیام کرنے کا موقع نہ تھا ملاءِ اعلیٰ کے ساکنین متوجہ ہوتے رہے اور آپ کی زیارت کرتے رہے اور آپ آگے بڑھتے رہے، دنیا میں استقبال کے لئے استقبالیہ کمیٹی کے افراد کو پہلے سے جمع کرنا پڑتا ہے کیونکہ دنیا کے وسائل کے پیشِ نظر اچانک سب کا حاضر ہونا مشکل ہوتا ہے ۔ لامحالہ پہلے سے آنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وقت نہ نکل جائے لیکن عالمِ بالا کے ساکنین کو وہ قوتیں حاصل ہیں کہ آنِ واحد میں ہزاروں میل سفر کر کے جمع ہو سکتے ہیں۔ دروازہ کھٹکھٹایا گیا ہے بھنک پڑی سب حاضر ہو گئے دروازہ کھولتے وقت سب موجود ہیں۔

معراج کی رات دُودھ، شہد اور شراب کا پیش کیا جانا اور آپ کا دُودھ کو لے لینا

صحیح مسلم میں جو روایت نقل کی گئی ہے اس میں یوں ہے کہ بیت المقدس ہی میں ایک برتن میں دودھ پیش کیا گیا اس کے راوی حضرت انس بن مالکؓ ہیں، صحیح مسلم کی دوسری روایت جو جلد ۲ پر مذکور ہے، جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں اس میں یوں ہے کہ عالمِ بالا میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب پینے کی چیزیں پیش کی گئیں اس میں بھی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دودھ لے لیا، اور حضرت امام بخاریؒ کی روایت میں ہے کہ بیت المعمور سامنے کئے جانے کے بعد ایک برتن میں شراب، ایک برتن میں دودھ اور ایک برتن میں شہد پیش کیا گیا، بیت المقدس میں بھی پینے کے لئے چیزیں پیش کی گئی ہوں، اور پھر عالمِ بالا میں حاضر خدمت کی گئی ہوں اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔ دوبارہ پیش کئے جانے میں عقلاً نقلاً کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا انکار کیا جائے۔ صحیح بخاری میں ایک چیز یعنی شہد کا ذکر زیادہ ہے اس میں بھی کوئی اشکال کی بات نہیں، بعض مرتبہ بعض راویوں سے کوئی چیز رہ جاتی ہے جسے دوسرا ذکر کر دیتا ہے۔ ومع ذالک المثبت مقدم علیٰ من لم یحفظ. صحیح مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے دودھ لیا تو حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اگر شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی اس سے معلوم ہوا کہ قائد اور پیشوا کے اخلاق اور اعمال کا اثر اس کے ماننے والوں پر بھی پڑتا ہے۔

روایاتِ حدیث میں السدرۃ المنتہیٰ (صفت موصوف) اور سدرۃ المنتہیٰ (مضاف مضاف الیہ) دونوں وارد ہوا ہے۔ لفظ ''سدرہ'' عربی زبان میں بیر کو کہتے ہیں اور ''المنتہیٰ'' کا معنی ہے انتہا ہونے کی جگہ اس درخت کا یہ نام کیوں رکھا گیا؟ اس کے بارے میں صحیح مسلم میں ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اُوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ اسی پر منتہیٰ ہو جاتے ہیں اور جو بندوں کے اعمال نیچے سے اوپر جاتے ہیں وہ وہاں پر ٹھہر جاتے ہیں (آنے والے احکام پہلے وہاں آتے ہیں پھر وہاں سے نازل ہوتے ہیں اور نیچے سے جانے والے جو اعمال ہیں وہ وہاں ٹھہر جاتے ہیں پھر اوپر اُٹھائے جاتے ہیں) پہلے گزر چکا ہے کہ

رسول ﷺ نے فرمایا کہ اس پر جو چیزیں چھائی ہوئی تھیں ان کی وجہ سے جو اس کا حسن تھا اسے اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی شخص بیان نہیں کرسکتا، اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس پر سونے کے پروانے چھائے ہوئے تھے۔ اس درخت کے بارے میں یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اس کی شاخوں کے سایہ میں ایک سوار سو سال تک چل سکتا ہے یا یوں فرمایا کہ اس کہ سایہ میں سو سوار سایہ لے سکتے ہیں۔

معراج کی رات جنت میں داخل ہونا اور نہر کوثر کا ملاحظہ کرنا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس درمیان میں جبکہ میں جنت میں چل رہا تھا، اچانک میں ایک ایسی نہر پر ہوں جسکے دونوں کناروں پر ایسے موتیوں کے قبّے ہیں جو بیچ میں سے خالی ہیں (یعنی پورا قبہّ ایک موتی کا ہے) میں نے کہا اے جبرائیلؑ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہر کوثر ہے، جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہے، میں نے جو دھیان کیا تو کیا دیکھتا ہوں اس میں جو مٹی ہے (جس کی سطح پر پانی ہے) وہ خوب تیز خوشبو والا مشک ہے۔

معراج کی رات حضرات انبیاءؑ کی ملاقات روحانی تھی یا اجسام کے ساتھ تھی

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ حضور پُرنور کا انبیاء کرام کا بیت المقدس اور آسمان میں دیکھنا اس سے یا تو ان کی ارواح مُبارکہ کو دیکھنا مراد ہے یا مع اجسام عنصریہ کے دیکھنا مراد ہے کہ حضور کے اعزاز و اکرام کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مع اجسام عنصریہ کے مسجدِ اقصیٰ اور آسمانوں میں مدعو کیا گیا چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں جسموں کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان اللّٰہ حرمہ الارض اجسام الانبیاء (بلاشبہ اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو حرام کردیا ہے۔ وہ ان کے جسموں کو کھا نہیں سکتیں) اور احوال برزخ کو احوالِ دنیا پر قیاس بھی نہیں کیا جاسکتا اسی لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے

دیکھا تھا لہٰذا کوئی بعید نہیں ہے کہ مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کو آپ نے ان کے اجسام عنصریہ کے ساتھ موجود پایا اور انہیں نماز پڑھائی پھر آسمانوں میں تشریف لے گئے تو وہاں بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام میں سے جن سے بھی ملاقات کی وہ وہاں اپنے جسموں کے ساتھ موجود تھے۔

اور بعض علماء نے یہ فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام تو قبور ہی میں رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو اجسام مثالیہ دے کر متمثل فرمادیا، اور اسی حال میں آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، اور پھر اوپر آسمانوں میں ملاقاتیں ہوئیں، البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ زندہ ہی اُٹھالئے گئے اور ابھی ان کا دنیا میں آنا اور وفات پانا باقی ہے، اس لئے ان سے جو ملاقات ہوئی وہ اسی جسم کے ساتھ ہوئی جو دنیا میں ان کا جسم تھا اور چونکہ یہ ملاقات ان کی وفات سے پہلے ہے اس لئے ان کو آنحضرت سرورِ عالم ﷺ کے صحابہ میں شمار کیا گیا ہے۔

معراج کی رات آسمانوں میں حضرات انبیاء کرامؑ سے جو ملاقاتیں ہوئیں ان کی ترتیب کے بارے میں کیا حکمت ہے؟

حضرت سرورِ عالم ﷺ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی، پھر ان حضرات سے جس جس سے اوپر ملاقات کرانی تھی وہ لوگ آپ ﷺ سے پہلے آسمانوں میں پہنچ چکے تھے۔ ان میں جن حضرات سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی ان میں پہلے آسمان پر حضرات آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، پھر اوپر تشریف لے جاتے رہے اور دوسرے آسمانوں میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ ان ملاقاتوں کی ترتیب کے بارے میں بعض حضرات نے حِکمت بتائی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات میں یہ بتانا تھا کہ جیسے وہ جنّت سے نکالے گئے جو اس وقت ان کا وطن مالوف تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ کو بھی مکہ معظمہ سے مدینے کے لئے ہجرت کا موقع آئے گا (مشہور قول

کے مطابق چونکہ واقعہ معراج ہجرتِ مدینہ منورہ سے کچھ ہی عرصہ پہلے پیش آیا تھا اس لئے پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کرائی گئی)۔

حضرت عیسیٰ اور یحیٰ علیہم السلام سے دوسرے آسمان میں ملاقات ہوئی اس میں یہ بتایا کہ ہجرت کے بعد شروع ہی میں یہودی دشمنی کریں گے اور ان کی سرکشی بڑھتی چلی جائیگی اور آپ کو تکلیف پہنچانے کے ارادے کرتے رہیں گے (جیسا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ اور حضرت یحیٰ علیہم السلام سے کیا)۔

تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اس میں یہ حکمت ہے کہ جس طرح یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کے ساتھ زیادتی کی، اس طرح آپ کے قریشی بھائی آپ سے دشمنی کریں گیا اور جنگ کرنے کے لئے دارالہجرت میں پہنچیں گے پھر جس طرح حسنِ انجام حضرت یوسف علیہ السلام کو حاصل ہوا آپ کو بھی یہ نعمت حاصل ہوگی چنانچہ مکہ معظمہ فتح ہوا اور آپ کی زبان مبارک سے قریش مکہ کے لئے وہی بات نکلی جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی **لا تثریب علیکم الیوم،** (یوسف)

چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اُن کے تذکرہ میں قرآن مجید میں فرمایا ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَاناً عَلِيًّا. ان کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اس میں بتایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کی قوم نے اذیت دی پھر وہ اپنی قوم میں محبوب ہو گئے اسی طرح اپنی قوم کی ایذاؤں کے بعد آپ محبوب ہو جائیں گے۔

چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جیسے ان کی قوم نے آپ کو ستایا اس طرح کے واقعات آپ کو بھی پیش آئیں گے اس کو رسول اکرم ﷺ نے ایک موقع پر یوں ارشاد فرمایا **لقد أوذی موسیٰ باکثر من هذا فصبر.**

ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی وہ بیت المعمور میں ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، اس میں یہ بتایا کہ آپ کی آخری عمر میں آپ کو مناسک حج کا موقع دیا جائے گا اور آپ کے ذریعے بیت اللہ کی تعظیم قائم ہوگئی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سب آخر میں ملاقات ہوئی انہوں نے کعبہ شریف بنایا تھا اور عالم بالا میں بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تھے جو کعبہ شریف کی محاذات میں ہے یہاں زمین پر بنی آدم کعبہ شریف کا طواف کرتے ہیں اور وہاں روزانہ فرشتے بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں یہ لطیف مناسبت ہے۔

شیخ ابن ابی جمرہ نے بھی حضرات انبیاء علیہم السلام کی ملاقاتوں کی ترتیب کے بارے میں کچھ حکمتیں بتائیں، انہوں نے فرمایا کہ سب سے قریب والے آسمان میں آدم علیہ السلام سے اس لئے ملاقات ہوئی کہ وہ اوّل الانبیاء بھی ہیں اور اوّل الآباء بھی ہیں وہ نبی بھی ہیں اور آپ کے باپ بھی ہی اور دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ ان کا زمانہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے سے قریب تر تھا کیونکہ آپ کے اور ان کے درمیان نبی نہیں گزرا۔ تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ آپ کی امت حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت میں جنت میں داخل ہوگی۔

چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم)، اور چوتھا آسمان ساتویں آسمان کے درمیان ہے (علامہ سہیلیؒ نے الروض الانف میں بہت ہی اچھی بات لکھی ہے اور وہ یہ کہ حضرت ادریس علیہ السلام سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے لکھنا سکھایا تھا چوتھے آسمان میں ان سے ملاقات ہونے میں اس طرف اشارہ تھا کہ گذشتہ تین احوال (مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جانا اور مدینہ منورہ میں یہودیوں کا آپ سے دشمنی کرنا اور مکہ معظمہ فتح ہونا) کے بعد چوتھی حالت یہ پیش آئے گی کہ آپ بادشاہوں کو خط لکھیں گے جس میں اسلام کی دعوت ہوگی۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد ایسا ہی ہوا جس کے نتیجہ

میں بعض ملوک مسلمان ہوئے اور بعض نے صلح کرلی)۔

پانچویں آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ وہ اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قریب ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے بلند تھے یعنی چھٹے آسمان پر تھے کیونکہ انہیں کلیم اللہ ہونے کی فضیلت حاصل ہے اور آخری آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ حضرت ابراہیم نبیوں میں آپ کے آخری باپ ہیں اور یہ بات بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں خلیل کا مرتبہ سب سے بلند ہونا چاہیئے اس لئے وہ ساتویں آسمان میں تھے اور چونکہ حبیب کا مرتبہ خلیل سے بھی بلند ہونا چاہیئے اس لئے رسول اکرم ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی اوپر تشریف لے گئے۔ انتھی قول ابن ابی جمرۃ. (بحوالہ فتح الباری)

معراج کی رات نمازوں کی تخفیف کا جو سوال کیا تو پانچ نمازیں رہ جانے پر آگے سوال نہ کرنے کی حکمت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توجہ دلانے پر جو رسول اکرم ﷺ نے بار بار نمازیں کم کرانے کے لئے درخواست کی اور پانچ نمازیں رہ جانے پر جو آگے سوال کی ہمت نہ کی، اور فرمایا کہ اب مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے ابن منیر سے نقل کیا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ پانچ پانچ نمازوں کی کمی ہو رہی تھی اور اب پانچ ہی رہ گئی تھیں، تو اب مزید تخفیف کا سوال کرنے کا مقصد یہ بنتا تھا کہ گویا نماز بھی فرض نہ رہے، لہٰذا آپ آگے درخواست کرنے پر شرما گئے، اور چونکہ تکوینی طور پر پانچ نمازوں کی فرضیت متعین ہی تھی اس لئے بھی آگے سوال کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ جو تخفیف کا سوال کرتے رہے ہیں وہ اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کے ذہن مبارک میں یہ بات تھی کہ سب نمازیں فرض نہیں ہیں البتہ آخری مرتبہ کے سوال کے بعد جو پانچ نمازیں رہ گئیں تھیں ان

کے بارے میں یہ یقین کرلیا یہ تو فرض ہی ہیں اس لئے آپ ﷺ نے اس کے بعد سوال نہیں کیا۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ مَا یُبَدَّلُ القَولُ لَدَیَّ سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے۔

معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا اور رشک کرنا

معراج کی روایات میں یہ بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگے بڑھے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرے بعد ایک غلام یعنی نوعمر شخص کی بعثت ہوئی اس کی امت کے لوگ جو جنت میں داخل ہوں گے، میری امت سے زیادہ ہوں گے۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ رونا اور یہ کہنا کہ ان کی امت کے لوگ میری امت کے بہ نسبت زیادہ جنت میں داخل ہوں گے یہ بطور حسد کے نہیں تھا بلکہ بطور افسوس کے تھا، اور افسوس اس بات کا تھا کہ میری امت میں مخالفت اور نافرمانی زیادہ تھی جس کی وجہ سے ان کی امت کو ثواب کم ہوا، اور اس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ثواب بھی کم ہوا، کیونکہ امت جس قدر بھی عمل کرتی تھی اس کا ثواب اس کے نبی کو بھی ملتا تھا کیونکہ وہ ان کو دلالت علی الخیر کرنے والا تھا (اور اس سے امت کا ثواب کم نہیں ہوتا تھا) رسول اکرم ﷺ کا ثواب بہت زیادہ ہے کیونکہ آپ کی امت میں فرمانبرداری کی شان بہت زیادہ ہے عبادت، طاعت، ذکر، تلاوت، حج، تصنیف، تالیف، جہاد، تعلیم، تبلیغ میں یہ امت بہت آگے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ جو فرمایا کہ ایک لڑکا میرے بعد مبعوث ہوا، یہ بطور تنقیص کے نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ اور کرم عظیم ظاہر کرنے کے لئے تھا یعنی سب نبیوں کے بعد آخر میں آنے والے نبی کو جس کی عمر دوسرے نبیوں کے مقابلے میں زیادہ نہ تھی، بہت زیادہ برکات اور انعامات سے نوازا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی تو تھے، جنہوں نے بار بار توجہ دلائی اور ان کی فکرمندی سے بجائے پچاس نمازوں کے پانچ نمازیں

فرض رہ گئیں، انہوں نے تو مزید درخواست پیش کرنے کی کوشش کی، اور فرمایا کہ میں نے بنی اسرائیل کو بہت آزمایا ہے وہ لوگ اس سے کم نمازوں کی بھی پابندی نہیں کر سکے۔ اس لئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بس اب میں شرما گیا، حضرت موسیٰ بھلا کیا حسد کرتے اور آپ کی شان میں کیا تنقیص کا خیال کرتے، انہوں نے تو محبت اور شفقت کا مظاہرہ فرمایا۔

معراج کی رات حضرت ابراہیمؑ نے نماز کم کرانے کی ترغیب کیوں نہیں دی؟

ایک یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمازوں کی تخفیف کا سوال کرنے کی طرف کیوں توجہ نہیں دلائی؟ حضرات اکابر نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل ہیں، مقامِ خُلّت کا تقاضا تسلیم ورضا ہے، جو حکم ہوا مان لیا، آگے سوچنا کچھ نہیں، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم ہیں، مقام تکلم مقامِ ناز ہے، اور موجِبِ انبساط ہے، جو کلیم جرأت کر سکتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا، پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اہلِ شرک وکفر سے زیادہ واسطہ پڑا تھا، ان ہی لوگوں سے بحث و مناظرہ میں عمرِ مبارک صرف ہوئی، آپ کے اتباع اور امت اجابت کے افراد زیادہ نہیں ہوئے، اور جو لوگ آپ پر ایمان لائے تھے وہ سچے فرمانبردار تھے، نافرمانوں اور فاسقوں کے رنگ ڈھنگ بچشمِ خود نہ دیکھے تھے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذہن تخفیف کرانے کی طرف چلا گیا اور اپنے تجربہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ **فانی قد بلوت بنی اسرائیل و خبرتھم** (مسلم شریف) یعنی میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں، اور اسی تجربہ کی بنیاد پر کہتا ہوں کہ اتنی نمازیں پڑھنا آپ ﷺ کی امت کے لئے دشوار ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی امتِ محمدیہ ﷺ کی خیر خواہی سے غافل نہ تھے، مگر انہوں نے تکثیر حسنات کو پیشِ نظر رکھا جس کی وجہ سے پچاس نمازوں کی فرضیت کی خبر سن کر دل باغ باغ ہو گیا اور خوشی کی انتہا نہ رہی، جب یہ خبر ملی کہ کعبہ شریف بناتے وقت میں نے رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِم رَسُولاً مِّنهُم کے ذریعہ جس امت کے لئے دعا کی تھی، وہ آج نوازی جارہی ہے، اور اسے رات دن میں پچاس مرتبہ بارگاہ خداوندی میں حاضری کا شرف دیا جارہا

ہے، پھر بھلا وہ تخفیف صلاۃ کا مشورہ کیوں دیتے؟ کیونکر وہ تکثیر حسنات کی طرف متوجہ تھے، اس لئے انہوں نے امت محمدیہ ﷺ کو ایک پیغام بھیجا حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ اے محمد ﷺ! میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہہ دینا، اور انہیں بتا دینا کہ بلاشبہ جنت کی اچھی مٹی ہے، میٹھا پانی ہے اور وہ چٹیل میدان ہے، اور اس کے پودے یہ ہیں، سُبحانَ اللهِ والحَمدُ للهِ ولَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكبَر.

یہ جو فرمایا کہ جنت چٹیل میدان ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اس میں سب کچھ ہے لیکن اسی کے لئے ہے جو دنیا میں ایسے کام کر کے جائے گا جن کے ذریعہ جنت میں داخلہ ہو سکے جنت اپنی محنت سے ملے گی، اور اس کو اس طرح سمجھ لیا جائے جیسے کوئی بہت اچھی زمین ہو مٹی بھی عمدہ ہو، پانی بھی میٹھا ہو، جب کوئی شخص اس میں درخت لگائے گا، اور اس عمدہ پانی سے سینچائی کرے گا تو اس کا پھل پالے گا لہٰذا دنیا میں نیک اعمال کرتے رہو، اللہ کا ذکر کرو، سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر پڑھا کرو، ان کو پڑھو گے تو جنت میں ان کے عوض درخت پالو گے، اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا کہ جس نے سبحان الله العظيم و بحمده کہا اس کے لئے جنت میں ایک درخت لگا دیا جائے گا۔

معراج کی رات سونے کے طشت میں زمزم سے قلبِ اطہر کا دھویا جانا

واقعۂ معراج جن احادیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اور قلب مطہر کو نکال کر زمزم کے پانی سے دھو کر واپس اپنی جگہ رکھ دیا گیا، پھر اسی طرح طرح درست کر دیا گیا جیسا کہ پہلے تھا، آج کی دنیا میں جب کہ سرجری عام ہو چکی ہے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اور زمزم کے پانی سے جو دھویا گیا اس سے زمزم کے پانی کی فضیلت واضح طور پر معلوم ہوئی، روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے قلبِ اطہر کو سونے کے طشت میں دھویا گیا اور یہ برتن جنت سے لایا گیا تھا، کیونکہ یہ

برتن جنت سے آیا تھا اور استعمال کرنے والا فرشتہ تھا اور اس وقت تک احکام نازل بھی نہیں ہوئے تھے، (سونے کی حرمت مدینہ منورہ میں ہوئی) اس لئے اس سے امت کے لئے سونے کے برتن استعمال کرنے کا جواز ثابت نہیں کیا جاسکتا، اور ایمان وحکمت سے بھرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس سے آپ کی قوتِ ایمانیہ میں اور قلب مبارک کے حکمت سے لبریز ہونے میں اور زیادہ ترقی ہوگئی اور عالمِ بالا میں جانے کی قوت پیدا ہوگئی۔

نماز اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، دیگر عبادات اسی سرزمین پر رہتے ہوئے فرض کی گئیں، لیکن نماز عالمِ بالا میں فرض کی گئی، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب رسول اکرم ﷺ کو عالمِ بالا کی سیر کرائی، اور وہاں پچاس، پھر پانچ نمازیں عطا کی گئیں، اور ثواب پچاس ہی کا رکھا، رسول اکرم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توجہ دلانے پر بار بار بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوکر نمازوں کی تخفیف کے لئے درخواست کرتے رہے، اور درخواست قبول ہوتی رہی عالم بالا میں بار بار آپ ﷺ کی حاضری ہوتی رہی۔

وہاں رسول اکرم ﷺ کی مناجات ہوئی پھر دنیا میں آپ ﷺ کے صحابہؓ کی اور صحابہؓ کے بعد پوری امت کی مناجات ہوتی رہی اور تا قیامت یہ مناجات ہوتی رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ چونکہ یہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے دربار کی حاضری ہے اس لئے اس کے وہ آداب ہیں جو دوسری عبادات کے لئے لازم نہیں کئے گئے، باوضو ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، نماز کی جگہ کا پاک ہونا، قبلہ رخ ہونا، ادب کے ساتھ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، اللہ کے کلام کو پڑھنا، رکوع کرنا، سجدے کرنا، یہ وہ چیزیں ہیں جو مجموعی حیثیت سے کسی دوسری عبادات میں مشروط نہیں ہیں، (گو ان میں سے بعض دیگر عبادات سے بھی متعلق ہیں) پھر نمازی ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھتا ہے جو التحیات للہ سے شروع ہوتا ہے، بعض شراح حدیث نے فرمایا ہے کہ تشہد میں انہی الفاظ کا اعادہ ہے جو شب معراج میں ادا کئے گئے تھے، حاضری کے وقت رسول اکرم ﷺ نے تحیہ پیش کرتے ہوئے عرض کیا، اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے جواب ملا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ

اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ یہ سن کر آپ ﷺ نے عرض کیا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللہِ الصَّالِحِین۔ حضرت جبرائیلؑ نے فوراً توحید ورسالت کی گواہی دی اور اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ کے کلمات ادا کئے۔

نماز چونکہ دربارِ الٰہی کی حاضری ہے، اس لئے پوری توجہ کے ساتھ نماز پڑھنے کی تعلیم دی گئی، سُترہ سامنے رکھنے کی ہدایت فرمائی تاکہ دلجمعی رہے، ادھر اُدھر دیکھنے سے منع فرمایا ہے، نماز پڑھتے ہوئے تشبیک یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ کھانے کا تقاضا ہوتے ہوئے اور پیشاب پاخانہ کا تقاضا ہوتے ہوئے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ چیزیں توجہ ہٹانے والی ہیں ان کی وجہ سے خشوع وخضوع باقی نہیں رہتا جو دربار کی حاضری کی شان کے خلاف ہے۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ نماز میں ہو تو برابر اللہ تعالیٰ کی توجہ اس کی طرف رہتی ہے، جب تک کہ بندہ خود اپنی توجہ نہ ہٹالے، جب بندہ توجہ ہٹالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بھی توجہ نہیں رہتی۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو تو کنکریوں کو نہ چھوئے کیونکہ اس کی طرف رحمت متوجہ ہوتی ہے۔

روایاتِ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بیداری میں روح اور جسم کے ساتھ معراج کرائی، اہل السنۃ والجماعت کا یہی مذہب ہے۔ ایک ہی رات میں آپ ﷺ مکہ معظمہ سے روانہ ہوکر بیت المقدس میں پہنچے، وہاں حضرات انبیاء علیہم السلام کی امامت کی، پھر وہاں سے آسمانوں پر تشریف لے گئے، وہاں حضرات انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئی، سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا، البیت المعمور کو ملاحظہ فرمایا، ایسی جگہ پر پہنچے جہاں قلموں کے لکھنے کی آوازیں آرہی تھیں، عالمِ بالا میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار توجہ دلانے پر اور خالقِ کائنات رب العزت کی بارگاہ میں بار بار درخواست پیش کرنے پر پانچ نمازوں کی فرضیت رہ گئی، اور اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں

پڑھنے پر ہی پچاس نمازوں کے ثواب کا اعلان فرمادیا، پھر اسی رات میں آسمانوں سے نزول فرمایا، اور واپس مکہ معظمہ تشریف لے آئے، راستے میں قریش کا ایک قافلہ ملا، جب صبح کو قریش کے سامنے رات کا واقعہ بیان کیا تو وہ تکذیب کرنے لگے لیکن جب آپ نے بیت المقدس کے بارے میں ان کے سوالات کے شافی جوابات دے دیئے اور جس قافلہ سے ملاقات ہوئی تھی وہ بھی پہنچ گیا، اور آپ ﷺ نے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ سب صحیح ثابت ہوگیا تو قریش کا منہ بند ہوگیا اور آگے کچھ نہ کہہ سکے۔

اب دورِ حاضر کے ملحدین واقعۂ معراج کو ماننے میں تامل کرتے ہیں اور بعض جاہل بالکل ہی جھٹلا دیتے ہیں، اور کچھ یوں کہہ دیتے ہیں کہ خواب کا واقعہ ہے، یہ لوگ یہ نہیں سوچتے اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو مشرکین مکہ اس کا انکار کیوں کرتے؟ اور یوں کیوں کہتے کہ بیت المقدس تک ایک ماہ کی مسافت کیسے طے کرلی؟ اور پھر انہیں بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ سورۃ الاسراء کے شروع میں **سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ** فرمایا ہے، اس میں لفظ بعبدہٖ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ روح اور جسم دونوں کے ساتھ تشریف لے گئے، نیز اسریٰ یسریٰ (معتل اللام) سے بابِ افعال سے ماضی کا صیغہ ہے یہ بھی رات کے سفر کرنے پر دلالت کرتا ہے، خواب میں کوئی کہیں چلا جائے اس کو سریٰ اور اسریٰ سے تعبیر نہیں کیا جاتا، لیکن جنہیں ماننا نہیں ہے وہ آیتِ قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کا انکار کرنے میں ذرا بھی نہیں سوچتے۔ **ھدا ھم اللہ تعالیٰ**.

منکرین کی جاہلانہ باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ زمین کے اوپر جانے میں اتنی مسافت کے بعد ہوا موجود نہیں ہے اور فلاں فلاں کُرہ سے گزرنا لازم ہے اور انسان بغیر ہوا کے زندہ نہیں رہ سکتا، اور فلاں کرّہ سے نہیں گزر سکتا، یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں، اوّل تو ان باتوں کا یقین کیا ہے جس کا یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں، اور اگر ان کی کوئی بات صحیح بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کو پوری پوری قدرت ہے کہ اپنے جس بندہ کو جس کُرہ سے چاہے باسلامت گزار دے، اور بغیر ہوا کے بھی زندہ رکھے، ہوا اور سانس لینے کو بھی تو اسی نے ذریعہ بنایا ہے، اگر وہ

انسان کی تخلیق کی ابتداء ہی سے بغیر ہوا اور سانس کے زندہ رکھتا تو اسے اس پر بھی قدرت تھی اور کیا سکتہ کا مریض بغیر سانس کے زندہ نہیں رہتا؟ کیا حبس دم کرنے والے سانس لئے بغیر گھنٹوں نہیں جیتے؟

بعض جاہل تو آسمانوں کے وجود کے ہی منکر ہیں، ان کے انکار کی بنیاد صرف عدم العلم ہے اِن هُم اِلَّا يَخرُصُون (یونس ۶۶) کسی چیز کا نہ جاننا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ اس کا وجود ہی نہ ہو، محض انکلوں سے اللہ تعالیٰ کی کتاب جھٹلاتے ہیں۔ قَاتَلَهُمُ اللهُ اَنّٰى يُؤفَكُون. (توبہ ۳۰) فلسفہ قدیمہ ہو یا جدیدہ اس سے تعلق رکھنے والوں کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں خالقِ کائنات رب العالمین نے اپنی کتاب میں سات آسمانوں کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا، لیکن اصحابِ فلسفہ قدیمہ کہتے تھے کہ نو آسمان ہیں، اور اب جب نیا فلسفہ آیا تو ایک آسمان کا وجود بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اب بتاؤ ان انکل لگانے والوں کی بات ٹھیک ہے یا خالق کائنات جل مجدہ کا فرمان صحیح ہے؟ سورۃ الملک میں فرمایا ہے کہ الا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير (الملک ۱۴) (کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا فرمایا اور وہ لطیف وخبیر ہے)۔ فلسفہ قدیم والے آسمان کا وجود تو مانتے تھے لیکن ساتھ ہی کہتے کہ آسمانوں میں خرق والتیام نہیں ہوسکتا، یعنی آسمان پھٹ نہیں سکتا، یہ بھی ان کی انکل پچو والی بات تھی کبھی نہ گئے، نہ جا کر دیکھا، زمین میں بیٹھے بیٹھے سب کچھ ہی طے کرلیا۔ جس ذات پاک نے آسمان زمین پیدا فرمائے اس نے تو آسمانوں کے دروازے بھی بنائے سورۂ اعراف میں فرمایا ہے کہ لَا تُفَتَّحُ لَهُم أبوابُ السَّمآءِ (اعراف ۴۰) اور سورۂ نبا میں فرمایا ہے کہ وفُتِحَتِ السَّمآءُ فَكَانَت اَبوَاباً (نبا ۱۹) اور آسمان کے پھٹنے کا ذکر بھی فرمایا، جس کا قیامت کے دن ظہور ہوگا کہ اِذَا السَّمَآءُ انشَقَّتْ (انشقاق ۱) اور وَانشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَومَئِذٍ وَّاهِيَة (الحاقہ ۱۶) میں تذکرہ فرمایا ہے، لہٰذا اُن لوگوں کی بات بالکل جھوٹ ہے جنہوں نے یوں کہا کہ آسمان میں خرق والتیام نہیں ہوسکتا۔

کچھ لوگوں کو یہ اشکال تھا اور بعض ملحدوں کو ممکن ہے اب بھی اشکال ہو کہ ایک رات

میں اتنا بڑا سفر کیسے ہوسکتا ہے؟ کبھی پہلے زمانہ میں کوئی شخص اس طرح کی بات کرتا تو اس کی کچھ وجہ بھی تھی کہ تیز رفتار سواریاں موجود نہ تھیں اور اب جو نئے آلات ایجاد ہو گئے ان کا وجود نہ تھا، اب تو جدہ سے ہوائی جہاز گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں دمشق پہنچ جاتا ہے، اور رات کے باقی گھنٹے آسمانوں پر پہنچنے اور وہاں مشاہدات فرمانے اور وہاں سے واپس آنے کے لئے تسلیم کر لئے جائیں تو اس میں کوئی بُعد نہیں ہے۔ اب تو ایک رات میں لمبی مسافت قطع کرنے کا اشکال ختم ہو گیا، اور یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ختم نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ چاہے تو جو تیز رفتار سواریاں ہیں انہیں مزید در مزید تیز رفتاری عطا فرمادے اور نئی سواریاں پید افرمادے، جو موجودہ سواریوں سے تیز تر ہوں، سورۂ نحل میں جو سواریوں کا تذکرہ فرمانے کے بعد وَيَخْلُقُ مَالَا تَعلَمُون فرمایا ہے اس میں موجودہ سواریوں اور ان سب سواریوں کی طرف اشارہ ہے جو قیامت تک وجود میں آئیں گی، اب تو ایسے طیارے تیار ہیں جو آواز کی رفتار سے بھی زیادہ جلد پہنچنے والے ہیں، اور ابھی مزید تیز رفتار سواریاں بنانے کی کوششیں جاری ہیں، یہی لوگ جو سفرِ معراج کے منکر ہیں یا اس کے وقوع میں متردد ہیں خود ہی بتائیں کہ رات دن کے آگے پیچھے آنے میں (ان کے خیال میں) زمین جو اپنی محور پر گھومتی ہے چوبیس ۲۴ گھنٹے میں کتنی مسافت طے کر لیتی ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کہ آفتاب جو زمین کے کُرہ سے کروڑوں میل دور ہے کرن ظاہر ہوتے ہی کتنے سیکنڈ میں اس کی روشنی زمین پر پہنچ جاتی ہے اور یہ بتائیں کہ جب چاند پر گئے تھے تو کتنی مسافت کتنے وقت میں طے کی تھی؟ یہ سب کچھ نظروں کے سامنے ہے پھر واقعۂ معراج میں تردّد کیوں ہے؟

صاحبِ معراج رسول اکرم ﷺ جس براق پر تشریف لے گئے تھے اس کے بارے میں یوں فرمایا ہے کہ وہ حدّ نظر پر اپنا اگلا قدم رکھتا تھا لیکن یہ بات ابہام میں ہے کہ اس کی نظر کہاں تک پہنچتی تھی اگر سو میل پر نظر پڑتی ہو تو مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک صرف سات آٹھ منٹ کی مسافت بنتی ہے۔ اس طرح بیت المقدس تک آنے اور جانے میں کل پندرہ ہی منٹ خرچ ہونے کا حساب بنتا ہے اور باقی پوری رات عالمِ بالا کی سیر کے لئے بچ گئے۔

آج کل جدّہ سے دمشق تک ہوائی جہاز سے ایک ڈیڑھ گھنٹے کا راستہ ہے، اگر اسی کے مطابق غور کیا جائے تو دو تین گھنٹے بیت المقدس آنے جانے کے لئے اور باقی پوری رات عالمِ بالا کی سیر کے لئے تسلیم کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ وما یتذکر الا من ینیب. (مومن ۱۳) مومن کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ، اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی بات سُنے اور تصدیق کرے۔ (بحوالہ سیرت سرورِ کونین ﷺ از حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ)

معراج سے متعلق ملاحدہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات

ملاحدہ کے بے جا معراج سے متعلق اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ بھی اپنی مایہ ناز کتاب سیرۃ المصطفیٰ میں لکھتے ہیں کہ ملاحدہ نے حضور کے معراج جسمانی پر جو اعتراضات کئے ہیں ان سب کا اجمال یہ ہے کہ فلسفہ قدیمہ تو اجرام فلکیہ میں خرق والتیام کو محال بتلاتا ہے اور فلسفۂ جدیدہ افلاک کے وجود ہی کو تسلیم نہیں کرتا۔ لہٰذا جب آسمان کا وجود ہی ثابت نہ ہوا تو معراج جسمانی کا ثبوت کس طرح ہوگا۔ نیز فلسفۂ جدیدہ قدیمہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ زمین سے کچھ اوپر کرۂ زمہریر ہے اور فلسفہ قدیمہ کے نزدیک کرہ ناری ہے اور ان دونوں مقاموں سے کسی جسم عنصری کا صحیح سالم اور زندہ عبور کرنا محال ہے لہٰذا عروج جسمانی بھی محال ہوگا، بعض کہتے ہیں کہ جسم ثقیل کی اس قدر بلند اور سریع عقلاً محال ہے۔

جواب...... یہ سب استبعادات اور توہمات ہیں عقلاً ان میں سے کوئی شئی بھی محال نہیں ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین. جو شخص ان چیزوں کے محال ہونے کا مدعی ہو وہ دلیل پیش کرے۔

(۱)۔ تمام انبیاء اور تمام کتب سماویہ اس پر متفق ہیں کہ قیامت قائم ہوگی اور آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اِذَا السَّمَآءُ انشَقَّتْ . اذا السَّمَآءُ انفَطَرَتْ اور حضرات انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا امر محال کے وقوع پر متفق ہونا قطعاً محال اور ناممکن ہے

اور فلسفۂ قدیمہ نے جو افلاک کے خرق اور التیام کے محال ہونے کے جو دلائل ذکر کئے ہیں حضرات متکلمین نے ان کا کافی اور شافی جواب دے دیا ہے۔

(۲)۔رہا فلسفہ جدیدہ کا افلاک کے وجود کو نہ تسلیم کرنا سو یہ افلاک کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی شئی کا نظر نہ آنا یا اس کا ثابت نہ ہونا اس کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا ورنہ زمین اور آسمان کی اُن ہزار ہا چیزوں کا انکار لازم آئے گا۔ جو ہماری نظر اور عقل اور علم سے مخفی اور پوشیدہ ہیں نیز عقلاء اس پر بھی متفق ہیں کہ کسی کا جہل اور عدم علم دوسرے پر حجت نہیں۔

(۳)۔آج کل نئی نئی قسم کے ایسے آلات ایجاد ہو رہے ہیں کہ جن کے ذریعہ سے جسم حرارت اور برودت کے خارجی اثرات سے بالکل محفوظ رہتا ہے اور خداوند ذوالجلال کی قدرت تو اس سے کہیں اعلیٰ وارفع ہے۔ سرکاری باغوں میں ایسے درخت موجود ہیں کہ بجائے پانی کے ان کے نیچے آگ روشن کی جاتی ہے، وہ آگ کی گرمی سے سرسبز رہتے ہیں اگر آگ کی حرارت کم ہو جائے تو خشک ہو جاتے ہیں۔ سمندر میں ایک کیڑا ہے جو آگ میں پیدا ہوتا ہے وہ نہ آگ سے جلتا ہے نہ مرتا ہے بلکہ آگ اس کے حق میں حیات ہے اور آگ سے جدائی اس کے لئے موت ہے۔

(۴)۔نیز ہزار ہا من وزن کے طیاروں کا آسمانی فضا میں اڑنا اور گھنٹوں میں ہزار ہا میل کی مسافت طے کرنا ساری دنیا کے سامنے ہے پھر فقط ایک انسان کے پرواز اور طیران کے بارے میں کیوں اس قدر سرگرداں اور حیران ہیں۔

(۵)۔آج کل ایسے زینے بھی ایجاد ہو گئے ہیں کہ بجلی کا بٹن دبانے سے ایک منٹ میں سو منزل کے آخری بالاخانے پر پہنچا دیتے ہیں۔ کیا خداوند ذوالجلال ایسے معراج یعنی سیڑھی اور زینہ سے قاصر ہے کہ جو ایک منٹ میں اس کے کسی خاص بندہ کو زمین سے آسمان پر پہنچا دے۔

(۶)۔ماہرین انکشافات کے برابر اعلانات آ رہے ہیں کہ فلسفہ اور سائنس کے

ذریعہ سے اب تک جو انکشافات ہوئے ہیں وہ نہایت ہی قلیل ہیں اور آئندہ جن انکشافات کی توقع ہے وہ اس سے ہزاراں ہزار درجہ زائد ہیں حتیٰ کہ یہاں تک اعلان آچکے ہیں کہ ہم عنقریب کواکب اور سیارات تک پہنچ جائیں گے۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے متمدن بھائی جو مغربی علوم کے سودائی و شیدائی ہیں وہ ان خبروں کو نہایت مسرت اور ابتہاج کے ساتھ سنتے اور سناتے ہیں مگر جب نبی امی فداہ نفسی وابی وامی ﷺ کے معراج کی خبر کو سنتے ہیں تو طرح طرح کے شبہے اور وسوسے ان کے سامنے آجاتے ہیں۔ یورپ کی وحی کی بے چوں وچرا تصدیق کرتے ہیں اور اللہ کی وحی میں شبہے نکالتے ہیں اور ڈالتے ہیں۔

(۷)۔ یہود کے نزدیک حضرت ایلیاء علیہ السلام کا بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر جانا اور عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر اخیر زمانہ میں آسمان سے ان کا اترنا مسلم ہے اسی طرح رسول اکرم ﷺ کا اسی جسم اطہر کے ساتھ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا قرآن وحدیث اور اجماع صحابہؓ وتابعینؒ سے ثابت ہے اگر آسمان پر جانا عقلاً محال ہوتا تو صحابہؓ وتابعینؒ کبھی اس پر متفق نہ ہوتے۔ (بحوالہ سیرت مصطفیٰ ﷺ)

معراج کا واقعہ اور جدید سائنسی حقائق

حیات نبوی ﷺ کے واقعۂ معراج نے فکر انسانی کو آج کے سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے دور میں نیا زاویہ عطا فرمایا ہے۔ آواز کی رفتار سے زیادہ تیز طیاروں اور راکٹوں کی ایجاد اور اس میں انسانوں کا خلاء میں طویل سفر رسول اکرم ﷺ کے واقعۂ معراج کو قابل فہم بنا کر اس کی تصدیق کرتا ہے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے کا انسان وحی کے ذریعے لمحوں میں پیغام حق کی ترسیل کا ذکر سنتا، تو اس کا یقین تصدیق سے قاصر تھا۔ عہد حاضر کا انسان اس کے ماننے میں جھجک اور پس وپیش کا شکار نہیں۔ آج ہم گھر بیٹھے دور دراز کے براعظموں میں مقیم اپنے رشتہ داروں

سے ٹیلی فون کے ذریعے باتیں کرتے ہیں۔ مصنوعی فضائی سیاروں کے ذریعے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر تمام براعظموں سے ہمارا رابطہ ہے۔ آسٹریلیا میں ہونے والے اولمپک گیمز دنیا کے ہر حصے میں کروڑوں انسانوں نے ایک ساتھ دیکھا۔ طناب وقت یوں کھنچی کہ صبح وشام مل گئے۔ ہمیں کوئی حیرت نہیں۔ علمِ غیب یہاں یقین کے درجہ پر ہے۔ پہلے برسوں، مہینوں، دنوں اور گھنٹوں میں جو خبریں ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچتی تھیں، اب برقی لہروں کے ذریعے لمحوں میں سفر طے کر لیتی ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی کامیابیاں مذہب کی بیان کردہ حقیقتوں کی تصدیق کر رہی ہیں۔ عقل عیار نہ ہو بلکہ سلیم ہو تو اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر شے میں عیاں ہے۔

قیامت، مذہب کا ایک بنیادی نقطہ ہے۔ سورۂ قارعہ میں فرمایا گیا ہے کہ ''تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون کی طرح ہوں گے''۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تصدیق جاپان والوں سے پوچھو جنہوں نے دوسری جنگ عظیم میں ہیروشیما اور ناگاسا کی پر ایٹم بم کی قیامت خیز ہولناک تباہیاں دیکھیں اور یہ قیامت کا ایک چھوٹا نمونہ ہے۔

ایٹم کی طاقت کا اندازہ لگانا آج کے انسانوں کے لئے دشوار نہیں۔ اس کا اشارہ سورۂ فیل میں موجود ہے۔ تباہی کا نقشہ ایک جملہ میں بیان ہو گیا۔ وہ خالق کائنات کے ایٹم بم تھے جو ابرہہ کے ساٹھ ہزار کے لشکر پر گرائے گئے تھے۔ ابرہہ جو بیت اللہ کو ڈھانے کے ارادہ سے مکہ آیا تھا۔ ارشاد ربانی ہے کہ۔ ''اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے، جو ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے۔ پھر ان کا ایسا حال کر دیا جیسے جانوروں کا کھایا ہوا بھوسا''۔

کیا ان الفاظ پر مہرِ تصدیق ثبت کرنے میں آپ کو کوئی تردد ہے؟ مرنے کے بعد جی اٹھنا ''وبعث بعد الموت'' (اور موت کے بعد زندہ اٹھائے جانے پر ایمان لانا) اس کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی ایک ہلکی سی کیفیت سے روزانہ ہر انسان

گزرتا ہے۔ ''اعمال نامہ'' حیات دینوی کی تفصیل جو دو معزز فرشتے لکھتے ہیں۔ سورۂ انفطار کی آیت ۹ تا ۱۱ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ ''ہرگز نہیں بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم لوگ جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں، ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں''۔

ٹیپ ریکارڈ کی ایجاد، آڈیو، وڈیو کیسٹوں کو سننے اور لکھنے والے بیسویں صدی کے انسان ''اعمال نامہ'' سے انکار کی جرأت کر سکتے ہیں؟ فرشتے نہ ظاہر ہوتے ہیں، نہ دکھائی دیتے ہیں، کتنی چیزیں ہمارے ارگرد ہیں، ہوا، خوشبو وغیرہ کیا ان کے وجود سے انکار ممکن ہے؟ چودہ صدیوں پہلے محیر العقول واقعہ معراج میں بھی چند ایسی باتیں ہیں، جو اس وقت ایمان کا امتحان بنیں، اس کے لئے فکر و نظر ایمان و آگہی کی وہ بلندی چاہیئے تھی، جس سے حضرت ابوبکر بن قحافہؓ کا خمیر اٹھا تھا۔

اس زمانے کے لئے نا قابل فہم انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈالنے والی، چند چیزیں، آج روزمرہ کے مشاہدات ہیں، براق پر مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کا سفر جو اسراء کہلاتا ہے، صخرہ سے گھونسلا نما لفٹ میں آسمانوں کا سفر، رف رف وغیرہ وغیرہ اور یہ سب سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت مبارکہ کے مصداق، ''پاک ہیں وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے دور کی اس مسجدِ اقصیٰ تک جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے تاکہ اسے ہم اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں، حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا''۔

یہ سارا سفر ایک رات میں اس زمانہ میں نا قابل فہم اور آج کے دور کے تیز رفتار راکٹوں، طیاروں سے بعید فہم نہیں۔ اسراء سے مراد رات کے ایک حصہ میں رسول اکرم ﷺ کا مکہ سے بیت المقدس تک براق پر تشریف لے جانا ہے یہ زمینی سفر ہے۔ معراج سے مراد آسمانی سفر ہے۔ بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک عروج کرنا۔ معراج عروج سے مشتق ہے، جس کے معنی چڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ معراج زینے اور سیڑھی کو بھی کہتے ہیں۔

اس موقع پر اکثر یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ معراج بحالت جسم تھی یا بحالت خواب

آیت کے لفظ ''سبحان الذی'' سے ابتداء خوداس بات کی دلیل ہے کہ یہ غیر معمولی واقعہ تھا، جوفطرت کے عام قوانین سے ہٹ کر واقع ہوا۔ایک زمانے تک یہ اعتراض بھی ہوتا رہا کہ جسم جو ہوا سے بھاری ہوتا ہے کس طرح اوپر اٹھ سکتا ہے۔ ہوائی جہاز کی ایجاد کے بعد ان دانشوروں کے منہ بند ہو گئے۔ خالقِ کائنات کو اپنی قدرت کا کرشمہ دکھانا مقصود تھا، لہٰذا رات کے ایک قلیل حصہ میں یہ عظیم الشان سفر پیش آیا۔ یہ وقت زمان اور مکان کی فطری قیود سے آزاد تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا کہ جب رسول اکرم ﷺ سفرِ معراج سے واپس تشریف لائے تو زنجیر ہل رہی تھی، وضو کا پانی بہہ رہا تھا اور بستر کی گرمی اسی طرح برقرار تھی، بات لاکھ داستانی سہی، لیکن آج عقل میں آسکتی ہے۔

اس بات کا سمجھنا آج کے انسان کے لئے نسبتاً آسان ہے، ایک بہت معمولی سی مثال سے اسے سمجھا جاسکتا ہے۔ ہمارا دن رات کا مشاہدہ ہے کہ ایک گھر میں بیک وقت بلب روشن ہیں۔ پنکھا (سلیپنگ فین) چل رہا ہے۔ ریڈیو سنا جارہا ہے، ٹیلی ویژن دیکھا جارہا ہے، استری گرم ہے، فریج میں کھانے محفوظ ہیں، ایئر کنڈیشن سے کمرہ ٹھنڈا ہے، گرائنڈر میں مسالے پیسے جارہے ہیں، وی سی آر پر فلمیں دیکھی جارہی ہیں۔ بجلی چلی گئی یا کسی نے مین سوئچ آف کردیا تو پھر ہر چیز نے لمحوں میں کام کرنا بند کردیا۔ تانا بانا کرنٹ کے غائب ہوتے ہی رک جاتا ہے۔ کرنٹ آیا تو تانے بانے بننے والی کلیں اسی مقام سے کام شروع کردیتی ہیں۔ دھاگے سے دھاگا مل جاتا ہے۔ یہ سب کرنٹ کا کرشمہ ہے۔

حقیقت کا یوں ادارک کیا جاسکتا ہے کہ انسان سوئچ آف کر کے یہ قدرت رکھتا ہے اب سوچیئے کہ جو خالقِ کائنات ہے، نظام زماں، آفاق و آفات کا پیدا کرنے والا ہے کیا اس کے لئے نظام زماں و مکان کو معطل کردینا کچھ مشکل ہے؟ یہی ہوا کہ سرورِ کائنات ﷺ کے سفرِ معراج سے واپسی تک ہر چیز نے اپنا کام بند کردیا۔ واپس ہوئے تو ہر چیز روبہ عمل ہوگئی۔ زنجیر جس زاویے پر تھم گئی تھی وہاں سے حرکت میں آگئی، پانی جس مقام پر بہنا رک گیا تھا، وہاں سے جاری ہوگیا، بستر کی گرمی بند ہوئی تھی، وہاں سے پھر محسوس ہونے لگی، مگر اس

مرسلِ آخر ﷺ کی عظمت کا سفر دیکھو معراج کی شب سارے لمحات رواں ٹھہرے۔

فلکیات کے ماہرین نے یہ بات لکھی ہے کہ اس گردشِ لیل ونہار، نظامِ زماں ومکاں کے تسلسل میں ایک بریک کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہی رات ہے جب کہ خالقِ کائنات وآفاق وآفات نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنی نشانیاں دکھانے طلب فرمایا تھا۔ "وھو علیٰ کل شیء قدیر" (بےشک وہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

براق۔ برق (بجلی) سے مشتق ہے۔ سائنس داں کہتے ہیں برق کی سرعت رفتار فی سینڈ ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل ہے۔ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک کا سفر اسی صبا رفتار سواری پر تھا، مسجدِ اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کے بعد امام الانبیاء صخرہ پر تشریف لے گئے۔ یہاں دو گھونسلا نما نشستیں ظاہر ہوئیں، جس میں سرورِ کائنات ﷺ اور رفیقِ سفر سید الملائک حضرت جبرائیلؑ بیٹھ گئے۔ لفٹ کی ایجاد سے یہ بات سمجھی جا سکتی ہے، رف رف آج کے ہیلی کاپٹر کے مماثل ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ عالمِ خلق اور رب السمٰوت والارض کے درمیان حد فاصل ہے، اس مقام پر تمام خلائق کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ آگے جو کچھ ہے وہ عالمِ غیب ہے، جس کی خبر مقرب فرشتے کو بھی نہیں ہے اور نہ کسی پیغمبر کو۔ نیچے سے جو کچھ آتا ہے، یہاں وصول کیا جاتا ہے اور اسی مقام پر جنت الماویٰ ہے، جس کا سورۂ نجم میں ذکر ہے۔ صاحب المعراج نے اس کا مشاہدہ فرمایا، اس میں وہ تمام نعمتیں ہیں، جسے کسی آنکھ نے نہ دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ مشاہدۂ جنت کے بعد حضرت جبرائیلؑ سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے اور عرض کیا کہ اب آپ کا اور آپ کے رب کا معاملہ ہے۔

سفرِ معراج سے لوٹتے ہوئے صاحب التاج والمعراج نے رفیق سفر سے فرمایا میری قوم اس واقعہ کی تصدیق نہیں کرے گی۔ محرم راز نے جواب دیا آپ ﷺ کی تصدیق ابو بکر بن ابی قحافہؓ کریں گے، جو آسمانوں پر بھی صدیق کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ ابو بکر کی فضیلت ہے کہ انسانوں میں معراج کا سفر ان کی تصدیق سے معتبر ہوا۔ دارِ عقیل کے قریب

مسجدِ اقصیٰ کا رکھ دیا جانا جسے دیکھ کر رسول اکرم ﷺ کفار کے سوالات کے جواب دے رہے تھے۔ ٹیلی ویژن کی ایجاد آج کے زمانے میں اس کی تصدیق ہے۔ دور دراز کی خبریں بھی انسان ٹی وی پر دیکھ سکتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا یہی وہ مقام صدیقیت ہے، جہاں انہوں نے بارگاہ رسالت میں عقل وخرد کی قربانی دی۔ یہ عشق کا وہ اعلیٰ مقام اور فیصلہ کن حیثیت تھی، جس نے دانش وروں کفر کو حیرت میں ڈال دیا۔ یہی موقع تھا کہ زبان وحی ترجمان سے ابوقحافہؓ کے بیٹے کو صدیق کا لقب عطا ہوا۔ مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا سفر، وہاں سے معراج، مشاہدات آسمانی، جنت اور دوزخ سب حق ہیں، اس لئے کہ یہ اس ہستی کی زبان سے بیان ہوا جس سے بڑھ کر صادق کوئی ہوا نہ ہوگا۔ یہی ایمان کی کسوٹی اور یقین کا امتحان ہے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از ماہنامہ مسیحائی کراچی ھادیٔ اعظمؐ نمبر)

معراج جسمانی تھی یا روحانی، خواب تھا یا بیداری

حضرت سید سلیمان ندویؒ سیرت النبیؐ میں رقم طراز ہیں کہ ہمارے متکلمین اور شراحِ حدیث نے اس باب میں بے سود مباحث کا انبار لگا دیا ہے۔ فیصلہ کی صحیح صورت یہ ہے کہ متکلمانہ اعتراضات فلسفیانہ خدشات اور عقلی محالات اور نیز عامیانہ ظواہر پرستی اور جمہور کے خیالات کی بے جا حمایت کے وسوسوں سے خالی الذہن ہو کر صحیح روایتوں کے اصل الفاظ پر غور کیا جائے۔ اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ سورۂ اسراء (معراج) کی اس آیت کی نسبت ہے کہ۔ ''وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (بنی اسرائیل)'' ہم نے جو رویا (دکھاوا) تجھ کو دکھایا، اس کو ہم نے لوگوں کے لئے صرف آزمائش بنایا ہے''۔

بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ یہ معراج کے متعلق ہے، رویاء عربی زبان میں ''دکھاوا'' کو کہتے ہیں، یعنی ''جو دیکھنے میں آئے''، اور عام طور سے اس کے معنی ''خواب'' کے ہیں۔ اس لئے جو فریق معراج کو خواب بتاتا ہے، وہ اس آیت کو اپنے

دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرتا ہے، لیکن صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت میں یہ اُن کی تصریح ہے کہ اس آیت میں رویاء کے معنی مشاہدۂ چشم کے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ واقعۂ معراج خواب نہ تھا بلکہ آنکھوں کا مشاہدہ تھا۔ روایت کا مفہوم یہ ہے کہ۔ ''حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں کہ ''ہم نے جو رویا تجھ کو دکھایا اس کو نہیں بتایا لیکن لوگوں کے لئے آزمائش'' کہتے ہیں کہ یہ آنکھ کا مشاہدہ تھا جو رسول اکرم ﷺ کو دکھایا گیا، جب آپ ﷺ کو رات کے وقت بیت المقدس لے جایا گیا''۔ (بخاری شریف)

اس پر یہ لغوی بحث چھڑ گئی کہ رویاء لغت میں ''آنکھ کے دیکھنے'' کو نہیں کہتے۔ مگر ذرا غور کیجئے کہ حضرت ابن عباسؓ سے بڑھ کر لغتِ عرب کا واقف کار اور کون ہوسکتا ہے۔ جب وہ رویائے عین کہتے ہیں تو کس کو انکار ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں راعیؔ اور متنبیؔ بعض عرب شعراء نے ظاہری آنکھ سے دیکھنے کو بھی رویاء کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند ابن حنبل اور حدیث کی دیگر معتبر کتابوں میں جن میں معراج کے مسلسل اور تفصیلی واقعات درج ہیں ان سب کو ایک ساتھ پیش نظر رکھنے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ صحیحین کی دو روایتوں کے سوا باقی روایتوں میں خواب کا مطلق ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم اور مسند ابن حنبل میں حضرت ابوذرؓ کی جو صحیح ترین روایت ہے اور حضرت انسؓ کی وہ روایت جو ثابت البنانی کے ذریعہ سے ہے، خواب کے ذکر سے قطعاً خالی ہے۔ اس لئے حسبِ محاورہ عام اس کو بیداری کے معنی میں سمجھنا قطعی ہے۔ لیکن حضرت انسؓ کی اس روایت میں جو شریک کے واسطہ سے ہے، یہ مذکور ہے کہ یہ واقعہ آنکھوں کے خواب اور دل کی بیداری کی حالت میں پیش آیا۔ بخاری میں یہ حدیث کتاب التوحید اور باب الصفۃ النبی ﷺ دو مقامات میں ہے۔ اس کے الفاظ کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ۔

''حضرت انس بن مالک ؓ کو میں نے اس شب کا واقعہ، جب آپ ﷺ کو کعبہ کی مسجد سے لے جایا گیا (معراج) بیان کرتے ہوئے سنا کہ اس سے پہلے کہ آپ ﷺ کی طرف وحی بھیجی جائے، آپ کے پاس تین شخص آئے اور اس وقت آپ مسجد حرام میں سوئے

ہوئے تھے، پہلے نے کہا وہ کون ہے؟ بیچ والے نے کہا (ان سونے والوں میں) جو سب سے بہتر ہے اس کو لے لو، یہ رات ہوگئی، پھر آپ ﷺ نے ان کو نہیں دیکھا، یہاں تک کہ ایک اور رات کو وہ آئے، اس حالت میں کہ آپ ﷺ کا دل دیکھتا تھا اور آنکھ سوتی تھی لیکن آپ ﷺ کا دل نہیں سوتا تھا اور اسی طرح پیغمبروں کی آنکھیں سوتی ہیں مگر ان کے دل نہیں سوتے۔

(بحوالہ کتاب التوحید)

حضرت انس بن مالکؓ ہم لوگوں سے آپ ﷺ کی شب معراج کا قصہ بیان کرتے تھے کہ اس سے پہلے آپ ﷺ پر وحی آئے آپ مسجد حرام میں سو رہے تھے، آپ کے پاس تین آدمی آئے، پہلے نے کہا وہ کون ہے؟ بیچ والے نے کہا وہ ان میں سب سے بہتر ہے، پچھلے نے کہا جو ان میں سب سے بہتر ہو اس کو لے لو، یہ تو ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے ان کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ ایک اور رات آئے۔ اس حالت میں آپ ﷺ کا دل دیکھتا تھا اور آپ ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں، لیکن آپ ﷺ کا دل نہیں سوتا تھا۔ انبیاء علیہم السلام کا یہی حال ہوتا ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے پھر حضرت جبرائیلؑ نے آپ ﷺ کو اپنے اہتمام میں لیا، پھر وہ آپ ﷺ کو لے کر آسمان پر چڑھ گئے"۔ (بحوالہ بخاری شریف)

بخاری نے اس باب میں اس حدیث کو یہیں تک لکھا ہے لیکن کتاب التوحید میں اس کے بعد معراج کے تمام واقعات بیان کر کے آخر میں حضرت انسؓ کا یہ فقرہ روایت کیا ہے۔ **فاستیقظ وھو فی مسجد الحرام** "پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے تو مسجد حرام میں تھے"۔ صحیح مسلم میں یہ روایت نہایت مختصر ہے۔ سند کے بعد صرف اس قدر لکھ کر آپ ﷺ مسجد حرام میں سوتے تھے۔ اس کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ "شریک نے اس روایت میں واقعات کو گھٹا بڑھا اور آگے پیچھے کر دیا ہے۔ اس لئے ائمہ نے جیسا کہ قاضی عیاضؒ نے شفاء میں اور امام نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ شریک کی اس روایت میں بہت سے اوہام ہیں اور اسی لئے اس کو انہوں نے ردّ کر دیا ہے۔ دوسری روایت صحیحین میں وہ ہے جس میں حضرت مالک بن صعصعہ انصاریؓ خود رسول اکرم ﷺ کی زبانی بیان کرتے

ہیں کہ آپ ﷺ نے معراج کا واقعہ دہراتے ہوئے فرمایا ہے کہ۔ ''میں کعبہ کے پاس خواب بیداری کی درمیانی حالت میں تھا''۔ (صحیح بخاری)

صحیح بخاری باب المعراج اور مسند ابن حنبل میں مالک بن صعصعہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ۔ ''اس اثنا میں کہ میں (خانہ کعبہ کے مقام) حطیم میں لیٹا ہوا تھا''۔

لیکن یہ شب معراج میں آغاز کی کیفیت کا بیان ہے کہ اس وقت رسول اکرم ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ دلائل بیہقی میں ایک روایت ہے جس میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے واسطہ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''میں عشاء کے وقت خانۂ کعبہ میں سو رہا تھا۔ ایک آنے والا (جبرائیلؑ) آیا اور اس نے مجھے جگایا، میں جگا''۔ اس کے بعد واقعۂ معراج کی تفصیل ہے۔ اس میں سونے کے بعد جگائے جانے کی گو تصریح ہے، لیکن اس کا دوسرا راوی جھوٹا، دروغ گو اور نا قابل اعتبار ہے، اور اس میں جو منکرات اور غرائب امور بیان کئے گئے ہیں وہ سرتا پا لغو ہیں۔ ابن اسحٰق نے سیرت میں ابن جریر طبری نے تفسیر میں حضرت حسن بصریؒ سے بھی اسی قسم کی روایت نقل کی ہے کہ میں سو رہا تھا کہ حضرت جبرائیلؑ نے پاؤں سے ٹھوکر مار کر مجھے اٹھایا''۔ لیکن اس کا سلسلہ حضرت حسن بصریؒ سے آگے نہیں بڑھتا۔ سیرت ابن ہشام اور تفسیر ابن جریر طبری میں محمد بن اسحاق کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ سے دو روایتیں مع سند کے حسبِ ذیل ہیں۔ جن کا ہم مفہوم درج کر رہے ہیں۔

''محمد بن اسحاق سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ نے بیان کیا ہے کہ معاویہ بن سفیان سے جب معراج کا واقعہ پوچھا جاتا تو وہ کہتے کہ یہ خدا کی طرف سے ایک سچا خواب تھا''۔ لیکن یہ روایت منقطع ہے، یعقوب نے حضرت معاویہؓ سے خود نہیں سنا ہے کیونکہ انہوں نے ان کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ۔ ''ابن حمید نے ہم سے بیان کیا، ان سے اسلمہ نے اسلمہ سے محمد بن اسحاق نے، انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ کے خاندان کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کہا

کرتی تھیں کہ رسول اکرم ﷺ کا جسم نہیں کھویا گیا بلکہ آپ ﷺ کی روح شب کو لے جائے گئی''۔اس روایت کے سلسلہ میں محمد بن اسحاق اور حضرت عائشہؓ کے درمیان ایک راوی یعنی خاندانِ ابوبکرؓ کے ایک شخص کا نام ونشان مذکور نہیں ہے۔اس لئے یہ بھی پایۂ صحت سے فروتر ہے۔تاہم ان روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ معراج کو رؤیاء یا روحانی کہنا قرنِ اوّل میں بعض لوگوں کا قول تھا۔ابن اسحاق میں ہے کہ ''حضرت حسن بصریؒ کے سامنے یہ بیان کیا جاتا تھا کہ وہ رویا تھا تو وہ اس کی تردید نہیں کرتے تھے''۔لیکن جمہور کا مذہب یہی ہے کہ معراج جسمانی تھی اور بیداری کی حالت میں تھی قاضی عیاضؒ نے شفاء میں اور امام نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ۔

''رسول اکرم ﷺ کی معراج میں لوگوں کا اختلاف کہا گیا ہے کہ یہ سارا واقعہ خواب میں پیش آیا اور حق یہ ہے کہ جس پر اکثر لوگ اور سلف صالحین کا بڑا حصہ اور عامہ متاخرین میں سے فقہاء محدثین اور متکلمین سب متفق ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو جسم کے ساتھ معراج ہوئی اور جو شخص تمام آثار واحادیث کا غائر مطالعہ اور تحقیق کرے گا اس پر یہ حق واضح ہو جائے گا اور اس ظاہر سے بے دلیل انحراف نہیں کیا جائے گا اور نہ ظاہر پر ان کو محمول کرنے میں کوئی محال لازم آتا ہے جو تاویل کی حاجت ہو''۔ (مسلم شریف)

مفسرین میں سے ابن جریر طبری سے لے کر امام رازیؒ تک نے جمہور کے اس مسلک پر چار عقلی دلیلیں بھی قائم کی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱)۔قرآن مجید میں ہے''سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ ''پاک ہے وہ خدا جو (شب معراج میں) لے گیا، اپنے بندہ (عبد) کو اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا اپنے ''بندہ'' کو لے گیا۔ بندہ یا عبد کا اطلاق جسم پر یا جسم وروح دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔تنہا روح کو عبد یا بندہ نہیں کہتے۔

(۲)۔واقعاتِ معراج میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ براق پر سوار ہوئے، دودھ کا پیالہ نوش فرمایا، سوار ہونا، پینا یہ سب جسم کے خواص ہیں اس لئے یہ معراج جسمانی تھی۔

(۳)۔اگر واقعۂ معراج رویا اور خواب ہوتا تو کفار اس کی تکذیب کیوں کرتے؟ انسان تو خواب میں خدا جانے کیا کیا دیکھتا ہے۔ محال سے محال چیز بھی اُس کو عالمِ خواب میں واقعہ بن کر نظر آتی ہے۔

(۴)۔خدا نے قرآن مجید میں کہا کہ **وما جعلنا الرویا التی ارینک الا فتنۃ للناس** کہ اس مشاہدۂ معراج کو ہم نے لوگوں کے لئے معیارِ آزمائش بنایا ہے۔ اگر یہ عام خواب ہوتا تو یہ آزمائشِ ایمان کی کیا چیز تھی اور اس پر ایمان لانا مشکل کیا تھا۔

لیکن بیداری کے ثبوت کا صاف وصحیح طریقہ یہ ہے کہ کلام کا فطری قاعدہ یہ ہے کہ جب تک متکلم اپنے کلام میں یہ ظاہر نہ کردے کہ یہ خواب تھا تو طبعاً یہی سمجھا جائے گا کہ وہ واقعہ بحالتِ بیداری پیش آیا۔ قرآن پاک کے ان الفاظ میں **سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً** (پاک ہے وہ جو اپنے بندہ کو ایک رات لے گیا) میں کسی خواب کی تصریح نہیں۔ اسی طرح حضرت ابوذرؓ کی صحیح ترین روایت میں بھی اس کی تصریح نہیں۔ اس لئے بے شبہ یہ بیداری ہی کا واقعہ سمجھا جائے گا اور یہی جمہور امت کا عقیدہ ہے اور وہ بھی بجسم۔ اسی طرح صحیح احادیث میں بھی خواب کی تصریح نہیں۔ اس لئے زبان کے محاورۂ عام کی بنا پر اس کو بیداری کو واقعہ سمجھا جائے گا۔

جو لوگ اس کو رؤیا کہتے ہیں اس سے اُن کا مقصود بھی وہ عام خواب نہیں ہے جو ہر روز ہر شخص دیکھا کرتا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کے رویا کی حقیقت پر غور نہیں کیا ہے۔ وہ غلطی سے انبیاء علیہم السلام کے رویا کو بھی عام انسانی خواب سمجھتے ہیں، حالانکہ دراصل صرف لفظ کا اشتراک ہے اور نہ اس کی حقیقت بالکل جداگانہ ہے، یہ وہ رویا ہے جس میں گو آنکھیں بند ہوتی ہیں مگر دل بیدار رہتا ہے۔ کیا یہی عام رویا کی حقیقت ہے؟ یہ وہ حالت ہے جو بظاہر خواب ہے مگر دراصل ہشیاری بلکہ مافوق ہشیاری ہے۔ عام خواب اور اس رویاء میں مشابہت صرف اس قدر ہے کہ اس عالمِ مادّی اور کاروبار حواسِ ظاہری سے پہلے میں تغافل ہے تو دوسرے میں تعطل ہے۔ لیکن پہلے میں عالمِ روح اور کائناتِ ملکوت کو

دخل نہیں اور دوسرے میں سراپا ہشیاری، بیداری، حقیقت بینی، اہم سفری ناموس، سیر سماوات، لقائے ارواح، رویتِ حق سب کچھ ہے۔ اسی لئے جن لوگوں نے اس کو "منام" یا "رویا" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، انہوں نے درحقیقت مجاز واستعارہ سے کام لیا ہے، ورنہ اصل مقصود یہی کیفیتِ روحانی اور یہی حالتِ ملکوتی ہے اور یہی سبب ہے کہ ہمارے ظاہری حواس کے مادّی قوانینِ طبعی کے رو سے جو چیزیں محال معلوم ہوتی ہیں وہ اس عالم میں محال نہیں ہیں۔

لیکن جو لوگ ان میں آشنائے راز ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ وہ ایک عام قسم کا خواب تھا، جو ہر انسان تقریباً ہر شب کو دیکھتا ہے۔ بلکہ وہ اس کیفیت پر رویا کا اطلاق محض مجازی اور انسانی طریقہ ادا کے قصور کے باعث کرتے ہیں۔ انسان روح اور جسم سے مرکب ہے یہ روح جو جسم سے وابستہ ہے اس کا یہ تعلق محض عارضی ہے اور یہی عارضی تعلق عالمِ نور سے اس کے حجاب کا باعث ہے، جس قدر اس تعلق کا رشتہ محض عارضی ہے اور یہی عارضی تعلق عالمِ نور سے اس کے حجاب کا باعث ہے، جس قدر اس تعلق کا رشتہ ڈھیلا ہوتا جائے گا، اسی نسبت سے وہ حجاب اٹھتا جائے گا۔ انسان جب بیداری میں ہوتا ہے تو حواسِ ظاہری کی مصروفیت روح کو مشاہدۂ باطن سے باز رکھتی ہے۔ نیند کی حالت میں کسی قدر اس کو ظاہری مشغولیت سے آزادی ملتی ہے تو اس کو رنگارنگ کی چیزیں سے نظر آتی ہیں۔ یہ حالت انسان کی باطنی اور روحانی قویٰ کی ترقی وتنزل پر موقوف ہے۔ ایک دن تو ہر انسان مر جاتا ہے یعنی اس کی روح کا تعلق اس کی جسم سے منقطع ہو جاتا ہے، لیکن انسانوں کی ایک صف ایسی بھی ہے جس کا طائرِ روح خدا کے فضل وموہبت کے بازوؤں سے پرزور ہو کر اپنے نفسِ عنصری کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ کر عالمِ ملکوت کی سیر کرتا پھرتا ہے اور پھر اسی نفسِ عنصری کی طرف رجعت کر جاتا ہے۔ یہی حالت ہے جس کو وہ اپنی محدود زبان میں مجازاً رویائے صادقہ یا رویائے نبوت کہتے ہیں اور اسی عالم کو عالمِ رویاء کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، اور ممکن ہے کہ اُسی کو قرآن مجید کی آیت مبارکہ وما جعلنا الرویا التی ارینک میں رویاء کہا گیا ہے۔ یہی وہ

دنیا ہے جس میں آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار ہوتا ہے اور اسی کی طرف وحی کی حدیثوں میں اشارہ ہے اور ابن ہشام میں حضرت عائشہ ؓ کی طرف جو روایت منسوب ہے کہ۔ ما فقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن اسریٰ بروحہ. ''یعنی رسول اکرم ﷺ کو معراج روح کے ذریعہ ہوئی''۔ کا بھی یہی مطلب ہے۔ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اسی حقیقت کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ۔

''ابن اسحاق نے حضرت عائشہ ؓ اور معاویہ ؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ معراج میں آپ ﷺ کی روح لے جائی گئی اور آپ ﷺ کا جسم کھویا نہیں گیا (یعنی وہ اسی دنیا میں اپنی جگہ پر موجود تھا) اور حسن بصری سے بھی اسی قسم کی روایت ہے لیکن یہ جاننا چاہیئے کہ یہ کہنا کہ معراج منام (خواب) تھا اور یہ کہنا کہ بذریعۂ روح کے تھی جسم کے ساتھ نہ تھی۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت عائشہ ؓ اور حضرت معاویہ ؓ نے یہ نہیں کہا کہ وہ منام (خواب) تھا انہوں نے یہی کہا ہے کہ معراج میں آپ ﷺ کی روح کو لے جایا گیا اور آپ ﷺ کا جسم کھویا نہیں گیا۔ ان دونوں میں بڑا فرق یہ ہے کہ سونے والا جو کچھ دیکھتا ہے کبھی محسوس صورتوں میں، جو کچھ معلوم ہے اس کی تمثیلیں اس کے سامنے کی جاتی ہیں، پس وہ دیکھتا ہے کہ گویا وہ آسمان پر چڑھایا گیا یا مکہ اس کو لے جایا گیا اور زمین کے گوشوں میں اُس کو پھرایا گیا، حالانکہ اس کی روح نہ چڑھی نہ گئی نہ پھری۔ صرف یہ ہوا کہ خواب کے فرشتے نے اس کے لئے ایک تمثیل اس کے سامنے کردی، اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو آسمان پر چڑھایا گیا ان میں دو فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ معراج صرف روح و بدن دونوں کے ساتھ ہوئی اور دوسرا کہتا ہے کہ صرف روح کے ساتھ ہوئی اور بدن کھویا نہیں گیا (یعنی اس عالم سے) ان لوگوں کا یہ مقصد نہیں کہ وہ خواب تھا بلکہ یہ مقصد ہے کہ خود بذاتہٖ روح کو معراج ہوئی اور وہی درحقیقت اوپر چڑھائی گئی اور اس نے اس طرح کیا جس طرح جسم سے مفارقت کے بعد کرتی ہے اور اس میں اس کی حالت وہی تھی جو مفارقت جسم کے بعد آسمانوں پر ایک ایک آسمان کر کے چڑھنے میں ہوتی ہے، یہاں تک کہ ساتویں

آسمان پر جا کر ٹھہر جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جا کر کھڑی ہو جاتی ہے پھر وہ جو چاہتا ہے اس کی نسبت حکم دیتا ہے، پھر زمین پر واپس آ جاتی ہے۔ پس رسول اکرم ﷺ کو شبِ معراج میں جو حاصل ہوا وہ اس سے بھی زیادہ کامل تھا جو روح کو مفارقت جسم کے بعد حاصل ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ درجہ اس سے بڑا ہے جو سونے والے کو خواب میں نظر آتا ہے۔ لیکن چونکہ رسول اکرم ﷺ خرقِ عادات کے مقام میں تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا گیا اور آپ ﷺ زندہ تھے لیکن آپ ﷺ کو تکلیف نہیں ہوئی اسی طرح خود روحِ مبارک بذلتہٖ اوپر چڑھائی گئی، بغیر اس کے کہ آپ ﷺ پر موت طاری کی جائے آپ ﷺ کے اور کسی کو روح کو موت اور مفارقتِ تن کے بغیر یہ عروج نصیب نہ ہوا۔

انبیاء علیہم السلام کی روحیں جو یہاں ٹھہری تھیں وہ مفارقت جسم کے بعد تھیں، لیکن رسول اکرم ﷺ کی روحِ پاک زندگی کی حالت میں وہاں آ گئی اور واپس آئی اور مفارقت کے بعد انبیاء علیہم السلام کی روحوں کے ساتھ ''رفیق اعلیٰ'' میں جا کر ٹھہر گئی لیکن باوجود اس کے روح پاک کو اپنے جسم کے ساتھ ایک نوع کا تعلق اور رشتہ ہے کہ اگر آپ ﷺ پر کوئی سلام بھیجے تو آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں، اسی تعلق سے آپ ﷺ نے شبِ معراج میں دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھ رہے ہیں، پھر آپ ﷺ نے ان کو چھٹے آسمان میں دیکھا، حالانکہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر سے اٹھا کر نہیں لے جایا گیا تھا اور نہ واپس کیا گیا تھا، اس کی گرہ یوں کھلتی ہے کہ وہاں آسمان پر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ ﷺ نے دیکھا تو اُن کی روح کا مقام ومستقر تھا اور قبر اُن کے جسم کا، جہاں وہ قیامت میں روحوں کے مٹانے کے وقت تک رہے گا۔ اس طرح آپ ﷺ نے اُن کو اُن کی قبر میں نماز پڑھتے بھی دیکھا اور چھٹے آسمان پر بھی دیکھا جس طرح کہ (بعد وفات) رسول اکرم ﷺ اس سے بلند تر مقام یعنی رفیق اعلیٰ میں بھی قرار گیر ہیں اور جسم مبارک قبر شریف میں بھی موجود ہے، جب سلام کرنے والا آپ ﷺ پر سلام کرتا ہے، تو اللہ آپ ﷺ کی روح مبارک کو واپس کرتا ہے تا آنکہ آپ جواب دیتے ہیں، حالانکہ مقام رفیق اعلیٰ سے

آپ ﷺ علیحدہ نہیں ہوئے جوشبِ معراج میں جو حاصل ہوا وہ اس سے بھی زیادہ کامل تھا جو روح کو مفارقتِ جسم کے بعد حاصل ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ درجہ اس سے بڑا ہے جو سونے والے کو خواب میں نظر آتا ہے لیکن چونکہ رسول اکرم ﷺ خرقِ عادات کے مقام میں تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا گیا اور آپ ﷺ زندہ تھے، لیکن آپ ﷺ کو تکلیف نہیں ہوئی، اسی طرح خود روح مبارک بذلتہٖ اوپر ہے اور اس کی گرمی دور کے جسم پر اثر انداز ہوتی ہے، روح اور بدن کا باہمی تعلق تو اس سے بھی زیادہ قوی اور کامل ہے، اس لئے کہ روح آگ سے زیادہ اعلیٰ اور لطیف ہے''۔

صوفیہ اور اربابِ حال نے معراج کے واقعات کی تشریح اپنے مذاق اور رنگ میں کی ہے، علماء اسلام میں کم از کم ایک شخص تو ایسا ہے جو صوفی اور صاحبِ حال ہے اور محدث اور متکلم بھی یعنی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی شاہ صاحبؒ کے متعلق معلوم ہے کہ وہ دیگر اہل باطن کی طرح عالمِ برزخ اور عالمِ مثال زمام اور عالمِ جسد اور عالمِ روح کے درمیان ایک تیسرے عالم کے قائل ہیں، جہاں جسم پر روح کے خواص طاری ہوتے ہیں اور روح اپنی خصوصیت اور مناسبت کے مطابق جسمانی شکل وصورت میں نمایاں ہوتی ہے، شاہ صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ معراجِ بیداری میں اور جسم کے ساتھ ہوئی۔ لیکن یہ عالمِ برزخ کی سیر تھی جہاں آپ ﷺ کے جسم پر روحانی خواص طاری کئے گئے اور معانی و واقعات مختلف اشکال و صورت میں مشاہدہ کرائے گئے۔ چونکہ ایک بیگانہ کے لئے اس نادیدہ شہرستان کی ہو بہو تشریح اپنی زبان میں مشکل ہے اس لئے ہم اس ملک کے ایک سیّاح کا بیان نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔

شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں معراج کی حقیقت ان الفاظ میں لکھتے ہیں کہ جس کا ہم مفہوم نقل کر رہے ہیں کہ۔'' آپ ﷺ کو معراج میں مسجدِ اقصیٰ میں لے جایا گیا پھر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں خدا نے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے لئے بیداری کی حالت میں ہوا لیکن اس مقام میں جو عالمِ مثال اور عالمِ ظاہر کے بیچ میں ہے اور جو دونوں عالموں کے احکام کا

جامع ہے اس لئے جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح پر معاملات روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے اور اسی لئے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر ظاہر ہوئی اور اسی طرح کے واقعات حضرت حزقیل اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے لئے ظاہر ہوئے تھے جیسے اولیاء امت کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں کہ خدا کے نزدیک ان کے درجہ کی بلندی مثل اس حالت کے ہوتی ہے جو رویا میں ان کو معلوم ہوتی ہے"۔ (واللہ اعلم)

اس کے بعد شاہ صاحب نے معراج کے مشاہدات میں سے ایک ایک کی تعبیر کی ہے، خود احادیثِ صحیحہ اور معتبر روایات میں جہاں یہ واقعہ مذکور ہے کہ" آپ ﷺ کے سامنے دودھ اور شراب کے دو پیالے پیش کئے گئے تو آپ ﷺ نے دودھ کا پیالا اٹھالیا۔ اس پر فرشتہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے فطرت کو اختیار کیا، اگر شراب کا پیالہ اٹھاتے تو آپ ﷺ کی تمام امت گمراہ ہو جاتی"۔ اس عالمِ تمثیل میں گویا فطرت کو دودھ اور ضلالت کو شراب کے رنگ میں مشاہدہ کرایا گیا۔

شاہ صاحب معراج کو عالمِ برزخ کا واقعہ بتا کر اسی طرح معراج کے تمام واقعات کی تشریح کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ۔ "لیکن سینہ کا چیرنا اور اس کا ایمان سے بھرنا تو اُس کی حقیقتِ ملکیت کے انوار کا غلبہ اور طبیعت (بشری) کے شعلہ کا بجھنا اور طبیعت کی فرمانبرداری اس فیضان کے قبول کرنے کے لئے جو خطیرۃ القدس سے خدا اس پر فائض کرتا ہے، لیکن آپ ﷺ کا براق پر سوار ہونا تو اس کی حقیقت آپ ﷺ کی نفسِ ناطقہ (بشری) کا اپنے اس روح حیوانی پر استیلاء حاصل کرنا ہے جو کمالِ حیوانی ہے تو آپ ﷺ براق پر اسی طرح سوار ہو گئے جس طرح آپ ﷺ کی روح بشری کے احکام آپ ﷺ کی روح حیوانی پر غالب آگئے اور اس پر مسلط ہو گئے، لیکن آپ ﷺ کا رات کو مسجد اقصیٰ لے جانا تو وہ اس لئے کہ یہ مقام شعائرِ الٰہی کے ظہور کا مکان ہے اور ملا اعلیٰ کے ارادوں کا تعلق گاہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں کا نظارہ گاہ ہے گویا وہ اعلیٰ کی طرف سے ایک روشندان ہے جہاں سے روشنی چھن چھن کر اس روشندان کے ذریعہ اس کرۂ انسانی پر فائض ہوتی ہے، لیکن آپ ﷺ کی انبیاء علیہم السلام

سے ملاقات اور مفاخرت (اور امامت) تو اس کی حقیقت کو ان کا اجتماع ہے بحیثیت اس کے کہ وہ ایک ہی رشتہ میں خطیرۃ القدس سے مربوط ہیں اور آپ ﷺ کی ان حیثیاتِ کمال کا ظہور ہے جو ان تمام پیغمبروں میں آپ ﷺ کی ذات سے مخصوص تھیں لیکن آپ ﷺ کا آسمانوں پر ایک ایک آسمان کر کے چڑھنا (اور فرشتوں اور مختلف پیغمبروں سے ملاقات) تو اس کی حقیقت درجہ بہ درجہ (تحت منزلوں سے) کھینچ کر عرشِ الٰہی تک پہنچتا ہے اور آسمان پر جو فرشتے متعین ہیں اور کامل انسانوں میں سے جو جہاں جس جس درجہ تک پہنچ کر ان کے ساتھ مل کر گیا ہے اُن کے حالات سے اور اس تدبیر سے جو ہر آسمان میں خدا نے وحی کی اور اس مباحثہ سے جو اُس آسمان کے فرشتوں کی جماعت میں ہوتا ہے آگاہی ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا تو از راہِ حسد نہ تھا بلکہ وہ اس بات کی تمثیل تھی کہ ان کو دعوتِ عامہ نہیں ملی تھی اور اس کمال کی بقا اُن کو عنایت نہیں ہوئی تھی جو عموم دعوت سے حاصل ہوتی ہے لیکن سدرۃ المنتہیٰ تو وہ وجود کا درخت ہے، اس کا ایک دوسرے پر مرتب ہونا اور پھر ایک ہی تدبیر میں مجتمع ہونا ہے، جس طرح درخت اپنی شاخوں کے بے شمار افراد کے اختلاف کے باوجود) اپنی قوتِ غاذیہ اور اپنی قوتِ نامیہ کی تدبیر میں متحد و مجتمع ہوتا ہے، سدرۃ المنتہیٰ حیوان کی شکل میں نمایاں نہیں ہوا اس لئے کہ اجمالی اور مجموعی تدبیر اس طرح ہے جس طرح کلّی اپنے افراد کی سیاست (اجمالی) کرتی ہے اور اس تدبیر اجمالی کی بہترین شبیہہ درخت ہے نہ کہ حیوان، کیونکہ حیوان میں تفصیلی قوتیں ہوتی ہیں اور خصوصاً اس میں ارادہ قوتیں طبعی سے زیادہ مصرح صورت میں ہوتا ہے، لیکن نہروں (کی جڑوں اور سوتوں کا وہاں نظر آنا) تو وہ رحمت وحیات و نشو نما کا منبع ہے جو عالمِ ملکوت میں اسی طرح جاری ہے جس طرح عالمِ ظاہر میں، اسی لئے وہاں بھی بعض وہ پُرفیض امور نظر آئے جو یہاں اس عالم میں ہیں، جیسے دریائے نیل اور نہر فرات، لیکن وہ انوار جو اس درخت کو ڈھانکتے تھے تو وہ تنزلاتِ الٰہیہ اور تدبیراتِ رحمانیہ میں جو اس عالمِ ظاہر میں وہاں چمکتی ہیں، جہاں جہاں اُن کے قبول کی استعداد ہوتی ہے۔ لیکن بیت المعمور تو اس کی حقیقت و تجلی ہے، جس کی طرف انسانوں کے تمام سجدے اور بندگیاں

متوجہ ہوتی ہیں وہ گھر کی صورت میں اس لئے نمایاں ہوا کہ وہ ان قبلوں کی طرح ہو جو انسانوں کے درمیان کعبہ اور بیت المقدس کی صورت میں ہیں، پھر آپ ﷺ کے سامنے ایک دودھ کا پیالہ اور ایک شراب کا پیالہ لایا گیا، آپ ﷺ نے دودھ پسند فرمایا تو حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ فطرت کی طرف آپ نے ہدایت پائی۔ اگر آپ شراب پسند فرماتے تو آپ کی اُمت گمراہ ہو جاتی''۔ آپ ﷺ کے پسند و قبول کی اُمت کی پسند و قبول کہنا اس لئے تھا کہ آپ ﷺ اپنی امت کے جامع و مرکز اور اس کے ظہور کے منشاء مولد تھے اور دودھ کا پیالہ پسند کرنا فطرت کا پسند کرنا تھا اور شراب کو لینا دنیاوی لذتوں کو پسند کرنا تھا اور آپ ﷺ کو بزبان مجاز پانچ وقتوں کی نمازوں کا حکم دیا گیا کیونکہ وہ درحقیقت ثواب کے اعتبار سے پچاس وقت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقصد کو (کہ پچاس وقتوں سے پانچ وقت مقصود ہیں، بدفعات اور بتدریج اس لئے ظاہر کیا تا کہ یہ معلوم ہو کہ (۵۰ وقت کا پانچ کر دینے میں) تنگی دور کر دی گئی ہے اور نعمت پوری ہوئی ہے، اور یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مکالمہ کی طرف منسوب ہو کر اس لئے ظاہر ہوئی کہ تمام پیغمبروں میں امت کا تجربہ اور امت کی سیاست کی آگاہی ان ہی کو سب سے زیادہ تھی''۔

ہم نے اربابِ حال اور محدثین کے یہ انکشافات و حقائق اور جسم و روح کے یہ گونا گوں احوال و مناظر خود انہی کی زبانوں سے بتائے اور دکھائے ہیں ورنہ ہم خود اس باب میں سلف صالحین کا عقیدہ رکھتے ہیں جو ابن اسحاق کی عبارت میں حسبِ ذیل ہے کہ۔

'' آپ ﷺ کے اس سفر شبانہ اور جو کچھ اس کے متعلق بیان کیا گیا ہے اس میں آزمائش اور کافر و مومن کی تمیز ہے اور خدا کی قدرت اور سلطنت میں سے کوئی الٰہی شان ہے اور اس میں اہل عقل کے لئے عبرت ہے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور تصدیق کی اور خدا کے کاموں پر یقین رکھا، اُس کے لئے اس میں ہدایت رحمت اور ثابت قدمی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو رات کے وقت لے گیا جس طرح چاہا اور جیسے چاہا تا کہ وہ اس کو اُس کے پروردگار کی نشانیوں میں سے جو چاہے دکھائے، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے خدا کی شان اور

اس کی عظیم الشان قوت کے مناظر دیکھے جو کچھ دیکھے اور اس قدرت کو دیکھا جس سے وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے"۔ (بحوالہ سیرت النبی ﷺ از علامہ شبلی نعمانی ؒ و سید سلیمان ندوی ؒ)

معراج میں کیا آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا؟

معراج کے مشاہدات و صفات کی جلوہ انگیزی اور آیات اللہ کی نیرنگی تو آپ ﷺ نے دیکھی، لیکن کیا ذاتِ الٰہی بھی حجلۂ حجاب سے باہر آ کر منصۂ حقیقت پر رونما ہوئی؟ یعنی دیدارِ الٰہی سے بھی آپ ﷺ مشرف ہوئے۔ بعض روایتوں میں اس کا جواب اثبات میں ملتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انس ؓ سے شریک بن عبداللہ نے جو معراج کی روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے کہ۔ **حتی جاء سدرة المنتهیٰ دنا الجبار رب العزة فتدلیٰ حتی کان منه قاب قوسین او ادنیٰ.** (بخاری کتاب التوحید)

"رسول اکرم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو عزت والا جبار (اللہ) یہاں تک قریب ہوا اور جھک آیا کہ اس کے اور آپ ﷺ کے درمیان دو کمانوں یا اس بھی کم فاصلہ رہ گیا"۔

بعض روایتوں میں اس کا جواب نفی میں ملتا ہے جیسا کہ مسلم شریف کی روایت ہے کہ۔ "حضرت ابوذر ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے شب معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! پروردگار تو ایک نور ہے میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں"۔ (مسلم)

تشریح...... "پروردگار تو ایک نور ہے...... الخ" کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات جسم و مکاں کی قیود سے ماوراء ایسا نور عظیم ہے جس کی نورانیت کا کمال اور جس کے ظہور کی شدت نہ انسان کے ادارک میں آسکتی ہے اور نہ نگاہِ بصر کو اتنی تاب کہ اس کی خیرہ کر دینے والی تجلیات کے سامنے ٹھہر سکے واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو خود قرآن کریم میں "نور" سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا **اللہ نور السمٰوٰت والارض.** (اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) یعنی کائنات میں ہر طرف اسی کی تجلیات کا ظہور ہے اور جو چیز نظر آتی

ہے اسی کی روشنی کی بدولت نظر آتی ہے نیز جو چیزیں زمین و آسمان کو روشنی بہم پہنچاتی ہیں جیسے سورج، چاند اور ستارے وغیرہ وہ سب اسی کی روشن کی ہوئی ہیں یا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا نورِ ہدایت ہے اور زمین پر بسنے والوں اور آسمان میں رہنے والوں ہر ایک کو وہی ہدایت کرنے والا ہے اور اسی کا نور ہدایت بندوں کے دلوں و دماغ کو روشن کرنے والا ہے، نیز پروردگار کے ناموں میں سے ایک نام ''نور'' ہے یعنی وہ خود بھی ظاہر و روشن ہے اور دوسروں کو ظاہر روشن کرنے والا ہے۔

حدیث کے الفاظ میں سے ''نُوْرٌ انّٰی اَرَاہُ'' میں لفظ انّٰی کتاب کے اکثر نسخوں میں الف کے زبر اور نون کی تشدید کے ساتھ ہی منقول ہے اور اسی کے اعتبار سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے کہ ''اللہ تو ایک نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں''۔ لیکن بعض نسخوں میں نُوْر اور انّٰی الگ الگ لفظ کے بجائے ایک ہی لفظ نُوْرَانِی منقول ہے (جس میں ی مشدد نسبت کے لئے ہے اور الف اور نون زائد مبالغہ کے لئے ہیں) اس صورت میں اَرَاہ کا لفظ اظنہ کا مفہوم ادا کرے گا اور رویۃ بمعنی رائے سے مشتق سمجھا جائے گا اور قال نور انی اراہ کا یہ ترجمہ ہوگا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''میں اس (پروردگا کو نورانی گمان کرتا ہوں)۔ پس لفظ اراہ کو اگر الف کے پیش کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی کے اعتبار سے زیادہ مناسب وموزوں ہوگا۔

ابن ملکؒ نے اس حدیث مبارکہ کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے شبِ معراج میں اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا یا نہیں؟ جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو شبِ معراج میں کھلی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوا ہے اور جو حضرات اُس کا انکار کرتے ہیں دونوں ہی فریق الفاظ روایت کے مذکورہ بالا اختلاف کے سبب اس حدیث کو اپنی اپنی دلیل قرار دیتے ہیں کیونکہ اگر ''نُوْر انی اراہ'' کی روایت کو سامنے رکھا جائے تو اس جملہ کے، استفہام بطریق انکار کے اسلوب کے پیش نظر اس عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ پروردگار کی ذات چونکہ نور محض ہے

اور کوئی انسانی آنکھ اس کی طرف نظر اٹھانے پر قادر ہی نہیں ہو سکتی اس لئے میں کہتا ہوں کہ میں نے معراج کی رات میں اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا ہے لیکن اگر نُـوْرٌ اَنِّـیٓ "اَرَاہ کی روایت کو دیکھا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے معراج کی رات میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے البتہ یہ کہا جائے گا کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ بات کہنے کے لئے حکایت ماضی (صیغہ حال) کا اسلوب اختیار فرمایا۔

معراج میں آپ ﷺ کے دیدارِ الٰہی سے متعلق ایک آیت مبارکہ کی تفسیر

حضرت ابن عباسؓ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک مـا کـذب الفؤ اد مـا رأی ولـقـد رأهُ نَزلةً اُخریٰ (ترجمہ:۔ اور حضرت محمد کے دل نے محمد ﷺ سے غلط نہیں کہا اس چیز کی بابت جو انہوں نے آنکھوں سے دیکھی یعنی ذات اقدس تعالیٰ کو! اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے پروردگار کو ایک مرتبہ اور دیکھا کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے پروردگار کو دل کی آنکھوں سے ہر مرتبہ دیکھا۔ (مسلمؒ)

اور ترمذیؒ کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے (مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر میں) کہا کہ "حضرت محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کو دیکھا"۔ حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ (میں نے یہ سن کر اپنا اشکال ظاہر کیا اور) حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ (قرآن کریم میں اپنی ذات کے بارے میں) اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ لَا تُـدرِكُـهُ الأبـصَـار وهُـوَ يُـدرِكُ الأبصَار (پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟) حضرت ابن عباسؓ نے عکرمہؒ کے اشکال کے جواب میں) کہا کہ! تم پر افسوس یہ ہے (کہ تم بات نہیں سمجھ سکے، حقیقت یہ ہے کہ) یہ (مفہوم جو تم نے اس آیت کے ذریعہ پیش کیا ہے) اس وقت کے لئے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص تجلی ظاہر فرمائے اور اپنے اس نور کے ساتھ ظاہر ہو جو اس کی ذات کا خاص نور ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا"۔

تشریح...... اس روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے جن آیتوں کی تفسیر و وضاحت

منقول ہے وہ سورۂ نجم کی ابتدائی آیتوں میں سے ہیں اور مفسرین کے ہاں ان آیتوں کے بارے میں خاص اختلاف ہے کہ ان کا مدلول ومحمول کیا ہے۔ صحابہؓ وتابعینؒ اور آئمہ ؒ مفسرین میں سے ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ سورۂ نجم کی ان آیتوں میں درحقیقت اس بات کا ذکر ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ کو ان کی اصل صورت میں دومرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ نبوت کے بالکل ابتدائی زمانہ میں مکہ میں اور دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے برخلاف صحابہؓ وتابعینؒ اور آئمہ مفسرین کی دوسری جماعت کا، جن میں حضرت ابن عباس ؓ کا نام نامی سرفہرست ہے، یہ کہنا ہے کہ ان آیات میں واقعہ معراج کا بیان اور رسول اکرم ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا ذکر ہے۔

''رسول اکرم ﷺ نے پروردگار کو دل کی آنکھوں سے دومرتبہ دیکھا''۔ یعنی اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے قلب مبارک میں بینائی کی بھی وہ طاقت ودیعت فرمائی جو آنکھ میں ہوتی ہے اور آپ ﷺ کی آنکھوں کو ادراک کی بھی وہ طاقت عطا فرمائی جو قلب میں ہوتی ہے، پس یہ کہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے پروردگار کو بچشم قلب دیکھا یا یہ کہ بچشم سر دیکھا، دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یہ مطلب اس لئے اختیار کیا گیا، تاکہ جو حضرات جیسے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے شب معراج میں پروردگار کو بچشم سر دیکھا ہے، اور حضرات یہ کہتے ہیں کہ بچشم قلب دیکھا ہے۔ ان دونوں کے اقوال کی رعایت ہوجائے جیسا کہ اوپر اجمالاً ذکر کیا گیا پہلا اختلاف تو یہی ہے کہ سورۂ نجم کی ابتدائی آیتوں میں رسول اکرم ﷺ کے کس کو دیکھنے کا ذکر ہے حق تعالیٰ کو یا حضرت جبرائیلؑ کو؟ حضرت ابن عباس ؓ حق تعالیٰ کو دیکھنا مراد لیتے ہیں جمہور صحابہ ؓ ان کی تائید میں ہیں اور سلف میں جمہور مفسرین بھی اسی طرف گئے ہیں ان کے نزدیک دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوسَینِ اَو اَدنیٰ کے الفاظ (جو ان آیات میں آئے ہیں) معراج کے موقع پر بارگاہِ ربوبیت میں رسول اکرم ﷺ کے قرب اور پروردگار کے مشاہدہ وزیارت کا بیان ہیں۔ پھر اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ شب معراج میں رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو بچشم سر دیکھا ہے یا بچشم قلب؟

بعضوں نے تو یہ کہا ہے کہ آپ ﷺ نے پروردگار کو دل کی آنکھ سے دیکھا تھا سر کی آنکھوں سے نہیں اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ نہیں آپ ﷺ نے سر ہی کی آنکھوں سے اپنے پروردگار کو دیکھا، امام نوویؒ کی تحقیق کے مطابق اکثر علماء کے نزدیک ترجیحی قول یہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا، جو حضرات آیات مذکورہ میں رسول اکرم ﷺ کا حضرت جبرائیلؑ کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا مراد لیتے ہیں ان میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن مسعودؓ بھی شامل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ان آیات میں حضرت جبرائیلؑ کے اس قرب ومشاہدہ کا بیان وذکر ہے جو رسول اکرم ﷺ کو حضرت جبرائیلؑ امین کی اصل صورت کے ساتھ شب معراج میں اور اس سے پہلے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں حاصل ہوا تھا۔ علماء کا اختلاف اقوال اس بارے میں بھی ہے کہ شب معراج رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ کلام کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا تھا یا نہیں؟ چنانچہ اشعریین اور متکلمین میں سے ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس رات میں اللہ تعالیٰ سے براہِ راست کلام کیا اور بعض دوسرے حضرات نے اس کا انکار کیا۔

یہ اس وقت کے لئے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص تجلی ظاہر فرمائے الخ کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات حق تعالیٰ کی مشیت وقدرت پر منحصر ہے اگر اس کی ذات خاص کی تجلی ظاہر ہو تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کسی کی بھی نگاہِ بصر کی توانائی برداشت کر سکتی ہو تو یقیناً نگاہ اس کی طرف اٹھ سکتی ہے اور آنکھیں دیدار وزیارت کی تاب لاسکتی ہیں! رہی اس آیت مبارکہ کی بات جس کا حوالہ حضرت عکرمہؓ نے دیا تو اس کے متعلق علماء لکھتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں ''ادراک'' کا ذکر ہے جس کے لغوی معنی کسی شے کا اس کے تمام اطراف وجوانب اور تمام سرحدوں کے ساتھ احاطہ کرنا ہیں اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے نہ کوئی حد ونہایت ہے اور نہ اس کے اطراف وجانب ہیں، اس کی ذات اقدس ان چیزوں سے ماوراء اور لا محدود ہے، اس معنی میں کوئی بھی نگاہِ بصر اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اس آیت میں ''احاطہ'' کی نفی مراد ہے مطلق دیدار کی نفی مراد نہیں ہے جس سے یہ اشکال واقع ہو کہ آپ ﷺ

کے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی بات اس آیت کے خلاف پڑتی ہے۔

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ''رسول اکرم ﷺ نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا''۔ میں ''دو مرتبہ'' کی وضاحت بعض محدثین نے یہ کی ہے کہ ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب اور ایک مرتبہ عرش پر اور ملا علی قاریؒ نے اس جملہ کے تحت یہ لکھا ہے کہ ''دو مرتبہ دیکھا'' سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں مرتبہ دل کی آنکھوں سے دیکھا اور ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے یہ اختلاف مطالب اس لئے ہے کہ کسی بھی روایت میں وضاحت کے ساتھ منقول نہیں ہے جیسا کہ اس روایت میں بھی نہیں، کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دو بار دیکھا۔

معراج میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا یا نہیں؟ مزید وضاحت

''اور حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ عرفہ کے دن میدان عرفات میں حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کعب احبارؓ سے ملاقات کی اور ان سے ایک سوال دریافت کیا کہ کیا دنیا میں حق تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے؟ حضرت کعبؓ (نے اس سوال کو اتنا عجیب وغریب سمجھا کہ فرط حیرت سے انہوں) نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور ان کے اس زوردار نعرے کی بازگشت سے پہاڑ گونج اٹھے، حضرت عباسؓ نے کہا کہ ہم ہاشم کی اولاد ہیں! حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ ''اچھا تمہارے سوال کا مقصد اب میری سمجھ میں آیا تو سنو! اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو محمد ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کیا (یعنی ایک کو اپنے کلام سے مشرف فرمایا اور ایک کو اپنے دیدار کی سعادت عطا فرمائی) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، ایک مرتبہ تو وادی یمن میں دوسری مرتبہ کوہ طور پر اور حضرت محمد ﷺ نے شب معراج میں دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا''۔ حضرت مسروقؒ (جو حدیث کے راوی ہیں اور جن سے حضرت شعبیؒ یہ روایت نقل کرتے ہیں) کہتے ہیں کہ میدان عرفات میں حضرت کعبؓ اور حضرت ابن عباس کے درمیان ہونے والی اس بات چیت کو سن کر میں حضرت عائشہ ؓ کی

خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟
حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا کہ (مسروق) تم نے ایسی بات پوچھی ہے جس سے
میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں (یعنی میرا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس
سے پاک ومنزہ ہے کہ وہ کسی کو نظر آئے اس لئے میرے نزدیک دنیا میں اس کے دیدار کا
واقع ہونا محال ہے اب تم نے یہ سوال پوچھا تو اس کی اس پاک ذات کی عظمت وخوف کے
مارے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے) میں نے عرض کیا کہ ذرا توقف سے کام لیجئے (یعنی
میرے اس سوال سے اتنا پریشان نہ ہویئے اور نہ اتنی جلدی دیدار الٰہی سے انکار کیجئے میں
چاہتا ہوں کہ آپ ذرا میری بات پوری طرح سن لیں، پھر میں نے دیدار الٰہی کے ثبوت میں
یہ آیت پڑھی لَقَد رَاٰی مِن اٰیٰتِ رَبِّهِ الكُبرٰی (گویا حضرت مسروقؒ نے اس آیت کے
ذریعہ یہ ظاہر کیا کہ میرے نزدیک آیت میں ''بڑی نشانی'' سے مراد رسول اکرم ﷺ چشم سر یا
بچشم قلب وہ دیدار الٰہی حاصل ہونا ہے جو پروردگار کی عظمت شان یا رسول اکرم ﷺ کی تعظیم
وتکریم پر دلالت کرتا ہے)۔ حضرت عائشہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ ''(مسروق) یہ آیتیں تمہیں
کہاں لے جارہی ہیں؟ (یعنی تم درست نہیں سمجھ رہے ہو، ان آیتوں کا مطلب رسول اکرم
ﷺ کو دیدار الٰہی حاصل ہونا نہیں ہے بلکہ) ''بڑی نشانی'' سے مراد، حضرت جبرائیلؑ ہیں
(جن کو رسول اکرم ﷺ نے ان کی اصل صورت میں دیکھا) جو شخص تم سے یہ کہے محمد ﷺ نے
شب معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا ہے، یا یہ کہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان چیزوں میں
سے کچھ چھپالیا ہے جن کے اظہار کا ان کو حکم دیا گیا تھا، اور یا یہ کہے کہ رسول اکرم ﷺ ان
پانچ غیبی باتوں کا علم رکھتے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت مبارکہ ان
الله عنده علم الساعة وينزل الغيث الخ میں ارشاد فرمایا ہے، تو بلاشبہ اس نے محمد ﷺ
پر بہت بڑا بہتان باندھا جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے جو تم نے پڑھی تو اس کی مراد اس کے
علاوہ کچھ نہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ کو ان کی اصل صورت میں آپ ﷺ نے
ایک مرتبہ تو سدرۃ المنتہٰی کے نزدیک (جیسا کہ اس آیت لَقَد رَاٰهُ نَزلَةً اُخرٰی عِندَ

سِدرَ ۃِ المُنتَھٰی میں فرمایا گیا ہے) اور ایک مرتبہ (مکہ کے نواح) اجیاد میں اور (رسول اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ کو ان کی اصل صورت میں اس طرح دیکھا کہ) ان کے چھ سو بازو تھے اور انہوں نے پورے افق کو گھیر رکھا تھا اس روایت کو ترمذیؒ نے (انہی الفاظ میں) اور بخاریؒ و مسلمؒ نے کچھ مزید اور مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے نیز بخاریؒ و مسلمؒ کی ایک روایت میں یوں ہے کہ مسروقؒ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ "رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا"، تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا محمول و مصداق کیا ہے۔ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوسَینِ اَو اَدنٰی حضرت عائشہؓ نے جواب دیا "ان سب کی ضمیروں کا مرجع حضرت جبرائیلؑ ہیں جو عام طور پر رسول اکرم ﷺ کے پاس کسی انسان کی شکل وصورت میں اور وہ بھی اکثر و بیشتر ایک صحابی حضرت دحیہ کلبیؓ کی صورت میں آتے تھے اور اس مرتبہ (مکہ کے نواح اجیاد میں) اپنی اس صورت میں آئے جو ان کی اصل صورت ہے اور انہوں نے پورے افق کو گھیر رکھا تھا"۔

تشریح...... "ہم ہاشم کی اولاد ہیں"۔ یعنی ہم نہ صرف اس قبیلہ و خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں جو ویسے بھی علم وفضیلت، عقل وفراست، اور سمجھ بوجھ کے اعتبار سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اس خاندان کے بارگاہ نبوت سے نسبت وقربت رکھنے کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں علوم و انوار سے اکتساب کرنے کا موقع ہمیں زیادہ بہتر طریقہ پر میسر ہوا ہے اور اس سب سے بڑی خاندانی نسبت و امتیاز کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں علم و معرفت سے سرفراز فرمایا ہے لہٰذا مجھ سے یہ توقع نہ رکھیئے کہ میں کوئی ایسا سوال کروں گا جو علم و عقل سے بعید ہو، میں نے جو کچھ پوچھا ہے اس کی گہرائی میں پہنچنے کی کوشش کیجئے اور میرے سوال پر حیرت وغصہ کرنے کی بجائے غور وفکر کر کے جواب دیجئے کہ کیا دنیا میں حق تعالیٰ کا دیدار فی الجملہ ممکن ہے دراصل جب حضرت ابن عباسؓ نے مذکورہ سوال کیا تو حضرت کعبؓ یہ سمجھے کہ ابن عباسؓ دنیا میں مطلق دیدار الٰہی کے بارے میں پوچھ رہے ہیں، اس پر انہیں حیرت ہوئی اور ان کے اس سوال کو انہوں نے بعید از عقل جانا لیکن جب حضرت

ابن عباسؓ نے اپنے بارے میں ذرا زوردار الفاظ کا اظہار کیا تو حضرت کعبؓ احبار کو ان کے سوال میں غوروفکر کرنا پڑا اور تب وہ ان کی مراد سمجھے کہ ان کے سوال میں مطلق دیدارِ الٰہی مراد نہیں ہے بلکہ فی الجملہ دیدارِ الٰہی مراد ہے اس کے بعد انہوں نے جواب دیا کہ صرف رسول اکرم ﷺ کے لئے دیدارِ الٰہی ممکن ہے جو آپ ﷺ کو شب معراج میں حاصل ہوا۔

یا یہ کہ رسول اکرم ﷺ نے ان چیزوں میں سے کچھ چھپالیا ہے......الخ میں ''ان چیزوں'' سے مراد احکام وشرائع ہیں جن کا لوگوں تک پہنچانا رسول اکرم ﷺ کے لئے ضروری قرار دیا گیا جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ۔ **یٰأَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہ.** ''اے پیغمبر ﷺ! جو کچھ احکام وشرائع اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں تک پہنچا دیجئے اور اگر ایسا نہ کیا تو آپ ﷺ خدا کا پیغام پہنچانے میں قاصر رہے''۔

اور ''چھپانے'' کا مفہوم عام ہے کہ خواہ تمام احکام وشرائع کو چھپانے کے بارے میں کہا جائے یا ان احکام وشرائع میں سے کچھ کو۔ اس سے شیعہ لوگوں کی اس گمراہ کن بات کی تردید ہو جاتی ہے کہ کچھ احکام وشرائع ایسے ہیں جن کو رسول اکرم ﷺ نے اپنے اہل بیعت کے لئے مخصوص رکھا ہے، ان کا دائرہ پوری امت تک وسیع نہیں کیا۔

''تو پھر اللہ کے اس ارشاد کا محمول ومصداق کیا ہے'' کے ذریعہ حضرت مسروقؒ نے سورۂ نجم کی ان تمام آیات کی طرف اشارہ کیا جن کے بارے میں صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہؒ مفسرین کے اختلافی اقوال کا ذکر پیچھے بھی کیا جا چکا ہے وہ آیتیں یہ ہیں۔ **ثم دنٰی فتدلی o فکان قاب قوسین او ادنی o فاوحٰی الی عبدہٖ ما اوحٰی o ما کذب الفؤاد ما راٰی.**

''وہ آپ ﷺ کے نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا تو دونوں کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم پھر خدا نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ کہ نازل فرمائی تھی جو کچھ انہوں نے دیکھا ان کے دل نے اس کو جھوٹ نہ جانا''۔

پس بظاہر ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ دنی کی ضمیر اللہ تعالیٰ طرف پھرتی ہے اسی طرح تدلّٰی اور فکان قاب قوسین میں کان کی ضمیریں بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہیں جس کا ایک ظاہری قرینہ فاوحی کی ضمیر ہے کہ اس کا مرجع یقینی طور پر اللہ تعالیٰ ہے، اس بنیاد پر حضرت مسروقؒ نے اشکال ظاہر کیا کہ اگر شب معراج میں رسول اکرم ﷺ کو دیدارِ الٰہی حاصل نہیں ہوا تھا تو ان آیتوں کے کیا معنی ہوں گے؟ اس اشکال کا جواب حضرت عائشہؓ نے دیا کہ ان افعال کی ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے، ہی نہیں بلکہ حضرت جبرائیلؑ ہیں، لہٰذا یہ سمجھنا کہ ان آیتوں سے رسول اکرم ﷺ کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت ہوتا ہے غیر درست نتیجہ اخذ کرنا ہے پھر حضرت عائشہؓ نے کان یاتیه فی صورۃ الرّجل الخ کے ذریعہ ایک اور اشکال کا جواب دیا کہ اگر یہ سوال پیدا ہو کہ حضرت جبرائیلؑ کو تو رسول اکرم ﷺ برابر ہی دیکھا کرتے تھے پھر شب معراج میں ان کو دیکھنے کو اس اہتمام کے ساتھ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تو حضرت عائشہؓ نے گویا اس اشکال کے دفیعہ کے لئے فرمایا کہ حضرت جبرائیلؑ عام طور پر رسول اکرم ﷺ کے پاس انسانی شکل وصورت میں آیا کرتے تھے وہ آپ ﷺ کے سامنے اپنی اصل صورت کے ساتھ دو مرتبہ آئے ہیں، ایک دفعہ تو نبوت کے بالکل ابتدائی زمانہ میں مکہ میں جب رسول اکرم ﷺ نے ان کو اس طرح دیکھا تھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے اور پورا افق ان سے ما مور تھا، اور پھر اسی اصل صورت و ہیبت کے ساتھ دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آپ ﷺ کو نظر آئے تھے۔

حاصل یہ کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کعبؓ احبار کے قول سے استدلال کرتے ہوئے اس کو اختیار کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا ہے بایں احتمال کہ دونوں مرتبہ (بصر) سر کی آنکھوں سے دیکھا ہو یا بصیرت (دل کی آنکھوں) سے، یا یہ کہ ایک مرتبہ تو بچشم سر دیکھا ہو اور ایک مرتبہ بچشم قلب، اگر چہ اس پر اتفاق ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو بچشم دو مرتبہ نہیں دیکھا ہے، اور حضرت عائشہؓ اس سے انکار کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا، تو ان کے اس

انکار کو مطلق انکار پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے اور مقید انکار پر بھی، مطلق انکار کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ سرے سے رسول اکرم ﷺ کے دیدار الٰہی کی منکر ہیں، خواہ بچشم قلب دیکھنا مراد لیا جائے یا بچشم سر اور مقید انکار کا مطلب یہ ہے کہ وہ بچشم سر دیکھنے کی منکر ہیں، بچشم قلب دیکھنے کی نہیں لیکن حضرت عائشہؓ کے ارشاد کو دیکھتے ہوئے زیادہ درست یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے انکار کو مطلق انکار پر محمول کیا جائے، اور حافظ ابن حجرؒ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے اثبات اور حضرت عائشہؓ کے انکار کے درمیان جو تضاد ہے اس کو دور کرنے کے لئے یہ تاویل کی جانی چاہیئے کہ حضرت عائشہؓ کا انکار بچشم سر دیکھنے پر اور حضرت ابن عباسؓ کا اثبات بچشم قلب دیکھنے پر محمول ہے، لیکن بچشم قلب دیکھنے کا مطلب مجرد علم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم وعرفان تو حضور ﷺ کو ہر وقت ہی حاصل رہتا تھا، اس کو شب معراج کے ساتھ مخصوص کر کے بیان کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوں گے، لہٰذا بچشم قلب دیکھنے کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ اس خاص موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے قلب میں وہ بینائی پیدا فرمادی تھی جو آنکھوں میں ہوتی ہے اور اس طرح رسول اکرم ﷺ نے قلب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا وہ دیدار حاصل کیا جو کوئی شخص آنکھوں کے ذریعے دوسری چیزوں کا حاصل کرتا ہے۔

''اور حضرت ابن مسعودؓ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى اور ارشاد مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ان سب آیتوں کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ کو (ان کی اصل صورت میں) دیکھا اور درآنحالیکہ ان کے چھ سو بازو تھے، اور ترمذیؒ کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ما کذب الفؤاد ما رایٰ کی تفسیر میں کہا کہ ''رسول اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ کو دیکھا جو سبز کپڑوں کا جوڑا پہنے ہوئے تھے اور زمین کے درمیان فضا ان سے معمور تھی''۔ نیز ترمذیؒ اور بخاریؒ کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ

ربِّهِ الكُبرىٰ کی تفسیر میں کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے جامہ سبز پوش (یعنی حضرت جبرائیلؑ) کو دیکھا جنہوں نے پورے آسمانی افق کو گھیر رکھا تھا، اور حضرت امام مالکؒ بن انسؒ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ کے بارے میں پوچھا گیا اور ان سے بتایا گیا کہ کچھ لوگ یعنی معتزلہ اور ان کے ہمنوا دیگر اہل بدعت کہتے ہیں کہ اس آیت میں ''اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے'' سے (مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھنا نہیں ہے بلکہ) اس کے ثواب کو دیکھنا مراد ہے؟ تو حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں، آخر ان کی سمجھ کہاں چلی گئی ہے! وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد كَلَّا اِنَّهُم عَن رَّبِّهِم يَومَئِذٍ لَّمَحجُوبُون کو کیوں نہیں دیکھتے پھر حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ (اس میں کوئی شبہ نہیں کہ) مسلمان لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور فرمایا کہ اگر (یہی بات ہوتی کہ) اہل ایمان قیامت کے دن اپنے پروردگار کو نہیں دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کفار کو دیدارِ الٰہی سے محرومی کا عار نہ دلاتا اور یہ نہ فرماتا کہ كَلَّا اِنَّهُم عَن رَّبِّهِم يَومَئِذٍ لَّمَحجُوبُون (اس روایت کو بغویؒ نے شرح السنۃ میں نقل کیا ہے)۔

تشریح...... ''رسول اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ کو دیکھا'' کے ذریعہ حضرت ابن مسعودؓ نے واضح کیا کہ سورۂ نجم کی ان آیتوں کی ضمیریں حضرت جبرائیلؑ کی طرف راجع ہیں اور ان کا محمول و مصداق رسول اکرم ﷺ کو حضرت جبرائیلؑ کی رویت قرب ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رویت وقرب مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ پس حضرت ابن مسعودؓ کی یہ تاویل وتفسیر حضرت عائشہؓ کی اس تاویل وتفسیر کے مطابق ہے جو ان آیتوں سے متعلق پچھلی حدیث میں ذکر کی گئی۔ واضح رہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی جلالت شان اور ان کا کمال علم مسلمہ ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ خلفاء اربعہ کے بعد ابن مسعودؓ ہی تمام صحابہؓ میں سب سے بڑے عالم تھے۔

بہرحال ان روایات واقوال سے معلوم ہوا کہ شب معراج میں رسول اکرم ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو بچشم سر دیکھنے کے بارے میں صحابہؓ کے ہاں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ کو اس

بات سے انکار ہے اور حضرت ابن عباسؓ اس کے قائل ہیں، ان میں سے ہر ایک کو صحابہؓ کی تائید حاصل ہے کہ کچھ صحابہؓ تو حضرت عائشہؓ کے ساتھ ہیں اور کچھ صحابہؓ حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ، پھر صحابہؓ کے بعد تابعینؒ وعلماء سلف بھی اسی نقش قدم پر گئے ہیں۔ کچھ تو یہ کہتے ہیں کہ شب معراج میں رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کچھ حضرات اس کا انکار کرتے ہیں، لیکن ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے سکوت وتوقف اختیار کیا ہے اور کسی بھی فریق کے ساتھ نہیں گئے ہیں۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ دونوں میں سے کسی جانب بھی واضح دلیل نہیں ہے اس لئے ہم یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں خاموش رہا جائے اور حقیقت حال اللہ کے سپرد کر دی جائے کہ اصل بات اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تاہم جمہور علماء اس کے قائل ہیں کہ شب معراج میں رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا عینی دیدار حاصل ہوا، حضرت شیخ محی الدین نوویؒ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کبار کے نزدیک راجح اور مختار یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے معراج کی رات میں اپنے پروردگار کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ نیز انہوں نے کہا کہ اس کا اثبات رسول اکرم ﷺ سے سماعت کے بعد ہی ہوا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جو یہ کہا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو شب معراج میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوا تو انہوں نے یہ بات رسول اکرم ﷺ سے سننے کے بعد ہی کہی تھی، جب کہ حضرت عائشہؓ نے اس کے انکار میں حدیث سے استدلال نہیں کیا ہے اور اس بارے میں رسول اکرم ﷺ سے کچھ سن کر روایت نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ **ما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وّراءِ حجاب** اور اس آیت مبارکہ **لا تدرکه الابصار وھو یدرک الابصار** سے ان کے اپنے استنباط اجتہاد کا نتیجہ ہے جب کہ ان آیتوں کے بارے میں ائمہؒ مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی آیت **مَا کَانَ لِبَشَرٍ ان یُّکَلِّمَهُ الله** الخ میں جو نفی بیان کی گئی ہے وہ حالتِ رویت میں کلام کی نفی ہے جس سے رویت بے کلام کی نفی قطعاً لازم نہیں آتی اور دوسری آیت **لاَ تُدرِکُهُ الأبصار** الخ میں ''ادراک'' کا ذکر ہے جس کے معنی ''احاطہ'' کے ہیں اور احاطہ کی نفی سے مطلق رویت کی نفی

مفہوم نہیں ہوتی! بعض دوسرے علماء نے بھی لکھا ہے کہ مذکورہ مسئلہ میں حضرت ابن عباسؓ ہی کے قول پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے اور یہ طے ہے کہ انہوں نے یہ بات رسول اکرم ﷺ سے سنے بغیر نہیں کہی تھی اور یہ ممکن بھی نہیں کہ وہ اتنی بڑی بات اپنے ظن واجتہاد سے کہیں، منقول ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے کافی بحث وتکرار کی اور پوچھا کہ کیا واقعتاً محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کو دیکھا تھا، حضرت ابن عباسؓ نے پورے وثوق کے ساتھ جواب دیا کہ ہاں دیکھا تھا چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے ان کی بات کو قطعی طور پر تسلیم کیا اور کسی تردد و انکار کا اظہار نہیں کیا۔ حضرت عمر ابن راشدؒ کا قول ہے کہ ہمارے نزدیک حضرت عائشہؓ حضرت ابن عباسؓ سے زیادہ علم کی حامل نہیں ہیں، اس لئے ان کے مقابلہ پر حضرت ابن عباسؓ ہی کے قول کو راجح اور قابل اعتماد قرار دیا جائے گا، نیز مشائخ صوفیہ بھی رویت ہی کے قائل ہیں۔ (بحوالہ مظاہر حق جلد پنجم)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِم

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ خصوصیتِ ہذا حضرت محمد عربی ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے اور ان کی تمام تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

خصوصیت نمبر ۱۴

رسولِ اکرم ﷺ کی احادیث کی سندات مکمل محفوظ ہیں

قابلِ احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ چودھویں خصوصیت آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، جسکا عنوان ہے "رسولِ اکرم ﷺ کی احادیث کی سندات مکمل محفوظ ہیں" الحمد اللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کو ترتیب دیتے وقت بھی اللہ تعالیٰ نے عین روضہ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائی، بے شک یہ میرے لئے ایک بہت بڑی سعادت ہے جسکے لئے میں اپنے اللہ کا دل سے شکر گزار ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ روضہ رسول ﷺ کی جالیوں کو دیکھتا رہوں اور پھر دیکھتا ہی چلا جاؤں کہ دل کا سرور اسی میں چھپا ہے، دعا گو ہوں کہ یارب قدوس تیرے محبوب پیغمبر ﷺ کے مبارک روضہ پر بیٹھ کر تیرے محبوب ﷺ کی خصوصیت پر کام کرنے کی اس گناہ گار کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول ومنظور اور آخر میں نجات کا ذریعہ بنا، آمین۔

بہرحال محترم قارئین! ہمارے نبی ﷺ کی یہ بھی ایک عظیم خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تمام احادیث یعنی آپ ﷺ کے اقوال وافعال اور آپ ﷺ کی تمام اداؤں کو مکمل محفوظ فرمایا اور ایسا محفوظ فرمایا کہ جس میں کسی قسم کی کوئی کمی کی گنجائش نہیں، اور جب ہم دیگر انبیاء کرامؑ کی سیرتوں کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ ان کے اقوال وافعال کو ان کی امتوں کے خود علماء نے تبدیل کردیا، اور یوں کسی بھی نبی کی سیرت، احادیث، اقوال وافعال مکمل طور پر محفوظ نہ رہ سکے، تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی تمام احادیث کا اپنی سندوں کے ساتھ مکمل طور پر محفوظ رہنا صرف اور صرف رسولِ اکرم ﷺ کا خاصہ ہے، جیسا کہ آنے والے اوراق میں آپ تفصیل ملاحظہ فرمائیں گے، انشاء اللہ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے

نبی ﷺ کی تمام احادیث کو دل وجان سے قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

چودہویں خصوصیت کی وضاحت قرآن واحادیث کی روشنی میں

قرآن کریم کے بعد آپ کا علمی معجزہ حدیث نبوی ہے، جس کو شریعت کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جس کی کاملیت اور جامعیت کو دیکھ کر ادنی عقل والا اس یقین پر مجبور ہوجاتا ہے کہ ایسے مافوق العقل اور مافوق الفطرت دستور اور آئین کا منبع اور سرچشمہ سوائے خداوند علیم وحکیم کی ذات بابرکت کے کوئی ذات انسانی نہیں ہوسکتی، خاص کر کہ جو ذات انسانی محض امی ہو جس نے نہ لکھا ہو، نہ پڑھا ہو اس کی زبان سے ایسے محیر العقول علوم ومعارف کا چشمہ کیسے جاری ہوا۔ معلوم ہوا کہ اس امی نبی کی زبان فیض ترجمان سے جو کچھ نکل رہا ہے وہ درحقیقت پس پردہ لسان غیب بول رہی ہے، موسیٰ علیہ السلام نے درخت میں سے جو آواز سنی وہ درحقیقت درخت کی آواز نہیں تھی بلکہ وہ آواز خداوند قدوس کی تھی اور یہ درخت بمنزلہ ٹیلیفون کے تھا کہ جو عالم غیب کی آواز موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا رہا تھا۔

اسی طرح اس نبی امی فِداہُ نفسِی واَبِی واُمّی کو سمجھو کہ اس کی زبان فیض ترجمان سے جو نکل رہا تھا وہ وحی ربانی اور آواز یزدانی تھی معاذ اللہ نطق نفسانی نہ تھا وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى . (سورۃ نجم)

اس لئے کہ شریعت اسلامیہ جن عقائد اور اعتقاد کی تعلیم دیتی ہے وہ خرافات اور بے اصل باتوں سے پاک اور منزہ ہیں، نقلی اور فطری دلائل سے ثابت ہیں، جن کی نسبت یقین کیا جاسکتا ہے کہ یہ عقائد قطعاً صحیح اور واقعی ہیں۔

اور شریعت اسلامیہ نے جن مکارم اخلاق کا حکم دیا ہے اولین اور آخرین کے صحیفوں میں اس کی نظیر نہیں اور علی ہذا شریعت اسلامیہ نے جن عبادات، معاملات اور افعال واعمال کا حکم دیا، وہ بیشمار حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی جو تفصیل

اور مبدأ اور معاد کے جو لاینحل عقدے شریعت اسلامیہ نے حل کئے ہیں وہ عقل انسانی سے کہیں بالا اور برتر ہیں۔

اور علمائے فرنگ کا اقرار ہے کہ توریت، انجیل اور عہد قدیم اور عہد جدید کے تمام صحیفے تعلیمات اسلامی کا مقابلہ نہیں کر سکتے نیز دنیا میں انبیاء، حکماء سلاطین اور علماء لاکھوں کی تعداد میں گزرے مگر جس حیرت انگیز احتیاط کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی حرکات اور سکنات اور آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ اور کلمات کو محفوظ کیا گیا، اولین اور آخرین میں اس کی نظیر نہیں ایک آپ کی زندگی کے محفوظ رکھنے کے لئے آپ کے افعال واقوال کے روایت کرنے والے ہزار ہا راویوں کی زندگیاں اس لئے زیر تحقیق لائی گئیں کہ آپ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے شک وشبہ کا کوئی شائبہ باقی نہ رہے، علم اسماء الرجال ،وعلم الاسناد، اور علم اصول الحدیث اسی کے خاطر ایجاد ہوئے جن کا منشاء صرف یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال اور اعمال ایسے محفوظ ہو جائیں کہ سلسلہ سند اور طرق اور اسانید کو دیکھ کر پڑھنے والے کو ایسا علم یقین حاصل ہو جائے کہ جو عینی مشاہدہ کے مساوی اور ہم مرتبہ ہو، صحاح ستہ اور دوسری کتب واحادیث کو دیکھنے سے انسان حیران اور ششدر رہ جاتا ہے، کہ کس حیرت انگیز انتظام اور اہتمام سے حدیث نبوی کا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے اور حضرات محدثین نور اللہ مرقدہم نے احادیث کی صحت اور جانچ پڑتال کے لئے کس قدر سخت ضوابط وقوائد مرتب کئے ہیں۔

موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ وغیرہ وغیرہ دنیا کے سامنے موجود ہیں، مگر کسی ملحد اور زندیق کی یہ مجال نہیں ہوئی کہ ایک لفظ کی بھی کمی بیشی کر سکے۔ پھر ان کتابوں کی مندرجہ احادیث میں سے ایک ایک حدیث کو تحقیق اور تدقیق کی کسوٹی پر کس کر ہر ایک حدیث کے تمام راویوں کا حال بتلا دیا اور ہر حدیث کا درجہ قائم کر دیا کہ یہ صحیح ہے یا حسن یا غریب یا ضعیف ہے یا منکر ہے۔

پھر لطف یہ کے آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال کی روایت کرنے والا پہلا طبقہ

صحابہ کرام کا ہے جس میں سے بحمد اللہ تعالیٰ ایک شخص بھی قسم کھانے کو دروغ گو ثابت نہیں ہوا، صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی اتنی بڑی جماعت میں سے کسی فرد واحد کی نسبت آج تک یہ ثابت نہیں ہوسکا کہ اس نے کبھی جھوٹ بولا یہ اس امی نبی فداہ نفسی وابی وامی کا اعجاز ہے کہ اس کے تربیت یافتہ افراد میں سے ایک فرد واحد بھی جھوٹا نہیں نکلا ان پہلے راویوں کے بعد دوسرے اور تیسرے درجہ کے راویوں کی زندگیاں بھی عام طور پر کذب اور دروغ سے محفوظ پائی جاتی ہیں ان سب کا عقیدہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی طرف اپنی طرف سے کوئی بات نسبت کرنا گناہ کبیرہ اور جرم عظیم ہے۔

آج دنیا میں کوئی حضرت مسیح کا پیرو یہ نہیں بتا سکتا کہ ان کا سلسلہ اسناد کیا ہے اور کس ذریعہ اور کس سند سے ان کو یہ انجیلیں اور حواریین کے رسائل اور خطوط ملے اور اس سلسلہ سند کے راوی کون کون لوگ ہیں اور کون ان میں سے ثقہ اور معتبر ہیں اور کون غیر معتبر۔

علمائے نصاریٰ حضرت مسیح کا ایک کلمہ بھی سند متصل کے ساتھ نہیں پیش کر سکتے اور حضرات محدثین کا یہ حال ہے کہ بغیر سند کے کوئی لفظ ان کی بارگاہ میں قابل التفات بھی نہیں اور حدیث کی مشہور کتابیں اسی محفوظ زمانے اور محتاط لوگوں کے عہد میں مرتب اور مدون ہوئیں اور مدون ومرتب ہوجانے کے بعد ان کے مصنفین ہی کے زمانے سے لوگوں نے ان کا پڑھنا اور حفظ یاد کرنا شروع کر دیا اور آج تک ان کتابوں کی سندیں متواتر سلسلوں سے دنیا میں موجود ہیں اور مشرق ومغرب کے علماء کے زیر درس ہیں، غور تو کیجئے کہ ایک ذات بابرکت، قدسی صفات کے اقوال وافعال کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ انتظام اور یہ اہتمام کیا انسانی تدبیر اور جدوجہد کا نتیجہ ہے حاشاوکلا یہ صرف تائید ربانی اور فضل یزدانی کا کرشمہ ہے کہ جو پردہ غیب سے نبی امی ﷺ کی حدیث کی حفاظت کے لئے نمودار ہوا ہے۔ علم حدیث اور اس کے متعلقہ علوم وفنون پر غور کرنے کے بعد دنیا کی تمام تاریخوں کا مرتبہ نگاہ سے گر جاتا ہے اور بلاشبہ جو ذات تمام اقوام اور تمام ممالک کے لئے قیامت تک کے لئے ہادی اور رہبر بن کر آئی، اس کی زندگی اور اس کے اقوال وافعال ایسے ہی معجزانہ طریقہ پر محفوظ ہوتے

چاہئیں کہ قیامت تک آنے والوں کے لئے کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے اور جو شخص اس نبی امی کی زندگی کو آنکھ سے دیکھنا چاہے تو حدیث نبوی کے پردہ سے اس کو دیکھ سکے۔

یہ جو کچھ کہا گیا یہ حدیث نبوی کے اس اعجاز کا بیان تھا کہ جس کا تعلق روایت حدیث سے ہے یعنی الفاظ حدیث کی بے مثال حفاظت سے متعلق ہے، اور اگر حدیث نبوی کے اعجاز کو درایت اور تفقہ کے اعتبار سے دیکھنا چاہتے ہو تو ائمہ مجتہدین اور فقہائے امت کی کتابیں دیکھو جس سے آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ قوانین شریعت کس درجہ دقیق اور عمیق ہیں کہ جن کے استنباط اور استخراج میں علماء امت اور فقہاء ملت کس درجہ حیران اور پریشان رہے (یعنی ان دقائق کی وجہ سے انتہائی درجہ کی محنتیں کر گئے) اور باوجود غایت فہم وذکاء نصوص شریعت کی تحقیق اور تدقیق میں عمریں گزار دیں جس طرح حضرات محدثین کا وجود نبی امی ﷺ کا ایک معجزہ ہے اسی طرح حضرات فقہاء کا وجود بھی نبی امی ﷺ کا ایک معجزہ ہے فرق اتنا ہے کہ پہلا معجزہ روایت کا ہے دوسرا معجزہ درایت کا ہے۔ (بحوالہ معجزاتِ رسولِ اکرم ﷺ)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کی تمام احادیث پر دل وجان سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

❁❁❁

خصوصیت نمبر ۱۵

رسولِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی سب سے محبوب کتاب عطا فرمائی

قابلِ احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ پندرہویں خصوصیت ہے جو کہ قرآن کریم سے متعلق ہے اور جسکا عنوان ترتیب دیا گیا ہے "رسولِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی سب سے محبوب کتاب عطا فرمائی" آگے چلنے سے پہلے یہاں بھی بتا دینا مناسب ہے کہ دیگر خصوصیات کی طرح الحمد للہ یہ خصوصیت بھی میں نے عین روضہ رسول کے سامنے بیٹھ کر ترتیب دی ہے یعنی وہ عظیم ہستی کہ جس پر یہ عظیم قرآن نازل فرمایا گیا وہ اپنے مقدس روضہ میں آرام فرما رہے ہیں اور میں ان کے روضہ کی جالیوں کے سائے میں بیٹھ کر ان کی اس عظیم خصوصیت کو ترتیب دے رہا ہوں، اس امید پر کہ انشاء اللہ روز قیامت اس کاوش کی بدولت حضور ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی، اور دعا گو بھی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

بہر حال محترم قارئین! حضور ﷺ کی دیگر خصوصیات کی طرح یہ خصوصیت بھی بڑی عظیم اور اونچی خصوصیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کو وہ عظیم کتاب عطا فرمائی جو سب کتابوں کی سردار ہے، بے شک دیگر انبیاء کرام کو بھی کتابیں عطا ہوئیں لیکن ہمارے نبی کو سب سے افضل کتاب عطا ہوئی اور پھر ہمارے نبی ﷺ کی طرح خود اس کتاب کی بھی کئی خصوصیات ہیں جیسا کہ آپ آنے والے اوراق میں تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں گے جسے عین قرآن وحدیث کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے، انشاء اللہ اس خصوصیت کو پڑھ کر آپ کے ایمان میں خوب اضافہ ہوگا اور آپ کے عشقِ رسول کو خوب جلا ملے گی، آئیے ہم سب ملکر دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبوب کتاب سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور

اپنی اس عظیم کتاب کی تعلیمات پر عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔ لیجئے اب اس خصوصیت کی تفصیل کا ملاحظہ فرمائیے:۔

پندرہویں خصوصیت کی وضاحت قرآن واحادیث کی روشنی میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اپنے زمانے میں معجزات دکھائے۔ مگر ان معجزات کا وجود صرف ان کی حیات دنیوی تک رہا۔ علاوہ ازیں ان کے معجزات حسی تھے۔ جن کو فقط حاضرین وقت نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مثلاً عصائے موسوی کو اگر دیکھا تو اس وقت کے حاضرین نے، ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کا مشاہدہ دیکھا تو اس وقت کے موجودین نے۔ اور مائدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اگر ملاحظہ کیا تو حاضرین وقت نے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔ اور ہر زمانے میں ہر صاحب عقل سلیم اس کو بصیرت کی آنکھ سے دیکھ سکے گا۔ چنانچہ جب کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں کی طرح کے حسی معجزات طلب کیے تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ . (عنکبوت:ع۵)

کیا ان کو بس نہیں کہ ہم نے اتاری تجھ پر کتاب جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر کفار واقعی حق ہیں تو ہم نے تجھے قرآن مجید ایک ایسا معجزہ عطا کیا ہے کہ جس کی موجودگی میں ان معجزوں کی ضرورت نہیں جو از روئے عناد تجھ سے طلب کرتے ہیں۔ یہ قرآن ہر مکان و ہر زبان میں منکرین پر پڑھا جاتا ہے اور پڑھا جائے گا لہٰذا یہ زندہ معجزہ تا قیامت تک ان کے ساتھ رہے گا اور دوسرے معجزوں کی طرح نہیں کہ وجود میں آئے اور جاتے رہے۔ یا ایک مکان میں ہوئے اور دوسرے میں نہ ہوئے۔ اسی مطلب کو امام بوصیریؒ نے اپنے قصیدہ بردہ میں یوں ادا کیا ہے۔

دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ مِنَ النَّبِيِّيْنَ اِذْ جَاءَ تْ وَلَمْ تَدُمِ

ہیں ہمارے پاس باقی آج تک وہ آیتیں معجزے اور انبیاء کے ہو گئے سب کالعدم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نبیوں میں سے کوئی نبی نہیں۔ مگر یہ کہ معجزات میں سے اسے ایسا معجزہ عطا ہوا کہ جس کی صفت یہ ہے کہ اسے دیکھ کر لوگ ایمان لائے اور سوائے اس کے نہیں کہ مجھے جو معجزہ عطا ہوا وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف بھیجی ہے اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میں امت کے لحاظ سے ان سے زیادہ ہوں گا۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سب سے بڑی سب سے اشرف اور سب سے واضح دلیل یہی قرآن مجید ہے۔ وجہ یہ ہے کہ معجزات عموماً اس وحی کے مغائر ہوا کرتے تھے۔ جو کسی نبی پر نازل ہوتی تھی۔ اور وہ نبی اس وحی کی صداقت پر معجزے کو بطور شاہد پیش کرتا تھا۔ مگر قرآن کریم وحی ہے اور معجزہ بھی۔ اس لیے یہ اپنا شاہد خود آپ ہے اور کسی دوسری دلیل کا محتاج نہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے مقابلہ میں اپنی اسی وحی آسمانی کو سب سے بڑا معجزہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''پیغمبروں میں سے ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر معجزات عطا کیے جن کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے لیکن جو معجزہ مجھے مرحمت ہوا وہ وحی (قرآن) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتارا، اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے پیروؤں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی''۔

اس حدیث سے متعدد نکتے حل ہوتے ہیں۔

ا۔ ہر پیغمبر کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا ہوا ہے۔

۲۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات وقتی اور عارضی تھے، ہوئے اور ہو کر مٹ گئے

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اعظم یعنی قرآن مجید قیامت تک دنیا میں قائم اور باقی رہے گا۔

۳۔ چونکہ وہ معجزے وقتی اور عارضی تھے اس لیے ان سے جو اثر پیدا ہوا وہ بھی وقتی اور عارضی تھا برخلاف اس کے قرآن مجید چونکہ ہمیشہ دنیا میں قائم رہنے والا ہے اس لیے اس کا اثر بھی دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور قیامت تک نئے نئے لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا رہے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ربانی نشانیاں خدا کی طرف سے عنایت ہوئیں ان میں صرف یہی ایک معجزہ ہے جس کی اللہ تعالےٰ نے تحدی کی ہے اور اعلان عام کیا ہے کہ کوئی اس کی مثال پیش کرے اور پھر اس کی پیشنگوئی بھی کر دی ہے کہ دنیا ہمیشہ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز اور درماندہ رہے گی۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا "کہہ دے اے پیغمبر اگر تمام جن وانس ملکر بھی چاہیں کہ اس جیسا قرآن بنا لائیں تو نہیں لا سکتے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد پر کیوں نہ ہوں۔ (بنی اسرائیل)

سورۂ ہود میں پورے قرآن کے بجائے صرف دس صورتوں کا جواب مانگا گیا اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ "کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو اپنے جی سے بنا لیا ہے۔ تو کہدے کہ وہ ایسی بنائی ہوئی دس ہی سورتیں لے آئیں اور اپنی مدد کے لئے خدا کے سوا جس کو چاہیں بلالیں اگر وہ سچے ہیں۔" (ھود۔۲)

اس کے بعد کی آیتوں میں دس سورتوں سے گھٹا کر ایک ہی سورت کا جواب لانے کی تحدید کی گئی ہے۔﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اورتم کو اس میں بھی کوئی شک ہو تو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو اس جیسی ایک ہی سورۃ لاؤ'' ''اور خدا کے سوا اپنے تمام گواہوں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو''۔ (بقرہ۔۳)

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ﴾ ''تو اگر تم ایسی سورت بنا کر لا سکو اور یقیناً نہ لا سکو گے تو اس آتش دوزخ سے بچو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر (جن کو تم پوجتے ہو) سب ہوں گے جو کافروں کے لیے تیار رکھی گئی ہے۔'' (بقرہ۔۳)

اس کے ہم معنی دوسری آیت سورۂ یونس میں ہے ﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾

''کیا یہ کفار یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس قرآن کو اپنی طرف سے بنالیا ہے، ان سے کہدے کہ اس جیسی ایک سورت تم بھی لاؤ، خدا کے سوا اور جس کو چاہو مدد کے لیے بلالو اگر تم سچے ہو۔'' (یونس۔۴)

پھر سورۂ طور میں ارشاد ہوتا ہے کہ اس جیسی ایک ہی بات پیش کرو۔ ﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ. فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ﴾ ''کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو گھڑ لیا ہے، بات یہ ہے کہ ان کو ایمان نہیں، اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات بھی پیش کریں۔'' (طور۔۲)

قرآن کی ضرورت

قرآن مجید کی ضرورت معلوم کرنی ہو تو سب صاحبان کو اس زمانہ کی تعلیم اور صفحۂ عالم کی حالت پر غور کرنا چاہیئے۔ ایران کے مجوس کا سراپا شرک نجاست میں غرق ہونا اور احاطہ انسانیت سے نکل کر ان کی ماں، بیٹی، بہن، سے ازدواج کو جائز ومباح سمجھ لینا۔

روما چرچ کے عیسائیوں کا صریح بت پرستی میں مبتلا ہو کر اس مشرکانہ عقیدہ کی ترویج میں لاکھوں بندگانِ خدا کا خون پانی کی طرح بہانا۔

چین کا قبر پرستی اور بھوت پریت کی عبادت میں محو ہو جانا اور پھر خود کو آسمانی فرزند کہلانے کا مستحق قرار دینا۔

ہند کا فسق وفجور میں پڑ کر شراب کو بہترین افعال انسانی قرار دینا، مرد وعورت کی برہنگی کے اعضاء کی مثالوں کو سب شودوالوں میں قائم کرنا۔ دختر کشی اور قمار بازی کو شرافت کا نشان قرار دینا۔ عرب کا بعض صفاتِ بالا میں اکثر ممالک سے بڑھ جانا۔

الغرض تمام معمورۂ عالم پر سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ان ضلالتوں کو دور کرنے میں وہ کتابیں جو دنیا میں پہلے سے نازل شدہ تھیں، نہ کافی ثابت ہو چکی تھیں۔

اُن کا تمام عالم کے بگڑے ہوئے آوے پر تو کیا اثر ہوتا کہ خود اسی کی قوم کے (کہ جس میں اس کتاب کا نزول ہوا) دائرہ اطاعت میں نہ رہی تھی، اس لیے ضرورت تھی ایک ایسی مہیمن کتاب کی جس میں تمام عالم کی اصلاح کی طاقت اور تمام کتابوں کو اپنے اندر جمع کر لینے کی قابلیت اور بلحاظ اپنی مجموعی شان کے دیگر اوراق پریشان سے دنیا بھر کو مستغنی کر دیتی۔

ہاں جس طرح سخت گرمی اور جس کے بعد بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے، جس طرح رات کی سخت تاریکی کے بعد خورشید عالم افروز طلوع فرماتا ہے۔

اسی طرح تمام دنیا پر پھیلی ہوئی ظلمت مظلمہ ہی نے قرآنِ مجید کے نورِ مبین کی ضرورت کو افرادِ عالم کے دل ودماغ میں ثابت ومحسوس کرا دیا تھا۔

لہٰذا اس رحمت ربانیہ نے جو انسان کو عدم سے وجود میں لانے اور نطفہ سے انسان کامل بنانے میں کارفرما ہے۔ ہماری روحانی ضرورت کے لیے اس نور وہدایت کو نازل فرمایا۔ بدبختی سے دنیا میں ایسا فرقہ بھی پیدا ہو گیا جو رب کریم کو ارحم الراحمین تو مانتا ہے مگر پھر بھی اسے کلام خدا کے دنیا میں نازل ہونے کی ضرورت سے انکار ہے۔

یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نے اگر آنکھ کو بینائی دی ہے تو دیکھنے کے لیے اَن گنت رنگتیں بھی بنائی ہیں۔

اگر کان کو شنوائی ملی ہے تو سننے کے لیے بھانت بھانت کی آوازیں بھی پیدا کی ہیں۔ پاؤں چل سکتا ہے تو اس کی جولانی کے لیے فرش زمین کی ہموار و ناہموار راہیں بھی نکال دی ہیں۔ منہ کھا سکتا ہے تو ذائقہ کے واسطے میٹھے، سلونے، کھٹے، پھیکے کھانے بھی مہیا کیے ہیں، یعنی جس قدر حواس ظاہری اور قوائے باطنی جسم انسان میں پائے جاتے ہیں۔ اسکے متعلق ایک ایک جداگانہ عالم بھی پیدا کیا گیا۔

مگر ان کو اب بھی سخت انکار ہے کہ روح انسانی کے لیے (جو فطرت انسانی کی خزینہ دار اور اس کی مملکت کی حکمراں ہے) کوئی جداگانہ عالم موجود ہو، اگر یہ لوگ روح کا انکار کر دیتے تو ان کی حالت پر اتنا افسوس نہ ہوتا لیکن روح کا اقرار اور رحمت الٰہی کی جانب سے اس کے لیے عالم خاص کا انکار قطعاً اسرار فطرت سے عدم آگاہی پر مبنی ہے۔ خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔

ضرورت قرآن حمید کے ثبوت میں ہم دنیا کے سامنے دنیا کی تاریخ رکھ دیتے ہیں

نیز ان تمام ترقیات کو جو دنیا کے ہر ایک مذہب نے نزول قرآن مجید اور اشاعت کتابِ حمید کے بعد اپنے اپنے عقائد اور اصول میں کی ہیں اور ان تمام اصلاحات کو بھی اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں، جو غیر مسلم اقوام نے اس ۱۴۰۰ سال کی مدت رسالت محمدیہ میں تعلیم قرآن سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے اپنے مذہب اور مسلک میں داخل کر لی ہیں۔

(بحوالہ سیرت رسول عربی)

ان ترقیات و اصلاحات کے ازمنہ ارتقاء کی تاریخ معلوم کرنے کے بعد امید قوی ہے کہ ہر ایک مصنف کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ فی الواقع معمورۂ عالم کو قرآن مجید کے نزول کی سخت ضرورت و احتجاج تھی۔

قرآن کے علوم

علوم کے لحاظ سے بھی قرآن کریم معجزہ ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ

معانی منظومہ قرآن پانچ علوم سے خارج نہیں۔اول علمِ احکام یعنی واجب، مندوب ومباح ومکروہ وحرام خواہ از قسم عبادات ہوں یا معاملات یا تدبیر منزل یا سیاست مدن۔دوسرے چار گمراہ فرقوں یعنی یہود، نصاریٰ ومشرکین ومنافقین کے ساتھ مخاصمہ کا علم۔تیسرے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں (آسمان وزمین کی پیدائش کا ذکر اور بندوں کی ضروریات کا الہام اور اللہ کی صفاتِ کاملہ کا بیان) کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔چوتھے ایام اللہ یعنی امم ماضیہ میں دشمنان خدا کے ساتھ وقائع بیان کرنے کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔پانچویں موت اور ما بعد موت (حشر ونشر وحساب ومیزان وبہشت ودوزخ) کے ساتھ نصیحت کرنیکا علم۔قرآن میں ان علوم پنجگانہ کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی ہدایت کے لیے نازل فرمائی ہے۔جس طرح عالم طب جب قانون شیخ کا مطالعہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ یہ کتاب بیماریوں کے اسباب وعلامات اور ادویہ کے بیان میں غایت درجہ کو پہنچی ہوئی ہے تو اسے ذرا شک نہیں رہتا کہ اس کا مؤلف علم طب میں کامل ہے۔اسی طرح شریعتوں کے اسرار کا علم جب جان لیتا ہے کہ تہذیب نفوس میں افراد انسان کے لیے کن کن چیزوں کے بتانے کی ضرورت ہے۔اور بعد از فنون پنجگانہ میں تامل کرتا ہے تو بے شک اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ فنون اپنے معانی میں اس طرح واقع ہوئے ہیں کہ اس سے بہتر ممکن نہیں۔ قرآن کریم چونکہ تزکیہ نفوس میں معجز کتاب ہے اسی واسطے اس کی تلاوت کے وقت دلوں میں خشیت وہیبت پیدا ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (زمرع۳)

''اللہ نے اُتاری بہتر کتاب۔کتاب ہے آپس میں دوہرائی ہوئی۔بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھالوں پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوجاتے ہیں ان کے چمڑے اور دل ان کے اللہ کی یاد کی طرف۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا

مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾

(حشر ع ۳)

ترجمہ:......''اگر ہم اتارتے اس قرآن کو ایک پہاڑ پر البتہ دیکھتا اس کو دب جانے والا پھٹ جانے والا اللہ کے ڈر سے اور یہ مثالیں بیان کرتے ہیں ہم لوگوں کے واسطے تاکہ وہ فکر کریں۔''

قرآن کریم کی اس خارق عادت تاثیر سے بچنے کے لئے کفار قریش ایک دوسرے سے کہہ دیا کرتے تھے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم شور مچا دیا کرو (حم سجدہ ع ۴) اور اسی واسطے مکذبین پر اس کا سننا نہایت دشوار گزرتا تھا۔اور بوجہ خبث طبع نفرت سے پیٹھ دے کر بھاگ جاتے تھے۔ (بنی اسرائیل۔ع ۵)

ذیل میں تاثیر قرآن مجید کی توضیح کے لیے ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:۔ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی کیفیت مجھے یہ معلوم ہوئی ہے کہ آپ کی بہن فاطمہ اور فاطمہ کے خاوند سعید بن زید بن عمرو بن نفیل مسلمان ہو گئے تھے۔مگر اپنے اسلام کو اپنی قوم کے ڈر سے پوشیدہ رکھتے تھے۔اسی طرح نعیم بن عبداللہ النحام بھی جو مکہ کے رہنے والے اور آپ ہی کی قوم بنی عدی بن کعب میں سے تھے اسلام لے آئے تھے اور اپنے اسلام کو اپنی قوم کے ڈر سے پوشیدہ رکھتے تھے۔حضرت خبابؓ حضرت فاطمہؓ کے پاس قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے۔ایک روز جو حضرت عمر کو خبر لگی کہ رسولؐ اور آپ کے اصحاب و مرد و زن قریباً چالیس کوہ صفا کے قریب ایک گھر میں جمع ہو رہے ہیں تو تلوار آڑے لٹکائے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے اصحاب کے قصد سے نکلے۔ان اصحاب میں حضرت ابوبکر اور حضرت علیؓ حمزہؓ بھی تھے جوان مسلمانوں میں سے تھے جنھوں نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت نہ فرمائی تھی۔راستے میں حضرت نعیم ملے۔جن سے یوں گفتگوں ہوئی۔

عمر......:میں اس صابی (دین سے برگشتہ) محمد کا فیصلہ کرنے چلا ہوں۔جس نے قریش کی

جماعت کو پراگندہ کر دیا ہے۔اور جو اِن کے داناؤں کو نادان اوران کے دین کو معیوب بتاتا ہے اوران کے معبودوں کو برا کہتا ہے۔

نعیم......:عمر! اللہ کی قسم۔ تجھے تیرے نفس نے دھوکا دیا ہے۔کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ اگر تو حضرت محمد کو قتل کر دے گا تو عبد مناف کی اولاد تجھے زمین پر زندہ چھوڑ دے گی؟ تو اپنے اہل بیت میں جا اور انہیں سیدھا کر۔

عمر......:کون سے اہل بیت؟

نعیم......:اللہ کی قسم! تیرا بہنوئی سعید بن زید اور تیری بہن فاطمہ دونوں مسلمان ہو گئے ہیں اور دین محمدی کے پیرو بن گئے ہیں۔تو ان سے سلجھ لے۔

(یہ سن کر عمر اپنی بہن کے گھر پہنچتے ہیں۔ وہاں حضرت خباب آپؓ کی بہن اور بہنوئی کو قرآن کی سورہ طٰہٰ پڑھا رہے ہیں۔جن کی آواز عمر کی کان میں پڑ جاتی ہے عمر کی آہٹ سے حضرت خباب تو کوٹھری میں جا چھپتے ہیں اور فاطمہ وہ صحیفہ قرآن لے کر اپنی ران کے نیچے چھپالیتی ہیں)۔

عمر......:(اندر داخل ہو کر) یہ آواز جو میں نے سنی کیسی تھی؟

سعید و فاطمہ......: تو نے کچھ نہیں سنا۔

عمر: کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم مجھے خبر لگی ہے کہ تم دونوں دین محمدی کے پیرو بن گئے ہو (یہ کہہ کر عمر سعید کو پکڑ لیتے ہیں۔بہن جو چھڑانے اٹھتی ہے اسے بھی لہولہان کر دیتے ہیں)۔

سعید و فاطمہ......:ہاں ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور اللہ و رسول پر ایمان لے آئے ہیں تو کر جو کر سکتا ہے۔

عمر......:(بہن کو لہولہان دیکھ کر ندامت سے) بہن! وہ کتاب تو دکھاؤ جو ابھی تم پڑھ رہے تھے۔

فاطمہ......: مجھے ڈر ہے تو واپس نہ دے گا۔

عمر......: تو نہ ڈر (اپنے معبودوں کی قسم کھا کر) میں پڑھ کر واپس کر دوں گا۔

فاطمہ......: (بھائی کے اسلام کے لالچ میں آ کر) بھائی! تو مشرک ہونے کے سبب سے ناپاک ہے۔ اسے تو وہی چھوتے ہیں جو پاک ہوں۔

عمر......: (غسل کے بعد سورۂ طہٰ کی شروع کی آیتیں تلاوت کر کے) یہ کلام کیسا اچھا اور پیارا ہے۔

خباب......: (کوٹھری سے نکل کر) عمر! مجھے امید ہے کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مصداق ہوں گے۔ کیوں کہ میں نے کل سنا کہ آپ یوں دعا فرماتے تھے: "یا اللہ تو ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ساتھ اسلام کو تقویت دے"۔ اے عمر! تو اللہ سے ڈر۔

عمر......: مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو۔ تا کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔

خباب......: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب کے کوہ صفا کے قریب تشریف رکھتے ہیں۔ (عمر تلوار آڑے لٹکائے درِ دولت پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ اہل خانہ میں سے ایک صحابی آپ کو اس ہیبت میں دیکھ کر ڈر جاتے ہیں۔

صحابی......: یارسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ عمر بن الخطاب ہے جو تلوار حمائل کیے ہوئے ہے۔

حمزہ......: اسے آنے کی اجازت دو۔ اگر وہ کارِ خیر کے لیے آیا تو ہمیں دریغ نہیں۔ اور اگر وہ شرارت کا ارادہ رکھتا ہے تو ہم اسے اس کی تلوار سے قتل کر دیں گے۔

رسول اللہ ﷺ......: اسے اندر آنے دو۔

صحابی......: اندر آیئے (عمر داخل ہوتے ہیں)۔

رسول اللہ ﷺ......: (عمر کی کمر یا چادر کا دامن کھینچ کر) خطاب کے بیٹے! کیوں کر آنا ہوا۔ اللہ کی قسم میں نہیں دیکھتا کہ تو باز آئے۔ یہاں تک کہ اللہ تجھ پر کھڑکا نازل کرے۔

عمر......: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں تا کہ اللہ پر اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس پر جو وہ اللہ کے ہاں سے لائے ایمان لاؤں۔ (اس طرح عمر اسلام لاتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر پڑھتے ہیں۔ جس سے تمام حاضرینِ خانہ کو

معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے)۔ (بحوالہ سیرت ابن ہشام)

ایک روز حضرت عمرؓ ایک اونٹ پر سوار ایک کوچے میں سے گزر رہے تھے۔ایک قاری نے یہ آیت پڑھی، ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ﴾ (طور ع ۱)

''بے شک عذاب تیرے رب کا ہونے والا ہے۔اس کو کوئی نہیں ہٹانے والا اسے سن کر آپ بے ہوش ہو گئے اور بے ہوشی کی حالت میں زمین پر گر پڑے وہاں سے اٹھا کر آپ کو گھر لائے۔مدت تک اس درد سے بیمار رہے۔یہاں تک کے لوگ آپ کی بیمار پرسی کے لیے آتے تھے۔''

دشمنان اسلام بھی قرآن کریم کی فوق العادت تاثیر کے قائل تھے۔چنانچہ جب دورِ نبوت میں حضرت ابو بکر صدیق ہجرت کے ارادے سے حبشہ کی طرف نکلے تو ابن الدغنہ ان کو برک الغماد سے اپنی جوار میں مکہ واپس لے آیا۔قریش نے ابن الدغنہ کی جوار کو رد نہ کیا۔مگر اس سے کہا ابو بکر سے کہہ دو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے اور نماز میں چپکے جو چاہے پڑھے۔مگر ہمیں اذیت نہ دے۔اور آواز سے قرآن نہ پڑھے۔کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ مبادا ہماری عورتوں اور بچوں پر قرآن کا اثر پڑ جائے۔ابن الدغنہ نے یہی آپ سے ذکر کر دیا۔کچھ مدت آپ نے اسی پر عمل کیا۔بعد ازاں اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی جس میں آپ نماز پڑھتے اور قرآن با آواز پڑھتے۔رقیق القلب تھے۔قرآن پڑھتے تو بے اختیار رو پڑتے۔آپ کی قرأت و رقت سے سردارانِ قریش ڈر گئے۔انھوں نے ابن الدغنہ کو بلا کر کہا کہ ابو بکر نے خلاف شرط اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی ہے۔جس میں وہ با آواز نماز و قرآن پڑھتا ہے ہمیں ڈر ہے کہ مبادا ہماری عورتوں اور بچوں پر اس کا اثر پڑے تم اس کو روک دو۔ہاں اگر وہ اپنے گھر کے اندر چپکے عبادت کرنا چاہے تو کیا کرے۔اور اگر با آواز بلند قرآن پڑھنے پر اصرار کرے تو تم اس کی حفاظت کی ذمہ داری واپس لے لو۔کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ ہم تمہارے عہد کی حفاظت کو توڑ دیں، ہم ابو بکر کو قراءت کی اجازت نہیں دے سکتے۔یہ سن کر ابن الدغنہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو میری جوار کی شرط معلوم

ہے آپ اس کی پابندی کریں ورنہ میری ذمہ داری واپس کر دیں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عرب یہ سنیں کہ ایک شخص کی حفاظت کا عہد جو میں نے کیا تھا وہ توڑ ڈالا گیا۔ آپ نے جواب دیا میں تمہاری جوار کو واپس کرتا ہوں اور خدا کی جوار پر راضی ہوں۔

حضرت جبیر بن مطعم جو اسلام لانے سے پہلے اسیران بدر کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورہ طہ پڑھتے پایا۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ . اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ. اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّکَ اَمْ هُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ (طور ع ۲)

"کیا وہ پیدا ہوئے ہیں آپ ہی آپ یا وہی ہیں پیدا کرنے والے یا انھوں نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو بلکہ یقین نہیں کرتے۔ کیا ان کے پاس خزانے ہیں تیرے رب کے یا وہی داروغے ہیں۔"

تو قریب تھا کہ (خوف سے) میرا دل پھٹ جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ پہلی دفعہ تھی کہ ایمان نے میرے دل میں قرار پکڑا۔

حضرت طفیل بن عمر والدوسی جو ایک شریف و دانا شاعر تھے۔ اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں مکہ میں آیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تھے قبیلہ قریش کے لوگوں نے مجھ سے کہا۔ اے طفیل! تو ہمارے شہر میں آیا ہے یہ شخص (حضرت محمد) جو ہمارے درمیان ہے اس نے ہمیں تنگ کر دیا ہے اور ہماری جماعت کو پراگندہ کر دیا۔ اس کا قول جادوگروں سا ہے۔ جس سے وہ باپ بیٹے میں، بھائی بھائی میں اور میاں بیوی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہماری طرح تجھ پر اور تیری قوم پر بھی جادو کر دے۔ اس لیے تو اس سے کلام نہ کرنا۔ اور نہ اس سے کچھ سننا۔ وہ مجھے یہی کہتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں اس سے کچھ نہ سنوں گا نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب میں مسجد کی طرف جاتا تو اس ڈر سے کہیں بے ارادہ آپ کی آواز میرے کان میں پڑ

جائے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتا۔

ایک روز جو صبح کو میں مسجد کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں آپ کے قریب کھڑا ہو گیا پس اللہ نے مجھے آپ کا بعض قول سنا ہی دیا۔ مگر میں نے ایک عمدہ کلام سنا اور اپنے جی میں کہا۔ وائے بے فرزندی مادر من میں دانا شاعر ہوں۔ برے بھلے میں تمیز کر سکتا ہوں پھر اس کا قول سننے سے مجھے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے، جو کچھ وہ بیان کرے گا اگر اچھا ہوا تو میں قبول کرلوں گا۔ اگر برا ہوا تو رد کر دوں گا اس لیے میں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانے کی طرف واپس ہوئے، میں آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب آپ اپنے دولت خانے میں داخل ہونے لگے تو میں نے عرض کیا۔ اے محمد! آپ کی قوم نے مجھے ایسا ایسا کہا ہے اللہ کی قسم! وہ مجھے آپ کے قول سے ڈراتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ تاکہ آپ کا قول نہ سنوں مگر اللہ نے سنا ہی دیا۔ میں نے ایک اچھا قول سنا۔ پھر میں نے التجا کی کہ آپ اپنا دین مجھ پر پیش کریں۔ اس لیے آپ نے مجھ پر اسلام پیش کیا اور مجھے قرآن پڑھ کر سنایا اللہ کی قسم! میں نے کبھی اس کی بہ نسبت نہ کوئی اچھا قول اور نہ کوئی راست امر سنا پس میں مسلمان ہو گیا اور میں نے کلمہ شہادت پڑھا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میری قوم میرے کہنے میں ہے میں ان کی طرف جاتا ہوں۔ اور انہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں آپ میرے لئے دعا کیجیے کہ خدا مجھے ایک نشانی دے۔ جو مجھے دعوت اسلام میں ان کے مقابلہ میں میری مددگار ہو۔ یہ سن کر آپ نے یوں دعا فرمائی:۔ "اے اللہ! اسے ایک نشانی عطا کر۔"

پھر میں اپنی قوم کی طرف روانہ ہوا۔ چلتے چلتے جب میں گھاٹی میں پہنچا جہاں سے میرا قبیلہ مجھے دیکھ سکتا تھا تو میری آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند ایک نور پیدا ہوا میں نے کہا یا اللہ میری پیشانی کے سوا کسی اور جگہ نور پیدا کر دے۔

کیوں کہ میں ڈرتا ہوں وہ یوں گمان کریں گے کہ یہ عبرتناک سزا ہے جو ان کا دین

چھوڑنے کے سبب میری پیشانی میں ظاہر ہوئی ہے۔ پس وہ نور بجائے پیشانی کے میرے کوڑے کے سرے پر نمودار ہوا جب میں گھاٹی سے اپنے قبیلے کی طرف اتر رہا تھا تو وہ نور ان کو میرے کوڑے میں معلق قندیل کی طرح نظر آتا تھا یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا پھر صبح ہوگئی جب میں مکان میں اُترا تو میرا باپ جو بہت بوڑھا تھا میرے پاس آیا میں نے کہا۔ ابا! مجھ سے دور رہو میں تیرا نہیں اور نہ تو میرا ہے۔ وہ بولا بیٹا! کیوں؟ میں نے کہا میں مسلمان ہوگیا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو بن گیا ہوں۔ یہ سن کر میرے باپ نے کہا میرا دین تیرا دین ہے پس اس نے غسل کیا اور اپنے کپڑے پاک کیے۔ پھر میرے پاس آیا میں نے اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہوگیا۔ پھر میری بیوی میرے پاس آئی میں نے اس سے کہا مجھ سے دور رہو میں تیرا نہیں اور تو میری نہیں وہ بولی، میرے ماں باپ تجھ پر قربان کیوں؟ میں نے کہا اسلام میرے اور تیرے درمیان فرق ہے میں مسلمان ہوگیا ہوں وہ کہنے لگی میرا دین تیرا دین ہے اور وہ مسلمان ہوگی۔ پھر میں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی مگر اُنہوں نے اس میں تاخیر کی۔ پھر میں مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! دوس مجھ پر غالب آگئے آپ ان پر بددعا کیجیے۔ اس پر آپ نے یوں دعا کی "یا اللہ! دوس کو ہدایت دے"۔ اور مجھ سے فرمایا کہ تو اپنی قوم میں لوٹ جا۔ اور انہیں نرمی سے دعوت اسلام دے۔ اس لیے میں لوٹ آیا۔ اور دوس کو نرمی سے اسلام کی طرف بلاتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی اور غزوہ بدر و احد و خندق ہو چکے۔ پھر میں اپنی قوم کے مسلمانوں کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ خیبر میں تھے یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں دوس کے ستر یا اسی گھرانے اُترے۔

پادری راڈیل صاحب لکھتے ہیں کہ عرب کے سیدھے سادھے بھیڑ بکریاں چرانے والے خانہ بدوش بدو لوگ ایسے بدل گئے جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو۔ وہ لوگ مملکتوں کے بانی مبانی اور شہروں کے بنانے والے اور جتنے کتب خانے اُنہوں نے خراب کیے تھے ان سے

زیادہ کُتب خانوں کے جمع کرنے والے ہو گئے اور فسطاط بغداد، قرطبہ اور دلی کے شہروں کو وہ قوت ہوئی کہ عیسائی یورپ کو کپکپا دیا۔ اور قرآن کی قدر ہمیشہ ان تبدیلیوں کے اندازے سے ہونی چاہیے جو اس نے اپنے بطیب خاطر ماننے والوں کی عادات اور اعتقادات میں داخل کیں۔ بت پرستی کے مٹانے، جنات اور مادیات کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے، توہمات کو دور کرنے اور ازدواج کی تعداد کو گھٹا کر اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے لیے برکت اور قدرت حق تھا۔ (از دیباچہ قرآن مطبوعہ ۱۸۶۱ء صفحہ ۲۴)

قرآن کی عام قبولیت

قبولیت میں تداول بین الناس اور کثرت اشاعت بھی شامل ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ اس وقت روئے زمین پر کوئی ایسی کتاب نہیں، جسے دن میں پانچ مرتبہ چالیس کروڑ بنی آدم پڑھ لیتے اور سُن لیتے ہوں، یہ درست ہے کہ یورپ کے لوگوں نے مطبوعہ انجیلوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھا دی ہے لیکن صرف اس امر کو تداول و اشاعت نہیں کہا جا سکتا کیا پنساریوں اور عطاروں کی دوکان پر ان کتابوں کو نہیں دیکھا گیا۔

تداول کے معنی ہیں کہ جس مقصد کے لیے تیار کی گئی ہو اُسی میں کا استعمال بھی ہوا ہو اور یہ صفت قرآن مجید ہی پر صادق آتی ہے۔ قبولیت کے معنی میں وہ عظمت و احترام بھی شامل ہے جو کتاب کی نسبت دلوں میں مستحکم کر دیا ہو۔ اصحمہ نجاشی بھی عیسائی تھا کہ سیدنا جعفر طیارؓ نے اُسے سورۃ مریم سُنائی، اصحمہ اُس وقت دربار میں بالائے تخت جلوس فرما تھا، لیکن وہ بے اختیار رو رہا تھا اور آنسو بہا بہا کر اپنے گلزار جنت کی آبیاری کر رہا تھا۔

عمر فاروقؓ اپنی خلافت کے ایام میں ایک دفعہ مسجد کو آتے آتے بیمار ہو گئے اور ایسے نڈھال ہو گئے کہ راہ ہی میں دیوار کیساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور پھر گھر پہنچائے گئے لوگ عیادت کرنے آتے تھے دریافت سے یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا تھا آیت

عذاب سُن کر حالت اتنی متغیر ہوگئی۔لبید عامری وہ زبردست شاعر تھا جس کے اشعار کی نسبت یہ ضرب المثل جاری وساری تھی۔"اُکتبُوھَا عَلی الحَناجِرِ وَلَوْ بِالْخَناجِرِ" ان شعروں کو اپنی اپنی گردنوں پر لکھ لو،خواہ خنجروں کی نوک ہی سے لکھنا پڑے۔عمر فاروقؓ سے وہ ایک بار ملنے کو آئے تو خلیفہ نے مہمان کی دل جوئی کے طور پر فرمایا کچھ اپنے اشعار سُناؤ اُنھوں نے کہا،امیر المؤمنین جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن عطا فرمایا ہے تب سے مجھے اشعار میں کچھ مزانہیں آتا۔حضرت عمر فاروقؓ نے خوش ہوکر اُن کے وظیفے میں پانچ سوروپیہ سالانہ کا اضافہ کردیا۔

ابوطلحہ انصاریؓ نے قرآن کی یہ آیت سُنی " لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ " نیکی کا اصل درجہ نہیں مل سکتا جب تک اللہ کی راہ میں وہ شے صرف نہ کردو جو تمہیں بہت پیاری ہے۔ان کے پاس ایک باغ تھا،پچاس ہزار سالانہ کی آمدنی کا،اُسی وقت بارگاہ نبوی میں حاضر ہوکر عرض کردیا کہ یہ باغ اللہ کی راہ میں پیش کرتا ہوں۔بڑے بڑے بادشاہوں محمود وصلاح الدین یوسف اور عبدالرحمٰن الداخل اور منصور عباسی جیسے باجبروت تاج وروں کو اُن کی خشم گین حالت یا انتقامی صورت سے اگر کوئی چیز روکنے والی ہوتی تھی تو قرآن کی ایک آیت جسے اہل دربار میں سے کوئی ایک شخص کسی گوشہ سے پڑھ دیتا تھا اور بادشاہ کی حالت یہ ہوجاتی تھی گویا آگ کی چنگاری پر منوں پانی آپڑا ایسی واقعات ہیں جو قبولیت کا ثبوت دیتے ہیں۔یہی وہ واقعات ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ کتابِ مجید کی عظمت اور فرقانِ حمید کی عزت دلوں پر کتنی فرماں روارہی ہے۔

قرآن کی تعلیم وتاثیر کا نمونہ

قرآن مجید کی تعلیم وتاثیر کا نمونہ جو شخص انسانی ہستیوں پر دیکھنا چاہے وہ صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کے حالات پر غور کرے۔

اُن کے صبر پر مصائب،تحمل بر نوائب اور ادائے شکر واحسان کے واقعات کو معلوم

کرے۔ کافۂ اہل اسلام کی تواضع، خشیت من اللہ، ہمدردی عامہ، اخوت، نفع رسانی خلائق پاکیزگی والا ہمتی، مہمان نوازی کو دیکھے، مسلمانوں کے اصول منزل واصول تمدّن واصول حکومت کا مطالعہ کرے۔ یہ سب نمونے قرآن مجید کے تیار کردہ ہیں۔

ایزک ٹیلر نے جو کپتان کا درجہ رکھتا تھا اپنی ۱۲۔ مئی ۱۸۸۷ء والی تقریر میں جو دولور ہمپٹن میں چرچ کانگریس کے سامنے دی تھی، صاف طور پر کہا تھا:

کہ افریقہ کے جن وحشی مقامات پر اسلام کا سایہ پڑا، وہاں سے زنا، قمار بازی، دختر کشی، عہد شکنی، قتل وغارت گری، وہم پرستی، شراب خوری وغیرہ وغیرہ ہمیشہ کے لیے جاتی رہیں، مگر جب اُس ملک کے دوسرے حصّہ پر کسی غیر اسلام مذہب نے قدم جمایا تو ان لوگوں کو رزائل بالا میں اور زیادہ راسخ کردیا۔

قرآن مجید اپنے نمونہ کی بابت خود فرماتا ہے: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ.﴾ ''اے ایمان والو! تم بہترین گروہ ہو، جو انسانوں کی نفع رسانی کے لیے بنائے گئے ہو''

صہیبؓ کا حال پڑھیئے جو آہن گر تھے۔ قریش نے انہیں ہجرت مدینہ سے روک دیا، وہ اپنا تمام اندوختہ ان ظالموں کو دے کر اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ بتلاؤ یہ ایثار ان کو کس نے سکھلایا۔ اُمّ سلمہؓ کی سیرت پر غور کرو، یہ شوہر سے جدا کی گئیں اور گود کا بچہ ان سے چھین لیا گیا، مگر وہ یکہ وتنہا خدا کی راہ میں تین سو میل کا لمبا سفر اختیار کرتے ہوئے ذرا نہ ہچکچائیں اور رسول اللہ کے شہر کی طرف اکیلی چل دیں یہ جراءت، یہ قربانی، یہ جذبہ ان میں کہاں سے پیدا ہوا۔

خطاب کا بیٹا عمر فاروقؓ جو باپ کے اونٹ چرایا کرتا اور پھر بھی باپ کی سخت و درشت خوئی سے سہار رہتا تھا اپنی خلافت کے ایام میں بائیس لاکھ مربّع میل پر حکومت کرتا تھا۔ اس کی معدلت گستری اور عدل پروری اور رعایا نوازی اور دین داری کا درجہ ہمیشہ ہر ایک کے لیے موجبِ غبطہ رہا۔

غور کرو کہ حکمرانی کی یہ قابلیت اور کشور کشائی کی یہ اہلیت کہ دنیا کے تین بڑے براعظم اس کے زیرِ نگین تھے۔ اسی قرآن پاک کی تعلیم پر عمل کا نتیجہ تھی۔

خالد بن ولید نے جنگِ موتہ میں اپنے سے پچاس گنا فوج کو جو سلطنت روما کی قواعد دان اور آئینی فوج تھی، اپنے رضا کاروں کی معیت و معاونت سے شکست دے دی تھی، سوچیئے کہ ان لوگوں میں یہ عزیمت یہ ہمت، یہ استقلال، یہ ثبات، یہ پامروی، یہ شجاعت یہ قربانی، یہ جہاں بازی کیوں کر پیدا ہوگئی تھی۔ اگر فکر صحیح، تلاش صادق سے تجسس کیا جائے تو ان سب ترقیات کا سببِ اولیٰ قرآن کریم ہی نکلے گا جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ان شیدائیانِ ایمان کو حاصل ہوا تھا۔ (بحوالہ رحمۃ للعالمین جلد سوم)

قرآن کی فصاحت و بلاغت

وجوہِ اعجاز میں سب سے اعلیٰ اور مقدم قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ہے جو خارق عادت عرب ہے۔ زمانہ جاہلیت میں فصاحت و بلاغت میں عرب کا وہ پایہ تھا کہ کسی دوسری قوم کو نصیب نہیں ہوا۔ ان کا نام ہی بتا رہا ہے کہ اس فن میں ان کو کس قدر عبور حاصل تھا۔ مہمات امور میں وہ اس فن کے عجائبات بداہتہ ظاہر کیا کرتے تھے۔ محافل ومجالس میں فی البدیہ خطبے پڑھ دیا کرتے تھے اور مطالب عالیہ کے حصول میں بھی اپنی سحر بیانی سے کام لیتے تھے۔ اس فن سے وہ بزدل کو دلیر، بخیل کو سخی، ناقص کو کامل، گمنام کو نامور اور مشکل کو آسان کر دیتے تھے۔ جسے چاہتے مدح سے شریف اور ہجو سے وضیع بنا دیتے۔ اور اسی سے کینہ دیرینہ دلوں سے دور کر کے بیگانے کو اپنا بنا لیتے۔ انہیں یقین تھا کہ اقلیم سخن کے مالک اور میدان فصاحت و بلاغت کے شہسوار ہم ہی ہیں اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی کلام ہمارے کلام سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔

فصاحت و بلاغت کے اس کمال پر ان کی روحانی حالت نہایت ہی گری ہوی تھی وہ عموماً بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے حتیٰ کے خانہ خدا کو انہوں نے بت خانہ بنایا ہوا تھا۔ بعض

آگ کی پرستش کرتے تھے، کچھ لوگ ستاروں اور سورج اور چاند کو پوجتے تھے بعض تشبیہ کے قائل تھے اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ اور بعض کو خدا کی ہستی ہی سے انکار تھا اوامر ونواہی کی انہیں مطلق خبر نہ تھی اور نہ ان کے پاس کوئی الہامی کتاب تھی، دین ابراہیمی بجز چند رسوم کے بالکل مفقود تھا، قساوت قلب کا یہ عالم تھا کہ بعض لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردیتے تھے۔ وہ شب وروز زنا کاری، شراب خوری، قمار بازی اور قتل وغارت گری میں مشغول رہتے تھے، ان کے درمیان جو اہل کتاب موجود تھے ان کی حالت بھی دگرگوں تھی، اور ان کی کتابیں بھی محرف ہوچکی تھیں، یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، اور نصاریٰ تین خدا مانتے تھے اور وہ کفارہ کی آڑ میں اعمال حسنہ کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے۔ غرض ملک عرب میں ساری دنیا کے مذاہب باطلہ اور عقائد قبیحہ موجود تھے، مشرکین وہاں تھے، آتش پرست، ستارہ پرست، آفتاب پرست، ماہتاب پرست، اور درخت پرست وہاں تھے، نصاریٰ وہاں تھے، اور یہود وہاں تھے، مشبہہ ومجسمہ وہاں تھے دہریہ وہاں تھے۔

نظر بحالات مذکورہ بالا اس امر کی ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ ایسے مرکز میں خدا کی طرف سے ایک کامل طبیب روحانی ساری دنیا کے لیے مبعوث ہو۔ چنانچہ حسب عادت الٰہی ان کے پاس اللہ کا ایک کامل بندہ آیا اور ایک کامل کتاب لایا جس میں قیامت تک ہر زمانے، ہر قوم کے تمام روحانی امراض کا خدائی نسخہ درج تھا اس طبیب روحانی سے وہ پہلے ہی آشنا تھے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا خاتم سلسلہ انبیاء انہیں میں سے تھا۔ انہیں کے درمیان پیدا ہوا اور انہیں کے درمیان پرورش پائی۔ ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں ہی تھا کہ والد ماجد نے انتقال فرمایا، جب چھ سال کا ہوا تو والدہ ماجدہ نے بھی اس دارفانی سے رحلت فرمائی۔

بعد ازاں دادا اور چچا یکے بعد دیگرے اس کی پرورش کے متکفل ہوئے۔ اس طرح اس دریتیم کی تعلیم کا کوئی سامان نہ ہوا نہ ہوسکتا تھا کیوں کہ مکہ میں نہ کوئی مدرسہ تھا، نہ کتب

خانہ اور نہ وطن سے باہر کسی دوسری جگہ جا کر تعلیم پانے کا اتفاق ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو اہل مکہ سے کب پوشیدہ رہ سکتا تھا غرض چالیس سال کی عمر تک وہ بندہ کامل اُمیوں میں اُمی مگر صدق وامانت میں مشہور رہا پھر ایک اُستادازل کی تعلیم سے منصب نبوت پر سرفراز ہوا۔

اس اُمی لقب امین نے جو کتاب اپنی نبوت کے ثبوت میں اپنے ہم وطنوں کے سامنے پیش کی وہ انہی کی زبان میں تھی اور اس فن میں ان سے معارضہ طلب کیا جس میں وہ نقارۂ لمن الملک الیوم بجا رہے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں افصح الفصحاء ابلغ البلغاء مصاقع الخطباء اور اشعر الشعراء موجود تھے۔ مگر جب معارضہ کے لیے وہ کتاب پیش کی گئی تو ان کی عقلیں چکرا گئیں اس رحمت عالم ﷺ نے باوجود قلت اتباع کے کھلے الفاظ میں یوں فرمایا "کہ اگر تمام جن وانس مل کر اس کا معارضہ کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں گے۔ (بنی اسرائیل)

پھر بطور ارخاء عنان کہہ دیا کہ سارا نہیں تو ایسی دس سورتیں ہی بنالاؤ۔ (ہود۔ ع ۲)

پھر تمام حجت کے لیے فرمادیا کہ دس نہیں تو ایسی ایک ہی سورت پیش کرو۔ (یونس۔ ع ۴)

اس طرح وہ اللہ کا پیارا اور جہان میں ہم گنہگاروں کا سہارا مکہ مشرفہ میں لگاتار دس سال کفار سے معارضہ فرماتا رہا۔ پھر جب حکم الٰہی سے ہجرت فرما کر مدینے میں رونق افروز ہوا تو وہاں بھی دس سال فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ سے تحدی کرتا رہا۔ اور ساتھ ہی ولن تفعلوا سے انہیں چونکاتا رہا اور اُکساتا رہا۔

اس عرصہ دراز میں اس ختم المرسلین نے اسی تحدی پر اکتفا نہ کیا بلکہ عرب جیسی قوم کو جس کی حمیت جاہلیہ مشہور ہے مجالس میں علیٰ رؤس الاشہاد یوں پکار کر فرمایا دیا کہ تم گمراہ ہو تمہارے آباؤ اجداد گمراہ تھے تمہارے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں تمہاری جانیں اور تمہارے مال مسلمانوں کے لئے مباح ہیں۔ بایں ہمہ انہوں نے معارضہ سے پہلو تہی کی ان کی آنکھوں کے سامنے اسلام کی شوکت روز بروز بڑھتی جارہی تھی ان کے شہر اسلام کے قبضے میں آرہے تھے، ان کی اولاد کو گرفتار کر کے غلام بنایا جارہا تھا، ان کے بُت توڑے جا رہے تھے، ان کے باپ دادا دوزخی بتائے جارہے تھے، اس حالت میں اگر وہ ذرا سا معارضہ

بھی کر سکتے تو ذلت کو ہرگز گوارا نہ کرتے۔ کیونکہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے معارضہ سے یہ تمام خواری و رسوائی دور ہو سکتی تھی۔ اور اسلام کی جماعت و شوکت کا شیرازہ ہمیشہ کے لیے پراگندہ ہو سکتا تھا جماعت کے باوجود ان کا بیس سال اس ذلت کو برداشت کرنا اور جلاوطنی اور جزیہ کو گوارا کرنا صاف بتا رہا ہے کہ وہ معارضہ سے عاجز تھے۔ مگر اپنے عجز پر پردہ ڈالنے کے لیے قسم قسم کے عذر اور بہانے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسے منظوم دیکھ کر شاعر کا قول یا کاہن کا قول بتاتے۔ (حاقہ۔ ع۲)

کبھی اپنی قدرت سے خارج دیکھ کر حیرت سے کہا کرتے کہ یہ تو صریح جادو ہے (سباع۵)

کبھی جہالت کے سبب سے کہتے کہ چاہیں تم ہم بھی ایسا کہہ لیں۔ یہ تو پہلوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ (انفال ع۴)

کبھی کہتے کہ یہ اضغاث احلام یعنی اڑتے خواب ہیں۔ (انبیاء۔ ع۱)

کبھی اس کی تاثیر روکنے کے لیے کہتے کہ شور مچاؤ اور سننے نہ دو۔ (حم سجدہ۔ ع)

کبھی کہتے کہ قرآن سے ہمارے دل غلاف میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے۔ (حم سجدہ۔ ع۱)

کبھی کہتے کہ ہم اپنے باپ دادوں میں یہ نہیں سنا۔ یہ تو بنائی ہوئی بات ہے۔ (ص۔ ع۱)

اور کبھی اس رحمۃ للعلمین کو ساحر کذاب یعنی بڑا جھوٹا جادوگر۔ (ص۔ ع۲) کبھی مسحور یعنی جادو مارا (فرقان۔ ع۱) کبھی معلم مجنون یعنی سکھایا ہوا باؤلا (دخان۔ ع۱) (معاذ اللہ)۔

کبھی کاہن اور کبھی شاعر کہتے (طور۔ ع۲)

مگر ایسے حیلوں اور عذروں سے کیا بن سکتا تھا۔ جب عرب کے کمال فصاحت و بلاغت کے زمانے میں فصحاء بلغاء چھوٹی چھوٹی سورت کے معارضے سے عاجز آ گئے۔ تو از منہ مابعد عرب و عجم کا عجز خود ثابت ہو گیا۔ سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی یہ کیسی دلیل ساطع اور برہان قاطع ہے کہ چودہ سو سال سے زائد عرصہ گذر چکا۔ کوئی شخص اس جیسی سورت کے معارضہ پر قادر نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔

قرآن کریم پر غور کیجیے باوجود یکہ اس میں وجوہ خطاب مختلف ہیں کہیں قصص و مواعظ ہیں اور کہیں حلال وحرام کا ذکر ہے، کہیں اعذار وانذار کہیں وعدہ وعید، کہیں تخویف و تبشیر، اور کہیں تعلیم اخلاق حسنہ ہے مگر وہ ہر فن میں فصاحت وبلاغت کے خارق عادات اعلیٰ درجے میں ہیں، اور اس میں کہیں اس منزلت علیا سے انحطاط نہیں پایا جاتا اور اول سے آخر تک مقصد واحد کے لیے ہے۔ اور وہ خلقت کو اللہ کی طرف بلانا اور دنیا سے دین کی طرف پھیرنا ہے۔ چنانچہ آیتِ ذیل میں اسی کی طرف اشارہ ہے:۔

﴿اَفَلاَ یَتَدَ بَّرُوْنَ الْقُرْاٰ نَ وَ لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْافِیْہِ اخْتِلَافاً کَثِیْراً﴾ (نساء۔ع۱۱)

”کیا غور نہیں کرتے قرآن میں۔ اور اگر ایسا ہوتا کسی اور کا سوائے اللہ کے۔ تو پاتے اس میں بہت تفاوت۔“

مثال کے طور پر دیکھئے ترغیب میں:۔﴿فَلاَ تَعلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَا نُوْ ایَعْمَلُوْنَ﴾ (سجدہ۔ع۲)

ترجمہ......”سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھرا ہے ان کے واسطے جو ٹھنڈک ہے آنکھوں کی بدلہ اس کا جو کرتے تھے۔“

﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ اَنْتُمْ وَاَزْ وَاجُکُمْ تُحْبَرُوْنَ ۔ یُطَافُ عَلَیْھِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَھَبٍ وَّ فِیْہِ مَاتَشْتَھِیْہِ الْاَ نْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ وَ اَنْتُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ﴾ (زخرف)

ترجمہ......”چلے جاؤ تم اور تمہاری عورتیں بہشت میں کہ بناؤ کر دیئے جاؤ گے، لیے پھریں گے ان پر رکابیاں سونے کی اور آبخورے، اور وہاں ہے جو دل چاہے اور جس سے آنکھیں آرام پائیں، اور تم کو اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔“

اور جیسے ترہیب میں ﴿اَفَاَ مِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْ سِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِباً ثُمَّ لاَ تَجِدُوا لَکُمْ وَکِیْلًا ۔اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَ کُمْ فِیْہِ تَارَۃً اُخْرٰی فَیُرْ سِلَ عَلَیْکُم قَاصِفاً مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِ قَکُمْ بِمَا کَفَرْتُم ثُمَّ لاَ تَجِدُوْا لَکُمْ

عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴾ (بنی اسرائیل۔ع ۷)

ترجمہ......"سو کیا تم نڈر ہو اس سے کہ دھنسا دے تم کو جنگل کے کنارے یا بھیج دے تم پر آندھی پھر نہ پاؤ تم اپنا کوئی کارساز یا نڈر ہو اس سے کہ پھر لے جائے تم کو دریا میں دوسری بار پھر بھیجے تم پر پتھراؤ ہوا کا۔ پھر غرق کر دے تم کو بدلے اس ناشکری کے پھر نہ پاؤ تم اپنی طرف سے ہم پر اس کا دعویٰ کرنے والا"۔

ءَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوْرُ . اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ (ملک ع ۲)

ترجمہ......"کیا نڈر ہو تم اس سے جو آسمان میں ہے کہ دھنسا دے تم کو زمین میں۔ پس ناگاہ وہ جنبش کرے۔ یا نڈر ہو اس سے جو آسمان میں ہے کہ بھیجے تم پر پتھراؤ ہوا کا سو اب جاؤ گے کیسا ہے ڈرانا میرا۔"

اور جیسا کہ زجر میں ﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ (عنکبوت۔ع ۴)

"پھر ہر ایک کو پکڑا ہم نے اس کے گناہ پر سو ان میں سے کوئی تھا کہ اس پر بھیجا ہم نے پتھراؤ ہوا کا، اور کوئی تھا کہ اس کو پکڑا چنگھاڑ نے، اور کوئی تھا کہ اس کو دھنسایا ہم نے زمین میں، اور کوئی تھا کہ اس کو ڈبویا ہم نے اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم کرے، پر تھے وہ اپنا آپ برا کرتے"۔

اور جیسا کہ وعظ میں ﴿اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ . ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ . مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴾ (شعراء۔ع ۱۱)

"بھلا بتلاؤ اگر ہم فائدہ دیں ان کو کئی برس پھر آئے ان پر (عذاب) جس کا ان سے وعدہ تھا کیا کام آئے گا ان کا تمتع ان کو"۔

اور جیسا کہ الٰہیات میں:۔ ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ

الْاَرْحَامُ وَما تَزْدَادُ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ . عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ . سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌ بِالنَّهَارِ ﴾ (رعد۔ع ۲)

''اللہ جانتا ہے۔ جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ۔ اور سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں۔ اور ہر چیز اس کے نزدیک اندازہ سے وہ جاننے والا چھپے اور کھلے کا۔ عظیم الشان بلند۔ برابر ہے تم میں جو چپکے بات کہے اور جو کہے پکار کر۔ اور جو چھپنے والا ہے رات کو چلنے والا ہے دن کو''۔

اسی طرح قرآن کریم کے فواتح وخواتم، مواضع وصل اور مواقع تحویل و تنقل کو دیکھیے اس کے پڑھنے والوں کو خارق عادت بدیع تالیف کے سبب سے فصل بھی وصل معلوم دیتا ہے اور ایک قصے سے دوسرے قصے کی طرف اور ایک شے سے دوسرے شے کی طرف مثلاً وعدہ سے وعید اور ترغیب سے ترہیب کی طرف انتقال کرنے میں مختلف مؤتلف اور متبائن متناسب نظر آتا ہے۔

اس مقام پر بغرض توضیح قرآن کی فصاحت وبلاغت کے متعلق چند شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔ سبع معلقات جو تمام عرب جاہلیت کا مایہ فخر وناز تھے اور خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں تھے۔ قرآن شریف کے نازل ہونے پر اُتار لیے گئے۔ یہ قصائد اب تک موجود ہیں سبع طوال کی جھلک سے اپنی آب وتاب سب کھو بیٹھتے ہیں۔

حضرت لبید بن ربیعہؓ جو سبع معلقات کے شعراء میں سے تھے اور اسلام لے آئے تھے اور ساٹھ سال اسلام میں زندہ رہے۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے سوائے ایک بیت کے کوئی شعر نہیں کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں ان سے فرمایا کہ مجھے اپنے شعر سناؤ۔ اس پر آپ نے سورہ بقرہ پڑھی اور عرض کیا۔ میں شعر نہیں کہنے کا جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سورہ بقرہ سکھا دی ہے۔ ابوعبید قاسم بن سلام بغدادی (متوفی ۲۲۳ھ) جو امام شافعیؒ کے شاگرد اور فقہ وحدیث ولغت میں امام ہیں حکایت کرتے ہیں کہ ایک بادیہ نشین

عرب نے کسی کو یہ آیت پڑھتے سنا:۔ ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾ (حج ع۶) "سو سنا دے کھول کر جو تجھ کو حکم ہوا"۔ اس نے سنتے ہی سجدہ کیا۔ اور کہا کہ میں نے اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کیا ہے۔ ایک دفعہ کسی اعرابی نے یہ آیت سنی۔ فَلَمَّا اسْتَايْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا. (یوسف)

"پھر جب ناامید ہوئے اس سے، اکیلے بیٹھے مصلحت کو۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ حضرت یوسف سے بہت مایوس ہو گئے تو الگ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے اور سوچنے لگے کہ باپ کے پاس جا کر کیا جھوٹ بنا کر کہیں گے۔ اور اس حادثہ کا کیا ذکر کریں گے۔ پس یہ تھوڑے سے کلمے اس طویل واقعہ کو شامل ہیں۔ کہنے لگے، میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی مخلوق اس کلام کی مثل پر قادر نہیں۔

امام اصمعی یعنی عبدالملک بن اصمع بصری (متوفی ۲۱۰ھ) جو لغت ونحو اور ادب ونوادر میں امام ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک پانچ یا چھ سالہ لڑکی کو یہ کہتے سنا کہ میں اپنے تمام گناہ سے استغفار کرتی ہوں۔ میں نے سن کر کہا: تو کس چیز پر استغفار کرتی ہے۔ تو تو مکلف ہی نہیں۔ وہ بولی:۔

استغفر اللہ لذنبی کلہ　　قتلت انسانا بغیر حلہ

مثل غزال ناعم فی دلّہ　　انتصف اللیل ولم اصل لہ

میں نے کہا، اللہ تجھے مارے۔ تو کیسی فصیح ہے! وہ کہنے لگی۔ قرآن میں یہ آیت ہے۔ ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (قصص۔ ع۱)

"اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلا۔ پھر جب تجھ کو ڈر ہو اس کا۔ تو ڈال دے اس کو دریا میں۔ اور ڈر مت اور غم مت کھا۔ بے شک ہم لوٹانے والے ہیں اس کو تیری طرف اور بنانے والے ہیں اس کو رسولوں سے"۔

کیا اس آیت کے مقابل میرا یہ قول فصیح کہا جا سکتا ہے؟ اس ایک آیت میں دو امر دو خبریں اور دو بشارتیں ہیں۔

حکایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ ایک روز مسجد نبوی میں لیٹے ہوئے تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرہانے کھڑا ہوا ایک شخص کلمہ شہادت پڑھ رہا تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے سبب دریافت کیا اس نے کہا میں بطارقہ روم میں سے ہوں مجھے عربی زبانیں آتی ہیں میں نے ایک مسلمان قیدی سے سنا کہ وہ آپ مسلمانوں کی کتاب میں سے ایک آیت پڑھ رہا تھا۔میں نے اس آیت پر غور کیا اس میں وہ احوال دنیا و آخرت جمع ہیں جو اللہ تعالیٰ نے عیسٰی بن مریم پر نازل فرمائے۔وہ آیت یہ ہے: وَ مَن يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُولَهٗ و يَخْشَ اللّٰهَ و يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الفَآئِزُون. (نور۔ع ۷)

''اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ڈرتا رہے اللہ سے اور بچ کر چلے اس سے۔سو وہی لوگ ہیں مراد کو پہنچنے والے''۔

ابن مقفع نے جو فصاحت و بلاغت میں یگانہ روزگار تھا اور زمانہ تابعین میں تھا۔قرآن شریف کے معارضہ میں کچھ لکھنا شروع کیا۔ایک روز ایک مکتب پر سے اس کا گزر ہوا۔جس میں ایک لڑکا یہ آیت پڑھ رہا تھا﴿وَقِيلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِي مَآئَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْداً لِّلْقَومِ الظّٰلِمِينَ﴾ (ہود۔ع ۴)

ترجمہ...... ''اور حکم آیا،اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا اور خشک کیا گیا پانی اور تمام کیا گیا کام اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور ہوں قوم بے انصاف۔

وہ سن کر واپس آیا۔اور جو کچھ لکھا تھا سب مٹا ڈالا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کا معارضہ کبھی نہیں ہو سکتا۔یہ انسان کا کلام نہیں۔

یحییٰ بن الحکم الغزال نے جو بقول ذہبی دوسری اور بقول ابن حبان تیسری صدی ہجری میں اندلس میں فحول شعراء میں سے تھا،قرآن کے معارضے کا ارادہ کیا،ایک روز سورۂ اخلاص کا معارضہ کرنے لگا تو اس پر ہیبت طاری ہوگئی جو اس کی توبہ کا باعث ہوئی۔

امام ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) نے وفاء فی فضائل المصطفیٰ میں ذکر کیا ہے کہ امام بن عقیل نے کہا کہ ابو محمد بن مسلم نحوی نے مجھ سے حکایت کی ہے کہ ہم اعجاز القرآن پر گفتگو کر رہے تھے۔ وہاں ایک فاضل شیخ موجود تھا۔ اس نے کہا کہ قرآن میں ایسی کون سی چیز ہے جس سے فضلاء عاجز آ جائیں۔ پھر وہ کاغذ دوات لے کر بالا خانے پر چڑھ گیا، اور وعدہ کیا کہ تین دن کے بعد قرآن کے معارضے میں کچھ لکھ کر لاؤں گا، جب تین دن گزر گئے تو ایک شخص بالا خانے پر چڑھا، اور اس کو سہارا لیئے ہوئے اس حال میں پایا کہ اس کا ہاتھ قلم پر سوکھ گیا تھا، مسلمہ کذاب نے قرآن کی بعض چھوٹی سورتوں کے معارضے میں کچھ لکھا۔ مگر ایسا کہ اطفال مکتب بھی اُسے دیکھ کر ہنسیں۔

اب ذیل میں قرآن کی فصاحت و بلاغت پر ہونے والے اعتراضات کے کافی وشافی جواب پیش کیئے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:۔

اعتراض...... قرآن شریف میں انبیاء کرام کے واقعات بار بار لائے گئے ہیں۔ چنانچہ بقول بعض حضرت موسیٰ کا ذکر ایک سو بیس جگہ ہے۔ اور بقول ابن عربی حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ پچیس آیتوں میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ نوے آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے یہ خلاف فصاحت ہے۔

جواب...... وہ تکرار خلاف فصاحت ہوتی ہے جس میں کچھ فائدہ نہ ہو مگر قصص قرآنی کی تکرار فوائد سے خالی نہیں۔ علامہ بدر بن جماعہ نے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ''المقتص فی فوائد تکرار القصص'' ہے۔ اس میں تکریر قصص کے کئی فائدے ذکر کیے ہیں۔

۱۔ ہر جگہ کچھ نہ کچھ زیادتی ہوتی ہے جو دوسری جگہ نہیں، یا کسی نکتہ کے لیے ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ لایا گیا ہے اور یہ بلغاء کی عادت ہے۔

۲۔ ایک جماعت واقعہ سن کر اپنے گھر چلی جاتی ہے۔ اس کے بعد دوسری جماعت ہجرت کر کے آتی ہے اور جو کچھ پہلی جماعت کے چلے جانے کے بعد نازل ہوتا اسے روایت

کرتی۔ اگر تکرار قصص نہ ہوتی تو واقعہ موسیٰ کو ایک قوم سنتی اور واقعہ عیسیٰ کو دوسری قوم سنتی اس طرح باقی واقعوں کا حال ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمام لوگ ان واقعوں کے سننے میں مشترک ہوں تا کہ ایک قوم کو افادہ اور دوسری قوم کو زیادہ تاکید حاصل ہو۔

۳۔ ایک ہی مضمون کو مختلف اسالیب میں بیان کرنے میں جو فصاحت ہے وہ پوشیدہ نہیں۔

۴۔ قصص کے نقل کرنے پر اس قدر دواعی نہیں جتنے کہ احکام کے کرنے پر ہیں اس لیے احکام کے برعکس قصص کو بار بار لایا گیا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا اور لوگ اس کی مثل لانے سے عاجز آ گئے پھر ان کے عجز کے معاملہ کو اس طرح واضح کر دیا کہ ایک واقعہ کو کئی جگہ ذکر کیا۔ تا کہ معلوم ہو جائے کے وہ اس کی مثل لانے سے عاجز ہیں خواہ کوئی سے الفاظ میں لائیں اور کسی عبارت سے تعبیر کریں۔

۶۔ جب اللہ تعالیٰ نے منکرین سے تحدی کی کہ اس کی مثل ایک سورت بنالاؤ تو اگر ایک واقعہ کو ایک ہی جگہ ذکر کیا جاتا اور اسی پر کفایت کی جاتی۔ اہلِ عرب کہتے ہیں کہ تم ہی اس کی مثل ایک سورت پیش کرو پس اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے ان کی حجت دور کرنے کے لیے ایک واقعہ کو کئی سورتوں میں نازل فرمایا۔

۷۔ جب ایک واقعہ کو بار بار ذکر کیا گیا اور ہر جگہ اس کے الفاظ میں کمی بیشی اور تقدیم وتاخیر کر دی گئی اور مختلف اسلوب عمل میں لایا گیا تو یہ عجیب بات پیدا ہو گئی کہ ایک ہی واقعہ کئی سورتوں میں جلوہ افروز ہوا۔ اور لوگوں کو اس کے سننے کی طرف کشش ہو گئی کیوں کہ ہر نئے امر میں لذت ہوتی ہے۔ اور اس سے قرآن مجید کا ایک خاصہ ظاہر ہو گیا کیوں کہ باوجود تکرار کے لفظ میں کوئی عیب اور سننے کے وقت کوئی ملال پیدا نہیں ہوتا پس کلامِ الٰہی بندوں کے کلام سے ممتاز رہا۔

اعتراض...... مانا کہ ایک معنی کو مختلف لباس اور مختلف اسلوب مین ظاہر کرنے

سے فصاحت میں کوئی خلل نہیں آتا بلکہ یہ ابلغ ہے۔ مگر بعض جگہ ایک ہی جملہ بار بار لایا گیا ہے چنانچہ سورہ شعراء میں آٹھ بار لایا گیا ہے اور سورہ قمر میں چار بار سورہ الرحمٰن میں اکتیس بار اور سورہ مرسلات میں دس بار مذکور ہے۔

جواب...... ان سورتوں میں بھی تکرار آیت فائدہ سے خالی نہیں کیوں کہ ہر جگہ متعلق بہ مختلف ہے تا کہ ہر خبر کے سننے کے بعد تجدید نصیحت وعبرت ہو چنانچہ سورہ شعراء میں ہر واقعہ کے بعد ان فے ذلک الآیۃ۔

الایۃ مذکور ہے اور ہر دفعہ ایک نبی اور اس کی امت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اس نبی پر ایمان لانے والے سلامت رہے اور منکرین تباہ ہوئے اور پھر بار بار بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے رحم والا اور منکروں کے لیے عزیز یعنی زبردست ہے۔ تا کہ اس امت کے لوگ نصیحت پکڑیں یہی حال سورہ قمر میں تکرار آیت کا ہے کیونکہ اس میں واقعہ نوح وعاد وثمود ولوط میں سے ہر ایک کے بعد ولقد یسرنا القرآن مذکور ہے۔ تا کہ قرآن پڑھنے والے اس سے عبرت پکڑیں اسی طرح سورہ مرسلات میں ہر دفعہ ایک نشانی کے ذکر کے بعد آیا ہے کہ قیامت کے دن خرابی ہوگی ان لوگوں کے لیے جو اس نشان کو جھٹلانے والے ہیں علیٰ ہذا القیاس۔ سورہ رحمٰن میں ہر بار مختلف نعمتوں کے ذکر کے بعد فبای آلاء ربکما تکذبٰن آیا ہے تا کہ لوگ سن کر ہدایت پائیں جیسا کہ ایک ناشکر گزار محسن الیہ کو محسن کہے کیا تو فقیر نہیں تھا، میں نے تجھے امیر بنا دیا آیا تجھے اس سے انکار ہے؟ کیا تو ننگا نہ تھا میں نے تجھے لباس پہنا دیا، آیا تجھے اس سے انکار ہے، کیا تو گمنام نہ تھا میں نے تجھے نامور کر دیا آیا تجھے اس سے انکار ہے؟ امید ہے اشکال حل ہو گیا ہو گا۔ (بحوالہ سیرت رسول عربی ﷺ)

نظم قرآن کا اسلوب بدیع

اگر چہ قرآن مجید کے الفاظ وحروف کلام عرب کی جنس سے ہیں۔ اور ان کی نظم ونثر میں مستعمل ہیں مگر اس کا اسلوب تمام اسالیب سے جدا ہے۔ اور انواع کلام میں سے کسی

سے نہیں ملتا۔ بایں ہمہ سب انواع کے محاسن کا جامع ہے۔ اہلِ عرب انواع چہارگانہ کے سوا کوئی اسلوب وطرز نہ جانتے تھے۔ اور نہ کوئی نئے طرز میں کلام کر سکتے تھے۔ پس ایک عجیب نرالے اسلوب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (جوامی تھے) کی زبان مبارک پر جاری ہونا عین اعجاز ہے۔

اس کتاب میں پہلے مذکورہ ہو چکا ہے کہ ایک روز ولید بن مغیرہ نے قریش سے کہا کہ ایام حج قریب ہیں۔ عرب کے قبائل تم سے اس مدعی نبوت (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت دریافت کریں گے۔ تم اس کی نسبت ایک رائے قائم کرلو اس پر قریش نے مختلف رائے پیش کیں۔ کہ وہ کاہن ہے۔ دیوانہ ہے۔ شاعر ہے۔ جادوگر ہے۔ ولید نے یکے بعد دیگرے ان تمام کی تردید کر کے کہا:۔

''اللہ کی قسم! اس کے کلام میں بڑی حلاوت ہے۔ اس کلام کی اصل جڑ والا درخت خرما ہے۔ اور اس کی فرع پھل ہے۔ ان باتوں میں سے جو بات تم کہو گے وہ ضرور پہچان لی جائے گی۔ کہ جھوٹ ہے اس کے بارے میں صحت کے قریب تر قول یہ ہے کہ تم کہو۔ وہ جادو گر ہے اور ایسا کلام لایا ہے جو جادو ہے۔ اس کلام میں وہ باپ بیٹے میں اور بھائی بھائی میں میاں بیوی میں عزیز واقارب میں جدائی ڈال دیتا ہے۔

اسی طرح ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ قریش نے اپنے سردار عتبہ بن ربیعہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اور اس نے آپ پر کئی باتیں پیش کر کے کہا کہ ان میں سے ایک پسند کر لیجئے۔ آپ نے اس کے جواب میں سورہ حم سجدہ کی شروع کی آیتیں تلاوت فرمائیں۔ عتبہ نے قریش سے جا کر کہا: ''اللہ کی قسم میں نے ایسا کلام سنا کہ اس کی مثل کبھی نہیں سنا۔ اللہ کی قسم! وہ شعر نہیں۔ نہ جادو ہے نہ کہانت۔ اے گروہ قریش میرا کہا مانو۔ اس شخص کو کرنے دو جو کرتا ہے۔ اور اس سے الگ ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! میں نے جو کلام اس سے سنا ہے اس کی بڑی عظمت وشان ہوگی۔ اگر عرب اس کو مغلوب کر لیں تو تم غیر کے ذریعے سے اس سے بچ گئے اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کا ملک تمہارا

ملک ہے اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے اور تم اس کے سبب سے خوش نصیب ہو جاؤ گے"۔ قریش یہ سن کر کہنے لگے کہ اس نے تو اپنی زبان سے تجھے بھی جادو کر دیا۔ عتبہ بولا کہ "اس کی نسبت میری یہی رائے ہے۔ تم کرو جو چاہو"۔

صحیح مسلم میں حدیث اسلام ابوذر غفاری میں خود ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی انیس نے مجھ سے کہا۔ کہ مجھ کو مکہ میں ایک کام ہے۔ تو بکریوں کی حفاظت رکھنا۔ یہ کہہ کر انیس چلا گیا اور مکہ پہنچ گیا۔ دیر کے بعد واپس آیا۔ تو میں نے پوچھا، تو نے کیا کیا؟ وہ بولا میں مکہ میں ایک شخص سے ملا۔ جو کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں نے پوچھا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ کہ لوگ کہتے ہیں وہ شاعر ہے۔ کاہن ہے۔ جادوگر ہے۔ پھر انیس، ہی جو خود بڑا شاعر تھا۔ کہنے لگا:۔ "اللہ کی قسم! میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہوا ہے اس کا کلام کاہنوں کا کلام نہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے اس کے کلام کو شعر کی تمام قسموں کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ میرے بعد کسی سے یہ نہ بن پڑے گا کہ کہے وہ کلام شعر ہے۔ اللہ کی قسم! وہ سچے نبی ہیں۔ اور کافر بے شک جھوٹے ہیں"۔

اس حدیث میں اس کے بعد یہ مذکور ہے کہ یہ سن کر ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام لائے۔ جب اپنے بھائی انیس کے پاس واپس آئے تو ان کے اسلام کی خبر سن کر حضرت انیس اور ان کی والدہ بھی ایمان لے آئے۔ پھر تینوں اپنی قوم غفار میں آئے۔ آدھی قوم ایمان لے آئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو باقی بھی ایمان لے آئے۔ اس طرح قبیلہ اسلم بھی مسلمان ہو گیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿غفار غفر اللّٰہ لھا و اسلم سالمھا اللّٰہ﴾ "یعنی اللہ تعالیٰ قبیلہ غفار کو بخش دے اور اسلم کو سلامت رکھے۔"

ابن سعد نے طبقات میں بروایت یزید بن رومان اور محمد بن کعب اور شعبی اور زہیری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ بنی سلیم میں ایک شخص جس کا نام قیس بن نسیبہ تھا رسول

اللہ صلی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کا کلام سنا۔ اور آپ سے کئی باتیں دریافت کیں۔ آپ نے ان کا جواب دیا۔ اس نے وہ سب کچھ یاد کرلیا۔ پھر آپ نے اسے دعوت اسلام دی وہ ایمان لے آیا اور اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا۔ ''بے شک میں نے روم کا ترجمہ، فارس کا زمزمہ، عرب کے اشعار، کاہن کی کہانت اور ملوک حمیر کا کلام سنا ہے۔ مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام ان کے کلام میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ اس لیے میرا کہا مانو۔ اور اس سے بہرہ ور ہو جاؤ''۔ اس طرح بنو سلیم فتح مکہ کے سال مقام قدید میں خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ وہ سات سو تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ ایک ہزار تھے۔ عباس بن مرداس اور انس بن عباس بن رعل اور راشد بن عبدر بہ انہیں میں تھے۔ قرآن مجید کے اسلوب بدیع کی نسبت حضرت مولانا شاہ ولی اللہؒ نے یوں فرمایا ہے:۔

''قرآن کو متون کتب کی طرح بابوں اور فصلوں میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ تا کہ تو ہر مطلب اس میں سے معلوم کرلے یا ایک فصل میں مذکور ہو بلکہ قرآن کو مکتوبات کا مجموعہ فرض کر۔ جس طرح کوئی بادشاہ اپنی رعایا کو بحسب اقتضائے حال ایک فرمان لکھے اور کچھ مدت کے بعد دوبارہ فرمان لکھے۔ اور اسی طرح لکھتا جائے۔ یہاں تک کہ بہت سے فرمان جمع ہو جائیں۔ پھر ایک شخص ان فرمانوں کو جمع کر کے ایک مجموعہ تیار کر دے۔ اسی طرح اس ملک علی الاطلاق نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مقتضائے حال کے موافق یکے بعد دیگرے سورتیں نازل فرمائیں اور آپ کے زمانہ مبارک میں ہر سورت الگ الگ محفوظ تھی۔ مگر سورتوں کو ایک جگہ جمع نہ کیا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں تمام سورتوں کو ایک جلد میں خاص ترتیب سے جمع کیا گیا۔ اور اس مجموعہ کا نام مصحف رکھا گیا۔ اصحاب کرام کے درمیان سورتوں کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک سبع طوال دوسری مئین جن میں سے ہر ایک میں سو یا کچھ زیادہ آیتیں ہیں۔ تیسری مثانی جن میں سے ہر ایک میں سو آیتوں میں سے کم ہیں چوتھی مفصل اور مصحف کی ترتیب میں دو تین سورتیں جو مثانی میں سے ہیں مئین میں داخل کر دی گئیں کیوں کہ ان کے سیاق کو مئین

کے سیاق سے مناسبت ہے اسی طرح بعض دیگر اقسام میں بھی کچھ تصرف ہوا ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مصحف کی کئی نقلیں کرا کے اطراف میں بھیج دیں تا کہ ان سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔اور کسی دوسری ترتیب کی طرف مائل نہ ہوں۔ چونکہ سورتوں کا اسلوب بادشاہوں کے فرمانوں سے پوری پوری مناسبت رکھتا تھا۔اس لیے ابتداء وانتہا میں مکتوبات کے طریقہ کی رعایت کی گئی۔جس طرح بعض مکتوبات کو خدا تعالیٰ کی حمد سے شروع کرتے ہیں،اور بعض کو اس کے املاء کی غرض سے اور بعض کو مرسل اور مرسل الیہ کے نام سے شروع کرتے ہیں،اور بعض رقعے اور خطوط بے عنوان ہوتے ہیں،اور بعض مکتوبات طویل اور بعض مختصر ہوتے ہیں،اسی طرح خدا تعالیٰ نے بعض سورتوں کو حمد و تسبیح سے شروع کیا،اور بعض کو اس کے املاء کی غرض کے بیان سے شروع کیا۔ (بحوالہ جستہ جستہ از سیرت رسول عربی)

قرآن کریم کے معانی عالیہ ومضامینِ نادرہ

مضامین میں ہمیشہ دو اعتبار ملحوظ ہوتے ہیں۔

(۱) وسعت......وسعت کی بابت قرآن مجید کا خود دعویٰ ہے "لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین" اسی دعویٰ کے اعتبار پر ایک ذی علم مسلمان کل دنیا کو مخاطب بنا کر یہ کہہ سکتا ہے کہ کوئی ایسا مسئلہ جس کا تعلق تہذیب نفس،تزکیہ روح،صفائی قلب اور حصول تجارت سے ہو۔خواہ اس کی بنیاد اعلیٰ فلسفہ پر ہو یا قدیم وجدید اکتشافات وتجربہ پر ہو،خواہ وہ اشراقیین کی الٰہیات سے لیا گیا ہو۔یا الٰہیین کے شوارقات سے کوئی شخص ہمارے روبرو پیش کرے۔انشاء اللہ اسی مسئلہ کو وضوح تمام اور صحت کاملہ کے ساتھ قرآن مجید میں بیان شدہ دکھلا دیا جائے گا۔"وَلاَ یَاْتُونَکَ بِمَثَلٍ اِلاَّ جِئنَاکَ بِا لحَقِّ وَاَحسَنَ تَفسِیراً" یاد رکھو کہ کوئی علمی صداقت قرآن مجید پر مبادرت نہیں کر سکتی۔

(۲) عمدگی......دنیا میں ہستی باری تعالیٰ کا یقین رکھنے والی جس قدر اقوام ہیں وہ علمی طور پر مسئلہ توحید کے قائل ہیں۔ایک بت پرست وتثلیث پرست کو بھی اس امر میں مساعی دیکھا

جائے گا کہ کثرت میں وحدت کو ثابت کرے۔

اب دیکھو، کہ یہ مسئلہ (جس کی خوبی پر تمام عالم متفق ہے اور جس کو اپنی اپنی کتابوں کے اندر ثابت کرنے کی ہر مذہب سعی کر رہا ہے) قرآن مجید سے بڑھ کر اور کسی جگہ نہ ملے گا۔ دیگر بیانات کو بیانِ قرآن کے سامنے وہی نسبت ہوگی جو مٹی میں ملے ہوئے پانی کو آبِ زلال کے ساتھ ہوتی ہے۔

اگر کسی کے دل میں اس واقعہ صحیحہ کے متعلق کچھ شک ہو تو وہ اپنی کتاب کو پیش کرے جہاں سے ہم چاہیں، اس کی کتاب کو اور جہاں سے وہ چاہے قرآن مجید کو کھول لے، لیکن مقدم سے آگے ایک ایک جزو کا ترجمہ کیا جائے اور وہ ترجمے تیسرے مذہب والے کے پاس بھیج دیئے جائیں۔ فیصلہ طلب امر یہ ہوگا کہ توحید کا کامل تر اور واضح تر بیان کس کتاب میں ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ "لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ" قرآن جیسا کلام نہیں بنا سکتے، کے مفہوم میں اگرچہ اس کی طرز بدیع اور الفاظ عالی اور بے مثل ترتیب اور لاثانی اسلوب اور فصاحت و بلاغت کی وہ معجز اور اجتماعی شان بھی شامل و داخل ہے جو اس کی عبارت میں نمایاں و درخشاں ہے، لیکن ان سے بھی بڑھ کر قرآن پاک کے وہ معانی پاک ہیں جو گراں الفاظ کی تہہ میں ایسے ہی موجود ہیں، جیسے حُلّہ زرّیں میں لولوئے شاہوار ہوتے ہیں۔

قرآن کریم جن مضامین عالیہ پر متضمن ہے اور جو اس کی خصوصیت خاصہ ہیں، یہ وہ بصائر ہیں، جو دیدۂ کوتاہ بیں کے حجاب اٹھا دیتی اور آنکھوں کو روشن بنا دیتی ہیں، قرآن کریم نے فرمایا ہے "اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الاِبِلِ کَیفَ خُلِقَتْ. وَاِلَى السَّمَاءِ کَیفَ رُفِعَتْ. وَاِلَى الجِبَالِ کَیفَ نُصِبَتْ. وَاِلَى الاَرْضِ کَیفَ سُطِحَتْ."

قرآن کریم یہاں اونٹ، آسمان، پہاڑ، زمین کے نام لیتا ہے۔ کیا یہ وہی چیزیں تھیں جن کو ہر ایک بادیہ نشین بدوی ہر وقت دیکھا کرتا تھا، جو ہر ایک اعرابی کی آنکھوں کے سامنے موجود تھیں، لیکن ان سب کو دیکھتے ہوئے بھی دیکھنے والوں کی نظر خلقت و رفعت کی

کیفیت دریافت کرنے کی جانب کبھی نہیں اٹھتی تھی قرآن مجید نے آنکھیں کھول دیں تو اب ان معانی کی کیفیت بھی معلوم ہونے لگی اور ہر ایک چیز سے خلاق مطلق کی قدرت خالقیت اور رفیع الدرجات ذوالعرش کی فوقیت، سکون وحرکت کی آفرینش میں عزیز الحکیم کا غلبہ اور حکمت، وصلابتِ اجسام میں گوناں گوں فوائد کی فراوانی وکثرت بھی نظر آنے لگی۔

عرب کے وہ بھیانک صحراووادی جن کو آنکھ بھر کر دیکھنا ناگوار تھا۔اب صحیفۂ فطرت کے طالبان علم کے لیے ورق دانش بن گئے۔ ہاں! قرآن پاک اپنے مضامین کے لحاظ سے علم ہے اَنـزَلَـهٗ بعلمہٖ، وہ شنوائی وبینائی اور دانش کے لیے گنجینۂ خرد ہے اور قوائے مدرکہ اور حواس جارحہ کا رہبر ہے، وہ حیاتِ قلب ہے اور نورِ روح، وہ راحت عاشقین ہے اور ہدایت طالبین، اقبال و دولت، مکنت فی الارض اور حکومت اس کی خُدّام ہیں، آرام دل اور اُنس جان قُرۃ العین اور ضیائے بصیرت اس کی توابع ہیں۔علم وحقیقت اور ہدایت وصداقت اس کے علم بردار ہیں۔قرب وانشراح، رفاہ وصلاح اس کے حاشیہ بوس ہیں۔نجاتِ اُخروی، فوزوفلاح، رضائے الٰہی وہ خلعت ہائے شرف ہیں جو اسی بارگاہ علیا سے عطا ہوتی ہیں۔کاش! آنکھوں والے آنکھیں کھولیں اور سننے والے اس کی آواز پر کان لگائیں۔ صاحبِ دل دلوں کے غلاف اُتاراُتار کر اور بصیرت سے قفل کھول کر کام لیں کہ حسن قرآن کی عالم افروزی وملکوت نوازی اُن پر روشن ومبرہن ہو جائے۔ (بحوالہ جستہ جستہ از رحمۃ اللعالمین)

قرآن کی عظیم تاثیر

عمرؓ جیسا شخص جسے آج بھی یورپ جنرل عمرؓ کے نام سے یاد کرتا ہے۔جیسا کہ گزشتہ صفحات آپ نے ان کا تفصیل سے واقعہ ملاحظہ فرمایا کہ گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کر دے، لیکن قرآن کی چند آیات سن کر شمشیر اس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے اور اپنی ہمشیرہ فاطمہؓ ہی کے گھر سے عاجز ہو کر سرورِ کائناتؐ کے حضور میں حاضر ہو جاتا ہے۔اور فاروقؓ کے خطاب سے عزت پاتا ہے۔

اسعد بن آزارہ مدینہ کا مشہور سردار گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے کہ اسلام کے مبلغ اول مصعب بن عمیرؓ کو آبادی شہر سے باہر نکال دے، وہ چند آیات سن پاتا ہے اور مصعبؓ کے ہاتھ پر بیتِ اسلام کر کے اُٹھتا ہے۔ ثمامہ بن اثمال کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص اور مدینہ النبی سے بڑھ کر کوئی جگہ قابلِ نفرت نہ تھی۔ اُسے صرف دو یوم تک قرآن پاک کے استماع کا موقع ملتا ہے، رشد و ہدایت کی آواز کان سے ہو کر دل تک پہنچ جاتی ہے، جب اُسے بلا شرط آزادی مل جاتی ہے تو خود بخود حاضر ہوتا ہے، اسلام لاتا ہے اور دل و جان کو حقیر ہدیہ کی طرح حضورؐ میں پیش کر دیتا ہے۔ خالد بن عقبہ قرآن کریم سن پاتا ہے تو ششدر رہ جاتا ہے، تو بول اُٹھتا ہے:

”وَاللہ اِنّ لہٗ لحَلاوۃ ، و اِنّ علیہِ لطَراوۃ ،وَاِنّ اَسفلہ لمُغدِق ،وَاِنّ لاَعلاہٗ لمُثمِر ،وَماَ یقولُ ھٰذا بَشَر“

بخدا اس میں عجیب شیرینی ہے اس میں عجب تر و تازگی ہے اس کی جڑیں سیراب ہیں اور اس کی شاخیں پھل سے بھری ہوئی ہیں بشر تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا۔

ذوالبجادینؓ چرواہا تھا۔ آتے جاتے مسلمان مسافروں سے آیات قرآنی یاد کر لیا کرتا، آخر گھر بار، خویش اقارب مال و مویشی، عم و مادر کو چھوڑ کر خدمت حضورؐ میں حاضر ہو گیا، رضی اللہ عنہ۔

قرآن مجید کا اثر معلوم کرنا ہو تو ان لوگوں کے واقعات پر زیادہ نگاہ ڈالیئے، جو قرآن پاک کو سمجھ سکتے تھے، جو لوگ ایک پیسہ پر قتل عمد کو ایک معمولی کھیل سمجھتے ہیں، وہی دینِ حقہ کی محبت میں گھر بار سے قطع تعلق کرنے لگے تھے۔ جو لوگ مدت العمر 360 بتوں کے پجاری رہے تھے، وہ خود توحید کے واعظ بن گے تھے۔ جن کا کام لاوارث بچوں کا مال اُڑانا ، رانڈوں کو جُل دینا تھا، وہی اعانت یتامیٰ اور ہمدردی ایامیٰ کا سبق پڑھایا کرتے تھے۔ وہ خود سر قبائلی جنہوں نے کبھی کسی قانون یا شخص کی اطاعت نہ کی تھی، وہ اب ایسے مطیع و منقاد اور پابند شرع الٰہیہ ہو گئے تھے کہ مقدمات قتل کا قصاص، مقدمات زنا میں رجم، مقدمات سرقہ

میں قطع ید، مقدمات خمر میں اجرائے حد شرعیہ کے لیے خود اپنے آپ کو پیش کیا کرتے تھے، کیا ایسے نظائر کسی متمدن ملک میں موجود ہیں اور کسی جگہ کے مجرم قانون کا اتنا احترام کرنے والے دیکھے گئے ہیں۔

قرأت وتلاوت کلام اللہ کا یہ اثر ہوا تھا کہ زبان آوروں کی گرمی بازار ٹھنڈی ہوگئی تھی عکاظ کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا تھا اور یہ عالم ہو گیا کہ اگر نشاط طبع منظور ہے تو اس نور مبین کا ورد ہے اور اگر حصول برکت مقصود ہے، تب بھی کتاب عزیز کا سماع ہے۔ الغرض قرآن مجید کا اثر انسان کے دل ودماغ اور جملہ حواس وقویٰ پر نہایت مستحکم ہے اور جو اثر اس کا ایک شخص پر ہے وہی تمام ملک پر بھی ہے۔

الغرض خلاصہ یہ کہ قرآن حکیم کی بے مثل فصاحت و بلاغت اور تحیر خیز قوتِ تاثیر بجائے خود ایک عظیم معجزہ ہے۔ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے تمام شاعر اور خطیب مبہوت ہو گئے۔ اور سب کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔ دوست دشمن سب قرآن کریم کی لاجواب فصاحت و بلاغت کے معترف تھے۔ ایمانداروں کے نزدیک تو یہ خدا کا کلام تھا لیکن کفار اسے ''سحر'' کہہ کر اس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے اپنے عجز اور درماندگی کا اظہار کرتے تھے۔ قرآن کریم نے خود بھی اپنی فصاحت و بلاغت کی طرف اشارے کیے ہیں۔ سورۂ زمر میں ارشاد ہوا ہے۔ (قرآن عربی زبان میں جس میں کوئی کجی نہیں) سورۂ یٰسین اور سورۂ حجر میں فرمایا گیا ہے۔ قُرْآنٌ مُّبِین (اپنے مدعا کو خوبی سے ظاہر کرنے والا قرآن)

قرآن حکیم کی بے نظیر فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر بعض اوقات کفار اس شبہ کا اظہار کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دوسرا شخص یہ قرآن سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بے بنیاد شبہے یا اعتراض کو یوں رد کیا ہے۔ (اور ہم کو تحقیق کے ساتھ معلوم ہے کہ یہ کفار کہتے ہیں کہ محمدؐ کو کوئی آدمی سکھاتا ہے، اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ (قرآن) فصیح عربی زبان ہے۔ (سورۂ نحل۔ ع۱۴)

فصاحت و بلاغت کے ساتھ ہی آیاتِ قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے ایسی بے نظیر قوتِ تاثیر دی کہ جو سنتا تھا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ کفار اسے جادو کہتے تھے اور کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر یا شور مچا کر کوشش کرتے تھے کہ آیاتِ قرآنی ان کے کانوں میں نہ پڑ پائیں۔ اس طرح گویا وہ قرآن حکیم کی بے مثل اثر انگیزی کا اعتراف کرتے تھے۔ سورۂ احقاف میں ارشاد ہوتا ہے (جب ان کافروں کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو سچائی کے آنے کے بعد اس کا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ (احقاف۔ع ۱)

پھر سورۂ فصلت میں ارشاد ہوا ہے۔ (اور کفار نے کہا کہ قرآن کو نہ سنا کرو اور اس کے پڑھتے وقت شور و غل کرو، شاید تم جیت جاؤ) سورۂ حشر میں قرآن مجید نے اپنی عظمت و تاثیر کا اس طرح ذکر کیا ہے۔ (اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اُتار دیتے تو وہ اللہ کے ڈر سے جھکا ہوا اور پاش پاش نظر آتا اور یہ مثالیں ہم لوگوں سے اس لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں) (سورۂ حشر۔ آیت ۲۱)

یہاں ہم تاریخ و سیر اور حدیث کی کتابوں سے کچھ اور ایسے واقعات نقل کرتے ہیں جن سے قرآن کریم کی قوتِ تاثیر کا کسی قدر اندازہ ہو جائے گا۔ لبید ابن ربیعہ عرب کے سر برآوردہ شاعر تھے، ان کی شاعرانہ عظمت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جن سات شعراء کے قصائد (سبعہ معلقہ) خانہ کعبہ کی دیواروں پر آویزاں تھے، ان میں سے ایک لبید تھے۔ اموی دور کے نامور شاعر فرزدق کے متعلق مشہور ہے کہ جب اس نے لبید بن ربیعہ کا یہ شعر پڑھا۔

وجلا السیول عن الطلول کا نہا زبر تجد متو تہا افلا بہا

(سیلاب نے ٹیلوں کو لکھے جانے والے کاغذ کی طرح صاف شفاف بنا دیا ہے)

تو اس پر اتنا اثر ہوا کہ بے اختیار سجدے میں گر گیا۔ انہی لبید بن ربیعہ نے جب قرآن کریم کی آیات سنیں تو ایسے مبہوت ہوئے کہ اس کے بعد انہوں نے شعر و شاعری کو

ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا۔ ان کے قبول اسلام کے بعد ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے ان سے چند اشعار کی فرمائش کی تو انہوں نے جواب دیا۔ جب خدا نے مجھ کو بقرہ اور آل عمران سکھادی ہے تو پھر شعر کہنا مجھے زیبا نہیں۔ (استیعاب ابن عبدالبرؒ)

حضرت عمر فاروقؓ کے قبول اسلام کا حال پہلے ایک دوسری جگہ درج ہوا ہے وہ اسلام کے سخت دشمن تھے اور مسلمانوں کے لیے تو ان کی سخت دلی کا یہ عالم تھا کہ قبولِ اسلام سے پہلے اپنی ایک لونڈی کو مسلمان ہونے کے جرم میں بے تحاشا پیٹا کرتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے اپنی بہن (فاطمہؓ بنت خطاب) کی زبان سے قرآن کریم کی آیات سنیں تو ان کا پتھر دل موم بن کر بہہ نکلا اور وہ بے اختیار پکار اُٹھے "مَا اَحسنَ الکلام" یہ کتنا پیارا کلام ہے اس کے بعد بہت کم لوگ ایسے تھے جو ان سے بڑھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور اسلام کے جان نثار ہوں۔ (صحیح مسلم)

مسلمانوں نے کفار کے جور وستم سے تنگ آ کر حبشہ کو ہجرت کی تو قریش نے نجاشی شاہِ حبش کے دربار میں اپنا ایک وفد اس مقصد کے لیے بھیجا کہ اس کو مسلمانوں کے خلاف برا فروختہ کرے اور وہ ان کو اپنے ملک سے نکال دے، نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا مسلمانوں کی نمائندگی حضرت جعفر طیارؓ نے کی، انہوں نے نجاشی کے سامنے ایک پر اثر تقریر کی جس سے وہ بے حد متاثر ہوا پھر اس نے حضرت جعفرؓ سے کہا کہ تمہارے نبی پر جو کلام نازل ہوتا ہے اس کا کوئی حصہ تمہیں یاد ہو تو ہم کو بھی سناؤ، حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی کچھ آیات کی تلاوت کی، ان کو سن کر نجاشی پر رقت طاری ہوگئی اور وہ اس قدر رویا کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی، پھر اس نے کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی کتاب کے پرتو ہیں اور کفار سے کہا کہ تم لوگ جاؤ میں مسلمانوں کو اپنے ملک سے نہیں نکالوں گا۔ (سیرت ابن ہشام)

عرب کے قبائل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا چرچا ہوا تو قبیلہ بنی سلیم کے ایک شخص قیس بن نسیبہ صحیح معلومات حاصل کرنے کے لیے مکہ آئے، انہوں نے رسول کریمؐ کی زبان مبارک سے قرآن حکیم سنا تو کسی ہچکچاہٹ کے بغیر مشرف با سلام ہو

گئے جب وہ اپنی قوم میں واپس گئے تو تمام اہل قبیلہ کو جمع کر کے کہا کہ میں نے روم و فارس کی حلاوت آمیز باتیں، عربوں کے ولولہ انگیز اشعار اور کاہنوں کی تحیّر خیز کہانتیں سنیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کلام میں نے سنا وہ کوئی اور ہی شے ہے، اے میری قوم تم میری بات مانو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ، چنانچہ فتح مکہ کے سال بنو سلیم کے سات سو یا ایک ہزار افراد نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ (بیہقی)

طائف کے سفر میں خالد عدوانیؓ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ طارق پڑھتے سنا تو گو انہوں نے اس وقت اسلام قبول نہیں کیا لیکن کلام الٰہی کی تاثیر دل میں گھر کر گئی اور پوری سورۂ ان کو زبانی یاد ہو گئی۔ (مسند احمد) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ ازد کے ایک صاحب ضماد جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے۔ وہ مکہ آئے یہاں انہوں نے قریش کو یہ کہتے سنا کہ محمدؐ دیوانہ ہے۔ انہوں نے سوچا کہ ان سے مل لوں اور جھاڑ پھونک کروں شاید وہ شفایاب ہو جائیں۔ چنانچہ وہ حضورؐ سے ملنے آئے اور کہا۔ ''محمدؐ میں جھاڑ پھونک کا کام کرتا ہوں اگر تم چاہو تو میں جھاڑ پھونک کر دوں شاید تمہیں شفا ہو جائے۔'' حضورؐ نے ان کے سامنے خدا کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر قرآن حکیم کی چند آیات پڑھیں۔ ضماد کلام الٰہی سن کر سکتے میں آ گئے اور کہنے لگے میں نے کاہنوں، ساحروں اور شاعروں کی باتیں سنی ہیں لیکن ان کو اس کلام سے کوئی مشابہت نہیں جو میں نے تمہاری زبان سے سنا ہے۔ اس کا اثر تو سمندروں پر بھی ہو سکتا ہے۔ پھر انہوں نے اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی اور مشرف با اسلام ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ جو قبیلہ دوس کے سردار اور نہایت اچھے شاعر تھے، اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد) میں ایک دفعہ مکہ گیا اور قریش کے کچھ لوگوں سے ملا، انہوں نے کہا طفیل تم شاعر بھی ہو اور سردار بھی، ہم تمہیں خیر خواہانہ مشورہ دیتے ہیں کہ محمد ﷺ سے بچنا کیوں کہ ہمیں ڈر ہے کہ اگر تم نے اس کی باتیں سن لیں تو تم اس سے مسحور ہو جاؤ گے، اس لیے خوب چوکنے رہو ورنہ

ہماری قوم کے بعض لوگ جس چیز میں مبتلا ہو گئے ہیں تم اور تمہاری قوم بھی اسی میں مبتلا ہو جائے گی، یہ شخص میاں بیوی اور باپ بیٹوں میں جدائی پیدا کر دیتا ہے، اس طرح ان لوگوں نے اپنی باتوں پر اتنا اصرار کیا کہ مجھے یقین آ گیا اور میں نے طے کر لیا کہ محمدؐ کی باتیں اپنے کانوں میں نہ پڑنے دوں گا۔ چناچہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی اور مسجد میں گیا وہاں رسول اللہ ﷺ کھڑے نظر آئے میں بھی آپ ﷺ کے قریب کھڑا ہو گیا، اللہ کو سنانا منظور تھا حضورؐ نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ آدمی تو بڑا شاندار معلوم ہوتا ہے اور بخدا مجھے اپنے آپ پر پورا اعتماد تھا کہ کسی چیز کی اچھائی یا برائی کو میں بخوبی اچھی طرح پرکھ سکتا ہوں اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ اس شخص کی باتیں ضرور سنوں گا اگر درست ہوئیں تو قبول کر لوں گا اگر وہ ٹھیک نہ ہوں گی تو انہیں رد کر دوں گا۔ اب میں نے اپنے کانوں سے روئی نکال ڈالی، اور رسول اللہ ﷺ کی باتیں توجہ سے سننے لگا، حقیقت یہ ہے کہ اس سے بہتر کلام، دلکش انداز اور خوب تر الفاظ اس سے پہلے میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہ سنے تھے، اس کے بعد میں آپ کا انتظار کرتا رہا، جب آپ نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہو لیا، رسول اللہ ﷺ جب گھر پہنچے تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی قوم نے مجھے آپ کی باتیں سننے سے منع کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو سنانا منظور تھا، ان کو سننے کے بعد میری رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں اور پیش کرتے ہیں وہ بالکل سچ ہے، آپ اب میرے سامنے اپنا دین پیش کیجیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پیش کیا اور قرآن مجید کی تلاوت کی، خدا گواہ ہے کہ اس سے بہتر اور برتر کلام میں نے کبھی نہ سنا تھا اس لیے میں مسلمان ہو گیا، اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں اپنے قبیلہ کا سردار ہوں، ان کو بھی اسلام کی دعوت دوں گا۔ (استیعاب ابن عبدالبرؒ)

ایک دفعہ حبش سے تقریباً بیس عیسائی رسول اکرم ﷺ کی بعثت کی خبر سن کر مکہ آئے حضور ﷺ کو انہوں نے مسجد میں پایا، وہیں آپ کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے اور کچھ سوالات کیے، حضور ﷺ نے ان کے سوالوں کا جواب دیا اور پھر قرآن مجید کی کچھ آیات

پڑھیں، وہ لوگ کلام الٰہی سن کر زار زار رونے لگے اور پھر ایمان لے آئے (سیرت ابن ہشام)

ایک اعرابی نے ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے سنا۔ "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِين" تو وہ اس کی بلاغت سے اس قدر مرعوب متاثر ہوا کہ بے اختیار سجدہ میں گر پڑا۔ (اسد الغابہ)

ایک اور اعرابی نے فَلَمَّا اسْتَايْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا (سورۂ یوسف۔ ع ۱۰) سنی تو کہنے لگے کہ اس طرح کا کلام کسی مخلوق کا نہیں ہوسکتا۔ (اسد الغابہ)

بنو ذہل بن شیبان کے سردار مفروق سے ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی، حضورؐ نے اس کے سامنے قرآن پاک کی چند آیتیں پڑھیں وہ اس قدر متاثر ہوا کہ اس کے منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ (روض الانف) قبول اسلام سے پہلے حضرت جبیر بن مطعمؓ اسیران بدر کو چھڑانے کے لیے مکہ سے مدینہ آئے۔ انہوں نے حضورؐ سے سورۂ طٰہٰ کی ایک دو آیتیں سنیں تو اس قدر متاثر ہوئے کہ دل دھک دھک کرنے لگا۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت حق کا آغاز کیا تو مشرکین قریش نے آپ ﷺ پر اور آپ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں پر ظلم وستم کے وہ پہاڑ توڑے کہ زمین وآسمان تھرا اُٹھے۔ لیکن حضور ﷺ اور آپ کے رفقاءؓ بے مثال صبر واستقامت کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں جھیلتے رہے، مشرکین حیران تھے کہ آخر یہ لوگ اتنی اذیتیں اور سختیاں کیوں اُٹھا رہے ہیں ایک دن انہوں نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ کسی ایسے آدمی کو محمد ﷺ کے پاس بھیجا جائے جو جادو، کہانت اور شعر کہنا جانتا ہوتا کہ معلوم ہو کہ ان کی دعوت کا مقصد کیا ہے۔ اور وہ کیا چاہتے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی نمائندگی کے لیے عتبہ بن ربیعہ کا انتخاب کیا، وہ قریش کا ایک بڑا رئیس تھا، اور جادو، شعر، کہانت سب کچھ جانتا تھا، عتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا محمد ﷺ کیا چاہتے ہو؟ "اگر بادشاہ بننا چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ ماننے کے لے تیار ہیں اگر مال ودولت مطلوب ہے تو ہم سونے چاندی کے انبار تمہارے قدموں میں ڈھیر کر سکتے ہیں، اگر کسی حسین عورت سے شادی کی خواہش ہے تو ہم تمہارے لیے وہ ماہ

خوبان تلاش کر کے لائیں گے جس کو دیکھ کر چاند اور سورج شرمائیں گے اور اگر تم یہ سب کچھ چاہتے ہو تو ہم یہ سب کچھ بھی تمہارے لیے مہیا کر سکتے ہیں" سرورِ کائنات ﷺ نے عتبہ کی ساری باتیں نہایت تحمل کے ساتھ سنیں اور جب وہ خاموش ہوا تو آپ ﷺ نے سورۂ فصلت پڑھنی شروع کر دی، ابھی آپ نے چند ہی آیات پڑھی تھیں کہ عتبہ لرز اُٹھا اور اس نے آپ کے دہن مبارک پر ہاتھ رکھ کر کہا "بس محمد ﷺ بس آگے نہ پڑھنا، قریش تمہارے ہی بھائی بند ہیں اور تم انہیں کے خون اور گوشت کا حصّہ ہو۔" واپس گیا تو چند دن تک گھر سے باہر ہی نہ نکلا ابو جہل نے جا کر کہا کیوں عتبہ محمد ﷺ کے یہاں کا کھانا کھا کر گمراہ ہو گئے، عتبہ نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ میرے پاس دولت کی کمی نہیں اور مجھ کو دولت یا کھانے کی ہوس نہیں ہے لیکن محمد ﷺ نے میرے جواب میں جو کلام پڑھا وہ نہ جادو تھا نہ شعر اور نہ کہانت، میں نے ایسا کلام اس سے پہلے کبھی نہ سنا اس کلام میں عذابِ الٰہی کی دھمکی تھی اس لیے میں نے اس کو قرابت کا واسطہ دے کر چپ ہو جانے کو کہا کہ ایسا نہ ہو ہم سب عذاب کی لپیٹ میں آ جائیں، میری رائے یہ ہے کہ تم محمد ﷺ کو اپنے حال پر چھوڑ دو اگر وہ کامیاب ہو گیا تو یہ تمہاری عزت ہی کا سامان ہوگا ورنہ عرب خود اس کو فنا کر دے گا، ابو جہل اور دوسرے مشرکین نے عتبہ کی باتیں سنیں تو کہا کہ رتبہ پر بھی محمد ﷺ کا جادو چل گیا ہے (سیرۃ ابن اسحاق)

ولید بن مغیرہ قریش کا بڑا صاحبِ اثر اور مال دار رئیس تھا ایک دفعہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس کو قرآن کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں، اس پر رقت طاری ہو گئی اور اس نے حضور ﷺ سے دوبارہ یہ آیتیں پڑھوا کر سنیں۔ ابو جہل کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو ولید کے پاس آیا اور کہا، اے چچا تمہاری قوم تمہیں مال و دولت کا ذخیرہ دینا چاہتی ہے تا کہ تم محمد ﷺ کے پاس جا کر اس کی باتیں نہ سنا کرو۔ ولید نے کہا تم کو اچھی طرح علم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ مال دار ہوں ابو جہل نے کہا تو پھر ایسی باتیں کہو جن سے قریش کو یقین ہو جائے کہ تم کو محمد ﷺ کی باتوں سے نفرت ہے ولید نے کہا کہ مجھ سے بڑھ کر شعر و سخن کو پرکھنے والا کون ہو سکتا ہے لیکن خدا کی قسم محمد ﷺ کے کلام کو شعر اور جادو سے

کوئی واسطہ نہیں ہے اس میں کچھ اور ہی شیرینی اور تازگی ہے اس نخل کی شاخوں میں پھل اور اس کا تنہ بھاری ہے یہ کسی انسان کا کلام معلوم نہیں ہوتا، ابو جہل نے کہا تمہاری قوم کبھی ان باتوں کو پسند نہیں کر سکتی اور نہ وہ تم سے خوش ہو سکتی ہے، ولید نے کہا اچھا مجھے غور وفکر کرنے دو غور فکر کے بعد اس کی عقلِ سلیم پر مصلحت غالب آ گئی اور اس نے کہا "ھٰـذا سـحـر یوثر" یہ ایسا جادو ہے جو پہلے لوگوں سے نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ (مستدرک حاکم)

یہ تو دوسروں پر قرآن کریم کی اثر انگیزی کا حال تھا خود مہبطِ وحی اور حاملِ کلام الٰہی کی یہ کیفیت تھی کہ آپ قرآن کریم سن کر اتنے متاثر ہوتے تھے کہ چشمہائے مبارک سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی، ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا کہ مجھ کو قرآن سناؤ، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان قرآن آپ پر نازل ہوتا ہے، آپ کے سامنے قرآن کیا پڑھوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں اسے دوسروں سے سننا پسند کرتا ہوں، چنانچہ جب انہوں نے سورۂ نساء کی یہ آیت پڑھی۔ (پس اس وقت کیا ہوگا جب ہم ہر امت کے اندر سے ایک شہید لائیں گے اور تم کو ان لوگوں پر شہید بنائیں گے) (سورہ نساء آیت ۴۱) تو سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا "رک جاؤ" اس وقت آپ کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں تھا۔ (صحیح بخاری) سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہوا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے بارے میں کہا، ان بتوں نے ان لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے پس جس نے میری متابعت کی وہ مجھ سے ہوگا۔ (سورۂ ابراہیم آیت ۳۶) اور سورۂ مائدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا گیا۔ (اگر تو ان کو عذاب دے گا تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر معاف فرما دے گا تو بے شک تو عزت وحکمت والا ہے)۔ (سورۂ مائدہ آیت ۱۱۸)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں تلاوت کیں تو آپ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ دونوں ہاتھ اُٹھا کر "اللھم امتی اللھم امتی" کہنے لگے۔ (صحیح بخاری)

اسی طرح کے کئی اور واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ جب آپ صحابہ کرامؓ سے قرآن

سنتے تو لطف، لذت اور محویت کی عجیب کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی۔ اسی طرح آپ خود قرآن پڑھتے تو تاثر کی شدت آپ کے چہرہ مبارک اور آواز میں نمایاں ہو جاتی۔

قرآن کریم کی خصوصیات

ایسی خصوصیات جو اس امام مبین کو صحفِ سابقہ سے متمیّز و بالاتر ثابت کرتی ہیں بہت ہیں، اس جگہ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے

خصوصیت نمبر ۱...... تعلیم قرآن کا کل عالم کے لیے وسیع اور عام ہونا

یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو قرآن مجید کو ہی بالخصوص حاصل ہے۔ جو کوئی شخص تورات میں سینکڑوں مقامات پر الفاظ ''بنی اسرائیل کا خدا'' پڑھے گا اور قرآن مجید میں الفاظ ''رب العلمین'' دیکھے گا، اسے تورات کے مقابلہ میں قرآن پاک کی فضیلت بخوبی آشکارا ہو جائے گی اپنی اس خصوصیت کو قرآن پاک خود ظاہر فرماتا ہے۔

اِن ھُوَ اِلَّا ذِکرٌ وَّ قُرآنٌ مُبین ...... یہ کتاب تو ذکر ہے اور قرآن مبین ہے تا کہ ہر ایک اس شخص لِیُنذِرَ مَنْ کَانَ حَیّاً. کو جو زندہ ہے اس کے برے انجام سے باخبر کر دے۔

عربی میں مَن ذوی العقول کے لیے آتا ہے، اس لیے مَن نے ہر ایک انسانی فرد کو اپنے اندر گھیر لیا ہے۔ اس لیے ساتھ کان حیا کی صفت لگی ہوئی ہے، آیت کی عمومیت اور وسعت کا خود ہی اندازہ کر لو، ہر ایک وہ شخص جو ذوی العقول کی فہرست میں آ سکتا ہے، ہر ایک وہ شخص جو زندہ کہلاتا ہے یا کہلا سکتا ہے، قرآن مجید اُسے یادِ الٰہی دلانے، قرب سبحانی تک پہنچانے اس کے عواقب اُمور سے آگاہ کرنے کا کفیل ہے، کیا ان الفاظ میں کسی اور کتاب نے بھی دعویٰ کیا ہے، بقول متی مسیحؑ نے اپنی بشارت و انجیل کو روٹی اور بنی اسرائیل کو بیٹے اور دیگر اقوام کو کتے بتلایا اور یوں فرمایا ہے، مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیویں (متی ۱۵ باب ۲۱ تا ۳۰ درس)

خصوصیت نمبر۲......قرآن مبین کی تعلیم کا جامع ہونا

توارات وزبور وانجیل نیز دیگر انبیاء کی کتب جو کہ مجموعہ بائبل میں داخل ہیں پڑھا جائے اور وید کا کچھ ترجمہ (ترجمہ بحروسام) دیکھا جائے ، اس کی تاریخ ترتیب وتالیف کو معلوم کیا جائے کنفیوشس مقدائے چین اور بدھا بانی بُدھ مت کے اصول وتعلیم کو مختلف کتابوں سے اخذ کیا جائے ، رتشت وجاماسب کے احکام کو دیکھا جائے ، یہ سب کے سب اپنے اپنے رنگ میں ایک فنّی ہیں ، آسانی کے لیے صرف بائبل پر نظر ڈالواور دیکھ لو توارات میں اخبار واحکام ، زبور مجموعہ مناجات ہے انجیل میں امثال ومواعظ ہیں ، اب قرآن مبین کو پڑھو۔

کہ مواعظ واحکام ، اخبار وامثال ، انداز وبشارت کا مجموعہ ہے ، اس میں صفاتِ الٰہیہ کا بیان ذاتِ ربانی کا ثبوت ، حصولِ تقرب کا طریق ، توکل وتفویض کا مذکور ، ایام اللہ کی تفصیل حیات وممات انسان اور عدم وجود عالم کا بیان ، فطرتِ انسانی کی ساخت وشناخت افعال رحمانی کے اسرار قدرت ربانی کے نمونے ، سطوت قہاری کے نتیجے ، نصرت الٰہیہ کے کارنامے ایسے اسلوب سے بیان ہوئے ہیں کہ : نفس کو رزائل بشریہ سے پاک وصاف رکھنا مالک وخالق کے سامنے خاضع وخاشع بنانے ، نوریقین کے حصول اور تجرید علائق دنیوی اور تشبہ صفات ملکی کے لیے اس سے بہتر وبالاتر کچھ متصور نہیں ہوسکتا۔

خصوصیت نمبر۳......علوم اخروی وعلوم عقل

آسمانی کتابوں میں سے یہ خصوصیت قرآن مجید ہی کی خاص ہے کہ علوم اخروی و علوم عقل کے دو دریائے زخار پہلو بہ پہلو جوش مارتے ہوئے نظر آتے ہیں ، مع ہذا یہ معانی عالیہ ایسے ایسے اسلوب بدیع کے ساتھ بیان کئے گئے کہ ہر ادنیٰ واعلیٰ اس سے برابر متمتع ہوتا ہے ، وہی ایک آیت ہے جو اسحاق حنین جیسے یہودی فلسفی کو غرقاب حیرت بنا دیتی ہے اور وہی آیت افریقہ کے وحشی کی جیب دل کے گوہر کو مقصود سے بھر دیتی ہے جس ایک آیت کی تفسیر

کرتے کرتے رازی وغزالی نے اعتراف عجز وقصور فہم کیا ہے، اسی سے تہامہ کا بدوی اپنی مشکلات کی کشاکش کی راہ پا رہا ہے، بے شک قرآن حکیم سمندر کی طرح عمیق، گہر ریز ونفع رساں ہے اور خس و خاشاک شبہات کو اپنی مواج لہروں سے ساحل پر پھینک دینے والا ہے، اس کے باوقار الفاظ زبان کو اس کے پراسرار معانی ان کو اپنا کئے بغیر نہیں رہنے دیتے۔ کیا کبھی کسی اور نثر کتاب کی بھی یہ صفت سنی ہے، جو اول سے آخر تک پڑھنے والے کے در دِزبان اور نقشِ دل ہو اور شبا روزی تلاوت پر بھی پڑھنے والے کی طبیعت سیر ہونے میں اور اسرار کتاب ختم ہونے میں نہ آئے۔

خصوصیت نمبر۴......سب کو اپنے فیض سے یکساں مستفیض بنانا

خصوصیات قرآن کریم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جس طرح مشرق سے لے کر مغرب تک لیے ہدایت نامہ دین ودیانت ہے، اسی طرح وہ شمال سے جنوب تک کے لیے ملکی قانون بھی ہے اس کی تعلیم کسی قوم اور کسی ملک کی زبان کے لیے محدود نہیں، اس کے ارشادات انسانی فطرت صحیحہ کے مخالف نہیں، وہ یہودیت کی طرح جنت کو نسلِ واحد کی جاگیر نہیں بناتا، وہ تقرب الی اللہ کے لئے کل دنیا کو واحد خاندان کا دستِ نگر نہیں ٹھہراتا، وہ عیسائیت کی طرح انسان کو فوق از جبلت احکام کی تعلیم نہیں دیتا، وہ ناقابلِ تعمیل احکام کا خود کو مجموعہ نہیں بناتا، اگر کسی کتاب نے روئے زمین کے شاداب ترحصوں پر بہ طور آئین سلطنت کبھی حکومت کامیاب کی ہو، اگر کسی کتاب نے جمیع بنی آدم کو رنگت اور قومیت نسل اور ملک کے امتیازت بالاتر دیکھ کر سب کو اپنے فیض سے یکساں مستفیض بنایا ہو، جیسا کہ اس کتاب قیم نے کیا، تو اس کا نام لینا چاہیے۔

خصوصیت نمبر۵......قرآن کسی صداقت کی تکذیب کا ارادہ بھی نہیں رکھتا

قرآن ذی الذکر کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہر ایک پاک مذہب اور اس کے مقدس ہادیان و داعیان مذہب اور ان کی تعلیمات صحیحہ کی ستائش کرتا ہے، وہ کسی

صداقت کی تکذیب کا ارادہ بھی نہیں رکھتا، اس خصوصیت عجیبہ میں کیسی سلامت روی، امن پسندی، صداقت پروری آشکارہ ہے، قرآن تو اپنا نام مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ رکھتا ہے اور راست بازوں کی تصدیق کرنا ہی اپنا مقصد اولین بتلاتا ہے۔

خصوصیت نمبر ۶......ایک ممتاز خصوصیت (قولٌ فصلٌ) ہے

خصائص قرآنیہ میں سے ایک ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ قولٌ فصلٌ ہے اور اُن تمام پیچیدہ مسائل میں جن کو افکار انسانی حل نہ کر سکتے تھے یا جن کو کتب سماویہ نے ملتوی چھوڑ دیا تھا، اپنا فیصلہ سنایا ہے ایسے مسائل بہت ہیں مثلاً: مسئلہ عرفان صمدانی، مسئلہ صفات ربانی، مسئلہ بقائے روح وارتقائے رُوح، ماہیت نجات، کیفیت رضوان امتیاز خالق ومخلوق، فرق رازق ومرزوق، مسئلہ شفاعت و اعمال، مسئلہ سزا و جزاء، مدارج صبر وشکر، ماہیت عبادت و استعانت روحانیت انس ومحبت، حقیقت نصرت الٰہیہ ومعیت ربانیہ، مسئلہ گناہ و حقیقت توبہ، مراتب دُعا وقبولیت، رہبانیت، طلاق ووراثت، حقوق اولاد، حقوق جار، حقوق والدین، حقوق زوجین حقوق جسم، حقوق انسانیت، حقوق عمران، فرائض، محار شفعہ، حقوق قوم، حکومت شخصی وجمہوری شوریٰ وامارت آئین واستبداد وغیرہ وغیرہ۔

قرآن پاک نے ان مسائل میں یا ان کے اشباہ وامائل میں جو فیصلے دیے ہیں، ان کا لطف اس وقت آتا ہے اور ان کی اعلیٰ شان اس وقت نظر آتی ہے، جب فیصلے سے متخاصمین کے بیانات کو بھی سن لیا جائے، اللہ اکبر! کیسی کیسی افراط میں نکلی ہوئی اور کیسی کیسی تفریط پر گری ہوئی حالتوں کو جادہ اعتدال پر لایا گیا ہے اور کیسی کیسی سنگاخ وادیوں اور کج و پر پیچ گھاٹیوں میں سے صراط مستقیم کی شاہراہ تیار کر دی ہے، بے شک یہ اسی قادر مطلق اور حکیم برحق کا کام ہے، جس کا علم ماضی وحال واستقبال پر حاوی ہے اور جس کو انسان کی فطرت کا علمِ کامل اور تربیت پر کلی اقتدار حاصل ہے۔

خصوصیت نمبر ۷......اس کا پیش کرنے والا شخص واحد ﷺ ہے

اس کتاب لاریب فیہ کی ممتاز خصوصیت میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا پیش کرنے

والا شخص واحد ہے، صلی اللہ علیہ وسلم۔ وید کو دیکھو اُس کی ہر ایک شرتی کے ساتھ تین نام ضرور لکھے ہوتے ہیں آریوں کی حالیہ تحقیقات یہ ہے کہ ان میں سے ایک مذکر نام اُس رشی کا ہوتا ہے جسے یہ شرتی راکاس سے ملی، اسلامی الفاظ میں یہ مطلب ہوا کہ یہ وہ شخص ہوتا ہے جس پر کلام اُترا، اگر ان ناموں کا شمار کیا جائے تو ان کی تعداد سینکڑوں سے بڑھ جاتی ہے اور اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ وید کو پیش کرنے والے سینکڑوں رشی ہیں جن میں بلحاظ زمانہ بھی صدہا سال کا تفاوت ہے۔

بائبل کو دیکھو کہ یہ موسیٰ، یشوع، مصنف قاضیوں، سموایل، مصنف سلاطین، مصنف تواریخ، عزرا، نحمیا، مصنف کتاب روت، مصنف کتاب آستر، ایوب، داؤد صاحب، زبور، سلیمان صاحب امثال وغزل الغزلات، واعظ، یسعیاہ، یرمیاہ، حزقی ایل، دانی ایل، ہوسیع، یوایل، عاموس، عبدیاہ، یونا، میکہ، نحوم، حبقوق، ضفیاہ، حجی، زکریا، ملاکی کے الہامات یا تصنیفات کا مجموعہ ہے۔

علیٰ ہذا انجیلوں کو دیکھو کہ متی، مرقس، لوقا معہ اعمال، یوحنا، پولوس، یعقوب، پطرس یوحنا شاگردان مسیحؑ کے علمی کارنامے ہیں، مگر قرآن مجید کا اول اور معلّم صرف ایک ہے، صلی اللہ علیہ وسلم اس صحیفہ کا خود اسی کے ذریعہ آغاز اور اسی کے ذریعہ سے اختتام ہوتا ہے اور با ایں ہمہ یہ مصحف میں اپنے مضامین میں مکمل، اپنی تبلیغ میں کامل، دعوت الی اللہ میں یگانہ، رشد و ہدایت اور نور ورحمت میں وحید و یکتا ہے اور اپنے موضوع و مفہوم کے اتمام میں دوسری کتاب کا احتیاج مند نہیں، حالانکہ رگ وید، یجر وید سام دید کا اور اتھر دید ان تینوں کا محتاج ہے۔

نئے عہد نامہ کی تکمیل پرانے عہد نامہ کے بغیر نہیں ہوتی اور کتاب الاعمال کے بغیر اناجیل اربعہ کے مضامین ناقص رہ جاتے ہیں، حواریوں کے خطوط اتنے ہی ضروری ہیں جیسا کہ اناجیل اس سے قرآن پاک کی برتری وفوقیت اور جامعیت کا اندازہ فہم میں آسکتا ہے اگرچہ صحیح اندازہ کے لیے ضروری ہے کہ مضامین پر عبور تام بھی ہو۔

خصوصیت نمبر ۸......اس کا اسلوب کلام نہایت شستہ ومہتاب ہے

خصوصیات قرآن مبارک میں یہ بھی ہے کہ اس کا اسلوب کلام نہایت شستہ و مہتاب ہے، وہ کبھی کوئی فحش لفظ یا حیا سوز فقرہ کا استعمال ہی نہیں کرتا، کتاب حزقی ایل کو پڑھو، جس میں خدا نے بندوں کو اپنی دو جوروؤں اہولا اور اہولیا کا قصہ سنایا ہے، اُمید ہے کہ عیسائی فاضل بھی اس قصہ کو ایک تمثیلی بیان ہی خیال کرتے ہوں گے، مگر غور کرو کہ یہ تمثیلی بیان کیا کسی مرد کو اس کی عورت کی طرف سے حسنِ ظن باقی رہنے دیتا ہے، کیا انسانی کنبہ اس نورانی جوڑے سے بڑھ کر کسی اور نمونے کی تمنا کر سکتا ہے، ہاں! ذرا لفظوں کو دیکھو کتنے گرے ہوئے ہیں۔

ا۔غزل الغزلات میں ایک نوجوان چھوکری اپنے محبوب پر اور کوئی نوجوان لڑکا اپنی محبوبہ پر اظہار محبت کرتا ہے۔

ب۔عیسائیوں نے اچھا کیا کہ محبوبہ بروعلم کو بتلا دیا اور محبوب مسیحؑ کو اگرچہ اس کے کسی لفظ میں اس تاویل کا اشارہ تک نہ تھا۔اس بیان میں مرد اپنی محبوبہ کو ''اے میری بہن، اے میری زوجہ'' کہہ کر مخاطب کرتا ہے (غزل الغزلات ۴ باب ۹، ۱۰) کیا اس اسلوب کلام کو زمانہ پسند کرتا ہے یا زمانہ گزشتہ میں یہود میں باہمی خطاب کا یہ طریقہ جاری تھا۔

ج۔بائبل کی تمام کتابوں میں یہودیوں کی بدکاری کو یروشلم کی بدکاری بتلایا گیا ہے، پھر یروشلم کو عورت فرض کر کے اس کی برہنگی کے متعلق ایسے ایسے سخت و درشت الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن کی بابت مجھے امید ہے کہ وہ کسی گرجا کی محراب میں لیڈیز جینٹلمین کے سامنے بطور وعظ کبھی بھی نہیں پڑھے گئے ہوں گے، قرآن مجید تو الفاظ کا استعمال ایسی اعلیٰ لطافت سے فرماتا ہے کہ یہ اسی کا حصہ ہے حاجت ضروری سے فارغ ہونے کا ذکر کرنا تھا تو فرمایا ہے و جآء احدکم من الغائط غائط اس نشیبی زمین کو کہتے ہیں جہاں ایسی رفع حاجت کے لیے انسان اوجھل ہوا کرتا ہے، الغرض قرآن مجید کا اس بارہ میں درجہ بہت بلند

اور بہت روشن ہے۔ (بحوالہ رحمۃ العالمین جلد سوم)

خصوصیت نمبر ۹......آپ ﷺ پر نازل ہونے والا قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہے گا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَ اِنَّالَہٗ لحافِظُوْنَ "ہاں، ہم نے ہی اس قرآن کو اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی ضرور ضرور رکھیں گے"۔

وعدہ کی وقعت اور حفاظتِ قرآن کی عظمت

یہ اس وقت سمجھ میں آتی ہے، جب صحفِ سابقہ کا تھوڑا سا حال معلوم ہو جائے۔

ا۔تورات موسیٰؑ کا خمیر مایہ وہ دو الواح تھیں۔ جو موسیٰؑ کو کوہِ طور پر لکھی لکھائی دی گئی تھیں ہر دو الواح اُسی وقت ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں، جب موسیٰؑ نے میدان میں آ کر لشکر کو گوسالہ پرستی میں مصروف پایا تھا، کلیم اللہ غیرتِ ایمانیہ سے بے تاب ہو گئے، لوحیں پھینک دیں اور بھائی کو جا کر پکڑا، اس واقعہ کے بعد یہ احکام عشر اور دیگر احکام شریعت موسیٰ ہی کی حیات میں لکھے گئے اور عہد کے صندوق میں رکھے گئے (استثناء باب ۲۵) یہی ایک نسخہ تھا جس کی بابت توقع کی جا سکتی تھی کہ داؤد کے عہد تک خیمۂ عبادت میں بحفاظت موجود رہا ہو، لیکن سلاطین اول باب ۸ سے واضح ہے کہ جب عہد کا صندوق عبادت سے ہیکل سلیمانی میں لایا گیا تو پتھر کی دو شکستہ لوحوں کے سوا صندوق میں اور کچھ نہ تھا، اب ہم کو بلا کسی سند کے فرض کر لینا چاہیے کہ سلیمان نے کس طرح تورات کی شریعت کو جمع کر لیا ہو گا اور پھر عہد کے صندوق میں رکھوا دیا ہو گا، یہ مسلمہ ہے کہ ہیکل میں جو نسخہ بھی موجود تھا، اُسے بھی بخت نصر نے ہیکل کے ساتھ ہی جلا ڈالا تھا۔ یہ حادثہ ہائلہ ۵۸۶ ق م میں واقع ہوا۔

دارا شاہِ ایران کے عہد میں زرد بابل وغیرہ سرداران بنی اسرائیل نے ہیکل کو از سر نو تعمیر کیا تھا، کتاب کی بھی تلاش ہوئی، مگر نہ ملی (دیکھو کتاب عزیز) تب حضرت عزیز نے اپنی یادداشت اور حجی وزکریا کی امداد سے پھر کتاب کو تیار کیا جسے یہودی تورات کہتے ہیں (اسی کا ترجمہ یونانی زبان میں ابن توکس کے حکم سے ہوا) یہ واقعہ ۳۰۰ ق م کا ہے۔ پھر ابن

توکس چہارم کے وقت میں جب یہ بادشاہ ملک مصر پر حملہ آور ہوا تھا، اس کے سپہ سالار نے اس نسخہ کو اور ہیکل کو جلا ڈالا، یہودیوں کی تمام کتابوں کی تلاش کی گئی اور سب کو سوخت کر دیا گیا اور یہودیوں کو بت پرستی کا حکم دیا گیا، یہ واقعہ ۱۶۶ ق م کا ہے، ایک بڑھا کاہن اپنے تین فرزندوں کے ساتھ زبان بچا کر اپنے شہر مودن کو بھاگ گیا تھا۔ اس کے فرزند مقائیس نے ایک کتاب دو جلدوں میں لکھی، جو اسی کے نام سے مشہور ہے اور یہودی کے چند فرقے اسی کو اسلامی کتاب تسلیم کرتے ہیں، واقعات بالا پر پورا پورا غور کرو اصلی کتاب کے الفاظ رہنے کی کوئی بھی اصلیّت نظر آتی ہے؟

۲۔ اب انجیل کی سرگزشت سنو، انجیل کے نام سے عیسائیوں میں چار کتابیں مشہور ہیں انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا۔

متی کی انجیل کی سرگزشت یہ ہے کہ سب سے پہلے عبرانی زبان اور شہر یہوذا (واقع شام) میں لکھی، لیکن اس عبرانی نسخہ کا وجود دنیا سے ناپید ہے اس کا ایک ترجمہ یونانی زبان سے ملتا ہے لیکن کوئی عیسائی پادری نہیں بتا سکتا کہ یہ ترجمہ کب کیا گیا اور کس شخص نے کیا، موجودہ کتاب کا یہ حال ہے کہ اس کے باب اول و دوم کو شارح انجیل نورٹن صاحب نے بمقابلہ لوقا صحیح تسلیم نہیں کیا، بلکہ اقرار کیا ہے کہ یہ دونوں باب اصل مصنف کے لکھے ہوئے ہیں۔ (کتاب الاسناد ص ۵۳ نسخہ مطبوعہ ۱۸۳۷ء)

لوقا مصنف انجیل پولوس کا شاگرد ہے، اس نے مسیحؑ کو نہیں دیکھا اور اس کے اُستاد نے بھی مسیحؑ کی زندگی میں اس کی مخالفت ہی کی، لوقا نے اپنی انجیل انطاکیہ شہر میں بزبان یونانی لکھی تھی، لوقا نے اپنی انجیل کے شروع میں تحریر کیا ہے کہ وہ واقعات کو صحت کے بعد تحریر کرتا ہے، بزرگوار لوقا کے اس اعلان کے بعد یہ اُمید کرنا بالکل درست تھا کہ واقعات مندرجہ انجیل لوقا ضرور ہی صحیح ہوں گے لیکن انجیل کا وہی شارح فاضل نورٹن لکھتا ہے، جن اعجازی باتوں کو لوقا نے لکھا ہے ان میں جھوٹی روائیتیں بھی شامل ہوگئی ہیں اور اس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ سے اندراج کیا ہے اور اس زمانہ میں سچ کو جھوٹ سے تمیز کرنا مشکل ہے۔ (کتاب الاسناد)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ جس کتاب میں سچ سے جھوٹ کا تمیز کرنا بھی مشکل ہو جائے، وہ کہاں تک محفوظ کہلانے کی مستحق ہے۔

مرقس شمعون پطرس کا شاگرد ہے، اس نے بھی انطا کیہ ہی میں اپنی کتاب کو یونانی زبان میں لکھا، مرقس اور لوقا کے مضامین میں بہت اختلاف ہے۔

یوحنّا بن سندائی کی انجیل غالباً بلحاظ سنِ تصنیف سب سے آخری ہے، اس نے بھی اپنی کتاب کو یونانی زبان میں ہی لکھا، کہا جاتا ہے کہ یہ مسیحؑ کا شاگرد تھا، لیکن اس کی تصنیف میں یونانیوں کے قدیم عقیدہ کا بہت اثر شامل ہے۔

تمام عیسائیوں کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ اناجیل اربعہ میں سے کوئی انجیل بھی مسیحؑ پر منجانب اللہ نازل شدہ نہیں، بلکہ یہ کتابیں انہی مصنفین کی تصنیف ہیں، جن کے نام سے یہ منسوب ہیں، اب ان کتابوں کا تقدس اس طرح قائم کیا جاتا ہے کہ ان مصنفین نے ان کتابوں کو روح القدس کی مدد اور یاوری سے لکھا تھا اگر یہ امر صحیح ہے تو ان چاروں کے مضامین میں تناقض اور تضاد نہیں ہونا چاہیے لیکن ان میں اتنا تناقض موجود ہے کہ تطبیق دینا سخت دشوار ہے، آدم کلارک، نورٹن اور ہارون صاحب انجیل کے مشہور شارح ہیں، تینوں کا متفقہ قول ہے کہ تطبیق کی کوئی صورت موجود نہیں، پادری فریخ کو اقرار ہے کہ ان انجیلوں کی چار پانچ آیتوں میں تحریف بھی ہوئی ہے، نیز وہ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ ان میں چھوٹی موٹی تیس ہزار غلطیاں موجود ہیں، چاروں انجیلوں کا مجموعہ ایک سو صفحے سے زیادہ نہیں، ایک سو صفحے کی تحریر میں جب تیس ہزار غلطیاں موجود ہوں تو کتابوں کے محفوظ رہنے کا خیال کرنا بھی عقل سے دور ہے اور اس سے زیادہ نتیجہ اخذ کرنا ہمارے اس مضمون کے موضوع سے زائد ہے۔

۳۔اب پارسیوں کی کتاب کا حال دیکھیے ایرانی قوم بڑی قدیم قوم ہے، اُن کی کتابیں بھی موجود ہوں گی، لیکن کتاب ژند تو زرتشت کے عہد سے بھی پہلے نادرالوجود ہو چکی تھی، کہتے ہیں کہ ژند کے پچیس باب تھے اور اب صرف انیسواں ''دندیدار'' پایا جاتا

ہے، ژند کے بعد اس کا درجہ پازند نے حاصل کر لیا، لیکن سکندر ماکدُونی کی فتح ایران کے بعد وہ بھی عنقا ہو گئی، سکندر کے بعد تین سو سال تک طوائف الملو کی رہی اور مذہبی حالت بھی بہت خراب تھی جب اردشیر بابکان ایران کا بادشاہ بنا، ژند و پاژند کی جگہ دساتیر لکھی گئی اور اسی کو آسمانی کتاب کا درجہ دیا گیا لیکن جب مانی نے اپنا مذہب چلایا تب دساتیر کو بھی ختم کر دیا گیا، مانی کے بعد مژوک نے اپنا مذہب ایجاد کیا اور اس نے پارسیوں کی مذہبی کتابوں کو اچھی طرح سے تباہ اور نابود کر دیا، یہ سب واقعات اسلام سے پہلے کے ہیں، دساتیر کے متعلق اہلِ تحقیق کا بیان ہے کہ وہ صرف دعاؤں کا مجموعہ ہے، صبح شام پڑھے جانے والی دعائیں اس میں درج ہیں، مندرجہ بالا حالات سے پتہ لگ جاتا ہے کہ سکندر کی غارت گری کے بعد اس قوم کے پاس کوئی ایسا صحیفہ موجود نہ تھا، جو آسمانی کہلانے کا مستحق ہو۔

۴۔ ہندوستان میں نہایت قدیم کتاب ''وید'' سمجھی جاتی ہے۔ وید کی عزت کو آریہ اور سناتن دھرمی دونوں تسلیم کرتے ہیں، اس اجمالی اقرار عظمت کے بعد آریہ اور سناتن دھرمیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے، آریہ کہتے ہیں کہ وید صرف منتر بھاگ کا نام ہے، سناتن دھرمی کہتے ہیں کہ برہمن بھاگ بھی اصلی وید ہے، اور برہمن بھاگ اپنے علم کے اعتبار سے منتر بھاگ سے دو چار زیادہ ہیں، اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ وید کو ماننے والی قومیں یا تو ۲/۳ حصہ وید کو اصل سے خارج کر رہی ہیں یا ۲/۳ حجم کو وید اصلی میں داخل کر رہی ہیں اور ہر دو صورت کتاب مذکور کا غیر محفوظ ہونا ثابت ہے، زمانہ حاضرہ میں سب ہندو کہتے ہیں کہ وید چار ہیں، مگر منو جی مہاراج کی سمرتی میں صرف تین ویدوں رگ، یجر، سام کا نام آیا ہے چوتھے وید اتھرو کا نام نہیں آیا، سنسکرت کی اور بھی قدیم ترین کتابیں ایسی ہیں، جن میں یہی تین نام پائے جاتے ہیں بعض پرانی کتابیں ایسی بھی ہیں، جن میں تقریباً ۳۲ کتابوں پر اسم وید کا استعمال کیا گیا ہے، سب ہندو وید کو خدا ساز بتاتے ہیں، مگر نیائے روشن کا مصنف گوتم وید کو کلام انسان بتاتا ہے، گوتم اس درجہ کا شخص ہے کہ اس کا شاستر چھ شاستروں میں سے ایک ہے اور ان ہر شش کو شاستر بہ طور مسلمہ آریہ اور سناتنی سب تسلیم کرتے ہیں۔

ہندوستان کے مذاہب میں سے جین مت بھی ہے، جینی لوگ دید کے ایک حرف کو بھی صحیح نہیں سمجھتے اور دید کا آکاس بانی ہونا بھی وہ قطعاً تسلیم نہیں کرتے، یہ لوگ بھی اپنی قدامت کو دیدوں کے زمانہ سے ماقبل کے بتاتے ہیں اور کتابوں کو دید سے قدیم تر ظاہر کرتے ہیں۔

ہمارے ان مختصر سے مختصر فقرات سے ناظرین باخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ حفاظت الٰہیہ نے مندرجہ بالا کتب میں سے کسی کا ساتھ نہیں دیا اور اس ہر ایک کتاب کے وجود یا اجزائے وجود پر خود اسی مذہب کے اشخاص نے شک وگمان اور ظنون واوہام کے غلاف چڑھا رکھے ہیں، قدرت الٰہی نے نہ صرف یہی کیا کہ کتابوں کی حفاظت نہیں کی بلکہ اس زبان کی لغت اور حفاظت بھی چھوڑ دی، جن میں یہ کتابیں لکھی گئیں یا نازل کی گئی تھیں، ذرا غور کیجئے، عبرانی جو تورات کی زبان تھی اور خالدی جو مسیحؑ کی زبان تھی اور درّی جو ژندو پاژند کی زبان تھی اور سنسکرت قدیم جو دید کی زبان تھی، اب دنیا کے کسی پردہ پر کسی براعظم یا کسی ملک یا کسی ضلع یا کسی شہر میں بہ طور زبان استعمال ہیں؟ قدرت نے ان السنہ کو ناپید کرنے سے اپنا فیصلہ قطعی صادر کر دیا ہے کہ اب انسان کو ان کتابوں کی بھی ضرورت نہیں رہی جو ان زبانوں میں مروّج کی گئی تھیں

دوم۔ اس حفاظت الٰہیہ کا اندازہ کیجئے، جو قرآن مجید کے متعلق ہے کہ اس کا زیر وزبر اور حرف بہ حرف توالی وتواتر کے ساتھ ثابت شدہ ہے، ملک چین میں ایک ایک حرف پورے یقین کے ساتھ اسی طرح پایا جاتا ہے جیسا کہ مراکو میں موجود ہے، اگر حفاظت الٰہی خود کارفرما نہ ہوتی ایک ایسی کتاب میں ہزاروں غلطیوں کا ہو جانا صرف ممکن بلکہ ضروری تھا جس کا پیش کرنے والا **ولا تخطه بيمينك** سے مخاطب ہو، آپ ﷺ تو اپنے داہنے ہاتھ سے خط کھینچنا بھی نہیں جانتے تھے، برہان بالا حفاظت الٰہی کے متعلق قطعی ہے۔

اس برہان خاتمہ پر تکمیل مدعا کی غرض سے یہ بھی لکھ دینا ضروری ہے، امیر المومنین عثمان ذوالنورینؓ نے بھی حفاظت قرأت وکتابت قرآنی میں بہت بڑی خدمت کو سرانجام دیا

ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی زید بن ثابتؓ کی نگرانی میں سات قرآن مجید لکھوائے اوران کوسات نائبان سلطنت کے پاس اپنے دستخط اور مہر رسالت سے مزین کر کے بھجوایا، اس سے بھی حفاظت قرآنِ پاک مدعا تھا تا کہ رسم الخط میں بھی آئندہ کوئی تفاوت پیدا نہ ہو سکے، کاتب وحی کے قلم اور خلیفہ راشد کے دستخط اور مہر رسالت سے مزین شدہ قرآن آئندہ زمانے کے کاتبین کے واسطے صحت ونقل ومقابلہ کے لیے بے بہا گوہر تھا۔

آج کل تو جادہ پر ہی نقول کا اعتبار چلتا ہے، یعنی کسی کتاب کی صحت کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ وہ اس نسخہ کے مطابق ہو، جس سے نقل کی گئی ہے، لیکن یہ امر کہ منقول عنہ کی صحت کا ثبوت کیا ہے، مفقود ہے، خلیفہ راشد نے نقل وصحت میں شک واختلاف مٹانے کے لیے اصل شئے قائم کردی تا کہ بحالت ضرورت اسی کی جانب رجوع کیا جائے۔

معترضین اسلام نے چاہا کہ اس واقعہ کی صورت بگاڑ کر کچھ فائدہ اٹھائیں جھٹ کہہ دیا کہ عثمانؓ نے قرآن میں تصرف کیا تھا، ان کوتاہ فہم لوگوں کو نہ اس عہد کے اسلامی ممالک کی حالت معلوم ہے اور نہ قرآنی ترویج کی خبر ہے، سیّدنا عثمانؓ اور اسلامی ممالک کے باہمی تعلقات کا بھی اُن کو علم نہیں، اگر ان سب باتوں کا علم ہوتا تو وہ یہ بات زبان پر نہ لاتے۔

سب جانتے ہیں کہ اسلام میں پانچ نمازیں فرض ہیں، جن میں سے تین میں قرآن مجید بآواز بلند پڑھا جاتا ہے اور چونکہ ہر شخص مجاز ہیکہ جہاں سے وہ چاہے جتنا چاہے قرأت کرے، اس لیے دنیا پر پھیلے ہوئے کروڑوں انسان صدہا مقامات پر مختلف اجزاء وسورتوں سے قرآن مجید کی قرأت روزانہ کیا کرتے ہیں، ایک پڑھتا ہے اور بیسیوں، سینکڑوں مقتدی سنا کرتے ہیں، اقتداء کرنے والوں میں بھی بہت تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے، جن کو خود بھی وہ آیات جو امام نماز میں پڑھ رہا ہے یاد ہوتی ہیں، یہ طریقہ عہد نبوی سے جاری تھا اور ہر شہر اور ہر قصبہ ہر قریہ میں برابر اسی پر عمل در آمد رہا۔

خلافت عثمانی سے پیشتر قرآن پڑھنے والوں کی تعداد کروڑوں پر پہنچ گئی تھی اور اس کے نسخے الوف درالوف بستیوں میں موجود تھے اسلیئے عثمانؓ کے حیطہ اقتدار سے باہر تھا کہ وہ

سب کی زبانوں، سب کے دماغوں اور سب کی کتابوں پر قبضہ کر کے ایک بھی لفظ کی کمی و بیشی کر سکتے۔

ہاں ہم کو وہ مسائل فقیہہ بھی معلوم ہیں، جن میں صحابہ کا اختلاف حضرت عثمان غنیؓ سے تھا۔ مثلاً منیٰ میں پوری نماز پڑھنا اور قصر نہ کرنا، اور محرم کا کسی غیر محرم کے شکار کو استعمال کر سکنا، جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل میں بھی بعض صحابہ نے اُن کے خلاف کیا اور ہر ایک اپنے اپنے اجتہاد فقہی پر محکم رہا تو پھر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ عثمانؓ قرآن مجید کے متعلق کوئی خود ساز تبدیلی کرے اور صحابہ اس پر خاموش رہ جاتے۔

اس سے بھی بڑھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ اہل مصر نے حضرت عثمانؓ کے بعض افعال پر نکتہ چینی کی، ان کو بیت المال کا اسراف سے خرچ کرنے والا یا اپنی قوم کو بہت زیادہ عہدہ و مناصب دینے والا بتلایا اور انہی امور پر اہل مصر نے ایسی بغاوت کی کہ اس کا اختتام امیر المؤمنین عثمانؓ کی شہادت پر ہوا، لیکن ہم کسی مصری اور اُس عہد کے کسی اور شدید البغض انسان کو بھی قرآن مجید کے متعلق حضرت عثمانؓ کی شان میں ایک حرف کہتا ہوا بھی نہیں سنتے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ اُن کے بعد خلیفہ ہوتے ہیں اور اپنی تمام خلافت کے زمانے میں قرآن کی ترتیب عثمانی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے اور نہ اس ترتیب کے بعد کوئی لفظ زبان سے نکالتے ہیں، بلکہ ہمیشہ نمازوں اور وعظوں میں اُسی قرآن کا ورد فرماتے ہیں۔

امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰؓ اور امیر معاویہؓ میں جنگ صفین ہوتی ہے۔ اہل شام قرآن مجید کو بلند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے تمہارے درمیان یہ قرآن مجید حکم ہوگا۔ اُسی وقت حزب مرتضویؓ میں سے کوئی ایک بھی یہ نہیں کہتا کہ اہل شام کے قرآن پر کیا اعتماد ہے؟ حالانکہ فریق بر سر جنگ کو اگر ذرہ بھی گنجائش ایسے لفظ کہنے کی مل جاتی تو وہ محارب کی اس تدبیر کو کالعدم کر سکتا تھا، لیکن شامیوں کے پیش کئے ہوئے قرآن ہی کو قرآن ماننا پڑا اور عارضی صلح منعقد ہوگئی، ان واقعات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ امیر المؤمنین عثمانؓ نے حفاظتِ

قرآن کے متعلق ایسی خدمت ادا کی، جس پر تمام عالم اسلام کا اتفاق تھا۔ جاہل و عالم، دانا و نادان دوست و دشمن اُن کے اس فعل حمیدہ میں ذرا بھی شک نہ رکھتے تھے اور یہ اتفاق کامل صرف قرآن مجید ہی کے متعلق حاصل ہے اور یہ بھی ایک زبردست خصوصیت حفاظت کتاب حمید کی ہے۔ (بحوالہ جستہ جستہ از رحمۃ العلمین جلد سوم)

خصوصیت نمبر ۱۰...... آپ ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن کی نظیر کوئی نہ بنا سکے گا

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾

اے رسولؐ سب سے کہہ دیجیے کہ اگر سب انسان اور تمام جن بھی مجتمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کی مدد و اعانت بھی کریں اور پھر وہ اس قرآن جیسی کوئی کتاب بنانا چاہیں تو وہ ہرگز ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے۔ الفاظ دعویٰ کی شوکت اور قوت غور کرنے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک کو کلام محمد کہنے والے ذرا غور کریں کہ زہیر و نابغہ، امراء القیس و عنترہ جیسے لوگوں کے لیے یہ دعویٰ کتنا ذلیل کُن ہے۔ وہ جو اپنے اپنے کلام کو ہرن کی جھلیوں پر آبِ زر سے لکھواتے بایام حج عام دیوار کعبہ پر آویزاں کیا کرتے تھے، کیوں اس دعویٰ کے بطلان پر آمادہ نہ ہوئے وہ ابولہب، ابوجہل کعب بن اشرف، سلام مشکم جیسے قریشی و یہودی جنہوں نے اسلام کو تباہ کرنے کی دھن میں زر و مال اور نفس و اولاد کو قربان کر دیا تھا، ایسی آسان تدبیر کی جانب متوجہ نہ ہوئے، کیسی عجیب بات ہے ایک شخص جوان ہی میں پلا اور بڑھا ہے اور جو وہی زبان بولتا ہے، جوان سب کی ہے اور پھر وہ ان سب کے پیارے مذہب اور مرغوب رسوم اور پسند کردہ عادات اور ان کے برگزیدہ معبودوں کے خلاف جوش دلانے والے الفاظ کا استعمال کر رہا ہے اور اپنی صداقت کی تائید میں ایک کلام کو جو اسی کے منہ سے نکلی ہے، بطور دلیل پیش کر رہا ہے، ان سب حالات کی موجودگی میں بھی کوئی شخص اس جیسی زبان نہیں بول سکتا اور کوئی شخص بالمثل کلام پیش کر کے اس کی تحدی کو باطل نہیں ٹھہرا سکتا۔

اچھا اس وقت کا ذکر چھوڑیئے زمان حاضرہ پر نگاہ ڈالیئے شام، بیروت، دمشق و مصر

اور فلسطین میں لاکھوں عیسائی اور یہودی موجود ہیں، جن کی مادری زبان عربی ہے جو عربی زبان میں نثر لکھنے پر قادر ہیں، جن کی ادارت میں اخبار، جرائد اور رسائل اشاعت پزیر ہیں، وہ آج کیوں اس دعویٰ قرآن کے مقابلہ میں کھڑے نہیں ہو جاتے؟ ان میں تو ایسے ایسے ادیب و ماہر زبان بھی موجود ہیں جنہوں نے لغات عربیہ پر قطر المحیط، المنجد، اقرب الموارد اور المحیط جیسی کتابیں لکھ ڈالی ہیں، وہ کیوں قرآن جیسی کتاب لکھنے کی سعی نہیں کرتے؟ وہ کیوں دس سورتوں کے برابر ہی نہیں لکھتے، وہ کیوں ایک ہی سورت کے برابر لکھنے کی جرأت نہیں کرتے؟ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ عربیت کا ماہر اور ادب میں ید طولیٰ رکھنے والا ہوگا اس پر اتنا ہی زیادہ رُعب کلام قرآنی کا غالب آجاتا ہے، آج عیسائیت کی اشاعت میں کروڑوں، اربوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے لیکن جس شخص کو قرآن حکیم نے تحدی بنایا، اس پر کوئی بھی قلم اُٹھانے کا حوصلہ نہیں کرتا، معترض عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شاید یہ کہہ سکتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وقت کے مشہور مشہور زبان آوروں کی قابلیت کا اندازہ کرنے کے بعد ایسا دعویٰ کر دیا ہوگا۔

خصوصیت نمبر ۱۱...... آپ ﷺ پر نازل ہونے والا قرآن حفظ یا درکھا جائے گا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ یہ قرآن تو وہ روشن آیتیں ہیں جو علم والوں کے سینہ میں رہتی ہیں۔

ساری کتاب کو حفظ کر لینا ایک اچھوتا خیال تھا، کیوں کہ قرآن مجید سے پیشتر دنیا میں کوئی کتاب حفظ نہ کی گئی تھی، اس لیے اس خیال کا پیدا ہونا ہی اس کے لیے الہامی ہونے پر دلیل ہے اس پیش گوئی کے مطابق ہر ملک ہر صوبہ ہر ضلع ہر شہر میں حفاظ قرآن کی کافی تعداد پائی جاتی ہے، جو اس صحت اور اتقان اور یقین واثق کے ساتھ تلاوتِ قرآن پاک کرتے ہیں کہ ان کی قرأت سے مطبوعہ کتابت کی صحت کی جاتی ہے، مگر ان حفّاظ کو مطبوعہ یا قلمی کتاب سے صحت کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی، اگر کسی حافظ کو اپنے پڑھنے میں کہیں شبہ پڑے گا تو وہ اس کی صحت دوسرے حفاظ ہی سے جا کر کریگا، یہ ایسی زبردست پیش گوئی ہے کہ تمام دنیا

اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے، حفاظت کا ایسا انتظام بالکل لاثانی ہے اور محض منجانب اللہ تعالیٰ ہے۔

خصوصیت نمبر ۱۲ ......آپ ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن کو حفظ کرنا آسان ہوگا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان بنادیا ہے۔

اس سے پہلی خصوصیت کے ذیل میں تحریر کیا گیا ہے کہ ساری کتاب کو حفظ کر لینے کا خیال ہی بالکل اچھوتا ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جب مسلمانوں نے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں دنیا کی تمام اقوام اور ممالک کے سامنے قرآن مجید کو از بر سنانا شروع کیا، تب دوسروں کو بھی اُمنگ اُٹھنی چاہیے تھی کہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا جوش پیدا ہونا چاہیے تھا کہ وہ بھی اپنے اپنے مذہب کی کتاب کو حفظ کر لیتے کیوں کہ ان کے سامنے یہ نظیر موجود تھی، مگر کوئی بھی ایسا نہ نکلا، نہ یہودی نہ عیسائی، نہ پارسی، نہ ہندو، اور نہ کوئی اور کہ جس نے اپنے پسندیدہ مذہب کی پسندیدہ کتاب کو حفظ کرلیا ہو، اس کی وجہ خود قرآن پاک نے بتلا دی ہے کہ یہ خصوصیت بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ہی میں رکھ دی ہے کہ وہ یاد کرنے والوں کو جلد اور آسانی سے یاد ہو جاتا ہے، غور کیجئے ربّ العلمین نے اور کسی کلام کے اندر خواہ کسی زمانے میں وہ کلام آسمان ہی سے زمین پر اُتارا گیا تھا، یہ خصوصیت،، یہ خاصیت، یہ مابہ الامتیاز رکھا ہی نہیں، اس لیے کوئی دوسری کتاب کسی اور مذہب والے کو از بریاد کیوں کر ہو سکتی تھی اور کیوں کر کوئی شخص حفاظ قرآن کی طرح ایسی صحت، ایسے تقیّن کے ساتھ اپنی کتاب کو حافظہ سے سنانے کی جرأت کر سکتا تھا یہ ہے قدرت کی زبردست طاقت اور یہ ہے فطرتِ انسانی کے اصل منشا کا راز جس کے مقابلہ سے دنیا عاجز ہے۔ (بحوالہ رحمۃ اللعالمین جلد سوم)

قرآن کریم کے کچھ عظیم فضائل

محترم قارئین گزشتہ صفحات میں آپ نے قرآن کریم سے متعلق مختلف مضامین اور

دلچسپ معلومات ملاحظہ فرمائیں اب آخر میں قرآن کریم کے کچھ چیدہ چیدہ فضائل بیان کیئے جارہے ہیں، ملاحظہ فرمایئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم والی زندگی اپنانے کی توفیق توفیق عطا فرمائے آمین یارب العٰلمین

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔قیامت کے روز قرآن والا آئے گا قرآن کریم اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے درخواست کرے گا: ''اے پروردگار! اسے آراستہ فرمادیں۔'' چنانچہ قرآن والے کو عزت کا تاج پہنا دیا جائے گا۔قرآن کہے گا: ''اے رب! اس سے راضی ہو جا۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں گے۔حکم ہوگا: ''پڑھتا جا اور جنت کی منزلیں چڑھتا جا۔'' اور ہر ایک آیت کے بدلے ایک نیکی بڑھا دی جائے گی۔ (ترمذی شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قرآن کی شفاعت قبول ہوگی اور شکایت کی شنوائی بھی ہوگی۔جس نے اسے اپنا رہنما بنالیا وہ اسے جنت میں لے جائے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا وہ اسے جہنم تک پہنچا دے گا۔''

آیت الکرسی کا اہتمام جنت میں لے کر جائے گا

حضرت ابو امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: من قرأ آیة الکرسی فی دبر کل صلاة مکتوبة لم یمنعه من دخول الجنة الا ان یموت. (جامع صغیر) ترجمہ: ''جو آدمی ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے اس کے داخلۂ جنت میں صرف موت کی رکاوٹ ہے۔''

سورۃ الملک جنت میں لے کر جائے گی

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیان کرتے ہیں کی جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قرآن کریم کی ایک سورت ہے، جس کی صرف تیس آیتیں ہیں، پڑھنے والے

کی طرف سے جھگڑا کرے گی، بالآخر اسے جنت میں داخل کر کے رہے گی، اور یہ سورت "تبارک" ہے۔

سورۃ اخلاص کی محبت جنت میں لے کر جائے گی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب مسجد قبا میں انصار کو نماز پڑھایا کرتے تھے، وہ ہر رکعت میں "**قل ہو اللہ احد**" ضرور پڑھتے آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تم یہ سورت کیوں پڑھتے ہو؟...... "اس نے کہا: "یارسول اللہ ﷺ! مجھے اس سورت سے محبت ہے۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس سورت سے محبت تجھے جنت میں داخل کردے گی۔"

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **من قرأ قل ھو اللہ احد حتّٰی یختمھا عشر مراتٍ بنی اللہ لہ قصرًا فی الجنۃ.** "جو آدمی "**قل ہو اللہ احد**" پوری سورت دس مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (اس عمل کے بدلے) جنت میں ایک محل بنادیتے ہیں۔"

صاحب قرآن کا مقام ومرتبہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کی منزلیں چڑھتا جا اور جس طرح تم دنیا میں ترتیل وتجوید سے قرآن پڑھتے تھے اسی طرح پڑھو اور جس مقام پر تمہاری آخری آیت ہو وہی تمہاری منزل ہے۔" (مسندِ احمد)

تلاوت کرنے والوں سے وفات کے بعد فرشتوں سے ملاقات

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں تلاوت کی جاتی ہے، اس گھر کے اوپر نور کا ایک خیمہ سایہ فگن رہتا ہے، اور آسمان اور آسمان کے فرشتے اس نورانی خیمے سے گھر کو شناخت کرتے ہیں، جس طرح

چٹیل میدان اور دریاؤں کے بیچ میں جب انسان ہوتا ہے وہ چمکتے تاروں سے راہنمائی حاصل کرتا ہے، جب قرآن پڑھنے والا وفات پاتا ہے، تو اس کے گھر کے اوپر سے وہ نورانی خیمہ اٹھالیا جاتا ہے، آسمان کے فرشتے کو جب وہ خیمہ دکھائی نہیں دیتا تو وہ سمجھ جاتا ہے کہ وہ وفات پا گیا ہے۔

چنانچہ اس کی ملاقات کے لئے وہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جاتے ہیں، پھر اس کی روح پر رحمت و درود بھیجتے ہیں اور قیامت کے دن تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں، جس شخص نے تہجد کی نماز میں تلاوت قرآن کی وہ رات اس کے حق میں آنے والی رات کو وصیت کرتی ہے۔ اس کو اس وقت بیدار کر دینا جس وقت یہ تلاوت کرتا ہے، پھر جب اس بندہ کی وفات ہوجاتی ہے اور لوگ اس کی تجہیز و تکفین میں لگے ہوتے ہیں اس وقت قرآن حسین وجمیل صورت میں آکر اس کے پاس کھڑا ہوجاتا ہے جب کفن میں لپیٹتے ہیں تو قرآن سینے سے چمٹ جاتا ہے، دفن کرنے کے بعد نکیرین اور میت کے درمیان حائل ہوجاتا ہے مگر پھر نکیرین کو سوال کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اس پر مامور ہیں، نکیرین کے سوال کا برحق جواب دینے پر قرآن اللہ کی اجازت سے لباس لاتا ہے، اور ہزار فرشتے یہ سامان لاکر قبر میں بچھا دیتے ہیں پھر قرآن قیامت تک میت کے ساتھ قبر میں رہ کر اس کی حفاظت اور نگرانی کرتا ہے، میت کے گھر والوں کی خبر روزانہ لاتا ہے، باپ کی طرح شفقت کرتا ہے، میت کی کوئی اولاد قرآن کی تعلیم کرتی ہے تو یہ قران میت کو خوشخبری سناتا ہے، اور اگر اولاد بری ہے تو اس کی اصلاح کے لئے دعا کرتا ہے۔ (مسند بزار)

قرآن پڑھنے سے فرشتوں کی معیت

حضرت عبیدہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم رات کو نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو قرآن بلند آواز سے پڑھا کرو، یہ آواز سن کر شیطان اور خبیث جنات بھاگتے ہیں اور فضا میں اڑنے والے فرشتے اس

کی آواز کو سنتے ہیں اور گھر میں رہنے والے بھی آواز سن کر نماز پڑھنے لگتے ہیں یہ رات اگلی راتوں کو وصیت کرتے ہوئے کہتی ہے: اے اس کی آخرت رات تو اس پر آسان ہو جائیو۔ پھر جب اس کی وفات ہو جاتی ہے تو قرآن آ کر سرہانے کھڑا ہو جاتا ہے اور غسل کی نگرانی کرتا ہے، جب کفن پہنایا جاتا ہے تو قرآن اس کے کفن اور سینے کے درمیان داخل ہو جاتا ہے جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور نکرین آتے ہیں تو قرآن نکل کر اس میت اور نکیرین کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہے، نکیرین قرآن سے کہتے ہیں تو ہمارے درمیان سے ہٹ جا، تاکہ ہم اس سے سوال کریں قرآن کہتا ہے خدا کی قسم اس وقت تک اس سے الگ نہیں ہو سکتا جب تک اس کو جنت میں داخل نہ کروں اگر تم کو اس بندے سے کوئی معاملہ کرنے کو حکم ملا ہے تو تم اپنا کام کرو، اس کے بعد نکیرین اس سے سوال کرتے ہیں پھر قرآن اس بندے کی طرف دیکھ کر پوچھتا ہے: کیا تو مجھے پہچانتا ہے، بندہ کہتا ہے نہیں، اس پر قرآن اپنا تعارف کراتے ہوئے کہتا ہے، میں وہ قرآن ہوں جس نے دنیا میں راتوں کو تجھے بیدار کر رکھا تھا، اور دن کو بھوکا، پیاسا رکھا تھا، کان اور آنکھ کی برائیوں سے باز رکھا تھا۔ اب میں تیرے لئے سچا دوست اور سچا بھائی ہوں، تو خوش ہو جا کہ نکیرین کے سوال کے بعد تجھے کوئی غم نہیں۔ وہاں سے نکیرین رخصت ہو جاتے ہیں اور قرآن بھی اپنے اللہ کے پاس لوٹتا ہے، اور اس بندے کے واسطے بچھانے کے فرش مانگتا ہے۔

چنانچہ اس کو بچھونا اور نورانی قندیل دینے کا حکم ہوتا ہے، ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار فرشتے اٹھا کر چلتے ہیں، قرآن ان سب سے پہلے ہی بندہ کے پاس پہنچ کر پوچھتا ہے: اے بندے! میرے جانے کے بعد تجھے کوئی گھبراہٹ تو نہیں ہوئی، میں صرف اتنی دیر کے لئے تجھ سے جدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے تیرے لئے بچھونے کا انتظام کروں، میں یہ چیزیں تیرے پاس لایا ہوں اسی دوران وہ فرشتے وہ چیزیں لا کر اس کے نیچے بچھا دیتے ہیں اور جب اس کو دہنی کروٹ پر لٹا کر آسمان پر چڑھتے ہیں تو بندہ دیکھتا ہے، پھر جانب قبلہ زمین کو

دھکا مارتا ہے وہ حدِ نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے۔

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت

وعَن جُبیرِ بنِ نُفیرٍ رضیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہُ انَّ رسولَ اللّٰہ صلَّی اللّٰہُ علَیہِ وسلَّمَ قالَ اِنَّ اللّٰہَ ختمَ سورۃُ البقرۃِ بِاٰیَتَینِ اُعطِیتُھُما مِن کَنزِہِ الذی تحتَ العرشِ فتعلَّمُوھُنَّ وعلِّمُوھُنَّ نِسائکُم فَاِنَّھا صلوۃٌ وقِربانٌ ودُعاءٌ ترجمہ حضرت زبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی دو آیتوں پر سورۂ بقرہ ختم فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خزانہ سے دی ہیں جو اس کے عرش کے نیچے ہے لہٰذا تم ان آیتوں کو سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھلاؤ (تا کہ وہ بھی تلاوت کریں اور ان کے سیکھنے سکھانے کی ضرورت اس لئے ہے) کہ یہ (ذریعہ) رحمت ہیں اور (اللہ کے) نزدیکی ہونے کا سبب ہیں اور سراپا دعا ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

تشریح...... اس حدیث میں سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت بیان فرمائی اور حکم دیا ہے کہ ان کو سیکھیں اور عورتوں کو بھی سکھائیں تا کہ سبھی ان کی برکتوں سے مالا مال ہوں، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں (آمن الرسول سے لے کر سورۃ کے ختم تک) اللہ نے مجھے اپنے اس خزانہ سے دی ہیں جو اس کے عرش کے نیچے ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں آیتیں ذریعہ رحمت اور اللہ کی نزدیکی حاصل ہونے کا سبب ہیں اور سراپا دعا ہیں ان آیتوں کو یاد کریں بار بار پڑھیں اور خصوصیت کے ساتھ سوتے وقت ضرور پڑھا کریں، عورتوں کو ذکر و تلاوت میں مردوں سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے، آخرت کی دوڑ دھوپ میں سب یکساں ہیں جو جتنا کرلے گا اس کا اجر پالے گا مرد ہو یا عورت ہو آخرت بے انتہا ہے وہاں کی نعمتیں بھی بے انتہا ہیں عمریں بھی بے انتہا ہوں گی، نعمتوں کی نوازش ہوگی جو مرد و عورت جس قدر اعمال صالحہ کی پونجی ساتھ لے جائے گا وہاں ثواب پائے گا۔

سورۃ بقرہ اور آل عمران کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (یعنی گھروں میں ذکر وتلاوت کا چرچا رکھو اور ذکر وتلاوت سے خالی رکھ کر گھروں کو قبرستان نہ بنادو کہ جیسے وہاں ذکر وتلاوت کی فضا نہیں ایسے ہی تمہارے گھر بھی اس سے خالی ہو جائیں اور زندہ لوگ مردوں کے مشابہ بن جائیں) پھر فرمایا کہ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے لوگوں کے لئے (جو اسے پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اس کی تلاوت کا ذوق رکھتے ہیں) سفارشی بن کر آئے گا، پھر فرمایا کہ دو روشن سورتیں پڑھو (یعنی سورۂ بقرہ اور آل عمران کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن دو سائبانوں کی طرح آئیں گی اور (اپنے لوگوں کو بخشوانے اور درجے بلند کرانے کے لئے خدائے پاک کے حضور میں) خوب زوردار سفارش کریں گی، پھر فرمایا کہ سورۂ بقرہ کو پڑھو کیونکہ اس کا حاصل کر لینا باعث برکت ہے اور اس کا چھوڑ دینا باعث حسرت ہے اور یہ باطل والوں کے بس کی نہیں۔ (مسلم شریف)

آیۃ الکرسی کی فضیلت

آیۃ الکرسی بھی سورۂ بقرہ کی ایک آیت ہے جو تیسرے پارے کے پہلے صفحہ پر ہے اس کے پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ اللہ کی کتاب میں کون سی آیت سب سے زیادہ بڑی ہے حضرت ابی کعب نے عرض کیا اللہ و رسول ہی زیادہ جانتے ہیں آپ نے پھر یہی سوال کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ سب سے بڑی آیت یہ ہے **اللہ لا اِلٰہ الّا ھو الحیُّ القیُّوم** الخ یہ سن کر ان کی تصدیق فرماتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا تم کو علم مبارک ہو بعض احادیث میں آیۃ الکرسی کو تمام آیات قرآنیہ کی سردار فرمایا ہے (حصن حصین) ایک حدیث میں ہے کہ جب تم رات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی **اللہ لا اِلٰہ الّا ھو الحیُّ القیُّوم** آخر تک پڑھ لو۔ اگر ایسا کر لو گے تو اللہ کی طرف سے تمہارے اوپر

ایک نگراں مقرر ہو جائے گا اور تمہارے قریب شیطان نہ آئے گا۔ (بخاری شریف)

فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کی فضیلت

فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی چاہئیے حضرت علی ﷜ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ہر (فرض) نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھ لے اس کو جنت میں جانے کے لئے موت ہی آڑ بنی ہوتی ہے اور جو شخص اس آیت کو اپنے بستر پر لیٹتے وقت پڑھ لے تو اللہ اس کے گھر میں اور پڑوسی کے گھر میں اور آس پاس کے گھروں میں امن رکھے گا، شیطان کے اثر، آسیب، بھوت پریت سے بچنے کے لئے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت آیۃ الکرسی کا پڑھنا مجرب ہے۔ سورۂ بقرہ آخری دو آیتیں) آمن الرسول سے لے کر ختم سورۃ تک) ان کے پڑھنے کی بھی بہت فضیلت آئی ہے، آخری آیت میں دعائیں ہیں جو بہت ضرورت کی دعائیں ہیں اور ان دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ بھی ہے حضور اقدس ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ اس وقت آسمانوں کا ایک دروازہ کھولا گیا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا، آپ نے فرمایا یہ ایک فرشتہ نازل ہوا ہے جو آج سے پہلے زمین کی طرف کبھی نازل نہیں ہوا، اس فرشتہ نے آپ کو سلام کیا اور کہا آپ خوشخبری قبول فرمائیں ایسی دو چیزوں کی جو سراپا نور ہیں آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ (۱) فاتحۃ الکتاب (یعنی سورۂ الحمد شریف) (۲) سورۃ بقرہ ی آخری آیات (ان دونوں میں دعائیں ہیں) اللہ کا یہ وعدہ ہے ان میں سے دعا کا جو بھی حصہ آپ پڑھیں گے۔ اس کے مطابق اللہ تعالیٰ تم کو ضرور عطا فرمائیں گے۔

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات رات کو پڑھنے کی فضیلت

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات رات پڑھ لیں تو یہ آیات اس کے لئے کافی ہوں گی یعنی رات بھر یہ شخص جن و بشر کی شرارتوں سے محفوظ رہے گا۔ ہر ناگوار چیز سے اس کی حفاظت ہو

گی۔ (بخاری ومسلم شریف)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دو آیتیں نازل فرمائی ہیں جن پر سورۂ بقرہ ختم کی ہے جس کسی گھر میں تین رات پڑھی جائیں گی تو شیطان اس کے گھر کے قریب نہ آئے گا ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ کے ختم پر جو آیتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے خزانوں سے دی ہیں جو عرش کے نیچے ہیں ان میں جو دعائیں ہیں ایسی جامع ہیں کہ انہوں نے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی نہیں چھوڑی جس کا سوال ان میں نہ کیا ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھنے سے کبھی فاقہ نہ ہوگا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا (راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد کا بیان ہے کہ) حضرت عبداللہ بن مسعود اپنی لڑکیوں کو حکم دے کر روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھوایا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ کیونکہ وہ غنا یعنی مالداری (لانے والی) سورت ہے۔ پیچھے حدیث میں فرمایا کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا اور اس کے بعد والی حدیث میں فرمایا کہ سورۂ واقعہ عورتوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ مالداری لانے والی سورت ہے اسی لئے عبداللہ بن مسعود ؓ روزانہ اپنی لڑکیوں کو اہتمام کے ساتھ سورۂ واقعہ پڑھوایا کرتے تھے۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ابن عساکرؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے مرض وفات میں حضرت عثمان بن عفان ؓ ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ ما تشتکی؟ (آپ کو کیا تکلیف ہے) حضرت عبداللہ ؓ نے جواب دیا۔ ذنوبی؟ (اپنے گناہوں کے وبال کی تکلیف ہے) حضرت عثمان ؓ نے

فرمایا۔ فما تشتھی (آپ کی کیا خواہش ہے) حضرت عبداللہ ؓ نے فرمایا۔ رحمۃ ربی (اپنے پروردگار کی رحمت چاہتا ہوں) آپ کے لئے کوئی طبیب بھیج دوں؟ حضرت عثمان ؓ نے پوچھا۔ ''طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے'' حضرت عبداللہ ؓ نے جواب دیا ''تو پھر اخراجات کے لئے کچھ رقم بھجوادوں؟ حضرت عثمان ؓ نے فرمایا ''نہیں، مجھے اس کی ضرورت نہیں حضرت عبداللہ ؓ نے جواب دیا: ''یہ رقم آپ کے بعد آپ کی صاحبزادیوں کے کام آجائے گی''۔ حضرت عثمان نے فرمایا کیا آپ کو میری بیٹیوں پر فقر وفاقہ کا اندیشہ ہے؟ میں نے تو انہیں ہر رات سورۂ واقعہ کی تلاوت کی تاکید کر رکھی ہے کیونکہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے اسے کبھی فاقہ کی مصیبت نہیں آئے گی۔

لوگ آج کل پیسہ کمانے اور مالدار بننے کے لئے بہت کچھ کوششیں کرتے ہیں لیکن حضور ﷺ کے بتائے ہوئے نسخے پر عمل کرنے ارادہ ہی نہیں کرتے۔ آج کل ہم ایسے وقت سے گزر رہے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کو چھوٹوں کو اور بڑوں کو، بچوں کو بوڑھوں کو قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اللہ کا ذکر کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی صبح ہوتی ہے تو سب سے پہلے ریڈیو اخبارات میں مشغول ہوجاتے ہیں، گھنٹے آدھ گھنٹے کے بعد ناشتہ کرکے بناؤ سنگھار کرکے بچے اسکول کی راہ لیتے ہیں اور بڑے ملازمتوں کے لئے چل دیتے ہیں عورتیں اور چھوٹے بچے ریڈیو گانے بجانا سنتے رہتے ہیں جب اسکول والے بچے آتے ہیں تو وہ بھی گانا سننے میں لگ جاتے ہیں کہاں کا ذکر کہاں کی تلاوت سب حب دنیا میں مست رہتے ہیں۔ بہت کم کسی کے گھر سے کلام اللہ پڑھنے کی آواز آتی ہے ذکر اللہ اور تلاوت کلام اللہ کے لئے لوگوں کی طبیعتیں آمادہ ہی نہیں، محلے کے محلے غفلت کدے بنے ہوئے ہیں۔ اکا دکا کسی گھر میں کوئی نمازی ہے اس افسوس ناک ماحول کی وجہ سے اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے محروم ہیں۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید پڑھے اور اپنے ہر بچے کو لڑکا ہو یا لڑکی قرآن شریف پڑھائے اور روزانہ صبح اٹھ کر نماز سے فارغ ہوکر گھر کا ہر فرد کچھ نہ کچھ تلاوت

ضرور کرے تا کہ اس کی برکت سے ظاہر و باطن درست ہو اور دنیا و آخرت کی خیر نصیب ہو۔ اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن مجید کی برکتیں اور سعادتیں ایسی بے انتہا ہیں جن کا پتہ انہی نیک بندوں کو ہے۔ جو اپنی زندگی کا حصہ ان میں لگائے رہتے ہیں۔ سورۂ واقعہ اور سورۂ آل عمران اور سورۂ بقرہ کے فضائل ابھی ابھی گزر چکے ہیں ترغیب کے لئے انکے علاوہ دیگر سورتوں کے خاص خاص فضائل اور خواص ذکر کئے جاتے ہیں تا کہ نفس کو تلاوت کے لئے آمادہ کرنا آسان ہو۔

سورۃ الفاتحہ کی فضیلت

سورۃ الفاتحہ قرآن مجید کی پہلی سورت ہے جو بہت بڑی فضیلت والی سورت ہے، سورۂ فاتحہ کا ورد رکھنا، دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے جانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سورۂ فاتحہ میں ہر مرض سے شفا ہے، ایک حدیث میں اس کو قرآن کی سب سے بڑی سورت فرمایا ہے، لمبی سورتیں تو اور بھی ہیں مگر عظمت کے اعتبار سے یہ سب سے بڑی ہے اس کی بہت برکات ہیں، نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے ایک حدیث میں فرمایا کہ سورۃ فاتحہ جیسی سورت نہ تو توریت میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ قرآن میں۔ (ترمذی شریف)

سورۂ یٰسین کی فضیلت

حضرت عطا ابن ابی رباح (تابعی) فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دن کے اول حصہ میں سورۂ یٰسین شریف پڑھ لی اس کی حاجتیں پوری کردی جائیں گی (مشکوٰۃ شریف) ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورۂ یٰسین شریف اللہ کی رضا کی نیت سے پڑھی، اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے لہٰذا جس کا موت کا وقت قریب ہو اس کے پاس بیٹھ کر پڑھو (مشکوٰۃ شریف) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کا ایک دل ہوتا

ہے قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے جس نے یٰسین (ایک مرتبہ) پڑھی، اللہ اس کے پڑھنے کی وجہ سے اس کے لئے دس مرتبہ قرآن شریف پڑھنے کا ثواب لکھ دے گا۔ (مشکوۃ شریف)

سوۂ کہف کی فضیلت

سورۂ کہف پندرہویں پارے کے آدھے پر الحمد للہ الذی سے شروع ہوتی ہے، اس سورت کے پڑھنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لی اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن رہے گا) یعنی اس کا دل منور رہے گا یا یہ مطلب ہے کہ جمعہ کے دن ایک بار اس کے پڑھ لینے سے اس کی قبر میں بقدر ایک ہفتہ کے روشنی رہے گی، اگر کوئی ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرے تو اسے موت کے بعد بھی نور ہی نور نصیب ہوگا (گو تمام اعمال صالحہ روشنی کا سبب ہیں) حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سورۂ کہف کی اول کی تین آیات پڑھ لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ (ترمذی)

دو سورتیں عذاب قبر سے بچانے والی

سورۂ الٓم تنزیل اکیسویں پارہ میں ہے جسے الٓم سجدہ بھی کہتے ہیں سورۂ لقمان اور سورۂ احزاب کے درمیان ہے سورۂ تبارک الذی اور الٓم سجدہ کو قبر کے عذاب سے بچانے میں خاص دخل ہے جیسا کہ چغلی اور پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہ کرنے کو قبر کا عذاب لانے میں زیادہ دخل ہے۔ حضرت خالد بن معدان (تابعی) نے فرمایا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ایک شخص سورۂ الٓم سجدہ کو پڑھا کرتا تھا اس کے سوا (بطور ورد) کوئی دوسری سورت نہ پڑھتا تھا اور تھا بھی بہت گنہگار جب قبر میں عذاب ہونے لگا تو اس سورت نے اس شخص پر اپنے پر پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ اے رب اس کی مغفرت فرمادے کیونکہ یہ مجھے زیادہ پڑھا

کرتا تھا، چنانچہ خداوند قدوس نے اس کی سفارش قبول فرمائی اور فرمایا کہ اس کے لئے ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی لکھ دو اور ایک ایک درجہ بلند کر دو، انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی جانب سے قبر میں جھگڑا کرے گی اور اللہ پاک سے عرض کرے گی اے اللہ اگر میں تیری کتاب سے ہوں تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما اگر میں تیری کتاب سے نہیں ہوں تو مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے یہ بھی فرمایا کہ یہ سورت پرندے کی طرح اپنے پر پھیلا دے گی ،اور سفارش کرے گی اور عذاب قبر سے بچاوے گی جو جو کچھ فضیلت سورۂ الٓم سجدہ کی بتائی یہ فضیلت اور خصوصیت سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک کی بھی بتائی ہے۔(مشکوٰۃ شریف) ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگالیا، انہیں پتہ نہ تھا کہ یہاں قبر ہے وہاں سے ان کو سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھنے کی آواز آئی ۔پڑھنے والے نے جو صاحب قبر تھا یہ سورۃ پڑھتے پڑھتے ختم کر دی ،حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ: ھِیَ المانِعَۃ ھِیَ المُنجِیۃُ تُنجِیہِ مِن عذابِ اللہِ یعنی یہ سورت عذاب کو روکنے والی ہے اللہ کے عذاب سے اسے نجات دلا دے گی۔ (ترمذی شریف)

سورۃ الحشر کی آخری تین آیتوں کی فضیلت

حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ اعوذ باللہِ السَّمِیعِ العَلِیمِ مِنَ الشَّیطانِ الرَّجِیمِ پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھ لیوے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستَّر ہزار فرشتے مقرر فرمادیں گے جو اس دن شام تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے اور اگر اس دن میں مرجائے گا تو شہید ہونے کا درجہ پائے گا اور جس نے یہ عمل شام کو کرلیا تو اس کو بھی یہی نفع ہوگا یعنی صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے اور اس رات میں مرجائے گا تو شہادت کا درجہ پائے گا، سورۂ حشر اٹھائیسویں پارہ میں ہے اس کی آخری تین آیتیں

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے ختم سورۃ تک۔

سورۂ اخلاص کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے روزانہ دوسو مرتبہ سورۂ قل ھواللہ احد، پڑھ لی اس کے پچاس سال کے گناہ (صغیرہ) اعمال نامہ سے مٹادئے جائیں گے۔ہاں اگر اس کے اوپر کسی کا قرض ہو تو وہ معاف نہ ہوگا (ترمذی) نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص بستر پر سونے کا ارادہ کرے اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر سو مرتبہ قل ھواللہ احد، پڑھ لے تو قیامت کے دن اللہ جل شانہ، کا ارشاد ہوگا اے میرے بندے تو اپنی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہوجا(ترمذی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو سورۃ قل ھواللہ احد پڑھتے سن لیا۔آپ نے فرمایا(اس کے لئے)واجب ہوگئی۔میں نے پوچھا کیا؟ فرمایا، جنت۔(ترمذی شریف)

ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اس سورت یعنی قل ھواللہ احد سے محبت رکھتا ہوں ،آپ ﷺ نے فرمایا اس محبت نے تجھے جنت میں داخل کردیا۔حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دس مرتبہ قل ھواللہ احد پڑھ لی اس کے لئے جنت میں ایک محل بنادیا جائے گا اور جس نے بیس مرتبہ پڑھ لی اس کے لئے جنت میں دو محل بنادئے جائیں گے اور جس نے تین مرتبہ پڑھ لی اس کے لئے جنت میں تین محل بنادئے جائیں گے۔یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ، اللہ کی قسم اس صورت میں تو ہم بہت زیادہ محل بنالیں گے،آپ نے فرمایا اللہ بہت بڑا داتا ہے جتنا عمل کرلو گے اس کے پاس اس سے بہت زیادہ انعام ہے۔

سورۂ الھٰکم التکاثر کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ روزانہ ہزار آیات پڑھ لو،انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کسے طاقت

ہے کہ روزانہ ہزار آیات (پابندی) سے بلاناغہ) پڑھے آپ نے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ سورۃ الھٰکم التکاثر پڑھ لو۔

قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کی فضیلت

یہ سورتیں قرآن مجید کی آخری دوسورتیں ہیں، ان کو معوذتین کہتے ہیں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے، تکلیف دینے والی چیزوں اور مخلوق کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کے لئے ان کا پڑھنا بہت ہی زیادہ نافع اور مفید ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرور دوعالم ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھا کہ اچانک آندھی آگئی اور سخت اندھیرا ہو گیا، حضور ﷺ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے ذریعہ اس مصیبت سے اللہ کی پناہ مانگنے لگے، یعنی ان کو پڑھنے لگے اور فرمایا کہ عقبہ ان سورتوں کے ذریعہ اللہ کی پناہ حاصل کرو کیونکہ ان جیسی اور کوئی چیز نہیں ہے جس کے ذریعہ کوئی پناہ لینے والا پناہ حاصل کرے۔ (ابوداود شریف)

حضرت عبداللہ بن خبیب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایسی رات میں جس میں بارش ہو رہی تھی اور سخت اندھیری بھی تھی، حضور ﷺ کو تلاش کرنے کے لئے نکلے، چنانچہ ہم نے آپ کو پالیا آپ نے فرمایا کہو، میں نے عرض کیا، کیا کہوں فرمایا جب صبح ہو اور شام ہو سورۃ قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تین تین بار پڑھ لو یہ عمل کرلو گے تو ہر ایسی چیز سے تمہاری حفاظت ہو جائے گی جس سے پناہ لی جاتی ہے (یعنی ہر موذی اور ہر شر اور ہر بلا سے محفوظ ہو جاؤ گے، بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص سورۃ قل اعوذ برب الفلق پڑھتا ہے تو ہر اس چیز کے شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہے جو اللہ نے پیدا کی ہے اور رات کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے جو جادو کرتی ہیں اور حسد کرنے والے کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے اور قل اعوذ برب الناس پڑھنے والا سینوں میں وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ لیتا ہے، اتنی چیزوں کے شر سے بچنے کے لئے دعا کی جاتی ہے اسی لئے یہ دونوں سورتیں ہر طرح کے شر اور بلا اور مصیبت اور جادو ٹونہ ٹوٹکہ سے محفوظ رہنے کے لئے مفید ہیں اور مجرب ہیں

ان کو اور سورۃ اخلاص کو صبح شام تین تین بار پڑھے اور دیگر اوقات میں بھی ورد رکھے کسی بچی کو تکلیف ہو، نظر لگ جائے تو ان دونوں کو پڑھ کر دم کرے یا لکھ کر گلے میں ڈال دے، بچوں کو یاد کرادیں دکھ تکلیف میں ان سے بھی پڑھوائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ روزانہ رات کو جب حضور اقدس ﷺ بستر پر تشریف لاتے تو سورۃ قل ھواللہ احد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان میں اس طرح پھونک مارتے تھے کہ کچھ تھوک بھی پھونک کے ساتھ نکل جاتا تھا پھر دونوں ہتھیلیوں کو پورے بدن پر جہاں تک ممکن ہوتا تھا پھیر لیتے تھے یہ ہاتھ پھیرنا سر اور چہرے سے اور سامنے کے حصہ سے شروع فرماتے تھے۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بھی بیان فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو جب کوئی تکلیف ہوتی تھی تو اپنے جسم پر سورۃ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم کیا کرتے تھے (جس کا طریقہ ابھی اوپر گزرا ہے) پھر جس مرض میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس میں، میں یہ کرتی تھی کہ دونوں سورتیں پڑھ کر آپ کے ہاتھ پر دم کر دیتی تھی پھر آپ کے ہاتھ کو آپ ﷺ کے جسم پر پھیر دیتی تھی، دم صرف پھونکنے کو نہیں کہتے دم یہ ہے کہ پھونک کے ساتھ تھوک کا بھی کچھ حصہ نکل جائے۔ (بخاری شریف)

جمعہ کے دن سورۂ کہف کے فضائل

جمعہ کے دن صبح سے شام تک جس وقت ممکن ہو سورۂ کہف ایک مرتبہ پڑھا کریں۔ یہ اختیار ہے صبح کو یا شام کو جس وقت چاہیں مکان میں یا مسجد میں جس جگہ سہولت ہو موقعہ مل جائے پڑھ لیا کریں، حفظ پڑھیں یا قرآن میں دیکھ کر پڑھیں۔

حضرت ابن عمرؓ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے گا اس کے لئے قیامت کے دن ایسی روشنی ہوگی جو اس کے قدم کے نیچے سے آسمان تک بلند ہوگی اور جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں

گے، دوسری حدیث میں اس کے پڑھنے کے مقام سے مکہ تک یا ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک روشنی حاصل ہونا مذکور ہے، امام غزالیؒ نے ''احیاء العلوم'' میں اس روایت میں مزید فضیلت ذکر کی ہے کہ اس پر ستر ہزار فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں، اور درد اور پیٹ کے پھوڑے اور ذات الجنب اور برص اور جذام اور دجال کے فتنے سے محفوظ رہتا ہے، کئی حدیثوں میں سورۂ کہف کی شروع یا آخری کی دس آیات پڑھنے پر فتنہ دجال سے محفوظ ہونے کا ذکر ہے۔ (رواہ مسلم، ابوداود، الترمزی)

نماز جمعہ کے بعد سورۂ اخلاص اور معوذتین کے فضائل

جمعہ کی نماز اور سنتوں سے فراغت کے بعد یہ تین سورتیں "**قل هو الله احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس**" سات مرتبہ پڑھا کریں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن امام کے سلام پھیرنے کے بعد اسی حالت میں بیٹھے ہوئے سورۂ فاتحہ، قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سات مرتبہ پڑھے گا، خدا تعالیٰ اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا، مؤمنین کی تعداد کے برابر ثواب عنایت کرے گا، ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت اور اہل و اولاد کی نگہداشت کرے گا۔ (نزہۃ المجالس)

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سے منقول ہے کہ جمعہ کے روز امام کے سلام پھیرنے کے بعد جو شخص سورۂ فاتحہ اور مذکورہ بالا تین سورتیں سات سات بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے دین اور دنیا اور اہل وعیال اور اولاد کو آئندہ جمعہ تک محفوظ رکھیں گے۔ (اعمال قرآنی)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کی اہمیت اور اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضور ﷺ کی تشریح کے مطابق اس قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

خصوصیت نمبر ۱۶

رسولِ اکرم ﷺ باعثِ تخلیق کائنات بن کر تشریف لائے

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ سولہویں خصوصیت آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، جسکا عنوان ہے ''رسولِ اکرم ﷺ باعث تخلیق کائنات بن کر تشریف لائے''، بحمداللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کو ترتیب دیتے وقت بھی میں روضہ رسول ﷺ کے قریب یعنی روضہ کے سائے تلے بیٹھا ہوں، اور دل سے بار بار یہی صدا آ رہی ہے کہ یا اللہ آقا ﷺ کے مدینے میں بار بار آنے کی توفیق عطا فرما اور اخلاص سے آقا ﷺ کے دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما، دل چاہتا ہے کہ روضہ رسول ﷺ کی جالیوں کو دیکھتا رہوں اور پھر دیکھتا ہی چلا جاؤں کہ دل کا سرور اسی میں چھپا ہے، دعا گو ہوں کہ یارب قدوس تیرے محبوب پیغمبر ﷺ کے مبارک روضہ پر بیٹھ کر تیرے محبوب ﷺ کی خصوصیت پر کام کرنے کی اس گناہ گار کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول و منظور فرما اور آخر میں نجات کا ذریعہ بنا، آمین۔

بہر حال محترم قارئین! ہمارے نبی ﷺ کی یہ بھی ایک عجیب اور عظیم خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو باعث تخلیق کائنات بنایا، یعنی حضور ﷺ کی خاطر ساری دنیا کو سجایا، گویا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کو نہ بنانا ہوتا تو دنیا کے کسی بھی انسان کو نہ بناتے بلکہ دنیا و آسمان میں سے کسی بھی چیز کی تخلیق نہ فرماتے، یہ سب کچھ حضور ﷺ کے قدم مبارک کی برکت سے ہوا، تو بے شک صاف ظاہر ہے کہ یہ خصوصیت کسی اور نبی کے پاس نہیں، بلکہ خود ان کا وجود ہمارے نبی ﷺ کا مرہونِ منت ہے، بے شک یہ اللہ تعالیٰ کی آپ ﷺ سے غایت درجہ کی محبت کی علامت ہے، جیسا کہ آنے والے اوراق میں آپ اس

خصوصیت کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں گے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور ﷺ سے سچی محبت کرنے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

لیجئے اب اس خصوصیت کی وضاحت ملاحظہ فرمائیے:۔

سولہویں خصوصیت کی وضاحت

سلام پہنچے آمنہ کے اس لعل ﷺ پر کہ جس نے ہمیں اپنی رحمۃ للعالمین والی چادر میں پناہ دی، ہمارے بازوؤں کو کشور کشائی کی طاقت بخشی، ہمارے دلوں کو اپنی محنتوں و کاوشوں سے آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکایا، ہمیں ایمان کی لافانی دولت سے مالا مال کیا، جس پر قرآن کریم جیسی لازوال کتاب نازل ہوئی۔

جو مسکرایا تو چمنستان کونین کے پھولوں نے ہنسنا سیکھا، جس کے خرام ناز سے صبا نے ٹہلنا سیکھا، جو اٹھا تو پہاڑوں نے سربلندی پائی، جس نے کائنات کو نورانی کیا، جو نور میں سب سے پہلے اور ظہور میں سب سے آخر میں تھا، جس کی توانائیوں نے ہمیں کائنات کی تسخیر پر قادر کیا، جس نے عرب کے بدوؤں اور حجاز کے سازبانوں کو شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنا سکھایا، اور جس نے عرب و عجم کی تمیز کو مٹا ڈالا، جس نے انسانوں پر انسانوں کی فوقیت کو ختم کیا اور تقویٰ، دیانت، فراست کو انسانی شرف کی دلیل ٹھہرایا۔

سلام پہنچے اس محسن کائنات کو، جو کائنات کی تخلیق کا باعث ہے، جس کا عشق ہمارا قبلہ اور کعبہ ذوق ہے، جو تمام نبیوں میں آخری نبی ہے، جس کی ختم المرسلینی پر ساڑھے چودہ سو سال میں کئی رہزنوں نے دست درازی کرنا چاہی لیکن وقت کی غیرت نے انہیں نقش آب کی طرح محو کر دیا، جو بظاہر گنبد خضریٰ میں سو رہا ہے، لیکن جس کی چشم بیکراں ارض و سما کی وسعتوں اور پہنائیوں سے باخبر ہے، ہم حقیروں میں اتنی ہمت کہاں کہ رسولِ اکرم ﷺ کی ثناء کر سکیں۔، یہاں قلم عاجز اور زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔

محمد ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

کتاب شفاء الصدور کے مصنف نے اپنی کتاب میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خبر دی کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: ''اے محمد! میری عزت اور میرے جلال کی قسم! اگر تم نہ ہوتے تو میں نہ زمین پیدا کرتا اور نہ آسمان، نہ میں سبز چھت آویزاں کرتا اور نہ یہ فرشِ خاک بچھاتا۔'' اسی بات کو شاعر نے نظم کیا ہے۔

لو لاہ ما کان لافلک ولا فلک　　کلا ولا بان تحریم وتحلیل

ترجمہ: اگر آنحضرت ﷺ نہ ہوتے تو زمین وآسمان کچھ بھی نہ ہوتے، بے شک کچھ بھی نہ ہوتا یہاں تک کہ نہ حرام کا پتہ ہوتا نہ حلال کا یقینی شریعتیں ہی نہ آتیں۔

بعض علماء نے اس شعر کے مضمون کی مخالفت کی ہے مگر اس گذشتہ روایت سے ان کے قول کی تردید ہوجاتی ہے اس مضمون کو غلط بتانے والوں کو دعویٰ ہے کہ اس قسم کی بات دلیل کی محتاج ہوتی ہے جبکہ قرآن وحدیث میں ایسی چیز نہیں ہے، جو اس بات کی دلیل بن سکتی ہو۔ مگر اس روایت کی روشنی میں ان کو جواب دیا جاسکتا ہے کہ حدیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے جو اس دعویٰ کو ثابت کرتی ہے۔ واللہ اعلم　　(بحوالہ سیرتِ حلبیہ)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

اور ایک شاعر حضور سرورِ کائنات کی اسی شان سے متعلق عرض کرتا ہے کہ

کونین کی تخلیق کا مولیٰ تو سبب ہے　　اسلام کا مفہوم تیرے در کا ادب ہے
طٰہٰ سے عیاں ہے تیری سیرت کا قصیدہ　　قرآن میں یٰسین تیرے چہرے کا لقب ہے
والفجر کا مطلب تیرے چہرے کی تلاوت　　واللیل تو مولیٰ تیری زلفوں کا لقب ہے

خصوصیت نمبر ۱۷

رسولِ اکرم ﷺ کے اسم مبارک پر نام رکھنا دنیا و آخرت میں برکت و نجات کا ذریعہ ہے

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ سترہ نمبر خصوصیت ہے، جسکا عنوان ہے ''رسولِ اکرم ﷺ کے اسم مبارک پر نام رکھنا دنیا و آخرت میں برکت و نجات کا ذریعہ ہے'' آج جمعرات کا دن ہے فجر کی نماز سے فراغت کے بعد روضہ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھا ہوں اور رسولِ اکرم ﷺ کی اس خصوصیت کو ترتیب دے رہا ہوں، اس میں میرا کوئی کمال نہیں بے شک یہ اللہ ہی کا فضل ہے کہ اس ذاتِ باری تعالیٰ نے مجھ جیسے گناہ گار اور حقیر انسان کو یہ سعادت عطا فرمائی، اس پر میں اپنے اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے، اور امید ہے کہ انشاء اللہ جس اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنی توفیق عطا فرمائی وہی اللہ میری اس کاوش کو مقبول و منظور بھی فرمائے گا، اور روز قیامت میری یہی کاوش میری نجات کا باعث ہوگی، انشاء اللہ۔

بہر حال محترم قارئین! دیگر خصوصیات کی طرح یہ خصوصیت بھی ایک عظیم خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ کے اسم مبارک پر نام رکھنا دنیا و آخرت میں برکت و نجات کا ذریعہ ہے، اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ آپ ﷺ کے نام سے لے کر آپ ﷺ کی سیرت و صورت اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال سب ہی ہماری نجات و فلاح کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ اور اس کتاب میں آپ ﷺ کی چیدہ چیدہ خصوصیات کو اسی لئے جمع کیا گیا ہے تا کہ ہم اپنے نبی ﷺ سے سچی محبت و عقیدت کرنے والے بن جائیں، اور آپ ﷺ کی تمام تعلیمات پر دل و جان سے عمل کرنے والے بن جائیں، بے شک اسی میں ہم سب کی کامیابی مضمر ہے، آنے

والے اوراق میں اس کتاب کی سترہ نمبر خصوصیت کی تفصیل پیش کی جارہی ہے جو انشاء اللہ ہمارے ایمان میں اضافے کا سبب اور ذریعہ ہوگی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پر مکمل طور پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

سترہویں خصوصیت کی وضاحت احادیث کی روشنی میں

حضرت علامہ ملا علی قاریؒ نے ''شرح الشفاء'' میں ایک طویل حدیث نقل فرمائی ہے جس کے آخر میں سرکار دو عالم ﷺ یوں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿الحمدللّٰہ الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتی فی اسمی و صفتی﴾ ''یعنی تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے مجھے جملہ انبیاء پر فضیلت بخشی حتی کہ میرے نام اور صفت میں۔'' (شرح الشفاء للقاری)

اس کے متعلق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے اسم مبارک پر نام رکھنا مبارک و نافع اور دنیا و آخرت میں حفاظت و نجات کا باعث ہے۔

چنانچہ حافظ امام ابو نعیمؒ نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں حضرت نبیط بن شریطؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ﴿قال اللّٰہُ تعالیٰ وعزتی و جَلالِی لَا اُعَذِّبُ اَحداً تسمی باسمک فی النار﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم! جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا، اسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔'' (حلیۃ الاولیاء)

اس وعدۂ خداوندی کے جواب میں ایک حدیث رسول بھی آپ ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز دو آدمی دربار خداوندی میں پیش ہوں گے، حکم ہوگا کہ انہیں جنت میں لے جاؤ، یہ حکم سن کر انہیں تعجب ہوگا اور حق تعالیٰ سے وہ عرض کریں گے کہ یا الٰہ العالمین ہم نے تو کوئی نیک عمل نہیں کیا، پھر بھی جنت میں کیوں بھیجے جارہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا ''تم جنت میں جاؤ، میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جس شخص کا نام محمد یا احمد ہوگا اس کو جہنم میں داخل نہیں کروں

گا۔'' اس حدیث کو امام قسطلانیؒ نے بھی ''مواہب اللدنیہ'' میں حضرت انس بن مالکؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (مدراج النبوۃ جلد اول)

ایک حدیث میں ہے ﴿استحی ان عذب بالنار من اسمه اسم حبیبی﴾ یعنی اللہ شرم فرماتا ہے اس (بات) سے کہ اسے عذاب دے، جس کا نام میرے حبیب ﷺ کے نام پر ہو۔''

حضرت علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ نے لکھا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ جس شخص کا نام محمد ہے قیامت کے روز اسے لایا جائے گا، اللہ اس سے فرمائے گا کہ تجھے گناہ کرتے ہوئے شرم نہ آئی؟ حالانکہ تو نے میرے حبیب کا نام رکھا ہے لیکن مجھے شرم آتی ہے کہ میں تجھے عذاب دوں، جب کہ تو نے میرے حبیب کا نام اختیار کیا ہے، جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' (افضل الصلوۃ علی سید السادات)

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ایک منادی ندا کرے گا کہ اے لوگو! خبردار ہو جاؤ تم میں سے جس کا نام محمد یا احمد ہے وہ جنت میں داخل ہو جائے، اس حکم سے اللہ رب العزت اپنے محبوب ﷺ کے اسم مبارک کی عظمت دکھانا چاہے گا۔'' (کتاب الشفاء القسم الاول باب سوم)

نیز ابن عساکر و حافظ حسین بن احمد بن عبداللہ بن بکیر حضرت امامہؓ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ﴿ومن ولدله مولود فسماه محمدا حبالی وتبركا باسمی كان هو ومولوده فی الجنة﴾ ''جس کے (یہاں) لڑکا پیدا ہوا اور وہ میری محبت اور میرے نام پاک سے تبرک کے لیے اس کا نام محمد رکھے، وہ اور اس کا لڑکا دونوں جنت میں جائیں گے۔ (از احکام شریعت حصہ اول)

خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں ﴿هذا امثل حديث ورد فی هذا الباب واسناد حسن﴾ ''یعنی جس قدر حدیثیں اس باب میں آئیں یہ سب میں بہتر ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ ﴿ونازعه قلميذه الشامی بما وده العلامه

الزرقانی فراجعه ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جس کا نام "محمد" ہوگا، حضور ﷺ بروز حشر اس کی شفاعت فرمائیں گے، اور جنت میں داخل کرائیں گے۔ (مدارج النبوۃ جلد اول)

حضرت علامہ قاضی ابوالفضل عیاض رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الشفاء" میں فرماتے ہیں ﴿**ان اللہ تعالیٰ وملائکته یستغفرون لمن اسمه محمد واحمد**﴾ "یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بخشش ورحمت کرتے ہیں اس پر جس کا نام محمد یا احمد ہو۔" (طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ)

غرض کہ حضور ﷺ شافع یوم النشور ﷺ کے اسم مبارک کی برکت وعظمت اور رحمت کے یہ وہ جلوے اور مژدے ہیں جو بروز حشر اپنی جلوہ ریزیاں دکھائیں گے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے نام سرکار کے اسم مبارک سے مزین ہیں، بشرطیکہ مومن ہو، اور مومن عرفِ قرآن وحدیث اور صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو ﴿**کم نص علیه الائمة فی التوضیح**﴾ وغیرہ ورنہ بدمذہبوں کے لیے تو حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں، ان کا کوئی عمل قبول نہیں بدمذہب (اگر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر وطالب ثواب رہے، جب بھی اللہ تعالیٰ اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے اور اسے جہنم میں ڈالے، یہ حدیثیں دارقطنی وابن ماجہ وبیہقی وابن جوزی وغیرہ نے حضرت ابوامامہ وحذیفہ وانس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے بھی لوگ ہیں کہ جو کھلے عام ان احادیث طیبات کا خود ہی انکار کرتے ہیں اور انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں، گویا کہ اس بشارت سے محرومی کا خود ہی اقرار کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ حضور ﷺ کے نام اقدس پر اگر کسی نے اپنا نام رکھا تو یہ اس کے لیے صرف یوم آخرت ہی نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی باعث خیر وبرکت ہوگا اور وہ شخص جس گھر میں بھی ہو یا کسی محفل میں ہو یا کسی اور جگہ ہو، ان تمام صورتوں میں رب کریم محض اپنے فضل وکرم سے اس جگہ بیش بہا نعمتوں وبرکتوں اور رحمتوں کی بارش نازل فرمائے گا۔

چنانچہ ابن ابی عاصم نے ابن ابی فدیک جہم بن عثمان سے انہوں نے ابن جثیب

سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جس نے میرے نام پر اپنا نام رکھا اور مجھ سے برکت کی امید رکھی تو اس کو برکت حاصل ہوگی، اور وہ برکت قیامت تک جاری رہے گی۔ (خصائص الکبریٰ جلد دوم)

اسی طرح ایک اور جگہ ابن سعد نے عثمان عمریؒ کی حدیث سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ﴿**ماضر احدكم لو كون فى بيته محمد ومحمد ان وثلثة**﴾ "یعنی اگر تم میں سے کسی کے گھر میں ایک یا دو یا تین "محمد" (نام والے) ہوں تو کیا حرج ہے، تمہارے گھر میں تو بہت برکت ہوگی۔" (بحوالہ طبقاتِ ابن سعد)

حضرت ابن قاسمؒ نے اپنی کتاب سماع میں اور ابن وہبؒ نے اپنی جامع میں امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ والوں سے سنا ہے، وہ کہتے ہیں کہ جس گھر میں "محمد" نامی کوئی آدمی رہتا ہو، وہ گھر برکت والا ہے اور اس کے ہمسایوں کو بغیر کسی خاص مشقت کے رزق ملتا رہتا ہے۔ (کتاب الشفاء)

امام مالک فرماتے ہیں کہ ﴿**ماكان فى اهل بيت اسم محمد الا كثر بركته**﴾ "جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے۔"

اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ ﴿**ذكره المناوى فى شرح التيسير تحت الحديث العاشر والزرقانى فى شرح المواهب**﴾ نیز یہ بھی مروی ہے کہ کوئی گھر نہیں ہے جس میں "محمد" نام والے ہوں مگر یہ کہ حق تعالیٰ انہیں برکت دے۔ (مدارج النبوۃ جلد اول)

حضرت سریج بن یونسؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے مقرر کردہ بعض فرشتے ہیں جو زمین میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں اور جس گھر میں کوئی محمد یا احمد نام کا آدمی رہتا ہو اس میں ٹھہر جاتے ہیں۔ اسی لیے نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر گھر میں ایک بلکہ دو بلکہ تین شخص ایسے ہونے چاہئیں جن کا نام محمد ہو۔ (کتاب الشفاء القسم الاول باب سوم)

طبرانی کبیر و امام جلال الدین سیوطی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿**ومن ولد له ثلثة اولاده فلم يسم احد**

منهم محمد فقد جهل ﴾ ''یعنی جس کے تین بیٹے پیدا ہوں، اور وہ ان میں سے کسی کا نام ''محمد'' نہ رکھے تو بلاشبہ وہ ضرور جاہل ہے۔'' (خصائص الکبریٰ جلد دوم)

امام ابو منصور دیلمی نے ''مسند الفردوس'' میں اور ابن عدی کامل و ابو سعید نقاش بسند صحیح اپنے معجم شیوخ میں اور علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے ''مدارج النبوۃ'' میں اور ان کے علاوہ حافظ ابن بکیرؒ نے امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ﴿**ما اطعم طعام علی مائدة ولاجلس علیها وفیها اسمی الا وقد سوا کل یوم مرتین**﴾ ''کوئی دسترخوان نہیں ہے کہ بچھایا گیا ہو اور اس پر لوگ کھانے کے لیے آئیں اور ان میں احمد یا محمد کے نام والے ہوں مگر یہ حق تعالیٰ اس گھر کو جس میں یہ دسترخوان کھانے کا بچھایا گیا ہو اسے روزانہ دو مرتبہ پاک نہ فرمائے۔ (مدارج النبوۃ جلد اول)

حاصل یہ کہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو تو دن میں دوبار اس مکان میں رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے، لہٰذا حدیث امیر المومنین کے الفاظ یہ ہیں: ﴿**مامن مائدة وضعت فحضر علیها من اسمه احمد او محمد الاقدس الله ذالک المنزل کل یوم مرتین**﴾ نیز یہ بھی روایت ہے کہ جس گھر میں اسم رسول موجود ہو اس گھر میں تنگدستی نہیں آتی۔

چنانچہ صاحب نزہۃ المجالس حضرت علامہ عبدالرحمٰن صفوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ''کتاب البرکۃ'' میں نبی کرم ﷺ کی ایک روایت دیکھی کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جس گھر میں میرا نام ہو اس میں تنگدستی نہ آئے گی۔ (نزہۃ المجالس جلد دوم)

ان احادیث سے اس بات کا بھی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کیوں نہ ہم اپنے مکانوں اور دکانوں میں نام ''محمد'' کے طغرے آویزاں کر کے اس نام پاک کی رحمت و برکت سے مالا مال ہوں جو کہ مکانوں و دکانوں میں باعث خیر و برکت کے علاوہ آفات و بلیات سے محفوظ و مامون رہنے کا موثر ذریعہ بھی ہوگا، اور یہ ظاہر بات ہے کہ جب خود خالق کائنات نے عرش وفرش پر اس نام پاک کو تحریر فرما کر کائنات کی ہر شے کو اس نام پاک سے زینت بخشی ہو نیز

جنت کی ہر چیز اور حور وغلماں کی مقدس آنکھوں حتیٰ کہ عرش عظیم اور شجر طوبیٰ کے پتوں کو اس نام محمد ﷺ سے سجایا ہو تو کیوں کر یہ امر ہمارے لیے باعث خیر و برکت نہ ہوگا کہ ہم اپنے گھروں اور دکانوں وغیرہ میں حضور پرنور ﷺ کے نام پاک کے طغرے لگائیں؟ یقیناً یہ ہمارے لیے باعث خیر و برکت اور ذریعہ صدہا نعمت و رحمت ہی ہوگا۔

حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو قوم کسی مشورے کے لیے جمع ہوئی اور ان میں کوئی شخص ایسا موجود ہے جس کا نام ''محمد'' ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے نام کی برکت عطا فرمائے گا۔ (مدارج النبوۃ جلد اول)

اسی طرح طرائفی و ابن جوزیؒ امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰؓ سے راوی ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ﴿**ما اجتمع قوم قط فی مشورة وفیهم رجل اسمه محمد لم یدخلوه فی مشورتهم الا لم یبارک لهم فیه**﴾ ''یعنی جب کوئی قوم کسی مشورے کے لیے جمع ہو اور ان میں کوئی شخص ''محمد'' نامی ہو اور اسے اپنے مشورے میں شریک نہ کریں تو ان کے لیے اس مشورہ میں برکت نہ رکھی جائے گی۔ (نزہۃ المجالس جلد دوم)

اسم محمد ﷺ کے احترام کے پیش نظر بزار نے ابو رافعؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ جب تم بچہ کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو اور نہ محروم رکھو۔ (خصائص الکبریٰ جلد دوم)

ایک اور جگہ حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم بچے کا نام ''محمد'' رکھو تو اس کی عزت کرو، اسے محفل میں جگہ دو اور اسے چہرے کی بدصورتی کی بددعا نہ دو۔ (جامع صغیر)

اسی طرح حضرت علامہ عبدالرحمن صفوریؒ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جب تم کسی کا نام ''محمد'' رکھو تو اس کی تعظیم کیا کرو، اس کی نشست گاہ کشادہ رکھو اور اس سے منہ مت بگاڑو۔ (نزہۃ المجالس جلد دوم)

یوں ہی حاکم وخطیب نے تاریخ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں امیر المومنین

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ﴿اذا سمیتم الولد محمدا فاکرموہ واسعوا له فی المجلس ولا تقبحوا له وجها﴾ ''یعنی جب لڑکے کا نام ''محمد'' رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لیے جگہ کشادہ کرو اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو، یا اس پر برائی کی دعا نہ کرو۔ نیز بزار، ابن عدی، ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے، اپنے بچوں کا نام 'محمد' رکھتے ہو، اس کے بعد ان بچوں پر لعنت کرتے ہو۔ (خصائص الکبریٰ جلد دوم)

صاحب روح البیان حضرت علامہ اسماعیل حقیؒ فرماتے ہیں کہ جس بچے کا نام ''محمد'' ہو اس کا ادب واحترام کیا جائے، غرض کہ اس کے بہت سے آداب ہیں (تفسیر روح البیان)

یہی وجہ تھی کہ ہمارے اسلاف نے جب اپنی اولاد کا نام سرکار کے نام پر رکھا تو ہمیشہ اس نام کا ادب بھی برقرار رکھا۔ چنانچہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ نجیب الدین متوکلؒ کے دولڑکے تھے۔ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا احمد تھا، شیخ نجیب الدین اگر ان پر خفا ہوتے تو فرماتے کہ اے خواجہ محمد تم نے ایسا کیا، اور اے خواجہ احمد یہ کام تمہارے لائق نہ تھا، گویا آپ کو کیسا ہی سخت غصہ ہوتا لیکن ہر حال میں آپ کے نام کا ادب ملحوظ رکھتے۔ (فوائد الفواد مجلس)

سچ فرمایا ہے شاعر قمر انجم صاحب نے ۔

زباں کو پاک جب تک کر نہ لیں اشک محبت سے
نبی کا نام لب پر اہل دل لایا نہیں کرتے

اسم محمد ﷺ کی برکت کے پیش نظر حضرت ابن ابی ملیکہؒ نے بروایت ابن جریج حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ جس کے یہاں حمل ہو، اور وہ پختہ ارادہ کرلے کہ میں اس کا نام ''محمد'' رکھوں گا، تو خدا اسے لڑکا عطا فرمائے گا۔ (نزہۃ المجالس جلد دوم، سیر حلبیہ جلد اول)

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کی بیوی کے حمل سے لڑکا پیدا ہو تو وہ اپنا ہاتھ اپنی حاملہ بیوی کے پیٹ پر رکھ کر یہ کہے: اگر اس حمل سے میرے یہاں لڑکا پیدا

ہوا تو میں اس کا نام محمد رکھوں گا، تو اس (نیت کے اثر) سے اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوگا۔

(سیرت حلبیہ جلد اول)

آپ ﷺ کے اسم مبارک کی برکت واقعات کی روشنی میں

حضرت ابوالعباس البکری ناقل ہیں کہ محمد بن جریر طبری، محمد بن خزیمہ، محمد بن نصر اور محمد بن ہارون رویانیؒ، یہ چاروں ''محمد'' نامی محدثین اپنی طالب علمی کے زمانے میں مصر میں مجتمع ہوگئے، اور چاروں مفلسی و فاقہ کشی سے مجبور ولاچار ہوگئے، ایک دن ان چاروں نے یہ طے کیا کہ قرعہ نکالو، جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ خدا تعالیٰ سے دعا مانگے۔ چنانچہ جب قرعہ ڈالا گیا تو محمد بن خزیمہؒ کا نام کا قرعہ نکالا، اس پر انہوں نے کہا: ٹھہرو! میں نماز پڑھ کر دعا مانگوں گا، چنانچہ جیسے ہی انہوں نے دعا مانگی، ایک غلام موم بتی لئے ہوئے دروازے پر کھڑا نظر آیا، اور اس نے کہا: محمد بن نصر کون ہیں؟ لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کیا تو اس نے ان کو پچاس دینار کی تھیلی دی، پھر باقی تینوں کو بھی ان کا نام پوچھ پوچھ کر پچاس پچاس دینار کی تھیلی دی اور کہا کہ امیر مصر سو رہا تھا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ چار ''محمد'' نام کے طالب علم بھوکے ہیں، چنانچہ اس نے آپ لوگوں کے لئے خرچ کے واسطے یہ تھیلی بھیجی ہے، اور میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ جب یہ رقم خرچ ہو جائے تو آپ لوگ ضرور مجھے مطلع فرمائیں۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد دوم)

صاحب ''مدارج النبوۃ'' حضرت علامہ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلویؒ نے ایک مرتبہ خواب میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سامنے کھڑے ہیں، حاضرین مجلس نے عرض کیا کہ محمد عبدالحق (محدث دہلوی) سلام عرض کر رہے ہیں، حضرت جیلانیؒ کھڑے ہوگئے اور شیخ عبدالحق سے معانقہ فرمایا اور فرمایا ''تم پر آتش دوزخ حرام ہے۔'' بظاہر یہ بشارت ہی نام رکھنے کی برکت کے نتیجہ میں ہے، کیونکہ علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد اول)

چنانچہ امام محمد بن سعید بوصیریؒ فرماتے ہیں: ﴿فان لی ذمة منه بتمیستی محمد اوهو وفی الخلق بالذمم﴾ ”پس میرے لیے امان ہے حضور ﷺ کی ذات رحمت سے بہ سبب میرے نام کے کہ میرا نام ”محمد“ ہے اور وہ ذات مقدس ﷺ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اپنا وعدہ وفا کرنے والی ذات ہے۔“

اس کی شرح میں شارح قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں کہ اس شعر میں حضرت شیخ شرف الدین ابی عبداللہ بن سعید بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے میرا نام ”محمد“ رکھا اور حدیث شریف میں حضور ﷺ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جس کا نام ”محمد“ ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا اور حضور سے زیادہ وعدہ وفا کرنے والا دنیا میں کون ہوسکتا ہے؟ تو مجھے اس پر گھمنڈ اور ناز ہے کہ میرا نام ”محمد“ ہے۔

الغرض ان تمام احادیث سے اور ہمارے اسلاف کے ان ارشادات سے آپ یہ اندازہ کریں کہ سرورِ دو عالم ﷺ کے نام اقدس پر اپنا نام رکھنے میں کس قدر برکتیں ورحمتیں اور بیش بہا نعمتیں پوشیدہ ہیں، کاش! آج لوگ اپنی اولاد کے نام رکھنے میں جدت اور نت نئے ناموں کے پیچھے نہ دوڑ کر بے معنی اور بے مفہوم والے نام رکھنے کی بجائے اپنے رسول اور اللہ کے محبوب ﷺ کے نام نامی کو اپناتے ہوئے اپنے لڑکوں کا نام حضور ﷺ کے نام پر رکھتے، جس سے ایک طرف اتباع نام نامی ہوتی تو دوسری طرف عظیم ترین برکتوں و بیش بہا برکتوں اور احادیث طیبات کی روشنی میں مژدہ شفاعت، جہنم سے نجات اور بہشت کی بشارت بھی نصیب ہوتی، نیز اپنے معاشرے ماحول اور مکانوں میں دن رات رحمتوں و برکتوں کی بارش بھی ہوتی، اور خداوند قدوس کا خاص فضل وکرم بھی ہوتا، اور اس کے علاوہ چہروں کی زینت اور گھروں کی رونقوں میں اضافہ ہوتا اور ان بے شمار احادیث طیبات پر عمل بھی ہوتا۔

نبی کریم ﷺ کے اسم مبارک پر نام رکھنے سے متعلق امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے: ﴿قال ابو القاسم صلی الله علیه وسلم سموا باسمی

ولا تکتنفوا بکنیتی﴾ (صحیح بخاری جلد دوم)

''یعنی فرمایا ابوالقاسم نے کہ میرا نام رکھ لیا کرو، لیکن میری کنیت نہ رکھا کرو۔'' حضور ﷺ کی کنیت ''ابوالقاسم'' ہے۔ اور نام ''محمد واحمد'' ہے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ بعض علما سرکار کے اسم مبارک اور آپ کی کنیت دونوں کو جمع کر کے نام رکھنے کو منع فرماتے ہیں، اور ایک ایک کر کے رکھنے کو جائز کہتے ہیں (یعنی یا تو ابوالقاسم نام رکھو یا ''محمد'' نام رکھو، دونوں کو ملا کر ''محمد ابوالقاسم'' ہرگز نہ رکھو) یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد اول)

یونہی نام محمد ﷺ کے ساتھ لفظ صاحب کا ملانا (یعنی محمد صاحب کہنا) آریوں اور پادریوں کا شعار ہے، جیسے شیخ صاحب، پنڈت صاحب، لہٰذا اس سے احتراز چاہیے، ہاں یوں کہا جائے کہ حضور ﷺ ہمارے صاحب ہیں، آقا ہیں، مالک و مولیٰ ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ صرف محمد یا احمد نام رکھے، اس کے ساتھ صاحب، جان وغیرہ اور کوئی لفظ نہ ملائے۔

اور قرآن حکیم میں اللہ جل شانہ کا ارشادہ ہے: ﴿الَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب﴾ ''خبردار اللہ کے ذکر سے دل چین میں آتے ہیں۔''

یہ آیت کریمہ بھی حضور ﷺ کی کھلی نعت ہے، اس میں مسلمانوں کو دل کی بے قراری اور بے چینی کا علاج بتلایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ ذکر اللہ سے دل چین میں آتے ہیں، اور یہاں ذکر اللہ سے مراد یا تو اللہ کی ذات ہے یا ذکر اللہ حضور ﷺ کا اسم شریف ہے، کیونکہ ذکر اللہ حضور ﷺ کا نام پاک بھی ہے۔

قرآن حکیم میں رب غفور فرماتا ہے: ﴿وَمَا اَصَابَکُم مِّنْ مُّصِیبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ﴾ ''جو تم کو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی سے ہے، اور رب تو بہت کو معاف فرما دیتا ہے، اور اللہ کی یاد گناہوں کے لیے ایسی ہے جیسا کہ پلیدی کے لیے دریا کا پانی کہ جہاں گندی چیز کو دھویا، وہ پاک ہوگئی، اسی طرح گناہوں کا میل اور گندگی اللہ کی یاد سے دور ہوتی ہے، گناہ معاف ہوئے اور غم دور ہوئے۔

اور اگر دوسرے معنی کیے جائیں تو آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ذکر اللہ یعنی رسول اللہ ﷺ سے بے چین دل کو چین آتا ہے، حضور ﷺ کو ذکر اللہ اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر رب یاد آتا ہے قرآن فرماتا ہے: انما انت مذکر: اے محبوب آپ ہی اللہ کی یاد دلانے والے ہیں ذکر اللہ یعنی اللہ کو یاد دلانے والے، حضور ﷺ سے بے چین دل اس لیے چین میں آتے ہیں کہ قاعدہ ہے ﴿لقاء الخلیل شفاء العلیل﴾ یعنی دوست کی ملاقات بیمار کی شفاء ہے، اور حضور ﷺ ہر مسلمان کے محبوب ہیں، تو لازمی ہے کہ ان کا نام مسلمان کا چین ہو، مریض عشق کی دوا ذکر حبیب ﷺ ہے۔ (شان حبیب الرحمٰن)

ان کا مبارک نام بھی بے چین دل کا چین ہے جو مریض لا دوا ہو، اس کی دوا یہ ہی تو ہے اور یہ عمل مجرب ہے کہ کسی کو اختلاج قلب کا مرض ہو تو مریض کو چاہیے کہ اپنے دل کی جگہ پر یہ آیت ﴿الا بذکر اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ القُلُوب﴾ انگلی سے لکھ لے یا لکھوا لے اور ''محمد الرسول اللہ'' کی بار بار تلاوت کرے، انشاء اللہ آرام ہوگا۔

اس لفظ 'محمد' میں بہت سی تاثیرات ہیں، اگر کسی کے فقط لڑکیاں ہوتی ہوں تو وہ اپنی حاملہ بیوی کے شکم پر انگلی سے یہ لکھ دیا کرے: ﴿مَنْ كَانَ فِي هٰذَا البَطْنِ فَاسْمُهُ مُحمَّد﴾ چالیس روز تک یہ عمل کیا جائے مگر ابتدائے حمل ہو تو انشاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا۔

فتاویٰ امام شمس الدین سخاوی میں ہے کہ ابو شعیب حرانی نے امام عطا (تابعی جلیل الشان استاذ امام اعظم ابوحنیفہؒ) سے روایت کی ہے ﴿من اراد ان یکون حمل زوجة ذکر افلیضع یده علی بطنها ویقل ان کان ذکرا فقد سمیته محمدا فانه یکون ذکرا﴾ ''یعنی جو یہ چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہیے کہ اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے: ان کان ذکرا فقد سمیته محمدا (اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا) انشاء اللہ لڑکا ہی ہوگا۔

حضرت سیدنا امام حسین بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس شخص کے بیوی حمل سے ہو اور وہ یہ نیت کرے کہ وہ اس (ہونے والے

بچے) کا نام ''محمد'' رکھے گا تو چاہے وہ بچہ لڑکی ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو لڑکا بنا دیتا ہے۔

(سیرت حلبیہ جلد اول)

اس حدیث کے راویوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے اپنے یہاں سات مرتبہ یہ نیت کی اور سب کا نام 'محمد' ہی رکھا (یعنی ہر مرتبہ اس حدیث کی سچائی کا تجربہ ہوا کہ لڑکا پیدا ہوا، اور میں نے نیت کے مطابق ہر ایک کا نام محمد رکھا۔ (سیرت حلبیہ جلد اول)

ایک مرتبہ حضرت جلیلہ بنت عبد الجلیل ؓ نے سرکار سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں ایسی عورت ہوں کہ میرے بچے زندہ نہیں رہتے۔ آپ نے فرمایا: خدا تعالیٰ سے نذر کر کہ جو لڑکا اللہ تعالیٰ تجھے عطا فرمائے اس کا نام محمد رکھو گی۔ چنانچہ اس عورت نے ایسا ہی کیا، اور اس کے نتیجہ میں بہ فضل خدا اس کا وہ بچہ زندہ رہا اور اس نے غنیمت حاصل کی۔

(نزہۃ المجالس جلد دوم و سیرت حلبیہ جلد اول، بحوالہ جستہ جستہ معرفت اسم محمد ﷺ)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نبی ﷺ کے مبارک نام کی حقیقی محبت نصیب فرمائے اور اپنی اولاد کے نام اپنے نبی ﷺ کے اسم مبارک پر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

خصوصیت نمبر ۱۸

رسولِ اکرم ﷺ کی رسالت، زندگی، شہر اور آپ ؐ کے زمانے کی اللہ نے قسم کھائی ہے

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ اٹھارہویں خصوصیت ہے جسکا عنوان ہے ''رسولِ اکرم ﷺ کی رسالت، زندگی، شہر اور آپ ؐ کے زمانے کی اللہ نے قسم کھائی ہے'' الحمد اللہ ان سطور کو لکھتے وقت بھی میں ''ریاض الجنة'' میں بیٹھا ہوں، آقا ﷺ کا پیارا اور مقدس روضہ مبارک میرے سامنے ہے اور میں آقا ﷺ کی اس خصوصیت کو ترتیب دے رہا ہوں بلکہ یوں کہوں کہ صاحبِ خصوصیت ﷺ عین میرے سامنے آرام فرما ہیں اور میں مقدس روضہ مبارک کے سائے تلے اور جنت کے ٹکڑے میں بیٹھ کر انکی عظیم خصوصیت کو لکھ رہا ہوں، اور دل سے بار بار یہی صدا آرہی ہے کہ یا اللہ آقا ﷺ کے مدینے میں بار بار آنے کی توفیق عطا فرما اور اخلاص سے آقا ﷺ کے دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین۔

بہر حال محترم قارئین! ہمارے نبی ﷺ کی یہ خصوصیت بھی کتنی عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب اور پیارے رسول ﷺ کی رسالت، زندگی، شہر اور زمانے کی قسم کھا رہے ہیں، جیسا کہ آنے والے اوراق میں مختصراً قرآنی آیات کی صورت میں ان قسموں کو ذکر کیا گیا ہے، جبکہ دیگر انبیاء اکرام سے متعلق کہیں نہیں ملتا کہ کسی نبی کی رسالت، زندگی، شہر اور زمانے کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہو، تو معلوم ہوا کہ اس خصوصیت کا مظہر بھی صرف اور صرف آپ ﷺ ہی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے نبی اکرم ﷺ سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی تمام تعلیمات پر دل وجان سے عمل کرنے کی توفیق

عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

اٹھارہویں خصوصیت کی وضاحت قرآن کریم کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے حضور کی رسالت پر قسم کھائی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں وارد ہے:

یٰسٓ . والقُرآنِ الْحَکیم .اِنَّکَ لَمِنَ المُرسَلِین۔ (یٰسٓ شروع)

ترجمہ...... یٰسین۔ قسم ہے قران محکم کی۔ تحقیق تو البتہ پیغمبروں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زندگی اور آپ کے شہر کی اور آپ کی زندی کی قسم کھائی ہے: لَعَمرُکَ اِنَّھُم لَفِی سَکرَتِھِم یعْمَھُونَ. (حجر ع۵)

ترجمہ......: یعنی تیری زندگی کی قسم ! وہ (قوم لوط) البتہ اپنی مستی میں سرگرداں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کسی اور پیغمبر کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے شہر کی قسم یوں کھائی: لآ اُقْسِمُ بِھٰذَ االْبَلَدِ .واَنتَ حِلٌّ بِھٰذاالْبَلَدِ. (سورۂ بلد)

ترجمہ...... میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی حالانکہ تو اترنے والا ہے اس شہر میں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب رسولِ اکرم ﷺ کے شہر یعنی مکہ معظمہ کی قسم کھائی ہے جسے پہلے ہی سے شرف حاصل تھا مگر رسولِ اکرم ﷺ کے نزول سے اور شرف حاصل ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے زمانے کی یوں قسم کھائی ہے: والْعَصْرِ اِنَّ الْاِنسانَ لَفِی خُسرٍ. (عصر)

ترجمہ...... قسم ہے زمانہ کی! تحقیق انسان گھاٹے میں ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے نبی ﷺ کی صحیح صحیح قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

خصوصیت نمبر ۱۹

رسولِ اکرم ﷺ کا نام ہی آپ ﷺ کی خصوصیت کا مظہر ہے

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ انیسویں خصوصیت ہے، جسکا عنوان ہے "رسولِ اکرم ﷺ کا نام ہی آپ ﷺ کی خصوصیت کا مظہر ہے" الحمدللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کو ترتیب دینے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے روضہ رسول ﷺ کا قرب عطا فرمایا اور روضہ رسول ﷺ کے سائے میں بیٹھ کر میں نے اس خصوصیت کو فائنل ترتیب دیا، اس سعادت کے ملنے پر میں اپنے اللہ کا جتنا زیادہ شکر ادا کروں کم ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب میں سے ہر ایک کو بار بار آقا ﷺ کے روضے کی زیارت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔ بہر حال محترم قارئین! اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو ایسا عظیم نام عطا فرمایا جو کہ آپ ﷺ کی خصوصیت کا مظہر ہے، جب کہ دیگر انبیاء کرامؑ کے ناموں میں ایسی خصوصیت نظر نہیں آتی، آپ ﷺ کے نام مبارک میں کیا کیا خصوصیات ہیں، آنے والے اوراق میں انشاء اللہ انہیں تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے، اور جس میں دیگر انبیاء اکرامؑ کے ناموں کی وضاحت کے ساتھ آپ ﷺ کے نام کی خصوصیت کو واضح کیا جائے گا، امید ہے کہ انشاء اللہ اس خصوصیت کے مطالعے کے بعد ہمارے دل میں آپ ﷺ کے نام کی مزید محبت پیدا ہوگی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ ﷺ سے سچی محبت کرنے اور آپ ﷺ کی تمام تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔ لیجئے اب اس خصوصیت کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:۔

انیسویں خصوصیت کی وضاحت قرآن واحادیث کی روشنی میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے مُحمدٌ رَّسُولُ اللہ.: کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

اس آیت میں نبی ﷺ کا نام بھی ہے اور حضور ﷺ کا منصب بھی بتایا گیا ہے ہر دو اعتبار سے آیت بالا خصوصیات نبویّہ کی مظہر ہے۔

ذیل میں اس کی وضاحت پیش کی جارہی ہے ملاحظہ فرمائیے:۔

(الف) نبی ﷺ کی رفعت شان کے اظہار میں رسولِ اکرم ﷺ کا نام مبارک بھی اپنے اندر خصوصیت رکھتا ہے واضح ہو کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کا نام بھی ایسا نہیں پایا جاتا کہ وہ نام ہی اپنے مُسمّٰی کے کمالاتِ نبوت کا شاہد ہو، بہ بطور نمونہ چند اسماء کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آدم: کے معنی گندم گوں ہیں، ابولبشر کا یہ نام اُنکے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔

نوح: کے معنی آرام ہیں، باپ نے ان کو آرام وراحت کا موجب قرار دیا۔

اسحٰق: کے معنی ضاحک، یعنی ہنسنے والا ہیں، ہشاش بشاش چہرہ والے تھے۔

یعقوب: پیچھے آنے والا، یہ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ توام پیدا ہوئے تھے۔

موسیٰ: پانی سے نکالا ہوا، جب ان کا صندوق پانی میں سے نکالا گیا، تب یہ نام رکھا گیا۔

یحییٰ: عمر دراز، بڈھے ماں باپ کی بہترین آرزوں کا ترجمان ہے۔

عیسیٰ: سرخ رنگ، چہرہ گلگوں کو وجہ سے یہ نام تجویز ہوا۔

اسماء بالا کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو کہ وہ کسی طرح مسمّٰی کی عظمت روحانی یا نبوت کی طرف ذراسی بھی اشارت نہیں رکھتے۔ مگر اسمِ ''محمدؐ'' کی شان خاص ہے۔ حضور ﷺ کا ذاتی نام محمد بھی ہے اور احمد بھی، ہر دو اسمائے ذاتی میں وحدتِ مادہ موجود ہے۔ یعنی دونوں حمد سے بنے ہیں۔ اب معنی حمد کا سمجھنا ضروری ہوا۔

جب صفات میں کمال اور لغوت میں جلال اور فطرت میں احسان بر غیر اور فیضانِ عالم کے فضائل جمع ہو جائیں تو اس مجموعی کیفیت کا نام ''حمد'' ہوگا۔

ثناو تکریم، رفعت شان ورفعتِ ذکر اور استلزام جود وعطا کا مجموعہ حمد کہلاتا ہے۔ حمد کی یہ جملہ صفات بدرجہ اکمل ذات پاک سبحانی میں پائی جاتی ہیں۔ الحمدُ للہ کا حرفِ لام یہی بتلا

رہا ہے اور اسم پاک حمید بھی اس راز کا انکشاف کرتا ہے۔

سیدنا حسّان المؤید بروح القدسؓ نے اپنے مشہور قصیدہ کے مشہور بیت میں گویا اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وشقَّ لهٗ مِن اِسمِهٖ لِيُجِلَّهٗ...............فذُو العرشِ مَحمُودٌ وَّهٰذا مُحَمَّدٌ

مُحَمَّدٌ، حَمّدَ (مضاعف) سے مبالغہ کے لئے ہے یہ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے ہاں بھی محمود ہیں ملائکہ مقربین میں بھی محمود ہیں۔ جملہ انبیاء و مرسلین میں بھی محمود ہیں اور اہل زمین کے نزدیک بھی محمود ہیں۔ جو لوگ حضور ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھتے وہ بھی ان سجایا وشیم کے مداح ہیں، جن کا لزوم و ثبوت حضور ﷺ کے نام کے معنی اور حضور ﷺ کی ذات گرامی سے بدرجہ اتم ہے۔

ہاں! حضور ﷺ ہی ''مقام محمود'' والے ہیں اور ''لواء الحمد'' حضور ﷺ ہی کے رایت شاہی کا نام ہے حضور ﷺ کی امت کا نام بھی انہی مناسبات سے ''حمادون'' ہے۔

محمد و احمد کے معانی میں الگ الگ فرق یہ ہے کہ محمد وہ ہے، جس کی حمد و نعمت جملہ اہل الارض والسّماء نے سب سے بڑھ کر کی ہو، اور احمد وہ ہے جس نے رب السّمٰوٰت والارض کی حمد وثنا جملہ اہل الارض والسّمٰوٰت سے بڑھ کر کی ہو۔ لہٰذا اسم پاک علم بھی ہے اور صفت بھی وہ اپنے معانی کے اعتبار سے کمالاتِ نبوت پر دال ہے اور مدلول بھی۔

یہ وہ خصوصیت ہے جس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء ساکت و خاموش ہیں،

(ب) اسم پاک کے ساتھ رسول اللہ کا علم بھی سورۃ الفتح، ع ۴ آل عمران، ع ۱۵ میں موجود ہے۔

رسول بروزن فعول بمعنی مرسل ہے، اللہ کی طرف مضاعف ہونے سے اس کے معنی یہ ہو گئے ہیں کہ اُس کی رسالت صرف منجانب اللہ ہے وہ کسی دوسرے کا پیغام نہیں سناتا اور کسی دوسرے کی بات پہنچانا اس کی شان سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ جہاں یہ لفظ بشکل مضاعف قرآن مجید میں مستعمل نہیں ہوا۔ وہاں معرف باللام مستعمل ہوا ہے اور اسی تخصیص

کا عرفان دیتا ہے۔ آیت مُحمدٌ رّسولُ اللہ اور آیت وما مُحمدٌ اِلّا رسُول ٌ کی تنزیل سے آشکارا ہو گیا کہ فرقانِ حمید میں جہاں کہیں بھی اَطیعُوااللہ و اَطِیعُوا الرَّسُول کی وحی موجود ہے اور جتنی آیات اس کی ہم معنی پائی جاتی ہیں، اُن سے حضور ہی کی ذات بابرکت مقصود ہے اور حضور ہی کو رب العٰلمین نے مطاعِ عالم اور سید الانبیاء والامم مقرر فرمایا ہے۔

یہ مسئلہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں جملہ اہل اسلام کا ایمان رہا ہے، مگر ہمارے زمانہ میں یہ عقیدہ محدثہ ایجاد کیا گیا کہ رسول سے مراد آیات الٰہیہ میں خود قرآن ہے، لہٰذا اطاعت قرآن فرض ہے اور اطاعتِ محمد ﷺ فرض نہیں۔

آیت مُحمدٌ رّسولُ اللہ (جو زیبِ عنوان ہے) کی مناسبت سے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن مجید سے اس مسئلہ کا حل کیا جائے، اہل ایمان کو تدبر قرآن سے صاف طور پر واضح ہو جائے گا کہ لفظ رسول کا اطلاق صرف انبیائے کرام پر یا اُن ملائکہ پر جو رسالت کا کام سرانجام دیتے تھے۔ فرمایا گیا ہے، لیکن لفظ رسول کا اطلاق کسی کتاب پر کبھی نہیں ہوا آیاتِ ذیل پر غور کیجیے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے یٰقومِ لیسَ بِی ضَلالَۃٌ وَّلٰکِنِی رَسُولٌ مِّنْ رَّبِّ العٰلمین. ترجمہ اے قوم! مجھ میں گمراہی کچھ نہیں، میں تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

حضرت ہود علیہ السلام کی زبان سے یٰقومِ لیسَ بِی سَفاھَۃٌ ولٰکنّی رَسُولٌ مِّنْ رَّبِّ العٰلمِین. ترجمہ: اے قوم! مجھ میں نادانی کی کوئی بات نہیں، میں تو رب العٰلمین کا رسول ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے وقالَ مُوسٰی یٰفِرعونُ اِنّی رسُولٌ مِّن رَّبِّ العٰلمِین. ترجمہ: موسیٰ نے کہا اے فرعون میں پروردگار عالم کا رسول ہوں۔

واِذ قالَ موسٰی لِقومِہٖ یٰقومِ لِمَ تُؤذُونَنِی وقَدْ تَّعلَمُونَ اَنّی رَسولُ اللہ اِلَیکُم. ترجمہ: جب موسیٰ نے کہا اے میری قوم! مجھے کیوں ایذا دیتے ہو، تم تو جان چکے ہو کہ میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے اِنَّمَا المَسِیحُ عِیسَی ابنُ مریمَ رَسولُ اللّٰہ.
ترجمہ سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کا رسول ہے۔
مَا الْمَسیحُ ابنُ مَریمَ اِلّا رسولٌ. ترجمہ: مسیح بن مریم تو صرف رسول ہیں۔
واِذْ قالَ عیسَی ابنُ مریمَ یٰبَنِی اِسْرائیلَ اِنِّی رسُولُ اللّٰہ اِلَیکُم .
ترجمہ: عیسیٰ بن مریم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ میں تمہارے لئے اللہ کا رسول ہوں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے قالَ اِنَّمَا انا رسولُ رَبِّک .ترجمہ: مریم سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں تیرے رب کا رسول ہوں۔

آیاتِ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ سیّدنا نوح و ہود و موسیٰ و عیسیٰ اور جبرئیل علیہم الصلوۃ والسلام کو قرآن مجید میں رسول بتایا گیا ہے۔ فیصلہ طلب امر یہ رہ جاتا ہے کہ سیّدنا و مولانا محمد النبی الامی ﷺ کو بھی رسول ہی فرمایا گیا ہے تو پھر کیوں دیگر انبیاء کے ناموں کے ساتھ رسول بہ معنی پیغمبر سمجھا جائے اور رسول اللہ ﷺ کے لئے یہی معنی کیوں نہ سمجھے جائیں۔

ذیل میں وہ آیات درج ہیں جن سے کلمہ رسول کا ہونا حضور ﷺ ہی کے لئے ثابت ہے، وہاں تاویلاً بھی کسی کتاب سے مراد نہیں ہوسکتی۔

(۱)......لَقَد صَدَقَ اللّٰہُ رَسُولَہُ الرُّؤیَا بِا لحَقِّ ۔ترجمہ: اللہ نے اپنے رسول کا خواب ٹھیک ٹھیک سچا کر دکھایا۔ یہ ظاہر ہے کہ خواب دیکھنا انسان کا کام ہے الکتاب کا نہیں خواب نبی علیہ السلام نے دیکھا تھا، قرآن مجید نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا۔ اِذا جآءَ کَ الـمُنافِقُونَ قالُوا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُولُ اللّٰہ واللّٰہُ یعلَمُ اِنَّکَ لَرَسُولُہٗ. ترجمہ: جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری شہادت یہ ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تو جانتا ہی ہے کہ آپ اس کے رسول ضرور ہیں۔

منافقوں کا آنا جانا اور دربارِ نبوی میں تھا۔ وہ لوگ نبی ﷺ ہی کو مخاطب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا خطاب بھی نبی ﷺ کی جانب ہے، تین جگہ حرف ''ک'' خطاب موجود ہے۔

بَل ظَنَنتُم اَنْ لَّنْ یَّنقَلِبَ الرَّسولُ والمُؤمِنُونَ اِلٰی اَھلِیھِم . (۱۲:۴۸)

ترجمہ: ہاں تمہارے برے گمان تو یہ تھے کہ رسول اور ایمان والے لوٹ کر اپنے اپنے کنبوں میں نہیں آئیں گے۔

جانا، لوٹ کر آنا، بچ رہنا، کنبہ دار ہونا یہ صفات قرآن کے نہیں ہو سکتے۔ غور کیجیے کہ رسول کو یہاں کنبہ دار، صاحب اہل وعیال بھی کہا گیا ہے۔ جیسا کہ دیگر مؤمنین کو بھی کنبہ دار کہا گیا، بہ شمول ذکر قرآن پاک ہے۔

(الف) یٰۤاَیُّھا الرَّسولُ بَلِّغْ مَا اُنزِلَ اِلَیکَ. ترجمہ: اے رسول پہنچا دیجئے جو کچھ کہ آپ پر نازل کیا گیا ہے۔

یقیناً قرآن مجید ما اُنزِلَ اِلَیکَ ہے اور سیّدنا محمد النبی الامّی وہ رسول ہیں جو آیت بالا میں مخاطب ہیں۔

جسے بَلِّغْ فرمایا وہ فرض تبلیغ اُن پر عائد کیا گیا ہے ہاں یہ بھی غور کرو اِلیکَ کا مخاطب بھی رسول اللہ کے سوا اور کون ہے جس پر نزول قرآن ہوا۔

(ب) کَمَا اَرسَلنَا فِیکُم رَسولاً مِّنکُم یَتلُوا علیکُم. ترجمہ: ہم نے اپنا رسول تم میں بھیجا ہے جو تم میں سے ہے اور وہ ہماری آیات تم پر پڑھا کرتا ہے۔ ایاتِنا تو قرآن مجید ہی ہے۔ اب اَرسلنَا رسولاً کا مصداق کون ٹھہرا۔ وہ مِنکُم والا کون ہے جسے قریش میں حسب ونسب بھی حاصل ہے۔ کلام اللہ المنان تو کسی حسب ونسب کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔

(ج) لَقَدْ جَآءَکُم رَسولٌ مِّن اَنفُسِکم . (سورہ توبہ) ترجمہ: شاندار رسول تمہارے پاس آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے۔ قرآن مجید کی کونسی شخصیت ہے جو نوعِ بشر کے ساتھ مشارکت بھی رکھتی ہے۔

المختصر قرآن پاک نے نبی ﷺ کا اسم وعلم بیان فرمانے کے بعد حضور کا رسول ہونا اور پھر بحکمِ الٰہی مطاع اور مفترض الطاعت ہونا ظاہر کر دیا، مگر قرآن مجید میں کسی ایک مقام پر بھی

اَلقُرآنُ رسولُ اللہ موجود نہیں نتیجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم نے نہایت جزم وقطعیّت کے ساتھ بتلا دیا کہ سیدنا محمد ﷺ ہی وہ رسول پاک ہیں جن کا اتباع فرض ہے اور وہی کل عالم وعالمیاں کے مخدوم ومطاع ہیں وما اَرسَلنَا مِن رَّسولٍ اِلَّا لِیُطاعَ بِاِذنِ اللہ (سورۂ نساء) ترجمہ: ہم نے ایک رسول کو اس لئے بھیجا کہ اُس کی اطاعت ہمارے اذن سے کی جائے۔ کا طغرا حضور ہی کے لئے ہے اور وَمَن یُّطِعِ الرسولَ فقدْ اَطاعَ اللہ. (نساء) ترجمہ: (جس نے اس رسول کی اطاعت کی اسی نے اللہ کی اطاعت کی) کا فرمان واجب الاذعان حضور ہی کے احترام واحتشام میں نفاذ پذیر ہے اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس نے حضور کی شان بلند کو نہایت ارفع واعلیٰ ثابت کر دیا ہے۔

جملہ آیاتِ بالا سے ثابت ہو گیا کہ ""وہی عبداللہ کا فرزند، آمنہ کا جایا، المکی المدنی الامّی الہاشمی القرشی الکنانی العدنانی فخر اسماعیل ذبیح اللہ، دعائے ابراہیم خلیل اللہ اور بشارت عیسیٰ مسیح علیہ السلام ہیں، جن کی اطاعت عالم وعالمیان پر تا انقراض عالم وعالمیان فرض عین ہے اور یہ امر حضور ﷺ کی خصوصیت میں ہے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از رحمۃ اللعالمین جلد سوم)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

خصوصیت نمبر ۲۰

رسولِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کبھی نام لے کر مخاطب نہیں کیا جبکہ دیگر انبیاء کا نام لیکر خطاب کیا

قابلِ احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ بیسویں خصوصیت ہے جسکا عنوان ہے ''رسولِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کبھی نام لے کر مخاطب نہیں کیا جبکہ دیگر انبیاء کا نام لے کر خطاب کیا'' اور بحمد اللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کو ترتیب دیتے وقت بھی میں روضہ رسول ﷺ کے قریب یعنی روضہ کے سائے تلے بیٹھا ہوں، اور اس خصوصیت کو ترتیب دے رہا ہوں، اور دل سے بار بار یہی صدا آرہی ہے کہ یا اللہ آقا ﷺ کے مدینے میں بار بار آنے کی توفیق عطا فرما اور اخلاص سے آقا ﷺ کے دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما، دل چاہتا ہے کہ روضہ رسول ﷺ کی جالیوں کو دیکھتا رہوں اور پھر دیکھتا ہی چلا جاؤں کہ دل کا سرور اسی میں چھپا ہے، دعا گو ہوں کہ یارب قدوس اس گناہ گار کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول ومنظور فرما اور آخر میں نجات کا ذریعہ بنا، آمین۔

بہر حال محترم قارئین! ہمارے نبی ﷺ کی جملہ خصوصیات میں سے یہ بھی ایک عظیم خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کبھی نام لے کر خطاب نہیں کیا جبکہ دیگر انبیاء کا نام لے کر خطاب کیا، جیسا کہ آنے والے اوراق میں ان تمام مثالوں کو پیش کیا جارہا ہے، کہ قرآن کریم میں کہاں کہاں اور کس طرح دیگر انبیاء کا نام لے کر خطاب کیا گیا اور آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ نے کبھی نام لے کر خطاب نہیں کیا، بے شک یہ آپ ﷺ کے بلند مقام اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں قابلِ احترام ہونے کی علامت ہے۔ چنانچہ اب ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ اپنے نبی ﷺ کے نام کا احترام کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے احترام کیا کہ اسی میں ہماری

کامیابی وکامرانی مضمر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے نبی ﷺ سے سچی محبت نصیب فرمائے اور آپ ﷺ کی جملہ تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

بیسویں خصوصیت کی وضاحت قرآن واحادیث کی روشنی میں

رسولِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کنایہ سے خطاب فرمایا، بخلاف دیگر انبیاء کے کہ انہیں ان کے نام سے خطاب کیا ہے دیکھئے آیات ذیل:۔

۱......وقُلنا یٓا اٰدَمُ اسکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ وکُلا مِنْها رَغَداً حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظَّا لِمِیْنَ. (پ۔ا ع۴)

ترجمہ......اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدمؑ رہا کرو تم اور تمہاری بیوی بہشت میں پھر کھاؤ دونوں اس میں سے بافراغت جس جگہ سے چاہو اور نزدیک نہ جائیو اس درخت کے ورنہ تم بھی ان ہی میں شمار ہو جاؤ گے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

۲......وعَصٰی آدمُ ربَّهٗ فغَوٰی . (پ۔۱۶۔طٰہٰ۔ع۷)

ترجمہ......اور آدمؑ سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے۔

۳......قِیلَ یٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَیكَ وَعَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ. (پ۔۱۲۔ہود۔ع۴)

ترجمہ......کہا گیا اے نوحؑ اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہوں گی اور اُن جماعتوں پر جو کہ تمہارے ساتھ ہیں۔

۴......ونَادٰی نُوحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِی مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِینَ. (پ۔۱۲۔ہود۔ع۴)

ترجمہ......اور نوحؑ نے اپنے ایک بیٹے کو پکارا اور وہ علیحدہ مقام پر تھا اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو۔

۵......یآ اِبْراھِیمُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذا . (پ۔۱۲۔ہود۔ع۷)

ترجمہ......اے ابراہیمؑ اس بات کو جانے دو۔

۶......وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْراھِیمُ الْقَواعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیلُ.رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ. (پ۔۱۔بقرہ۔ع۱۵)

ترجمہ......اور جبکہ اٹھا رہے تھے ابراہیم (علیہ السلام) دیواریں خانۂ کعبہ کی اور اسمٰعیل بھی (اور یہ کہتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار!(یہ خدمت ہم سے قبول فرمایئے، بلاشبہ آپ خوب سننے والے جاننے والے ہیں۔

۷......قالَ یٰمُوسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِی و بِکَلَامِیْ فَخُذْ مآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشَّاکِرِینَ . (پ۔۹۔اعراف۔ع۱۷)

ترجمہ......ارشاد ہوا کہ اے موسیٰؑ (یہی بہت ہے کہ) میں نے اپنی پیغمبری اور اپنی ہمکلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے، تو (اب) جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے اس کو لو، اور شکر کرو۔

۸......فَوَکَزَہٗ مُوسٰی فَقَضٰی عَلیهِ قالَ ھٰذا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ. (پ۔۲۰۔قصص۔ع۲)

ترجمہ......تو موسیٰؑ نے اس کو ایک گھونسا مارا سو اس کا کام ہی تمام کر دیا موسیٰؑ کہنے لگے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہوگئی بے شک شیطان (بھی آدمی کا) کھلا دشمن ہے (غلطی میں ڈال دیتا ہے)

۹......وَاِذْ قالَ اللّٰهُ یٰعِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِی عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ. (مائدہ۔ع۱۵)

ترجمہ......جبکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، کہ اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ! میرا انعام یاد کرو، جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے۔

۱۰......قالَ عِیسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مآئِدَۃً مِّنَ السَّمَاءِ

تَکُونُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَةً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ.

(پ۔۷۔مائدہ۔ع۱۵)

ترجمہ......عیسیٰ ابن مریمؑ نے دعا کی، کہ اے اللہ! اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمائیے، کہ وہ ہمارے لئے یعنی ہم میں جو اول ہیں، اور جو بعد میں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہو جائے، اور آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جائے اور آپ ہم کو عطا فرمائیے اور آپ ہم سب عطا کرنے والے سے اچھے ہیں۔

۱۱......یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ. (پ۔۲۳۔ص۔ع۲)

ترجمہ......اے داؤدؑ ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کہ (اگر ایسا کرو گے تو) وہ خدا کے رستہ سے تم کو جھٹکا دے گا۔

۱۲......وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ. (پ۔۲۳۔ص۔ع۳)

ترجمہ......اور ہم نے داؤدؑ کو سلیمانؑ عطا کیا بہت اچھے بندے تھے کہ (خدا کی طرف) بہت رجوع ہونے والے تھے۔

۱۳......یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا. (پ۔۱۶۔مریم۔ع۱)

ترجمہ......اے زکریا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا کہ اس کے قبل ہم نے کسی کو اس کا ہم صفت نہیں بنایا ہوگا۔

۱۴...... کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا. (آل عمران)

ترجمہ......(سو) جب کبھی زکریا (علیہ السلام) اُن کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے۔

۱۵......یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ. (مریم۔ع۱)

ترجمہ......اے یحیٰ! کتاب کو مضبوط کرلو۔

۱۶..وَزَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ انبیاء۔ع۶

ترجمہ......اور زکریا کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب! مجھ کو لاوارث مت رکھیو (یعنی مجھ کو دیجئے کہ میرا وارث ہو) اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں۔

ان آیات میں آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح دیگر انبیاء کو ان کے نام کے ساتھ پکارا مگر ہمارے آقائے نامدار کو اللہ تعالیٰ یوں خطاب فرماتا ہے:۔

(۱)......يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. (انفال ع۴)

ترجمہ......اے نبیؐ! آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے، اور جن مؤمنین نے آپ کا اتباع کیا ہے وہ کافی ہیں۔

(۲)......يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ . (مائدہ۔ع۱۰)

ترجمہ......اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچادیجئے۔

(۳)......يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ. (مزمل شروع)

ترجمہ......اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔

(۴)......يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ . (مدثر شروع)

ترجمہ......اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو۔

اور جہاں اللہ تعالیٰ نے حضور کے نام مبارک کی تصریح فرمائی ہے وہاں ساتھ ہی رسالت یا کوئی اور وصف بیان فرمایا ہے۔ دیکھیئے آیات ذیل:۔

۱......وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ. (پ۔۴۔آل عمران۔ع۱۵)

ترجمہ......اور محمدؐ رسول ہی تو ہیں

۲......مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. (پ۔۲۶۔فتح۔ع۴)

ترجمہ..... محمد اللہ کے رسول ہیں۔

۳..... مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا. (پ۔۲۲۔احزاب ع۵)

ترجمہ..... محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسولؐ ہیں سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

۴..... وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ. (پ۔۲۶۔محمد۔ع۱)

ترجمہ..... اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے اور وہ اپنے رب کے پاس سے امر واقعی ہے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا۔

۵..... جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل وحبیب کا یکجا ذکر کیا ہے وہاں اپنے خلیل کا نام لیا ہے اور اپنے حبیب کو نبوت کے ساتھ یاد فرمایا ہے، چنانچہ یوں ارشاد ہوا ہے:۔

۵..... اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ. (پ۔۳۔آل عمران۔ع۷)

ترجمہ..... بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے (حضرت) ابراہیمؑ کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی (ﷺ) ہیں اور یہ ایمان والے اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے۔

امتیازی تخاطب جس میں کوئی شریک نہیں

قرآن کریم انسانوں کے لئے کتاب ہدایت ہے۔ کل کے انسانوں کے لئے، آج کے انسانوں کے لئے اور آنے والے زمانوں کے انسانوں کے لئے۔ ہدایت دینے کے لئے ہدایت دینے والے کا ہدایت پانے والوں اور ہدایت کے طالبوں سے تخاطب اور ہم کلامی

لازمی ہے۔ اس ہم کلامی کی جو صورت رب کائنات جل جلالہ نے پسند فرمائی وہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعے انسانوں کو ہدایت دیں، اور اسی کے ساتھ ساتھ انسانوں کو خود بھی مخاطب فرمایا۔

قرآن حکیم میں تخاطب کی یہ صورتیں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کو مخاطب فرمایا اور ان ـــ خاطب کے پیرائے میں ان کی امتوں کو ہدایات دیں۔ قرآن مجید میں "یاایھاالذین آمنوا" اور "یاایھاالناس" کا تخاطب بہت عام ہے۔ جہاں اہل ایمان کو مخاطب کیا گیا ہے وہاں ایمان کی اساسی باتوں اور احکام دیئے گئے ہیں اور حقائق بیان کئے گئے ہیں، مثلاً سورۂ البقرہ کے ابتدائی حصے میں ہمیں یہ آیت ملتی ہے:۔ ﴿یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾ (سورۃ بقرہ) "اے انسانو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بن سکو۔"

اہل ایمان سے اللہ تعالیٰ کی مخاطبت زیادہ وسیع ہے۔ اس میں اہل ایمان کو اسلام کے تقاضوں، ایمان کے بنیادی اور اساسی اصولوں، نبی ﷺ کے مرتبے اور ان کے بارے میں آداب، لباس اور کھانے کے اصولوں، مصیبت کے مقابلے کے نسخے، عبادت، باہمی معاملات اور لین دین کے طریقوں، صبر، حق، رحمت کے افادات، باہمی ربط اور اللہ کے راستے میں استقامت، معروف ونواہی، غرض کہ زندگی کے ہر پہلو اور گوشے کے بارے میں ہدایات سے نوازا گیا ہے۔

اہل ایمان کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے ان کو عمل کی راہ اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ ﴿یاایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصٰبرین﴾ (سورۃ بقرہ) "اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

ہر دور میں اہل ایمان کو اللہ کے راستے میں مصائب، مشکلات اور آزمائشوں کا سامنا

کرنا پڑتا ہے اور ان کے لئے یہ آزمائشیں صبر اور نماز سے سہل ہوتی ہیں۔ ﴿یٰایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃً﴾ (سورۃ بقرہ) ''اے اہل ایمان! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔''

اسلام اللہ کا دین اور اللہ کا راستہ ہے۔ یہ اس بات کا اعلان ہے کہ ہم اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ یہاں کسی کی شرکت کی گنجائش نہیں۔

اسلام مومن کا ظاہر بھی ہوتا ہے اور باطن بھی۔ اسی یکسوئی کا نام اسلام ہے۔ آدمی اپنی ذات، اپنی عقل، اپنے رجحانات سے اللہ تعالیٰ کی خاطر دست بردار ہو جاتا ہے۔ یہ بات اپنی عقل پر مکمل تکیہ کرنے والوں اور اپنے معیار کو حق و باطل کی میزان قرار دینے والوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ مسلمان فرامین الٰہی کو تسلیم کرنے کے بعد جب کائنات پر نظر ڈالتا ہے، فلسفہ اور خیالات کی دنیا کا جائزہ لیتا ہے اور فرمانِ الٰہی کو قول فیصل قرار دے کر جب تفکر کرتا ہے تو وہ علم وفکر کی امامت کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں رسولوں سے خطاب ملتا ہے، بلکہ انسانوں سے خطاب انبیائے کرامؑ ہی کے وسیلے سے کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول اور نبی بھیجے ہم ان کی تعداد سے ناواقف ہیں۔ قرآن حکیم نے عظیم المرتبت انبیاء کا ذکر اور ان کے کارناموں کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

ان رسولوں میں حضرت آدم، حضرت نوح، ابوالانبیاء حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ممتاز تر ہیں۔ ہم رسول کی حیثیت سے ان میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ لیکن اہمیت اور مرتبے میں بعض زیادہ اہم ہیں، اس کا معیار انسانی تاریخ پر اس کا اثر اور ان کی نازل ہونے والی کتابوں کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ ﴿تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعضٍ﴾ (سورۃ بقرہ) ''ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔''

مثال کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت یہ ہے کہ وہ ابوالانبیاء ہیں۔ کتنے جلیل القدر رسول ان کے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف علیہم السلام وغیرہ اور سلسلۂ نبوت کا اختتام بھی ان کے جلیل

القدر بیٹے رحمۃ اللعالمین، فخرِ بنی آدم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہوا۔

کئی جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات اور تعلیمات کا سب سے زیادہ معتبر ماخذ قرآن عظیم ہے۔ قرآن عظیم کی تعلیمات کے مطابق یہ سارے رسول ایک ہی دین لے کر آئے اور وہ دین اسلام ہے۔ ان رسولوں کی بنیادی تعلیمات اور ان کے دیئے ہوئے عقائد میں کوئی اختلاف نہیں، ہاں جزئیات کا فرق ان کے زمانوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ ان سب رسولوں کو مخاطب کر کے ان کے بھیجنے والے نے ایک بات کہی اور وہ یہ ہے کہ:

﴿یآیہا الرسل کلوا من الطیبٰت و اعملوا صالحا انی بما تعملون علیم﴾

(سورۂ مومنون) ''اے رسولو! پاکیزہ اور صاف ستھری چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو، اور تم جو کرتے ہو میں جانتا ہوں۔''

ہر رسول نے حلال اور پاکیزہ طریقے سے حاصل کئے ہوئے پاکیزہ رزق پر زور دیا ہے۔ یہ ربانی تعلیمات کی عملی اساس ہے، اور بنیادی عقائد کے بعد سب سے زیادہ اسی کی اہمیت ہے۔ عبادت کے قبول اور عدم قبول کا انحصار بھی رزق حلال پر ہے اور اعمال صالحہ میں عبادت، معاشرتی زندگی کا ہر جزو اور اپنی ذات کی تعمیر ہر چیز سمٹ آئی ہے۔ کئی انبیاء کرامؑ کا ذکر قرآن عظیم میں بار بار آیا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت نوح علیہ السلام کا اسم گرامی قرآن حکیم میں ۴۳ بار اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام نامی ۶۹ بار آیا ہے۔

اس نقطے پر غور کیجئے تو کئی ایمان افراز پہلو سامنے آئیں گے، قرآن کریم میں پیغمبروں اور ان کی امتوں کے قصوں کے حوالے سے انسانیت کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ انسانی سعادتوں کی تاریخ، انسان کی بغاوت، سرکشی، طغیان اور گمراہیوں کی تاریخ، انسانی ترغیبات، خواہشوں، فلسفوں، خود کو دھوکہ دینے اور خود شناسی کی تاریخ۔ دوسرا نکتہ یہ ابھرا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نام اگرچہ صرف پانچ بار آئے ہیں، لیکن قرآن کریم نے انہیں کہیں نبی کہا ہے، کہیں رسول، کہیں مزمل اور کہیں مدثر، اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے ذاتی ناموں سے کہیں مخاطب نہیں کیا ہے، یہ اپنے بندے اور رسول کے احترام کی انتہائی مثال ہے۔

ہر رسول کو اللہ تعالیٰ نے اس کا نام لے کر مخاطب کیا ہے۔ ہم صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخاطبت کی مثالیں پیش کرتے ہیں، **یٰآبراھیم اعرض عن ھٰذا** (سورۂ ہود) ''اے ابراہیم یہ خیال چھوڑ دو۔'' ﴿**ونادینہ ان یّٰابراھیم قد صدقت الرئیا انا کذٰلک نجزی المحسنین**﴾ (سورۂ صٰفٰت) ''اور ہم نے اسے پکار کر کہا کہ اے ابراہیم تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ اور ہم محسنوں اور نیکوکاروں کو ان کی جزا اور ان کا اجر دیتے ہیں۔''

حضرت سرورِ دیں، خلاصۂ کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ نے بارہا مختلف سیاق وسباق میں مخاطب کیا ہے۔ کہیں شدائد کے عالم میں حرفِ تسلی سے نوازا، کہیں آپ ﷺ کو فرائض نبوت کی تکمیل میں بے چین اور سرگرداں پا کر اس پیار سے پکارا ہے کہ لفظ تبسم بن گئے ہیں، کہیں آپ کو راتوں میں کفار اور مشرکین کے لئے ہدایت طلبی کی دعاؤں میں اپنی جان کو ہلاکت میں مبتلا کرتے ہوئے دیکھ کر پیار سے اپنی طرف بلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ اپنا خیال رکھئے۔ ﴿**یآیھا الرسول لایحزنک الذین یسارعون فی الکفر**﴾ (سورۂ مائدہ)

''اے رسول (ﷺ)! وہ لوگ آپ کے لئے حزن اور دکھ کا سبب نہ بنیں جو کفر کی راہ میں بڑی تیزی دکھا رہے ہیں۔''

مکی سورتوں میں قریش کی ہدایت کے لئے نبی اکرم ﷺ کے اضطراب اور بے چینی کی تصویر ملتی ہیں۔ سورۂ مائدہ مدنی سورت ہے، یہ ۶ھ یا ۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب مدینہ اور نواحِ مدینہ کے یہودی سازشوں میں مصروف تھے اور ان کی سرگرمیاں بہت بڑھ گئی تھیں۔ اسلام کی بقا اور فروغ کے سلسلے میں اللہ کے رسول ﷺ کے ذہن میں کسی شبہ کے پیدا ہونے کا کیا سوال، عام مسلمان بھی فتح مبین پر ایمان کامل رکھتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا تمام تر اضطراب، حزن ان کفار کی خیر خواہی کی خاطر تھا۔

اللہ کے رسولِ اعظم ﷺ کو یہ بھی یقین تھا کہ کفار کی یہ سرگرمیاں دینِ حق کا راستہ نہیں روک سکتیں۔ کفر کی قسمت میں ذلیل ہونا تھا۔ اللہ کا یہ فیصلہ صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہو چکا تھا کہ: ﴿**انا فتحنا لک فتحاً مبین**﴾ (سورۂ فتح) ''بیشک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی

ہے۔'' سورۂ فتح وعدۂ نصرت اور اللہ کے فیصلوں کا مجموعہ ہے۔ اللہ تمہاری زبردست مدد کرے گا۔ آسمانوں اور زمینوں کے تمام لشکر اللہ کے ہیں۔ اور یہی بات آیت نمبر ے میں دہرائی گئی۔ منافق مردوں اور عورتوں، مشرک مردوں اور عورتوں کے لئے مصیبتوں کا دائرہ اور چکر مقدر ہو چکا تھا۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ سورۂ فتح کا مطالعہ اس نقطہ نظر سے کریں۔ سورۂ کے آخری رکوع میں تو صاف صاف اعلان کر دیا گیا کہ: ''وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اللہ کا دین ہر باطل دین اور نظام پر غالب آ کر رہے گا اور اللہ ہی حق ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔'' اسلام کی فتح ونصرت پر ایمان کے باوجود حضرت محمد ﷺ کا قلب مطہر گم کردہ اور بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے کیسا دکھ برداشت کرتا تھا۔

یہاں ضمناً ایک اور بات کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہوگا کہ بہت سے مقام پر سرور کائنات ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی نام اور صفت کے خطاب فرمایا ہے اور ضمیر حاضر استعمال کی ہے، مثلاً اسی سورۂ الفتح میں ارشاد ہوا: ﴿انا ارسلنٰک شاھداً ومبشراً ونذیراً﴾ ''اے رسول (ﷺ)! ہم نے آپ کو شاہد (گواہ) اور حال بتانے والا، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔''

اور کہیں مختصر سے فعل کے ساتھ نبی اکرم ﷺ سے خطاب کیا گیا، سورۂ اخلاص اور معوذ تین اس کی مثالیں ہیں۔ اور سورۂ الاعراف کی آیت کا یہ ابتدائی حصہ ملاحظہ ہوا۔

﴿قل یآیھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً﴾ (سورۂ اعراف)

''اے رسول (ﷺ)! کہہ دیجئے کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔'' یہ رسول اللہ ﷺ کی عالم گیر نبوت کا اعلان ہے۔ یہ اس بات کا اعلان ہے کہ آپ کی نبوت پر ایمان لانا تمام رسولوں پر ایمان لانے کے مترادف ہے۔ اور آپ ﷺ کی یہ عظمت وشانِ محبوبیت تو دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان آپ ﷺ کی زبان سے کرایا ہے۔ العظمۃ اللہ، یہ اعلان اس کی زبان سے کرایا گیا جو صادق تھا، امین تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایمان، عبادات، اعمال صالحہ کے احکام راست دینے کے

لئے خیر وشر کے فرق سے آگاہ کرنے کے لئے انہیں راست مخاطب کیا ہے۔ ایسے ''خطابات'' کی تعداد ۱۵۰ سے کچھ کم ہے۔ لیکن بعض فرائض اور عبادات نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے عطا کئے گئے ہیں۔ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ان کی اہمیت کو اور ابھارنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے، کیونکہ رسول کا عمل اس کے اسوۂ حسنہ کا حصہ ہے۔ اور اس کا اتباع اہل ایمان کی شناخت ہے۔

جہاد اگرچہ رکن اسلام نہیں ہے، مگر جہاد ہر رکن کی روح اور جان ہے۔ صلوٰۃ اللہ سے ہم کلامی ہے اور نماز میں یہ بات بڑی جدوجہد کے بعد ہوتی ہے۔ تمام وسیلوں کو ٹھکرانا اور کسی آستانے پر سر نہ جھکانا، اس سے بڑا جہاد اور کیا ہوسکتا ہے؟...... قتال، جہاد کی انتہائی شکل ہے اور جان آدمی کو کتنی عزیز ہوتی ہے، اس کا شاہد ہم میں سے ہر شخص ہے۔ مسلمانوں کو قتال کی ترغیب دینے کا حکم رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا۔ ﴿یٰـآیھـا النبی حرض المؤمنین علی القتال﴾ (سورہ انفال) ''اے نبی (ﷺ)! مومنوں کو قتال کا شوق دلاؤ۔''

اور اس سلسلے میں یہ فرمایا کہ اگر تم ثابت قدم رہو گے تو بیس مومن دوسو کافروں پر غالب آئیں گے، اور اس کا سبب یہ بتایا کہ کافر سمجھ اور شعور نہیں رکھتے۔ ''لایـفـقـهـون.'' مشرک، اہل کتاب اور کافر زندگی اور موت کے مفہوم سے ناواقف ہیں، اسی لئے وہ زندگی کے حریص ہوتے ہیں اور موت سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ اہل کتاب بھی ربانی تعلیمات کو بھلا کر دنیا کے دام میں الجھ جاتے ہیں۔ سورۂ البقرہ کی آیت نمبر ۹۷ میں ان لوگوں کے حرص حیات کا ذکر ہے کہ ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ ہزار سال کی عمر پائے۔ نبی اکرم ﷺ نے وحی الٰہی کی روشنی میں اہل ایمان کو یہ تعلیم دی کہ اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔ یہ دنیا تو سرائے ہے اور موت کا وقت مقرر ہے۔ پھر زندگی کا مقصد تو اسے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے گزارنا اور قربان کرنا ہے اور جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ مجاہد اعظم ﷺ نے انسانی قلب سے موت کا کانٹا نکال دیا، اور موت وہ پُل بن گئی جو دوست سے ملاتا ہے۔

جہاد کا حکم ایک مقام پر نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ حکم اہل ایمان کے لئے بھی ہے۔ اس اسلوب بیان کا مقصد جہاد کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔ ﴿یٰـآیھـا

النبی جاھد الکفار و المنفقین و اغلظ علیھم﴾ (سورۃ توبہ) ”اے نبی (ﷺ)! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے، اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آیئے۔“

نبی اکرم ﷺ موجۂ صبا سے زیادہ نرم فطرت کے مالک تھے۔ اپنے بدترین دشمن کے ساتھ نرمی سے پیش آتے، قصبات سے آنے والے غیر تربیت یافتہ نومسلموں کے ساتھ التفات برتتے اور ان کی ادب و آداب سے ناواقفیت کا خیال نہ کرتے، اسی لئے ان کے رب نے کافروں اور کھلے ہوئے منافقوں کے ساتھ انہیں سخت برتاؤ کا حکم دیا۔ ابتدائی مکی سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو دو پیارے القاب یا صفاتی ناموں سے مخاطب کیا۔ یہ وہ دور تھا جب آپ ﷺ کے وحی الٰہی کی مشقت اور بوجھ برداشت کرنا زیادہ مشکل تھا۔ قرآن عظیم تو وہ کلام ہے کہ قلب محمدی ﷺ کے سوا اس کو کوئی اور برداشت نہ کر سکتا تھا۔ ﴿لو انزلنا ھذا القرآن علیٰ جبل لرایتہ خاشعاً متصدعا من خشیۃ اللہ﴾ (سورۃ حشر) ”اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف اور خشیت سے دب جاتا، پھٹ جاتا (ریزہ ریزہ ہو جاتا)۔“

وحی کے نزول کے وقت نبی کریم ﷺ کی جو کیفیت ہوتی تھی اس کے بارے میں کئی حدیثیں موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ وحی کے نزول کے بعد سخت سردی محسوس کی، اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ سے فرمایا کہ: ﴿زملونی زملونی﴾ ”مجھے ڈھانپو، کپڑا اوڑھادو“

اللہ تعالیٰ کو آپ ﷺ کی یہ ادا یہ کیفیت اتنی پسند آئی کہ بارگاہِ صمدیت سے مزمل کا اعزاز عطا ہوا۔ قرآن میں سورۂ مزمل سے متصل سورۂ مدثر ملتی ہے۔ ﴿یآیھا المدثر﴾ ”اے کپڑے میں لپٹنے والے۔“ یہ بات رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اسلوب تخاطب کے سلسلے میں عرض کی گئی۔ (بحوالہ مقام محمد ﷺ قرآن کے آئینے میں)

فائدہ...... چنانچہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کا کبھی نام لے کر خطاب نہیں کیا جبکہ دیگر انبیاء کا نام لے کر خطاب کیا تو یہ آپ ﷺ کی عظیم خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عظیم نبی کی صحیح صحیح قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العلمین۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

خصوصیت نمبر ۲۱

رسولِ اکرم ﷺ پر ایمان لانے کا وعدہ تمام انبیاء سے عالم ارواح میں لیا گیا

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ اکیسویں خصوصیت ہے جسکا عنوان ہے "رسولِ اکرم ﷺ پر ایمان لانے کا وعدہ تمام انبیاءؑ سے عالم ارواح میں لیا گیا" الحمد اللہ ان سطور کو لکھتے وقت بھی میں "ریاض الجنة" (یعنی اس حصے پر جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا یہ ٹکڑا جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اسی ریاض الجنة میں اللہ کی توفیق سے) میں بیٹھا ہوں، آقا ﷺ کا پیارا اور مقدس روضہ مبارک میرے سامنے ہے اور میں آقا ﷺ کی اس خصوصیت کو ترتیب دے رہا ہوں، دعا گو ہوں کہ یارب قدوس میری اس ٹوٹی پھوٹی کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول ومنظور فرما آمین یارب العالمین۔

بہرحال محترم قارئین! ہمارے نبی ﷺ کی جملہ خصوصیات میں سے یہ بھی ایک عظیم خصوصیت ہے، بیشک ہمارے نبی ﷺ کے لئے یہ اعزاز وافتخار کی بات ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لانے کا وعدہ تمام انبیاء اکرامؑ سے عالم ارواح میں ہی لے لیا گیا تھا، جبکہ دیگر کسی بھی نبی سے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس قدر اہتمام نہیں فرمایا، تو معلوم ہوا کہ اس خصوصیت کا مظہر بھی صرف اور صرف رسولِ اکرم ﷺ ہی ہیں، جیسا کہ آنے والے اوراق میں اسے وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، چنانچہ اس خصوصیت سے ہمیں یہ بات سمجھ میں آئی کہ جب دیگر انبیاء کرام کو آپ ﷺ پر ایمان لانے کا حکم دیا جا رہا ہے تو ہمیں تو بدرجہ اتم اور بدرجہ اولیٰ آپ ﷺ پر ایمان لانے کا حکم ہے، بے شک اب اگر ہم اپنے نبی ﷺ پر صدق دل سے ایمان لائیں گے اور آپ ﷺ کی تمام سنتوں کو اختیار کریں گے تو اس میں ہماری کامیابی ہی کامیابی

ہے، ورنہ اپنے نبی ﷺ کے طریقے چھوڑ کر نہ دنیا میں ہم کامیاب ہوسکتے ہیں اور نہ آخرت میں ہم کامیاب ہوسکتے ہیں۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور سے سچی محبت کرنے اور آپ ﷺ کی تمام تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

لیجئے اب اس خصوصیت کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:۔

اکیسویں خصوصیت کی وضاحت قرآن واحادیث کی روشنی میں

سورہ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِذْ اَخَذَاللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآئَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ،قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ. فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ.

ترجمہ:......اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتائے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں پھر جو کوئی پھر جاوے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں نافرمان۔ (معارف القرآن جلد۲)

اس آیت میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ پختہ عہد لیا کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے جو یقیناً پہلے انبیاء اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا اور پہلے نبی کے لئے ضروری ہے کہ پچھلے نبی کی سچائی اور نبوت پر ایمان خود بھی لائے، اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت کرے، قرآن کے اس قاعدہ کلیہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے بارے میں بھی اسی طرح کا عہد انبیاء سے لیا ہوگا جیسا کہ علامہ سبکیؒ اپنے رسالہ "التعظیم والمنة فی لتومنن بہ ولتنصرنہ" میں فرماتے ہیں کہ "آیت میں رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں اور کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات والاصفات کے بارے میں تائید ونصرت

اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کا عہد نہ لیا ہو، اور کوئی بھی ایسا نبی نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو رسولِ اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور تائید ونصرت کی وصیت نہ کی ہو، (اور اگر رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت انبیاء کے زمانے میں ہوتی تو ان سب کے نبی رسولِ اکرم ﷺ ہی ہوتے اور وہ تمام انبیاء رسولِ اکرم ﷺ کی امت میں شمار ہوتے، اس سے معلوم ہوا کہ رسولِ اکرم ﷺ کی شان محض نبی الامت ہی کی نہیں ہے بلکہ نبی الانبیاء کی بھی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آپ ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو وہ بھی قرآن حکیم اور تمہارے نبی ﷺ ہی کے احکام پر عمل کریں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس سے معلوم ہوا کہ رسولِ اکرم ﷺ کی نبوت "عامہ اور شاملہ" ہے، اور آپ ﷺ کی شریعت میں سابقہ تمام شریعتیں مدغم ہیں، اس بیان سے رسولِ اکرم ﷺ کے ارشاد "بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَآفَّةً" کا صحیح مفہوم بھی نکھر کر سامنے آجاتا ہے، کہ اس حدیث کا مطلب یہ سمجھنا کہ رسولِ اکرم ﷺ کی نبوت آپ ﷺ کے زمانے سے قیامت تک کے لئے ہے صحیح نہیں ہے، بلکہ آپ ﷺ کی نبوت کا زمانہ اتنا وسیع ہے کہ آدم علیہ السلام کی نبوت سے پہلے شروع ہوتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آپ فرماتے ہیں "کُنتُ نبیاً وَّ آدمُ بینَ الرُّوحِ والجَسدِ." محشر میں شفاعتِ کبریٰ کے لئے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا رسولِ اکرم ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شبِ معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرانا رسولِ اکرم ﷺ کی اسی سیادتِ عامّہ اور امامتِ عظمٰی کے آثار میں سے ہے۔

میثاق سے کیا مراد ہے اور یہ کہاں ہوا؟

میثاق کہاں ہوا؟ یا تو عالم اروح میں یا دنیا میں بذریعہ وحی ہوا، دونوں احتمال ہیں، میثاق کیا ہے؟ اس کی تصریح تو قرآن نے کردی ہے، لیکن یہ میثاق کس چیز کے بارہ میں لیا گیا ہے؟ اس میں اقوال مختلف ہیں، حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نبی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ عہد تمام انبیاء سے صرف محمد ﷺ کے بارے میں لیا تھا اگر وہ خود ان کا

زمانہ پائیں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی تائید و نصرت کریں اور اپنی اپنی امتوں کو بھی یہی ہدایت کر جائیں۔

بظاہر یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو علیم و خبیر ہیں ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ محمد ﷺ کسی نبی کی موجودگی میں تشریف نہیں لائیں گے تو پھر انبیاء کے ایمان لانے کا کیا فائدہ؟ ذرا غور کیا جائے تو فائدہ بالکل ظاہر معلوم ہوگا کہ جب وہ اللہ کے ارشاد پر محمد ﷺ کی ذات والا صفات پر ایمان قبول کرنے کا پختہ ارادہ کریں گے تو اسی وقت سے ثواب پائیں گے۔ (بحوالۂ جلالین) (از معارف القرآن۔ج۔۲)

اور حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ اپنی تفسیر انوار البیان جلد ۱ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ شیخ ابو الحسن تقی الدین السبکیؒ کا مستقل ایک رسالہ ہے جو آیت بالا کی تفسیر سے متعلق ہے اس رسالہ کا نام "التعظیم و المنة فی لتومنن به و لتنصرنه" ہے (جیسا کہ اس کا حوالہ پہلے بھی گزرا) جو فتاویٰ سبکی ج ۱ میں ص ۳۸ سے شروع ہے۔ علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ مفسرین نے فرمایا ہے کہ رسول مصدق سے مراد اس آیت میں ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور کوئی نبی ایسا نہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے عہد نہ لیا ہو کہ میں محمد رسول اللہ کو مبعوث کروں گا اگر وہ تمہارے زمانہ میں آئیں تو تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اور اپنی امت کو اس کی وصیت کرنا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اور اخذ میثاق میں رسولِ اکرم ﷺ کی جس عظمت شان کا بیان ہے وہ پوشیدہ نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر انبیاء کرام کے زمانہ میں آپ کی بعثت ہوتی تو آپ ان کے لئے بھی مرسل ہوتے اور اس طرح سے آپ کی نبوت اور رسالت تمام مخلوق کو عام ہوگئی۔ آدم علیہ السلام سے لے کر اخیر زمانے تک اور اس طرح سے حضرت انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتیں سب آپ کی امت میں داخل ہیں۔ اور آپ کا ارشاد "بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَآفَّةً" صرف انہی لوگوں سے متعلق نہیں ہے جو آپ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک ہوں گے بلکہ ان لوگوں سے بھی متعلق ہے جو آپ سے پہلے تھے۔ اور اس سے آپ کے ارشاد "کُنْتُ نَبِیاً وَّ آدَمُ بَینَ الرُّوحِ وَ الجَسَدِ." کا معنی بھی واضح ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ انوار البیان جلد ۱)

اس کے بعد اب ذیل میں ہم مختصراً مؤرخِ اسلام مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی ایک تقریر کے چند اقتباس پیش کرر ہے ہیں، چونکہ موضوع کی مناسبت ہے چنانچہ اس لئے انکے منفرد انداز کو آپ حضرات بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت فاروقی شہید اپنی ایک تقریر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔مندرجہ بالا آیت کے مطابق اس کا معنی صحیح ہے کہ...... حضور ﷺ مقصود کائنات ہیں رسولِ اکرم ﷺ نے آنا نہ ہوتا تو شمس وقمر نہ ہوتے، رسولِ اکرم ﷺ نے آنا نہ ہوتا آسمان وزمین نہ ہوتے، رسولِ اکرم ﷺ نے آنا نہ ہوتا شجر و حجر نہ ہوتے، کائنات میں کچھ بھی نہ ہوتا، رسولِ اکرم ﷺ کے لانے کے لئے محفل کو سجایا گیا، بزم کو آراستہ کیا گیا، کائنات کو بنایا گیا، دنیا کو لایا گیا، مرسلین بنائے گئے، پیغمبر لائے گئے، رسول بنائے گئے، عبادت خانے سجائے، عرش کو سجایا گیا، فرش کو سجایا گیا رسولِ اکرم ﷺ کے لئے، اللہ نے قرآن پاک میں اس کانفرنس کی جھلکیاں پیش کیں...... جو کانفرنس پروردگار نے کی ہے، واذ اخذ اللّٰہ میثاق النَّبیینَ لما اٰتیتکُم من کتٰب وحکمة. واذ اخذ اللّٰہ ...... اے میرے محمد ﷺ اس کانفرنس کی جھلکیوں کو یاد کر...... اس کانفرنس کو یاد کر...... کہ اللہ تعالیٰ نے جب وعدہ لیا تھا۔میثاق النبیّین ...... پیغمبروں سے وعدہ لیا...... کس چیز کا وعدہ؟ کہ لما اٰتیتکم مِّنْ کتٰبٍ کتاب بھی دوں گا۔وحکمة اور نبوت بھی دوں گا...... لیکن شرط یہ ہے کہ ثم جآئکُم رسُولٌ...... کہ تمہارے بعد آخر الزماں نبی ایک آنے والا ہے۔محمد رّسول اللّٰہ وہ جو محمد ﷺ آخر الزماں آئے گا وہ تمہاری تصدیق کرے گا وہ کہے گا کہ مجھ سے پہلے سارے پیغمبر جو آئے وہ سچے تھے مُصدقا لما معکمْ لتؤمنن اے میرے محمد ﷺ میں نے تیری کانفرنس جب بلائی تھی تو سارے انبیاء سامعین میں تھے...... اور جو کانفرنس محمد ﷺ کی سیرت کی تھی اس میں سامعین سارے انبیاء کی جماعت تھی موضوع شان محمد ﷺ تھا...... صدارت بھی خدا کی تھی...... مقرر بھی خدا تھا اور یہ جھلکیاں دیکھو۔ لما اٰتیتکم اے پیغمبرو تمہیں میں نبوت دوں گا۔لما اٰتیتکم من کتٰب وحِکمة ثم جآئکم رَسول تمہارے بعد ایک آخر الزماں نبی آنے والا ہے مُصدّقا لما معکم ...... وہ تمہاری تصدیق کرے گا۔لیکن آج تمہارے لئے کیا حکم ہے کہ

لتُؤمنُن بِہٖ ولتنصرنہ یہ ہے قرارداد محمد ﷺ کی اس پر دستخط کرو ایک ہے۔ امنو ایمان لاؤ ایک ہے۔ لتؤمنن...... کرو دستخط...... یہ قرارداد اے محمد ﷺ تیری ختم نبوت کی تیری عظمت کی تیری بلندی کی ہے۔ لتُـؤمـنُـن بِـہٖ ولتـنـصـرن محمد ﷺ کی ختم نبوت کی قرارداد پہ دستخط کرواور ولتنصرنہ کا مطلب ہے کہ تم اس محمد ﷺ کی مدد کرو مدد کا مطلب ہے اے نبیو! جب تم اپنے اپنے علاقوں میں جاؤ تو محمد ﷺ کا چرچا کرو۔ اور پیغمبروں نے جب ایمان کا اقرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قالَ ءَ أقررتُم کیا تم نے اقرار کیا ہے؟ وَاخذتم علٰی ذلکمُ اصری کیا تم میری بات پہ پکے ہو۔ تو تمام پیغمبروں نے جواب دیا۔ اقررنا ہم اقرار کرتے ہیں اللہ نے فرمایا۔ قال فاشهدوا وانا معکم من الشاهدین اے نبیو! تم گواہ ہو جاؤ میں بھی گواہ ہوں کہ محمد تمہارا بھی نبی ہے ساری کائنات کا نبی ہے۔ اس آیت نے اس سیرت کانفرنس نے جو خالق عالم نے کی ہے سبق کیا دیا؟ کہ اصل میں محمد ﷺ نے آنا تھا۔ اصل میں کملی والے نے آنا تھا۔

شمائل رسول ﷺ میں علامہ یوسف بن اسماعیل لمعانی نے لکھا...... کہ آدم علیہ السلام کا جب آخری وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے شیث سے کہا...... بیٹا! میں اس دنیا سے جا رہا ہوں میرے جانے کے بعد اگر تجھے کسی چیز کی ضرورت پڑے تو خدا سے مانگا کر...... اگر دعا قبول نہ ہو تو محمد ﷺ پر درود پڑھ دیا کر۔ حضرت شیث علیہ السلام نے فرمایا ابا جان! میں نے تو محمد ﷺ کا نام آج سنا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹا تم نے محمد ﷺ کا نام آج سنا ہے میں جنت سے ہو کے آیا ہوں میں نے جنت کا کوئی درخت ایسا نہیں دیکھا جس کے پتے پر محمد ﷺ کا نام نہ لکھا ہو۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کی اس آیت نے ہمیں کیا سبق دیا؟ کہ محمد ﷺ مقصود کائنات ہیں، محمد ﷺ کو لانے کے لئے پیغمبروں کو لایا گیا، محمد ﷺ کے لانے کے لئے شمس وقمر بنایا گیا، بزم کونین کو آراستہ کیا گیا (بحوالہ صدائے فاروقی)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے نبی ﷺ کی تمام تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

خصوصیت نمبر۲۲

رسولِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تاریخ انسانی کا سب سے افضل انسان بنایا

قابلِ احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ بائیسویں خصوصیت پیش کی جارہی ہے جسکا عنوان ہے "رسولِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تاریخ انسانی کا سب سے افضل انسان بنایا" اور دیگر خصوصیات کی طرح بحمد اللہ اس خصوصیت کو بھی میں نے روضہ رسول کے سائے تلے بیٹھ کر ترتیب دیا اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے آمین۔

بہر حال محترم قارئین! ہمارے حضور ﷺ کی دیگر خصوصیات کی طرح یہ بھی ایک عظیم خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو تاریخ انسانی کا سب سے افضل انسان بنایا، بے شک تاریخ میں بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء اکرامؑ تشریف لائے، ان کی فضیلت اور مقام و مرتبے میں کوئی شک نہیں لیکن جہاں تک ہمارے نبی ﷺ کا تعلق ہے تو ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء اکرامؑ سے افضل و اشرف اور اعلیٰ و بلند و بالا بنایا اور جملہ محاسن و کمالات دے کر مبعوث فرمایا جیسا کہ آپ ﷺ کی افضلیت اور آپ ﷺ کے مقام اور آپ ﷺ کے جملہ محاسن کو جستہ جستہ آنے والے اوراق میں پیش کیا جارہا ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ خصوصیت بھی صرف اور صرف آپ ﷺ ہی کا مظہر ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نبی ﷺ کی صحیح صحیح قدر جاننے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ ﷺ کی جملہ تعلیمات کو دل و جان سے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین، بے شک اسی میں ہم سب کی کامیابی مضمر ہے۔

لہٰذا لیجئے اب تمہیدی بات کے بعد اس خصوصیت کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:۔

بائیسویں خصوصیت کی وضاحت قرآن واحادیث کی روشنی میں

امریکہ سے ایک کتاب چھپی ہے جس کا نام ہے "ایک سو"۔ اس کتاب میں ساری

انسانی تاریخ کے ایک سوایسے آدمیوں کا تذکرہ ہے جنہوں نے ،مصنف کے نزدیک ،تاریخ پر سب سے زیادہ اثرات ڈالے، کتاب کا مصنف نسلی طور پر عیسائی اور تعلیمی طور پر سائنسدان ہے۔ مگر اپنی فہرست میں اس نے نمبر ایک پر نہ حضرت مسیح کا نام رکھا ہے اور نہ نیوٹن کا۔ اس کے نزدیک وہ شخصیت جس کو اپنے غیر معمولی کارناموں کی وجہ سے نمبر ایک پر رکھا جائے وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ ہیں۔ مصنف کا کہنا ہے کہ آپ نے انسانی تاریخ پر جو اثرات ڈالے وہ کسی بھی دوسری شخصیت ،خواہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی، نے نہیں ڈالے۔

مصنف نے آپ ﷺ کے کمالات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ تاریخ کے تنہا شخص ہیں جو انتہائی حد تک کامیاب رہے، مذہبی سطح پر بھی اور دنیوی سطح پر بھی، انگریز مورخ ٹامس کارلائل نے پیغمبر اسلام کو نبیوں کا ہیرو قرار دیا تھا۔ مائیکل ہارٹ (امریکی) نے آپ ﷺ کو ساری انسانی تاریخ کا سب سے بڑا انسان قرار دیا ہے۔ پیغمبر اسلام کی عظمت اتنی واضح ہے کہ وہ صرف آپ کے پیروؤں کے ایک ''عقیدہ'' کی حیثیت نہیں رکھتی۔ وہ ایک مسلّمہ تاریخی واقعہ ہے اور ہر آدمی جو تاریخ کو جانتا ہے وہ مجبور ہے کہ اس کو بطور واقعہ تسلیم کرے۔ کوئی شخص اوپر نظر ڈالے تو اس کو ہر طرف آسمان چھایا ہوا نظر آئے گا۔ اسی طرح انسانی زندگی میں جس طرف بھی دیکھا جائے، پیغمبر اسلام کے اثرات نمایاں طور پر اپنا کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ ساری بہترین قدریں اور تمام اعلیٰ کامیابیاں جن کو آج اہمیت دی جاتی ہے وہ سب آپ ﷺ کے لائے ہوئے انقلاب کے براہ راست یا بالواسطہ نتائج ہیں۔ (بحوالہ پیغمبر انقلاب)

رسولِ اکرم ﷺ کے افضل المخلوقات ہونے سے متعلق چند روایات

پہلی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولین وآخرین میں سب سے مکرم ہوں۔

دوسری روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس شب معراج میں براق حاضر کیا گیا تو وہ سوار ہونے کے وقت شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو محمد ﷺ کے ساتھ ایسا کرتا ہے۔ تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو ان سے زیادہ اللہ کے نزدیک مکرم ہو وہ پسینہ پسینہ ہو گیا۔

تیسری روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ شب معراج میں بیت المقدس میں تشریف لائے اور نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو تمام انبیاء علیہم السلام اور فرشتے بھی آپ ﷺ کے مقتدی ہوئے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور سب نے حق تعالیٰ کی ثنا کے بعد اپنے اپنے فضائل بیان کئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے خطبے کی نوبت آئی جس میں آپ ﷺ نے اپنا رحمۃ للعالمین ہونا اور اپنی امت کا خیر الامم ہونا اور اپنا خاتم النبیین ہونا بیان فرمایا۔ اس کو سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب انبیاء کو خطاب کر کے فرمایا کہ ان ہی فضائل سے محمد ﷺ سب سے آگے بڑھ گئے۔

چوتھی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حضرات انبیاء پر بھی فضیلت دی۔ اور آسمان والوں یعنی فرشتوں پر بھی اور پھر اس پر قرآن مجید سے استدلال کیا۔

پانچویں روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک بار فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کر دو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ احمد ﷺ کا منکر

ہوتو میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا، خواہ کوئی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ احمد کون ہیں، ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! قسم ہے اپنی عزت وجلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو ان سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو، میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان وزمین اور شمس وقمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا تھا۔ قسم ہے اپنی عزت وجلال کی جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک محمد ﷺ اور ان کی امت اس میں داخل نہ ہو جاویں (پھر امت کے فضائل سن کر) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھے اس امت کا نبی بنا دیجئے ارشاد ہوا کہ اس امت کا نبی اسی میں سے پیدا ہوگا، عرض کیا تو مجھ کو ان محمد ﷺ کی امت میں سے بنا دیجئے ارشاد ہوا تم پہلے ہو گے وہ پیچھے ہوں گے۔ البتہ تم کو اور ان کو جنت میں جمع کردوں گا جملہ روایات سے آپ ﷺ کا افضل الخلق ہونا حق تعالیٰ کے ارشاد سے، خود آپ ﷺ کے ارشاد سے صحابہ کے ارشاد سے صریحاً بھی اور امامت انبیاء وملائکہ علیہم السلام وختم نبوت وخیرت امت وغیرہ سے استدلالاً بھی ثابت ہے، (بحوالہ از دینی دسترخوان جلد اول)

چھٹی روایت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ نبی ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں لوگوں نے عرض کیا آپ رسول اللہ ﷺ ہیں آپ نے فرمایا کہ میں (رسول تو ہوں ہی مگر دوسرے فضائل حسبی ونسبی بھی رکھتا ہوں چنانچہ میں) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے خلق کو (جو کہ جن وغیرہ کو بھی شامل ہے) پیدا کیا اور مجھ کو ان کے بہترین (یعنی انسان) میں سے کیا پھر ان (عرب) کو مختلف قبیلے بنائے اور مجھ کو بہترین خاندان (یعنی بنی ہاشم) میں بنایا پس میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

فائدہ......اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ نے اپنے فضائل کا ذکر برسر منبر

فرمایا۔ اور ایک دوسرے موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اعلان کروا کر لوگوں کو جمع کرایا اور اپنے فضائل بیان فرمائے۔

ساتویں روایت

فقیہ ابواللیثؒ نے تنبیہ الغافلین میں اپنی سند متصل سے حضرت علی سے روایت کیا کہ جب سورہ اذا جآء نصر اللہ آپ کے مرض میں نازل ہوئی سو آپ نے توقف نہیں فرمایا جمعرات کے روز باہر تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کردو کہ رسول اللہ ﷺ کی وصیت سننے کو جمع ہو جاؤ چنانچہ بلال نے پکار دیا اور چھوٹے بڑے سب جمع ہو گئے آپ نے کھڑے ہو کر حمد و ثناء و صلوٰۃ علی الانبیاء کے بعد فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں عربی حرمی مکی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (بحوالہ العطور المجموعہ)

رسولِ اکرم ﷺ کے افضل المخلوقات ہونے سے متعلق چند دلائل

پہلی دلیل

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے رسول اکرم ﷺ تمام مخلوقات حتی کہ انبیاء و ملائکہ میں سب سے افضل ہیں، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نور مبارک رسولِ اکرم ﷺ تمام موجودات سے پہلے پیدا ہوا اور عبادت آپ کی سب سے زیادہ اور جامع ہے چنانچہ ارشاد ہے **کُنتُ نبیّاً و اٰدمُ بَیْنَ الْماءِ وَالطِّینِ.** کہ میں اس وقت نبی تھا جس وقت آدمؑ پانی اور مٹی ہی میں تھے اور فرمایا کہ: **أنا سیّدُ وُلدَ اٰدمَ وَلا فَخْرَ لیُ.** میں سردار ہوں تمام اولادِ آدم کا اور میں اس پر فخر نہیں کرتا اور فرمایا کہ: **أنا سیِّدُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ.** میں تمام عرب و عجم کا سردار ہوں۔ اور سردار وہ ہوتا ہے جو اپنی قوم میں سب سے افضل ہو۔

دوسری دلیل

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کا نور آسمانوں، زمینوں، عرش و کرسی لوح و قلم، بہشت دوزخ اور تمام مخلوق اور تمام انبیاء سے چار ہزار چار سو بیس برس پہلے پیدا ہو گیا تھا اور بارہ ہزار برس تک وہ نور مقدس: سُبحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ وَبِحَمْدِہٖ. کہتا رہا۔

تیسری دلیل

تواریخ و سیر عجم و عرب سے ثابت ہے کہ کوئی بھی مثل رسولِ اکرم ﷺ کے عبادت، ہیبت، شجاعت، رفعت و عظمت، منزلت و سعادت، ہدایت و کرامت، شفاعت و مناقبت فضائل و خصائل معجزات و کمالات، ذات و صفات علم و حلم، خلق و کرم اور سخاوت میں نہ تھا اور نہ ہوا اور جو ایسا جامع کمالات اور صاحب فضل ہو وہ تمام سے ہر حیثیت سے بڑھ چڑھ کر ہو گا اور یہ کون نہیں جانتا کہ اس کو سب پر فضیلت اور افضلیت حاصل ہوگی بس آپ ﷺ ان تمام وجوہات کی بناء پر تمام ملائک اور تمام نبیوں سے افضل ہوئے۔

چوتھی دلیل

اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کی شان میں فرمایا: لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔ یعنی اگر وجود مبارک رسالت مآب ﷺ مقصود و مطلوب حق تعالیٰ کو نہ ہوتا تو موجودات میں سے کوئی بھی وجود میں نہ آتا۔ نہ عرش نہ فرش، نہ جمادات و نباتات، نہ حیوانات اور نہ انسان حتیٰ کہ باقی انبیاء و رسل بھی وجود میں نہ آتے۔ جیسا کہ اہل علم اور اصحاب تاریخ و سیر سے پوشیدہ نہیں ہے، تو پس جس ہستی کو یہ اقدمیت و فوقیت حاصل ہو، حتیٰ کہ جمیع مخلوقات کے وجود کا موقوف علیہ بھی ہو تو پھر اس سے زیادہ کسی دوسرے کو کس طرح فوقیت حاصل ہو سکتی ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ ہمارے پیغمبر احمد مجتبیٰ ﷺ کو سب پر حتیٰ کہ تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے اور آپ افضل الخلائق والرسل ہیں۔

پانچویں دلیل

اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے فرمایا کہ "کُنتُم خَیرَ اُمَّةٍ" کہ تم بہترین امت ہو تو جب آپ ﷺ کی امت تمام امتوں پر بہتر ٹھہری تو اس سے خود بخود یہ لازم آ گیا کہ آپ بھی سب نبیوں سے افضل ہیں، کیونکہ یہ فضیلت امت میں بمتابعت رسولِ اکرم ﷺ کے آئی، اور تابع کی فضیلت سے متبوع کی فضیلت ظاہر ہے لہٰذا جب آپ کی امت تمام نبیوں کی امت سے افضل ہوئی تو تمام نبیوں پر آپ کی فضیلت ثابت ہوئی، پس آپ سب سے افضل ہوئے۔

چھٹی دلیل

تمام انبیاء کی بعثت خاص خاص جگہوں اور خاص خاص مقاموں کی طرف ہوئی۔ اور آپ کا مبعوث ہونا تمام جہان والوں عرب وعجم کی طرف ہوا۔ "وَمَا أَرسَلنٰکَ اِلَّا کَافَّةً لِلنَّاسِ" کہ آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر ہم نے بھیجا ہے آپ جمیع عرب وعجم کی ہدایت کے لئے مکلّف بنائے گئے جیسا کہ تواریخ وسیر سے بھی ثابت ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کی مشقت اور مجاہدہ سب سے بڑھ گیا۔ نہ کوئی ساتھی نہ کوئی مددگار تن تنہا اور تمام انسانوں حتیٰ کہ جنات کی طرف بھی بعثت ہوئی پھر دعوت بھی اللہ احد کی تھی جو سب کے خلاف تھی، لہٰذا سب دشمن ہو گئے، رنج واذیت دعوت حق میں آپ برداشت کرتے رہے۔ اور مشغول ہدایت رہے جو کہ زیارت وثواب کو لازم ہے، اور زیارت فضیلت کو پس ثابت ہوا کہ آپ کا فضل بھی اور نبیوں سے زیادہ ہے لہٰذا آپ سب سے زیادہ افضل ہوئے۔

ساتویں دلیل

جو شخص رسولِ اکرم ﷺ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود رحمت بھیجتے ہیں اور خود اللہ رسولِ اکرم ﷺ پر درود رحمت بھیجتا ہے۔ اور بندوں کو بھی حکم دیا اپنے اس ارشاد میں کہ: اِنَّ اللہَ وَمَلٰئِکَتَهٗ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیهِ

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيماً. ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رسولِ اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ لہٰذا اے مؤمن! تم بھی رسولِ اکرم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجو! پس اس سے خاص الخاص فضیلت تمام نبیوں پر ثابت ہوئی۔

آٹھویں دلیل

آپ خاتم الانبیاء ہیں، اور جو خاتم الانبیاء ہوگا، اس کا مذہب تمام مذاہب سابقہ کا ناسخ ہوگا، اور جو ناسخ ہوگا وہ منسوخ سے افضل ہوگا، اور جب رسولِ اکرم ﷺ کا مذہب سب سے افضل ہوا تو رسولِ اکرم ﷺ کا سب سے افضل ثابت ہونا بالضرور ثابت ہوگا کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ اگر مفضول ہوں تو یہ خلاف عقل ہوگا، اس لئے کہ مفضول کے ذریعے افضل کا نسخ عقلاً قبیح ہے پس ثابت ہوا کہ رسولِ اکرم ﷺ تمام نبیوں سے افضل ہیں۔ (بحوالہ دینی دسترخوان ج ۱)

رسولِ اکرم ﷺ کی فضیلت تمام انبیاء اور آسمان والوں پر

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے (ایک دن اپنی مجلس میں) فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام اور اہل آسمان (فرشتوں) پر فضیلت عطا فرمائی ہے، حاضرین مجلس نے (یہ سن کر) سوال کیا کہ اے ابوعباس! اہل آسمان پر آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کس طور پر فضیلت دی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے اہل آسمان سے تو یوں خطاب فرمایا۔''

(گویا اس خطاب میں نہ صرف یہ کہ نہایت سخت انداز اور رعب ودبدبہ کا اظہار کیا بلکہ سخت عذاب کی دھمکی بھی دی گئی جب کہ آنحضرت ﷺ کو خطاب فرمایا گیا تو بڑی ملائمت، مہربانی اور کرم وعنایت کا انداز اختیار فرمایا گیا چنانچہ) محمد ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُّبِيناً. لِيَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ. (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہارے لئے عظمتوں اور برکتوں کے دروازے پوری طرح کھول دیئے ہیں (جیسا کہ مکہ کا فتح ہونا) اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے پچھلے گناہ

بخش دیئے ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ (اچھا یہ بتایئے) تمام انبیاء پر رسولِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کس طور پر فضیلت دی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء کی نسبت یوں فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا بِلِسانِ قَومِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللهُ مَنْ يَّشاءُ الآية. ہم نے ہر نبی کو اس قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ قوم کے سامنے خدا کے احکام وقوانین بیان کرے اور اللہ جس کو چاہتا ہے۔ گمراہ کرتا ہے الخ۔'' جبکہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے بارے میں یہ فرمایا: وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ یعنی: اے محمد (ﷺ)! ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا۔''

تشریح...... اللہ نے تمہارے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں۔'' اس آیت کے متعلق سوال اٹھتا ہے کہ جب رسولِ اکرم ﷺ معصوم ہیں، آپ ﷺ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوسکتا، اور نہ کبھی کوئی گناہ آپ ﷺ سے سرزد ہوا تو پھر یہ کہنے کے کیا معنیٰ کہ آپ ﷺ کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے؟ چنانچہ مفسرین اور شارحین اس آیت کی مختلف تاویلیں اور توجیہیں کرتے ہیں، ان میں سے سب سے بہتر تاویل یہ سمجھی جاتی ہے کہ آیت قرآنی کا یہ فقرہ اپنے اصل لفظی معنیٰ پر محمول نہیں ہے بلکہ اس سے محض رسولِ اکرم ﷺ سے متعلق کمال عنایت ومہربانی اور آپ ﷺ کی امتیازی خصوصیت وعظمت کا اظہار مقصود ہے، اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جب کوئی آقا اپنے کسی غلام کی تابعداری سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اور اس کے متعلق کمال رضا وخوشنودی کو ظاہر کرنا چاہتا ہے تو اس سے یہ کہتا ہے کہ جا میں نے تجھے بالکل معافی دے دی، تیری ساری خطائیں معاف تجھ پر کوئی دار وگیر نہیں۔ چاہے اس غلام سے کبھی بھی کوئی خطا سرزد نہ ہوئی ہو۔

''پس اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کو جن وانسان دونوں کا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔'' کے ذریعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے الفاظ قرآنی ''کافة للناس'' کی وضاحت فرمائی اگرچہ یہاں صرف ''انسان'' کا ذکر ہے اور وہ بھی اس بناء پر کہ اشرف المخلوقات انسان ہی ہے، لیکن مراد ''جن وانسان'' دونوں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کو انسانوں کی طرف

بھی مبعوث فرمایا ہے اور جنات کی طرف بھی، اس کی دلیل متعدد آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ میں موجود ہے! اس آیت کا اصل مقصد اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی رسالت ونبوت کسی خاص علاقہ یا انسانوں کے کسی خاص طبقہ کے لئے نہیں، بلکہ آپ کی بعثت تمام نوع انسانی کی طرف ہوئی ہے اور اس حقیقت کی وضاحت بھی اس لئے کی گئی ہے تا کہ ان اہل کتاب کی تردید ہو جائے جو کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ کی رسالت تو صرف عرب والوں کے لئے ہے۔ (بحوالہ مظاہر حق ج ۵)

رسولِ اکرم ﷺ کی اونچی شان

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سید المرسلین خاتم النبیین، امام الرسل، مقصد آفرینش، اور باعث وجود کائنات ہیں۔ دو عالم کی رونقیں آپ کی ذات اقدس سے قائم اور کائنات کا ظہور آپ کے دم قدم سے ہوا۔

آپ اگر مقصود نہ ہوتے کون و مکان موجود نہ ہوتے
اور مسجود نہ ہوتے آدم صلی اللہ علیہ وسلم

آمد تری اے ابر کرم رونق عالم تیرے ہی لئے گلشن ہستی یہ بنا ہے
فردوس وجہنم تری تخلیق سے قائم یہ فرق بد و نیک ترے دم سے ہوا ہے
فرمان دو عالم تیری توقیع سے نافذ تیری ہی شفاعت پہ رحیمی کی بنا ہے

حسن و جمال، فضل و کمال، عطاء و نوال اور محبوبیت وخوبی کا جو ارفع واعلیٰ درجہ اور اوج امتیاز کا جو نکتہ معراج تھا وہ سراپا جہاں آرائے حضور ﷺ میں نمایاں تھا

خلقت مبراء من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء

(حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

”اے محمد ﷺ آپ ہر عیب سے اس طرح پاک پیدا کئے گئے گویا جیسا آپ چاہتے ہیں ویسا آپ کو پیدا کیا گیا۔“

حسنِ تخلیق کا شاہکار حضرت محمد ﷺ کے پیکر پاک میں جلوہ فگن ہوا، جو ظاہراً و باطناً، سیرۃً و صورۃً، اپنی مثال آپ تھا، جس جیسا نہ کوئی پیدا ہوا نہ ہے، نہ ہوگا، اللہ جل جلالہ، عم نوالہ وعز اسمہ، کا جیسے اس کی الوہیت میں کوئی بھی شریک و سہیم، شبہ و شبیہ، مقابل و برابر نہیں، آپ اپنی ذات وصفات اور محاسن وکمالات میں جامعیت کبریٰ کے اس بلندی فوز پر فائق ہیں جس سے آگے کوئی فوق و بلندی خوبی وکمال باقی نہیں رہتا۔

بلغ العلی بکماله   کشف الدجی بجماله
حسنت جمیع خصاله   صلوا علیه وآله

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی اور آپ کی شان کے لائق ہر خوبی ومحبوبی عز وشرف، قبولیت ورفعت سے نوازا، اور دلربائی ودلستانی میں پوری مخلوق میں لاثانی و بے مثال بنا دیا۔ بقول صدیقۃ الکبریٰ سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا ؎

فلو سمعوا فی مصر اوصاف خده   لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد
لواحی زلیخا لو رأین جبینه   لاثرن نقبع القلوب علی الایدی

(الزرقانی علی المواہب ج۳)

ترجمہ: اگر مصر میں آپ ﷺ کے رخسار مبارک کے اوصاف سنے گئے ہوتے تو وہ یوسف علیہ السلام کی خریداری میں اپنی نقدی کو صرف نہ کرتے، اور اگر زلیخا زندہ ہوتی اور مصر کی عورتوں نے آنحضرت ﷺ کی جبین اقدس دیکھی ہوتی تو وہ عورتیں ہاتھوں کے بجائے دلوں کے کاٹنے کو ترجیح دیتیں، سچ ہے ؎

تو ہے مجموعہ خوبی و سراپائے جمال   کونسی تیری ادا دل کی طلبگار نہیں

اللہ تعالیٰ نے ان جملہ محامد ومحاسن، کمالات وفضائل سے نواز کر حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین کے مقام رفیع پر سرفراز فرمایا، اور آپ کو پوری مخلوق کے لئے رسول ونبی، اسوہ ونمونہ، ہادی ومقتدا بنا دیا، اور آپ کی نبوت ورسالت میں ہدایت ونجات وفلاح دارین کو منحصر ومقید فرما دیا، اب (یعنی آپ ﷺ کی بعثت سے لے کر ابد الآباد تک) آپ ﷺ ہی کی ذات

وصفات،عقائدودین،اعمال وکردار،اقوال وافعال،اللہ تعالیٰ کا واحد پسندیدگی ورضامندی کارستہ اوروسیلہ،اورنمونہ ہے،اب جسے بھی ملے گا،جہاں بھی ملے گا جب بھی ملے گا حضرت محمد ﷺ کے طریقہ عالیہ کے قبول کرنے اوراس پرعمل کرنے سے ملے گا،کہ فیصلہ ربانی ہی یہ ہے کہ جوآپ ﷺ کے نمونے کواپنالے گا آپ کے رنگ میں رنگ جائے گا،آپ کی ادائیں،آپ کی سنتیں،آپ کے احکام اس کی زندگی میں رچ بس جائیں گےاور جوآپ کی منع کردہ باتوں واعمال سے بچ جائے گاوہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے مقام پرفائز ہوجائے گا۔

کیاشان ہےاللہ رے محبوب نبی کی　　　محبوب خداہےوہ جومحبوب نبی ہے
بندے کی محبت سے ہے آقا کی محبت　　　جوپیرواحمد ہےوہ محبوب خداہے

ارشادربانی ہے:﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ (آل عمران آیت ۳۱) ''کہہ دیجئے (اے محمد ﷺ)اگرتم اللہ سے محبت رکھتے ہوتومیری راہ چلوتا کہ تم سے اللہ تعالیٰ محبت کرےاورتمہارے گناہ بخشے۔''

غرض جوشخص بھی حضورانور ﷺ کے اسوہ عالیہ کواپنائے گا اللہ تعالیٰ کے کمال انعام واکرام،محبت وکرم،بخشش وعطاء سےنوازدیاجائے گا،اوردارین کےفوزوفلاح وکامرانی سے ہم کنارہوجائے گا۔　　　(بحوالہ العطورالمجموعہ)

تومحترم قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی افضلیت سے متعلق روایت اور دلائل اور احادیث کے مطالعے کے بعدیقیناً ہمارے نبی ﷺ کی یہ امتیازی خصوصیت کہ''رسولِ اکرم ﷺ کواللہ تعالیٰ نے تاریخ انسانی کاسب سے افضل انسان بنایا''نکھرکرآپ کے سامنے آگئی ہوگی،اس لئے بس ان ہی روایات پراکتفا کیاجاتاہے،اللہ تعالیٰ ہم سب کورسولِ اکرم ﷺ کی تعلیمات پرعمل کرنے کی توفیق عطافرمائے،آمین یارب العالمین۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　　عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

خصوصیت نمبر ۲۳

رسولِ اکرم ﷺ کا دفاع اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا جبکہ دیگر انبیاءؑ اپنا دفاع خود فرماتے تھے

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ تیئسویں خصوصیت ہے جسکا عنوان ہے "رسولِ اکرم ﷺ کا دفاع اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا جبکہ دیگر انبیاءؑ اپنا دفاع خود فرماتے تھے" اور بحمد اللہ دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت کو ترتیب دیتے وقت بھی اللہ تعالیٰ نے عین روضہ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائی، اگرچہ لوگوں کا اژدھام لکھنے کی اجازت نہیں دے رہا، بار بار ہاتھ ہلنے کی وجہ سے کافی مشکلات کا سامنا ہے لیکن دل آقا ﷺ کی محبت سے لبریز ہے، اس لئے مجبور کر رہا ہے کہ کچھ بھی ہو لکھو کہ شاید جب قیامت کا دن ہوگا، نفسا نفسی کا عالم ہوگا ایسے کٹھن وقت میں آقا ﷺ فرمادیں: "یا اللہ اگرچہ یہ میرا امتی تھا تو بہت گناہ گار لیکن چونکہ اس نے میرے روضے کے سامنے اور جنت کے باغیچے میں بیٹھ کر میرے خصوصیات پر کام کیا تھا اس لئے میں تیرا محبوب (ﷺ) اس حقیر اور ناقص بندے کی سفارش کرتا ہوں قبول فرما لیجئے۔" اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی سفارش کو رد نہیں کرے گا، بس دل کو یہی تسلی ہے۔ دعا گو ہوں کہ یارب قدوس میری اس ٹوٹی پھوٹی کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول و منظور فرما آمین یارب العالمین۔

بہرحال محترم قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ بھی ایک عظیم خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا خود دفاع فرمایا جبکہ دیگر انبیاء اپنا دفاع خود فرماتے تھے، جیسا کہ اس کی کئی مثالیں قرآن کریم کی روشنی میں آپ آنے والے اوراق میں

ملاحظہ فرمائیں گے، چنانچہ اس خصوصیت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے، یہاں ہمارے نبی ﷺ کا کتنا بلند وبالا مقام ہے، بے شک اب ہمارے لئے بھی یہ فرض ہے کہ ہم بھی اپنے نبی ﷺ کی قدر جانیں اور حضور ﷺ سے سچی محبت کریں، آپ ﷺ کی تعلیمات پر دل وجان سے عمل پیرا ہوں، اور آپ ﷺ کے دین کی خدمت واشاعت کے لئے کمر بستہ ہوں، بے شک اسی میں ہماری کامیابی وکامرانی مضمر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔ لیجئے اب اس خصوصیت کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے:۔

تیئسویں خصوصیت کی وضاحت قرآن واحادیث کی روشنی میں

رسول اکرم ﷺ کا دفاع خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بخلاف دیگر انبیائے کرام کے کہ وہ اپنے مکذبین کی تردید خود کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قوم نوح علیہ السلام نے جب ان سے کہا: اِنَّا لَنَرٰکَ فِی ضَلٰلٍ مُّبِینٍ ترجمہ: تحقیق ہم تجھے صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ ان کی نفی خود حضرت نوح علیہ السلام نے کی، جب ان سے کہا: یٰقَومِ لَیسَ بِی ضَلٰلَةٌ وَّلٰکِنِّی رَسُولٌ مِّنْ رَّبِّ العٰلمین۔ (اعراف ع ۸) ترجمہ: اے میری قوم مجھ میں گمراہی نہیں اور لیکن میں رب العلمین کی طرف سے رسول ہوں۔

قوم ہود نے ان سے کہا اِنَّا لَنَرٰکَ فِی سَفَاھَةٍ وَاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِینَ۔ ترجمہ:...... تحقیق ہم تجھ کو بیوقوفی میں دیکھتے ہیں اور تجھے جھوٹوں پر گمان کرتے ہیں اس پر ہود علیہ السلام نے فرمایا یٰقَومِ لَیسَ بِی سَفَاھَةٌ وَلٰکِنِّی رَسُولٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلمین. (اعراف ع ۹) ترجمہ:...... اے میری قوم مجھ میں بیوقوفی نہیں اور لیکن میں رب العلمین کی طرف سے رسول ہوں۔

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: اِنِّی لَاَظُنُّکَ یٰمُوسٰی مَسْحُوراً ترجمہ: تحقیق میں تجھے اے موسیٰ جادو کیا ہوا گمان کرتا ہوں۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

فرمایا:۔ وَاِنِّی لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْراً ۔(بنی اسرائیل۔ ع۱۲) ترجمہ:......اور تحقیق میں تجھے اے فرعون ہلاک کیا گیا گمان کرتا ہوں۔

قوم شعیب نے ان سے کہا اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْنَا ضَعِیْفاً وَلَوْلَا رَھْطُکَ لَرَجَمْنٰکَ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ (ہود ع۸) ترجمہ:...... تحقیق البتہ ہم تجھ کو اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں۔ اگر تیری برادری نہ ہوتی تو البتہ ہم تجھ کو سنگسار کر دیتے اور تو ہم پر قدرت والا نہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام اس کا جواب یوں دیتے ہیں یٰقَوْمِ اَرَھْطِیْٓ اَعَزُّ عَلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَاتَّخَذْتُمُوْہُ وَرَآئَکُمْ ظِھْرِیّاً. اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ. (ہود۔ ع۸)

ترجمہ:......اے میری قوم! کیا میری برادری تم پر اللہ سے زیادہ عزیز ہے اور تم نے اس کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈالا ہوا ہے، تحقیق میرا پروردگار گھیرنے والا ہے اس چیز کو جو تم کرتے ہو۔

کفار نے ہمارے آقائے نامدار کی نسبت جو طعن و تنقیص کی، حق سبحانہٗ تعالیٰ نے بذاتِ خود اس کی تردید فرمائی جس سے رسول اکرم ﷺ کی شان محبوبیت اور امتیازی خصوصیت عیاں ہے۔ چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

کفار نے اعتراض کیا کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ۔ ترجمہ:......اے وہ شخص کہ اتارا گیا اس پر قرآن تو البتہ دیوانہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ (قلم۔ ع۱) ترجمہ:...... "نہیں تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ۔"

کفار نے اعتراض کیا کہ: اَئِنَّا لَتَارِکُوْٓا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ.(صافات۔ ع۲)

ترجمہ:......کیا ہم چھوڑ دینے والے ہیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کے واسطے۔

اور اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ .(صافات۔ ع۲)

ترجمہ:......بلکہ وہ لایا ہے حق اور سچا کیا ہے پیغمبروں کو۔ وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ. (یٰس ع۵) ترجمہ:......اور ہم نے ان کو شعر نہیں سکھایا اور اس کے لائق نہیں۔

کفار نے اعتراض کیا کہ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلاً مَّسْحُوْراً۔(بنی اسرائیل۔ ع۵)

ترجمہ:.....نہیں پیروی کرتے تم مگر ایک مرد مسحور (جادو مارا) کی اور اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اُنظُرْ کَیفَ ضَرَبُوا لَکَ الْاَمثَالَ فضلُّوا فلا یستطیعُونَ سبِیلاً .(بنی اسرائیل ع۵)

ترجمہ:.....دیکھ کیونکر بیان کی انہوں نے تیرے واسطے مثالیں۔ پس وہ گمراہ ہو گئے۔ پس نہیں پا سکتے کوئی راہ (طعن کی)۔

کفار نے اعتراض کیا کہ لَوْنشَآءُ لَقُلْنَا مِثلَ هٰذا اِنْ هٰذَا اِلا اَساطِیرُ الاوَّلینَ. (انفال ع۴) ترجمہ:.....اگر ہم چاہیں تو کہہ لیں ایسا، یہ کچھ نہیں مگر قصے کہانیاں پہلوں کی۔

اور اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ قُل لَّئنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنسُ والْجِنُّ علٰی اَنْ یأتُوا بِمثْلِ هٰذا القُرآنِ لا یأتُون بِمِثْلِهٖ ولَو کانَ بَعْضُهُم لِبَعْضٍ ظَهیراً (بنی اسرائیل ع۱)

ترجمہ:..... کہہ دے اگر جمع ہوں آدمی اور جن اس پر کہ لائیں ایسا قرآن۔ تو نہ لائیں گے ایسا خواہ مدد کریں ایک کی ایک۔

کفار نے اعتراض کیا کہ اَمْ یَقُولُونَ افتَرٰهُ . (یونس ع۴) یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو (اپنی طرف سے) گھڑ لیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ قُل فأتُوا بِسُورةٍ مِّثلِهٖ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُم صٰدِقِینَ۔ (یونس ع۴) ترجمہ: کہہ دے تم لے آؤ ایک سورت ایسی اور پکارو جس کو پکار سکو اللہ کے سوا۔ اگر ہو تم سچے۔

کفار نے اعتراض کیا کہ لَو لا نُزِّلَ علَیهِ الْقُرآنُ جُملَةً وّاحِدةً .(فرقان ع۳)

ترجمہ:.....آپ پر قرآن ایک دفعہ کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ کَذٰلِکَ لِنُثبِّتَ بِهٖ فُئوادَکَ ورَتَّلْنٰهُ تَرْتیلاً . (فرقان ع۳) ترجمہ:.....اسی طرح اتارا ہم نے تاکہ ثابت رکھیں ہم اس کے ساتھ تیرے دل کو۔ اور آہستہ آہستہ پڑھا ہم نے اس کو آہستہ پڑھنا۔ (یعنی ہر بات کے وقت اس کا جواب آتا رہے تو پیغمبروں کا دل ثابت رہے۔

کفار نے اعتراض کیا کہ لَستَ مُرسَلاً (رعد آخری آیت) ترجمہ: .....تو رسول نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ قُل کفٰی باللّٰہ شَھیداً بینی وبَیْنکُمْ ومَنْ عِنْدَہٗ ☆عِلْمٌ مِّنَ الْکتابِ ۔(رعد آخری آیت) یٰسٓ ۔ والقرآن الحکیم ۔ انک لمِنَ الْمُرسَلِین ۔(یٰس شروع) ترجمہ:...... کہہ دے کافی ہے اللہ گواہی دینے والا درمیان میرے اور درمیان تمہارے اور وہ شخص کہ اس کے پاس ہے علم کتاب کا۔ ترجمہ: ......یٰس: قسم ہے قرآن محکم کی، تحقیق تو البتہ رسولوں میں سے ہے۔

کفار نے اعتراض کیا کہ ابَعثَ اللّٰہ بشَراً رَّسُولاً ۔ (بنی اسرائیل۔ ع۱۱) ترجمہ: کیا اللہ نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ قل لو کان فی الارضِ مَلٰئِکَۃٌ یَّمشُون مُطْمَئِنِّینَ لنزَّلْنا علیھم مِّنَ السَّماءِ ملکاً الرَّسُولاً ۔ (بنی اسرائیل ع۱۱) ترجمہ:...... کہہ دے اگر ہوتے زمین میں فرشتے چلا کرتے آرام سے۔ تو البتہ ہم اتارتے ہیں ان پر آسمان سے فرشتے کو پیغمبر بنا کر۔ مطلب یہ کہ تجانس موجب تو انس اور تخالف موجب تباین ہے۔ اس لئے فرشتوں کے لئے مبعوث ہونا چاہئے۔ اور اہل ارض کے لئے بشر رسول چاہئے۔

کفار نے اعتراض کیا کہ مَالِ ھٰذَاالرَّسُولِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ ویَمْشِیْ فی الاَسْواقِ (فرقان ع۱) ترجمہ:...... کیا ہوا ہے اس پیغمبر کو کہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا ہے بازاروں میں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ومَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرسَلِین اِلَّا انَّھم لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعامَ ویَمْشُونَ فِی الاَسْواقِ ۔(فرقان: ع۲) ترجمہ:...... اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے پیغمبر مگر تحقیق وہ البتہ کھاتے تھے کھانا اور چلتے تھے بازاروں میں۔

کفار نے اعتراض کیا کہ لَولَا نُزِّلَ ھٰذا القُرآنُ علٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقریتَینِ عَظِیم ۔ (زخرف: ع۳) ترجمہ:...... کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ایک مرد پر ان دو بستیوں سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اَھُم یَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّکَ نَحْنُ قسَمْنَا بیْنَھُم مَّعِیشَتَھُم فی الْحَیٰوۃِ الدُّنیا وَرَفعْنا بَعْضَھُم فَوقَ بَعْضٍ درجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُم بَعْضاً سُخْرِیّاً ۔ ورَحْمَتُ رَبِّکَ خیرٌ مِّمَّا یَجْمَعُون ۔ (زخرف: ع۳) ترجمہ: کیا وہ بانٹتے

ہیں تیرے پروردگار کی رحمت کو۔ ہم نے بانٹی ہے اُنکے درمیان ان کی روزی حیات دنیا میں اور ہم نے بلند کیا ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں۔ تا کہ پکڑیں ان کے بعض کو محکوم۔ اور تیرے پروردگار کی رحمت بہتر ہے اس چیز سے کہ وہ جمع کرتے ہیں۔

کفار نے اعتراض کیا کہ هَلْ نَدُلُّكُم عَلٰى رَجُلٍ يُنَبِّئُكُم اِذَا مُزِّقْتُم كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُم لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ. (سبا:ع۱) ترجمہ:......کیا ہم راہ بتادیں تم کو اس شخص کی طرف جو خبر دیتا ہے تم کو جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے۔ نہایت ریزہ ریزہ ہونا تحقیق البتہ نئی پیدائش میں ہونگے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيدِ. (سبا:ع) ترجمہ:......کیا باندھ لیا ہم نے اللہ پر جھوٹ یا اس کو جنون ہے۔ بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

ایک روز حضور ﷺ مسجد حرام سے نکل رہے تھے کہ باب بنی سہم میں عاص بن وائل سہمی آپ سے ملا اور کلام کیا، جب وہ مسجد میں داخل ہوا تو شقیائے قریش نے پوچھا کہ تم کس سے باتیں کر رہے تھے۔ عاص بولا اسی ابتر (بے نسل) سے۔ حضور کا صاحبزادہ جو حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے تھا انتقال کر چکا تھا، اس لئے عاص نے رسولِ اکرم ﷺ کو یہ طعن دیا کہ زندگی تک انکا نام ہے پیچھے کون نام لے گا۔ (مدارج النبوۃ)

اور اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ. (الکوثر) ترجمہ:......تحقیق تیرا دشمن وہی ہے بے نسل۔ چنانچہ عاص مذکور کا نام نابود ہو گیا۔ مگر رسولِ اکرم ﷺ کا نام قیامت تک روشن ہے، اور رسولِ اکرم ﷺ کی ذریت قیامت تک رہے گی۔

کفار نے اعتراض کیا کہ: ترجمہ: حضرت کو کوئی دن وحی نہ آئی۔ دل مکدر رہا۔ تہجد کو نہ اٹھے کافروں نے کہا اس کو چھوڑ دیا اس کے رب نے۔ (موضح القرآن) اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یوں دیا کہ: ﴿وَالضُّحٰى . وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى . مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى.﴾ (الضحیٰ)

ترجمہ:......قسم ہے دن چڑھے کی اور رات کی جب ڈھانپ لے نہیں چھوڑ دیا تجھ کو تیرے

رب نے اور نہ ناخوش رکھا۔ موضح قرآن میں ہے پہلے فرمائی دھوپ روشن کی اور رات اندھیری کی یعنی ظاہر میں بھی اللہ تعالیٰ کی دو قدرتیں ہیں، باطن میں بھی کبھی چاندنا ہے کبھی اندھیرا۔

کفار نے اعتراض کیا کہ هو اذن .(توبہ ع ۸) ترجمہ:......وہ ہر کسی کی بات سن کر مان جانے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ قُل اذُنُ خَیرٍ لَّکُم یُؤمِنُ باللّٰهِ ویؤمِنُ لِلمُؤمِنِینَ وَرَحمَةٌ لِّلَّذِین اٰمَنُوا مِنکُم . ترجمہ:...... کہہ دے وہ اچھا سننے والا ہے تمہارے واسطے ایمان لاتا ہے اور پھر باور کرنے والا ہے مومنوں کی بات، اور رحمت ہے واسطے ان کے جنہوں نے اظہار ایمان کیا تم میں سے۔ (بحوالہ چیدہ چیدہ سیرت رسول عربیؐ)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الْخَلْقِ کُلِّهِم

بہر حال محترم قارئین! ان چند مثالوں سے رسولِ اکرم ﷺ کی یہ خصوصیت اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کا دفاع فرمایا جبکہ دیگر انبیاء اپنا دفاع خود فرماتے تھے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی تمام تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

خصوصیت نمبر ۲۴

رسولِ اکرم ﷺ قیامت کے دن تمام بنی آدمؑ کے سردار ہونگے

قابلِ احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ چوبیسویں خصوصیت پیش کی جارہی ہے جسکا عنوان ہے ''رسولِ اکرم ﷺ قیامت کے دن تمام بنی آدمؑ کے سردار ہونگے'' بیشک ہمارے نبی اکرم ﷺ کی دیگر خصوصیات کی طرح یہ بھی ایک عظیم خصوصیت ہے کہ قیامت کے دن ہمارے نبی ﷺ بنی آدم کے سردار ہونگے، اور یہ آپ ﷺ کی بلند شان اور بلند مرتبہ ہونے کی واضح نشانی ہے کہ دنیا میں بھی آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ، افضل بنایا اور اخروی لحاظ سے بھی تمام بنی آدم کا سردار بنایا جیسا کہ آنے والے اوراق میں تفصیل پیش کی جارہی ہے، جس کے مطالعے کے بعد امید ہے کہ انشاء اللہ آپ ﷺ کی یہ خصوصیت بھی سمجھ میں آجائے گی، اور آپ ﷺ سے محبت میں بھی اضافہ ہوگا، اور بے شک حضور ﷺ کی محبت اور حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے میں ہی ہم سب کی کامیابی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے اور مقدس رسول ﷺ سے سچی محبت وعقیدت رکھنے اور حضور ﷺ کی جملہ تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین، یارب العالمین۔ لیجئے اس مختصر تمہید کے بعد اب اس خصوصیت کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:۔

چوبیسویں خصوصیت کی وضاحت قرآن واحادیث کی روشنی میں

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میں تمام بنی آدم کا سردار بنوں گا، اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا (قیامت کے دن مقام محمود میں) حمد کا نیزہ میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا، اس دن کوئی بھی نبی خواہ وہ آدم ہوں، یا کوئی اور، ایسا نہیں ہوگا جو میرے نیزے

کے نیچے نہیں آئے گا، اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ (ترمذی شریف)

تشریح...... ''اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا'' سے آنحضرت ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ میرا یہ کہنا شیخی مارنے، اترانے اور خوامخواہ کی بڑائی کے طور پر نہیں ہے بلکہ پروردگار نے اس فضل و برتری کی جو نعمت مجھے عطا فرمائی ہے اس کا اقرار و اظہار کرنے، اس نعمت پر شکر ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بجا آوری کے لئے ہے، علاوہ ازیں میں اس بات کا اظہار و اعلان کرتا ہوں تا کہ لوگ میری قدر و منزلت اور میری حیثیت و عظمت کو جانیں، اس پر اعتقاد رکھیں اور اس کے مطابق میری توقیر و تعظیم اور میری محبت کے ذریعہ ایمان کو مضبوط بنائیں۔

''لواء'' کے معنی جھنڈے اور پرچم کے ہیں لیکن نیزے کو بھی کہتے ہیں، ''حمد کا نیزہ میرے ہاتھ میں ہوگا'' سے مراد قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں نام آور ہونا ہے، اگر ترجمہ یوں کیا جائے کہ ''حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا، تو اس کی مراد بھی یہی ہوگی۔'' کیونکہ جس طرح اہل عرب کسی معاملے میں اپنی شہرت اور ناموری کے اظہار کے لئے نیزہ کھڑا کر دیا کرتے تھے اسی طرح پرچم بھی عظمت و بلندی اور ناموری کے اظہار کی علامت سمجھا جاتا ہے، مطلب یہ کہ اس دن جب یہ نیزہ یا جھنڈا آپ ﷺ کے ہاتھ میں آئے گا، تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا دل اس طرح کھول دے گا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی وہ وہ تعریف کریں گے جو کوئی دوسرا نہ کر سکے گا۔ واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ کو ''حمد'' کے ساتھ مخصوص نسبت حاصل ہے، آپ ﷺ کا اسم شریف محمد اور احمد ہے، آپ صاحبِ مقامِ محمود ہیں، آپ کی امت ''حمادین'' کہلاتی ہے، یعنی ایسے لوگ جو ہر حالت میں، خواہ خوشی کا موقع ہو یا غمی کا، اللہ تعالیٰ کے حمد کے ذریعہ ہی شفاعت کا دروازہ کھلوائیں گے۔

''اس دن کوئی بھی نبی۔۔۔۔الخ'' مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن میدانِ حشر میں آنحضرت ﷺ صرف عام لوگوں ہی کے ماویٰ و ملجا نہیں ہوں گے بلکہ ایک ایک کر کے تمام نبی اور رسول بھی آپ ﷺ کے نیزے یا پرچم تلے جمع ہوں گے، آپ ﷺ کی پناہ

کے طلبگار اور آپ، ﷺ کے تابع ہوں گے حدیث کے اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ نیزہ یا پرچم کا ذکر محض علامتی طور پر نہیں ہے، بلکہ حقیقت میں آپ ﷺ کا کوئی نیزہ یا پرچم ہوگا جس کا نام لواء الحمد ہوگا اور جو آپ ﷺ کی سرداری اور برتری کے اظہار کے لئے آپ کو عطا ہوگا جیسا کہ اس دنیا میں بادشاہوں اور سربراہان مملکت کی عظمت وشوکت کے اظہار اور ان کی حیثیت کو ممتاز کرنے کے لئے ان کا اپنا پرچم نصب ہوتا ہے۔

''اور ترمذی ہی میں ایک روایت اور ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم ﷺ کے کچھ صحابی (مسجد نبوی میں) بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرے مبارک سے نکلے اور ان کے قریب پہنچے تو ان کی باتیں کان میں پڑی، آپ نے ایک صحابی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا خلیل قرار دیا ہے دوسرے صحابی نے کہا کہ نہیں حضرت موسیٰؑ کو شرف تکلم سے نوازا، ایک اور صحابی نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں (یعنی وہ نظام قدرت کے مروجہ اسباب ذرائع کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے پیدا ہوئے۔ شیر خواری کے زمانے میں لوگوں سے باتیں کیں، اور اللہ تعالیٰ نے روح الامین کو ان کے پاس بھیجا، جس نے پھونک ماری اور اس کے نتیجے میں ان کی پیدائش ہوئی اس کے علاوہ ان کی روحانیت کے بہت سے آثار و کرشمے ظاہر ہوئے یہاں تک کے وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے)۔ ایک صحابی نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو برگزیدہ کیا (یعنی انسان اول ہونے کے لئے انہی کا انتخاب کیا، ان کو تمام چیزوں کے نام سکھائے اور ان کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کروایا) بہر حال (صحابہؓ اپنی باتوں کے دوران نبیوں کے خصوصی اوصاف تعجب کے ساتھ بیان کر رہے تھے کہ) رسول کریم ان کی مجلس تک پہنچ گئے اور فرمایا کہ میں نے تمہاری باتیں سن لی ہیں، تمہیں تعجب ہے کہ حضرت ابراہیمؑ خدا کے خلیل یعنی دوست ہیں تو بے شک ان کی یہی شان ہے (تمہیں تعجب ہے کہ) حضرت عیسیٰؑ خدا کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، تو بے شک ان کی بھی یہی شان ہے، (حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا، تو بے شک ایسا ہی

ہے اوران کی یہی شان ہے۔لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں خدا کا حبیب ہوں اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا، قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہونگا ،سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی ،اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا ،جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے والوں میں سب سے پہلا شخص میں ہی ہوں گا چنانچہ اللہ تعالیٰ (فرشتوں کے حکم کے ذریعے) جنت کا دروازہ میرے لئے کھول دے گا اور سب سے پہلے مجھے جنت میں داخل کیا جائیگا اس وقت میرے ہمراہ مومن اور فقراء ہونگے اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا اور بلاشبہ تمام اگلے پچھلوں (خواہ وہ انبیاء ہوں یا دوسرے لوگ) سب ہی سے افضل واکرم ہوں اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔''

تشریح...... ''میں خدا کا حبیب ہوں'' کے ضمن میں بعض شارحین نے تو یہ لکھا ہے کہ ''خلیل'' اور ''حبیب'' دونوں کے معنیٰ ''دوست کے ہیں''،لیکن حبیب اس دوست کو کہتے ہیں جو محبوبیت کے مقام کو پہنچا ہوا ہو جب کہ ''خلیل''، مطلق دوست کو کہتے ہیں۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ''خلیل'' وہ دوست ہے کہ جس کی دوستی کسی حاجت یا غرض کے تحت ہو جبکہ ''حبیب'' وہ دوست ہے جو اپنے دوستی میں بالکل بے لوث اور بے غرض ہو۔ واضح رہے کہ یوں تو تمام ہی انبیاء ورسول بلکہ تمام ہی اہل ایمان بارگاہ رب العزت کے دوست اور محبوب ہیں،لیکن دوستی اور محبوبیت کے بھی چونکہ مختلف درجات ومراتب ہوتے ہیں اس لئے یہاں گفتگو دوستی ومحبوبیت کے اس درجہ کے بارے میں ہے جو سب سے اعلیٰ اور سب سے بہتر ہے، رہی یہ بات کہ بارگاہ رب العزت میں دوستی ومحبوبیت کا سب سے بلند و بالا درجہ آنحضرت کو حاصل ہے،تو اس کی سب سے بڑی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِی يُحْبِبْكُمُ اللهُ﴾ ترجمہ:...... ''(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تم سے دوستی رکھے گا۔''

''اس وقت میرے ساتھ مؤمن اور فقراء ہونگے۔'' کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں سب سے پہلے آنحضرت داخل ہونگے اور پھر اہل ایمان میں سے جو طبقہ سب سے پہلے

جنت میں داخل ہوگا وہ مہاجر و انصار صحابہ میں سے وہ حضرات ہونگے جو مفلس و بے مایہ تھے اور جو اپنے اپنے درجات و مراتب کے اعتبار سے آگے پیچھے جنت میں داخل ہونگے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "میری امت کے فقراء انبیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صبر و استقامت کی راہ اختیار کرنے والا فقیر (بھکاری نہیں) شکر گزار غنی سے بہتر ہے! اور صوفیاء کے نزدیک فاقہ و احتیاج کا نام فقر نہیں بلکہ ان کے ہاں صرف اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونے اور اللہ تعالیٰ سے بھی رضا و خوشنودی کے علاوہ اور کچھ نہ مانگنے کا نام "فقر" ہے! امام ثوریؒ نے کہا ہے کہ "فقر" یہ ہے کہ مال و اسباب نہ ہونے پر تسکین خاطر حاصل ہو اور جب مال میسر ہو تو اس کو خرچ کیا جائے آنحضرت ﷺ نے نفس کی فقر سے پناہ مانگی ہے اور غنائے نفس کی تعریف فرمائی ہے حاصل چیز اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہے، جو بھی حالت، خواہ وہ فقر ہو یا غنا اس چیز کے حصول سے باز رکھے وہ بری ہے، تاہم عام طور پر غنا یعنی دولت مندی کی حالت انسان کو برائیوں میں مبتلا کر دیتی ہے جب کہ فقر کی حالت بہت سی برائیوں سے باز رکھتی ہے، اس لئے حق تعالیٰ نے زیادہ تر انبیاء اور اولیاء کو فقر کی حالت میں رکھا اور ان کا فقر، ان کے مراتب و درجات میں بلندی کا جواز بنا، ایک دلیل یہ ہے کہ جب فقیر کافر کو دوزخ میں غنی کافر سے ہلکا عذاب ہوگا تو پھر کیسے ممکن ہے کہ وہی فقر، مومن کو جنت میں فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ "حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" (قیامت کے دن) میں تمام نبیوں اور رسولوں کا قائد ہوں گا (کہ تمام نبی و رسول میدان حشر میں آنے کے لئے میرے پیچھے آئیں گے، اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا، میں انبیاءؑ کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں یعنی نبوت مجھ پر ختم ہوگئی ہے اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا، شفاعت کرنے والا سب سے پہلا شخص میں ہونگا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔" (دارمیؒ)

"اور حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن جب

لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائیگا تو سب سے پہلے قبر میں سے میں نکلوں گا جب لوگ بارگاہ خداوندی میں پیش ہونگے تو ان کی قیادت میں کروں گا، جب تمام لوگ خاموش ہوں گے تو میری زبان سب کی ترجمانی کرے گی، اور جب لوگوں کو موقف میں روک دیا جائیگا تو ان کی (خلاصی کے لئے) شفاعت وسفارش میں کروں گا، جب لوگوں پر ناامیدی اور مایوسی چھائی ہوگی تو (اہل ایمان کو) مغفرت و رحمت کی بشارت دینے والا میں ہی ہونگا، اس (قیامت کے دن) شرف و کرامت اور جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں (یعنی میرے تصرف) میں ہوں گی، اس دن حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا، اس دن پروردگار کے نزدیک آدم کے بیٹوں میں سب سے بزرگ واشرف میری ہی ذات ہوگی، میرے آگے پیچھے ہزاروں خادم پھرتے ہوں گے جیسے وہ چھپے ہوئے انڈے یا بکھرے ہوئے موتی ہوں۔''
اس روایت کو ترمذی ودارمی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔''

تشریح...... ''جب تمام لوگ خاموش ہونگے ۔۔۔الخ'' میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب میدان حشر میں عام دہشت و ہولناکی چھائی ہوگی، ہر شخص متحیر وسراسیمہ ہوگا ، کسی میں اتنی ہمت نہ ہوگی کہ اپنی زبان سے دولفظ ادا کر سکے کوئی عذر و درخواست پیش کرے تو اس وقت سردار دو عالم ﷺ ہی کی ذات آگے آئیگی، آپ ﷺ سب کی طرف سے عذر و معذرت بیان کریں گے شفاعت کی درخواست پیش فرمائیں گے اور اس وقت تو عام لوگ تو درکنار بڑے بڑے انبیاءؑ کو بولنے کی مجال نہیں ہوگی، آپ ﷺ بارگاہ رب العزت میں گویا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف وثناء بیان فرمائیں گے جو اس کی شان کے لائق ہوگی، اور اس طرح اس وقت آنحضرت ﷺ کے علاوہ اور کسی کو بولنے اور کچھ کہنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ پس قرآن کریم میں جو فرمایا گیا ہے کہ:''یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ لوگ نہ بول سکیں گے اور نہ ان کو (عذر کی) اجازت ہوگی۔'

تو آنحضرت ﷺ کی ذات اس سے مستثنیٰ ہے، کہ آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہوگی، یا یہ کہ اس آیت میں ابتدائی مرحلے کا ذکر ہے کہ شروع میں کسی کو

بولنے کی اجازت نہیں ہوگی مگر بعد میں آنحضرت ﷺ کو اجازت عطا فرمائی جائیگی، اور یا پھر یہ کہ اس آیت کا تعلق صرف اہل کفر کے لئے ہے۔

''جب لوگوں پر ناامیدی اور مایوسی چھائی ہوگی۔'' کا مطلب یہ ہے کہ ایک طرف تو لوگوں پر سخت خوف ودہشت طاری ہوگی اور دوسری طرف وہ ایک ایک کر کے تمام ہی بڑے انبیاء سے شفاعت وسفارش کی درخواست کریں گے اور کوئی نبی ان کی طرف سے بولنے اور شفاعت کرنے کی جرأت نہ کرسکے گا، تو ان پر رحمت ومغفرت کی طرف سے ناامیدی چھاجائیگی تب آنحضرت ﷺ بارگاہ رب العزت میں ان کی شفاعت کریں گے اور ان کی ناامیدی اور مایوسی کو ختم فرمائیں گے۔

''چھپے ہوئے انڈوں'' سے مراد شتر مرغ کے انڈے ہیں، آپ ﷺ نے غلاموں اور ، خادموں اور حوروں کو شتر مرغ کے انڈوں سے تشبیہ دی کہ وہ (انڈے) گرد وغبار وغیرہ سے محفوظ ہونے کی وجہ سے صفائی ستھرائی کی علامت سمجھے جاتے ہیں، ان کا رنگ بھی ایسا سفید ہونے کی وجہ سے کہ جس میں کچھ زردی کی آمیزش ہو بہت پیارا مانا جاتا ہے۔ اور مجمع البحار میں لکھا ہے کہ (چھپے ہوئے انڈوں سے مراد سیپ کے موتی ہیں، جو لوگوں کے ہاتھوں اور نظروں سے بچے رہنے کی وجہ سے بڑی آب وتاب رکھتے ہیں۔ حاصل یہ کہ اس دن آنحضرت ﷺ کے آگے پیچھے دائیں بائیں جو خادم ہونگے وہ صفائی ستھرائی، رنگ وروپ اور بالکل نئے نویلے ہونے کی وجہ سے نہایت بھلے معلوم ہونگے۔

''یا بکھرے ہوئے موتی ہوں''۔ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح آب وتاب رکھنے والے موتی، کسی لڑی میں پروئے ہونے کی بہ نسبت یونہی بکھرے ہوئے زیادہ خوبصورت اور چمکدار لگتے ہیں اس طرح وہ خادم بھی آپ ﷺ کے چاروں طرف ادھر ادھر بکھرے ہوئے اور خدمت میں لگے ہوئے بہت خوبصورت اور دلکش معلوم ہوں گے۔

''اور حضرت ابی ابن کعبؓ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:'' جب قیامت کا دن ہوگا تو میں (مقام محمود میں کھڑا ہونگا اور) تمام انبیاء کا امام اور

پیشوا ہوں گا (جب ان میں کوئی بھی بولنے پر قادر نہیں ہوگا تو میں ان کی ترجمانی کروں گا، اور سب کی سفارش و شفاعت کروں گا، اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔" (ترمذی)

"اور حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا! "قیامت کے دن میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے قبر سے میں ہی اٹھوں گا نیز سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی۔" (مسلمؒ)

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن تمام انسانی کمالات و صفات اور تمام تر عظمتوں اور ان کا مظہر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہوگی اس دن مخلوقات میں سے نہ کسی کا درجہ آپ ﷺ سے بڑا ہوگا نہ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی اور ذات سرداری و سربراہی کی حقدار قرار پائے گی۔ واضح رہے کہ محمد عربی ﷺ دنیا و آخرت دونوں جہاں میں تمام لوگوں کے سردار و آقا ہیں، لیکن یہاں "قیامت کے دن قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اس دن آنحضرت ﷺ کی سرداری اور برتری کا ظہور کسی بھی شخص کے اختلاف و عناد کے اظہار کے بغیر ہوگا، جب کہ اس دنیا میں کفر و شرک اور نفاق کی طاقتیں نہ صرف حیات مبارک میں آپ ﷺ کی سرداری و برتری کی مخالف و معاندر ہیں، مگر بعد میں بھی ان کا اختلاف و عناد ظاہر رہا۔

(بحوالہ مظاہر حق جدید جلد پنجم)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

خصوصیت نمبر ۲۵

رسولِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ بن مانگے عطا کیا جو دیگر انبیاءؑ کو مانگنے سے عطا کیا

قابل احترام قارئین! رسولِ اکرم ﷺ کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ پچیسویں خصوصیت ہے جسکا عنوان ہے "رسولِ اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ بن مانگے عطا کیا جو دیگر انبیاءؑ کو مانگنے سے عطا کیا" الحمد اللہ ان سطور کو لکھتے وقت بھی میں "ریاض الجنة" میں بیٹھا ہوں، آقا ﷺ کا پیارا اور مقدس روضہ مبارک میرے سامنے ہے اور میں آقا ﷺ کی اس خصوصیت کو ترتیب دے رہا ہوں بلکہ یوں کہوں کہ صاحبِ خصوصیت ﷺ عین میرے سامنے آرام فرما ہیں اور میں مقدس روضہ مبارک کے سائے تلے اور جنت کے ٹکڑے میں بیٹھ کر انکی عظیم خصوصیت کو لکھ رہا ہوں، اگر چہ لوگوں کا رش لکھنے کی اجازت نہیں دے رہا بار بار ہاتھ ہلنے کی وجہ سے کافی مشکلات کا سامنا ہے لیکن دل آقا ﷺ کی محبت سے لبریز ہے اس لئے مجبور کر رہا ہے کہ کچھ بھی ہو لکھو کہ شاید جب قیامت کا دن ہوگا، نفسا نفسی کا عالم ہوگا ایسے کٹھن وقت میں آقا ﷺ فرما دیں: "یا اللہ اگر چہ یہ میرا امتی تھا تو بہت گناہ گار لیکن چونکہ اس نے میرے روضے کے سامنے اور جنت کے باغیچے میں بیٹھ کر میری خصوصیات پر کام کیا تھا اس لئے میں تیرا محبوب (ﷺ) اس حقیر اور ناقص بندے کی سفارش کرتا ہوں قبول فرما لیجئے۔" اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی سفارش کو رد نہیں کرے گا بس دل کو یہی تسلی ہے اور اسی تسلی کی وجہ سے یہ آبلہ پا قلم لکھتا چلا جا رہا ہے، دعا گو ہوں کہ یارب قدوس میری اس ٹوٹی پھوٹی کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول و منظور فرما آمین یارب العالمین۔

بہر حال محترم قارئین! ہمارے حضور ﷺ کی مقدس خصوصیات میں سے اس جلد کی یہ آخری خصوصیت ہے اور منجملہ خصوصیات میں سے یہ بھی ایک عظیم اور بلند خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم ﷺ کو وہ ساری چیزیں بن مانگے عطا کی جو دیگر انبیاء کو مانگنے سے عطا کی، یقیناً یہ بھی اللہ تعالیٰ کی اپنے آخری نبی ﷺ کے ساتھ خاص عنایت اور فضل ربانی ہے، جیسا کہ آنے والے اوراق میں آپ ملاحظہ کریں گے جن میں مختصراً مختصراً کچھ مثالوں کے ذریعے سمجھایا گیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے کیا کیا چیزیں ہمارے نبی ﷺ کو بن مانگے عطا کی جو دیگر انبیاء کو مانگنے سے عطا کی، چنانچہ لیجئے اب اس خصوصیت کی وضاحت ملاحظہ فرمائیے:۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمارے حضور ﷺ کی سچی محبت وعقیدت نصیب فرمائے اور آپ ﷺ کی تمام تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

پچیسویں خصوصیت کی وضاحت قرآن واحادیث کی روشنی میں

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پہلے نبیوں کو ان کے مانگنے کے بعد عطا فرمایا وہ آپ کو بن مانگے عنایت فرمایا۔ دیکھیے امثلہ ذیل:۔

(ا)...... حضرت ابراہیم نے خدا سے سوال کیا: ولاتُخزِنی یومَ یُبعَثون .

ترجمہ:...... اور رسوانہ کر مجھ کو جس دن جی کر اٹھیں۔ (شعراء)

حضور سرورِ انبیاء ﷺ اور آپ کی امت کے بارے میں خدا تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے: ﴿یومَ لا یُخزِی اللہُ النَّبیَّ وَالَّذِینَ اٰمنُوا مَعَہٗ.﴾

ترجمہ:...... جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی کو اور ان کو جو ایمان لائے ہیں اس کے ساتھ۔ یہاں سوال سے پہلے بشارت ہے۔ (تحریم ع ۲)

(ب)...... حضرت ابراہیم علیہ السلام یوں دعا کرتے ہیں: واجنُبنِی وَبَنِیَّ اَنْ نَّعبُدَ الاَصْنام ۔ ترجمہ: مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے بچا۔ (ابراہیم ع ۶)

رسولِ اکرم ﷺ کے حق میں بن مانگے خدا فرماتا ہے: اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنکُمُ الرِّجْسَ اَہلَ الْبیتِ ویُطَہِّرَکُم تَطْہِیراً .

ترجمہ: اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے گھر والو۔ اور ستھرا کرے تم کو ستھرا کرنا۔ (احزاب ع ۴)

یہ ابلغ ہے اس سے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے حق میں ہوا۔ کیونکہ دعائے خلیل تو فقط عبادت اصنام کی نفی کے لئے تھی اور یہ ہر گناہ و نقص کو عام ہے۔ وہ تو اپنے بیٹوں کے حق میں خاص تھی اور یہ عام ہے ہر ایک کو کہ شامل ہے اس کو بیت رسولِ اکرم ﷺ کا یعنی آپ کے ازواج مطہرات اور اولاد وغیرہ بھی۔

(ج)...... حضرت خلیل اللہ علیہ السلام یوں دعا کرتے ہیں: واجْعلْنی مِنْ وَّرَثۃِ جنَّۃِ النَّعیم. (الشعراء) ترجمہ:...... مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں کر۔

رسولِ اکرم ﷺ کے حق میں بن مانگے خدا فرماتا ہے: اِنّا اعطینکَ الْکوثر.

ترجمہ:...... ہم نے تجھ کو کوثر عطا کیا۔ اور آگے دے گا تجھ کو تیرا رب۔ پھر تو راضی ہو جائے گا۔ (کوثر)

(د)...... حضرت خلیل اللہ علیہ السلام یوں دعا کرتے ہیں: واجْعلْ لِّی لِسانَ صِدقٍ فِی الْاٰخرین. (الشعراء) ترجمہ:...... یعنی آئندہ امتوں میں قیامت تک میرا ذکر جمیل قائم رکھ۔

رسولِ اکرم ﷺ کو خدا تعالیٰ نے بن مانگے اس سے بڑھ کر عطا فرمایا چنانچہ سورۂ الم نشرح میں وارد ہے۔ ورفَعْنا لکَ ذِکْرَک . (الم نشراح) ترجمہ: اور ہم نے تیرا نام بلند کیا۔

لہٰذا رسولِ اکرم ﷺ از عرش تا فرش مشہور ہیں اور نماز و خطبہ و اذان میں اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کے ساتھ آپ کا نام مبارک مذکور ہے اور عرش پر، قصور بہشت پر، حوروں کے سینوں پر درختانِ بہشت کے پتوں اور فرشتوں کی چشم و ابرو پر آپ کا اسم شریف لکھا ہوا ہے۔ آپ سے پہلے جس قدر انبیاء گزرے ہیں، وہ سب آپ کے ثنا خواں رہے ہیں اور قیامت کو ثنا خواں ہوں گے۔

(ہ)......حضرت موسیٰ علیہ السلام یوں دعا کرتے ہیں: رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی (طٰہٰ ع۲)

ترجمہ: اے میرے پروردگار میرا سینہ میرے واسطے روشن کردے۔ رسولِ اکرم ﷺ کے لئے بن مانگے یوں ارشاد ہوتا ہے: اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ. (الم نشرح۔شروع)

ترجمہ: کیا ہم نے تیرے واسطے تیرا سینہ روشن نہیں کیا۔

(و)......حضرت موسیٰ نے خدا تعالیٰ سے کتاب کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا پھر دس راتیں اور زیادہ کی گئیں۔ بعد ازاں کتاب تورات عطا ہوئی۔

مگر رسولِ اکرم ﷺ پر بغیر کسی وعدہ سابق کے نزول قرآن شروع ہوا۔ چنانچہ باری تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا كُنتَ تَرْجُوا اَنْ يُّلْقٰى اِلَيكَ الْكِتَابُ اِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ. (قصص ع۹) ترجمہ: اور توقع نہ رکھتا تو کہ اتاری جائے تجھ پر کتاب مگر فضل ہو کر تیرے رب کی طرف سے۔ (بحوالہ سیرت رسول عربیؐ)

محترم قارئین ان چند مثالوں ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ ان ہی مثالوں سے ہمارے نبی ﷺ کی یہ خصوصیت آشکارا ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نبی ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰى حَبِيبِكَ خَيرِ الْخَلْقِ كُلِّهِم

مآخذ ومراجع

کی تفصیلی فہرست جلد نمبر۴ کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں

جزاک اللہ